

عند پر

قرآن، حدیث اور ادب میں

از رسم



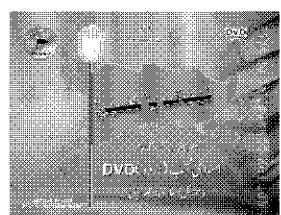
تألیف: حضرت علامہ عبدالحسین الامینی لخجفی

ترجمہ و تصحیح: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورگوپال پوری

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔



سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الْوَمَانِ اور کنیٰ



لَبِيكَ يَا مُحَسِّنٌ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو)

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

NOT FOR COMMERCIAL USE



**قال ابو عبد الله : ”... يوم غدير بين
الفطر والضحى ويوم الحصبة كالنمر
بين الكواكب“.**

امام صادق عليه السلام فرماتے ہیں :

”عید قصر، عید قربان اور جمع کے درمیان غدر یکادن ایسا ہی ہے
جیسے ستاروں کے درمیان چاند۔“

۱۳۳۹_۱۲۸۱، عجمان

الخدمات في الكتاب والكتاب والادب - اردو - ترجمة وتحقيق []

شیخ آنکه آنها را می‌دانند و می‌دانند علی‌احمد الدین شیخ

۱۳۸۹-۱۳۹۰-۱۳۹۱-۱۳۹۲-۱۳۹۳-۱۳۹۴-۱۳۹۵

१५८

ISBN: 978-600-92090-3-1 (جلد ۲۳)

فهرست نویسگران اطلاعات فنا

کتاب نامه: بصورت زیرنویس

غیر خوب. علی بن الظاہر (ع) امام اول، قبل از جم'ت، ق، اشات خلافت۔ ۲- غدر خرمی شهر بمحبوب حملہ۔ شعر نہیں مرتی۔

عنوان: **الغور في الكتاب والكتاب في الغور** (تحقيق: محمد عبد العليم، دار المدى، بيروت، لبنان)

Digitized by srujanika@gmail.com

شناختنامه سکتب

۱۰۷

الفصل الثاني عشر

13

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپاں پوری

لائش: گلستان زیرا اپنی کیشنز، لاہور

二

قرآن و عترت فاؤٹریشن (علمی مرکز، مدرسہ مجتہد، قم المقدسه) ناشر ہمارا:

مکالمہ

پیشکش: مکتبہ مینار شعور گوپال پور (سیوان بھار)

شاعر:

تعداد: ٥٠٠ جلد

قیمت: ۵۰۰ روپے

ملٹی کاپٹے:

پاکستان: گستاخانہ ایکٹ، لاہور - ۵۳۰۰۰

البيان: «قم بـ دفتر قرآن وعترت فاؤلث يش، مدرس صحیح خیابان جنت پارک کے داخلی کے ۱۳، چهار راہ شہدا، قم المقدس».

نامه استان: ۱- پنجم بوز که مکن پور سیوان، بهار، بن کوڈ، ۸۸۴۱۲۸۶

۱- «مسنی» (فاطمه رق کلکشن، ۵۸، نشان پاژوه روز)، سافر خانه شیخی (مقابل احوال اسلامی) ۳۰۰۰۰۹۳۰۰۰۰۹

..... جمل حقوق قرآن و عترت فاؤٹریشن کلیے محفوظ ہیں

شاعر قرآن و حدیث الوراء پہنچ

دوسری جلد (۲)

تألیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی الجفیری

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعورگو پال پوری

| | |
|---------|----------------------------|
| ۳۵..... | حسان بن ثابت |
| ۳۷..... | تجهیز طلب |
| ۳۹..... | دیوان حسان |
| ۴۳..... | مدح علیٰ میں حسان کے اشعار |
| ۴۵..... | مدح علیٰ اور حسان |
| ۵۲..... | حسان کے مدحیہ اشعار |
| ۵۷..... | شاعر کے حالات |
| ۶۱..... | قیس النصاری |
| ۶۱..... | شعری تبع |
| ۶۲..... | شاعر کے حالات |
| ۶۲..... | شرف و بزرگی |
| ۶۳..... | ریاست و فرمان روائی |
| ۶۴..... | تمبر و معاملہ فنی |
| ۶۹..... | داستان فیاضی |
| ۷۲..... | داستان خطابت |
| ۷۳..... | تذکرہ زہد |
| ۷۴..... | فضل و دانش |
| ۷۷..... | رواۃ و مشائخ قیس |
| ۷۷..... | معاویہ اور قیس |
| ۷۹..... | مصنوعی خط |
| ۸۳..... | قیس و معاویہ کے درمیان صلح |

فہرست مطالب

| | |
|---------|---|
| ۱۲..... | صلائے عام |
| ۱۳..... | پیش گفتار |
| ۱۴..... | شعر اور شاعر |
| ۱۵..... | شعر اور شعرا مقتدر آن و حدیث کی روشنی میں |
| ۱۶..... | پراسرار ترجم |
| ۱۷..... | پروازِ خیل |
| ۱۸..... | شعر اور شعرا ائمہ کی نظر میں |
| ۱۹..... | شعر اور شعرا بزرگان دین کی نظر میں |
| ۲۰..... | عنده لیبان غدیر (پہلی صدی) |
| ۲۱..... | حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام |
| ۲۲..... | نظم کا تحقیقی تجزیہ |
| ۲۳..... | غلطی کی تصویج |
| ۲۴..... | تشکر و انتقاد |
| ۲۵..... | اشعار کی دوسری سند |
| ۲۶..... | شاعر کا تعارف |

| | |
|----------|--|
| ۸۲..... | قیس و معاویہ صلح کے بعد |
| ۸۵..... | قیس و معاویہ مدینہ میں |
| ۸۶..... | قیس کا حلیہ |
| ۸۷..... | وفات قیس |
| ۸۸..... | خانوادہ قیس |
| ۸۹..... | عمر و بن عاصی |
| ۹۲..... | شعری تسبیح |
| ۹۳..... | شاعر کے حالات |
| ۹۴..... | نُب |
| ۹۸..... | عمر و کا اسلام |
| ۹۹..... | رسول خدا کا ارشاد |
| ۱۰۰..... | امیر المؤمنین کا ارشاد |
| ۱۰۱..... | حضرت علیؑ کا خط عمر و عاصی کے نام |
| ۱۰۲..... | بعد تحریم خطبہ امیر المؤمنین |
| ۱۰۳..... | قوت میں امیر المؤمنین نے عمر پر متواتر لعنت کی |
| ۱۰۴..... | عائشہ کی لعنت عمر پر |
| ۱۰۵..... | امام حسن اور عمر و عاصی |
| ۱۰۶..... | امام حسن کے جواب میں کچھ تو پصح طلب باتیں |
| ۱۰۷..... | ابن عباس کا خط عمر و کے نام |
| ۱۰۹..... | معاویہ اور عمر و عاصی |
| ۱۱۰..... | معاویہ و عمر و تفصیلی واقعہ |

| | |
|----------|---------------------------------------|
| ۱۱۳..... | عمرو عاص اور عمار یاسر |
| ۱۱۴..... | بُونوْح حمیری اور عمرہ |
| ۱۱۵..... | ابوالاسود دوئی اور عمرو |
| ۱۱۶..... | ابوجعفر زید کی بات |
| ۱۱۷..... | بچا، بھتیج |
| ۱۱۸..... | غامہ بنت غانم اور عمرہ |
| ۱۱۹..... | داستان شجاعت |
| ۱۲۰..... | امیر المؤمنین اور عمرہ و جنگ صفين میں |
| ۱۲۱..... | معاویہ اور عمرہ |
| ۱۲۲..... | مالک اشتر اور عمرہ و جنگ صفين میں |
| ۱۲۳..... | ابن عباس اور عمرہ |
| ۱۲۴..... | عبداللہ مرقال اور عمرہ |
| ۱۲۵..... | درس دین و اخلاق |
| ۱۲۶..... | وفات |
| ۱۲۷..... | |
| ۱۲۸..... | محمد حمیری |
| ۱۲۹..... | |
| ۱۳۰..... | شاعر کے حالات |

عند لیبان غدری (دوسری صدی)

| | |
|----------|-----------------------|
| ۱۳۱..... | ابو سعہل کیت |
| ۱۳۲..... | لغہ کیت پر تحقیقی نظر |
| ۱۳۳..... | قصیدہ عبیدہ ہاشمیات |
| ۱۳۴..... | ہاشمیات |

| | |
|-----|--------------------------------|
| ۱۳۳ | میکیہ ہاشمیات |
| ۱۳۷ | قصیدہ بائیہ ہاشمیات |
| ۱۵۰ | قصیدہ لامیہ ہاشمیات |
| ۱۵۲ | شاعر کے حالات زندگی |
| ۱۵۷ | کیت کی مذہبی زندگی |
| ۱۶۰ | کیت اور دعائے ائمہ |
| ۱۶۳ | کیت اور زین پیر بن عبدالملک |
| ۱۶۵ | کیت کی شوخی |
| ۱۶۵ | کیت کی ولادت و شہادت |
| ۱۶۷ | سید حسیری |
| ۱۷۵ | شعری تبع |
| ۱۸۵ | حالات زندگی |
| ۱۸۶ | سید کے والدین |
| ۱۸۸ | عظمت سید اور ان کے تذکرہ فلکار |
| ۱۹۰ | دبی و شعری عظمت |
| ۱۹۲ | خاصان خدا کی بھرپور مدح |
| ۱۹۲ | رواۃ و حفاظ شعر سید |
| ۱۹۵ | سید کا نامہ بہب |
| ۲۰۱ | سید اور غیر شیعہ |
| ۲۰۶ | شوخی طبع |
| ۲۱۲ | خلفاء عصر |

| | |
|----------|--|
| ۲۱۵..... | سید کا حلیہ |
| ۲۱۶..... | ولادت اور وفات |
| ۲۱۹..... | علمی و تاریخی مہارت |
| ۲۲۰..... | داستان آغاز و نوٹ؛ حدیث، تاریخ اور ادب میں |
| ۲۲۰..... | چہلی صورت |
| ۲۲۲..... | دوسری، تیسرا صورت |
| ۲۲۳..... | چھپی، پانچویں صورت |
| ۲۲۴..... | چھٹی، ساتویں صورت |
| ۲۲۵..... | اسکافی کا اعتراض |
| ۲۲۷..... | حدیث پر مجرما نہ دست درازی |
| ۲۳۱..... | عبدی کونی |
| ۲۳۳..... | شاعر کے حالات |
| ۲۳۵..... | علمی و دینی رسوخ |
| ۲۳۶..... | ولادت و وفات |
| ۲۳۶..... | شعری نمونہ |
| ۲۳۸..... | تشریحات |
| ۲۶۹..... | عبدی معاصر عبدی |
| ۲۷۵..... | ابو تمام طائی |
| ۲۷۶..... | شعری تیبع |
| ۲۷۸..... | حالات زندگی |

عند لیبان غدری (تیری صدی)

| | |
|----------|--|
| ۲۷۵..... | |
| ۲۷۶..... | |
| ۲۷۸..... | |

فہرست مطالب

| | |
|----------|--|
| ۲۸۱..... | ابو تمام کا شعری دیوان |
| ۲۸۲..... | دیوان حماسہ اور شرحیں |
| ۲۸۳..... | ولادت اور وفات |
| ۲۸۵..... | عمل غزاں |
| ۲۹۳..... | حالات زندگی |
| ۲۹۴..... | خانوادہ زریں |
| ۲۹۶..... | عبدل کی کنیت ”ابو علی یا ابو جعفر“، تغمی |
| ۳۰۰..... | راویان حدیث |
| ۳۰۱..... | خلفاء عصر کے ساتھ برداو |
| ۳۰۲..... | ظرافت طبع |
| ۳۰۴..... | ولادت اور وفات |



مومن کے صحیفہ زندگی کا عنوان علی بن ابی طالب کی محبت ہے۔ جسے پند ہو کہ
میری جیسی زندگی گزارے، میری طرح موت سے ہمکنار ہو، شاداب و آراستہ باغ میں
سکونت پذیر ہو، اسے چاہئے کہ علیؑ کی ولایت اور ان کے بعد ائمہ کی امامت کو تسلیم کرنے
کیوں کہ وہ میری عترت ہیں، ان کی تخلیق میری طینت سے ہوئی ہے، انھیں علم و فرست
سے بہرہ مند کیا گیا ہے۔

ان کی فضیلت کا انکار کرنے والے، ان سے ناتائق ہونے والے میری امت کے
افراد شرعاً سے محروم ہیں۔ (۱)

پیش گفتار

شعر اور شاعر

ہم پاک طینت بزرگوں کی شعری کا دش کا محض سطھی مطالعہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ قرآن و سنت کی دانش افرادی کی مدد سے معارف و حقائق کا تجزیہ کر کے فلسفہ و اخلاق اور موعظ حند کے معیاری اس باق حاصل کرنا چاہتے ہیں، بحث و نظر کے ضمن میں ادب کی فقی تخلیل، لغوی مواد اور تاریخی جنیادوں کا بیان اس پر مزید ہو گا کیونکہ اسی انداز کے بیت و مواد سے بھر پور نفع ہی دانشور کی طلب، محقق کا مطبع نظر، اخلاق کے مطالبات، ادیب کی تمنا اور سوراخ کی انتہائی آرزو ہوتے ہیں، بحیثیت مجموعی، انسانیت و اجتماعیت کے تقاضوں سے مکمل ہم آہنگ رکھتے ہیں۔ مذہبی شاعری کا میدان کلاسیکل شعرا کی آہنگ طرازی سے اہم ہوتا ہے، اس میں مذہب و حق کی لکار کے ساتھ فضائل خاصان خدا کے ایسے آثار ہوتے ہیں جس سے دل و دماغ اہم اٹھتے ہیں اور ہر خاص و عام تک سریلا پیغامِ مودت پہنچ جاتا ہے، تاجداروں اور خلفاء و امراء کی محفل میں شعری نفع ہی زینت بنتے ہیں، ماں میں اپنے بچوں کو لوریاں سناتی ہیں اور باپ اپنی اولاد کی فہماں میں اشعار کے ناخن تدیری سے کام لیتے ہیں اور نبغوں کی بھی تان دلوں میں آل محمد کی وابستگی کا نورانی سطر تحریر کرتی ہے، اس کا مقابلہ کوئی فضیح و بیخ خطا بت نہیں کر سکتی۔ اسی طرح قلم و تکوار کے اثرات بھی اس کے معیار تک پہنچنے سے قاصر ہیں، دعوت و تکلیف میں اچھے اشعار ہی روح کے تار جھنجورتے ہیں، فرزدق کا قصیدہ میسیہ، کیت کے ہاشمیات، حمیری کا عینیہ، عبل کا تائیہ یا ابو نواس کا میسیہ روح کو زیادہ بالیڈگی عطا کرتا ہے۔

ہم اس کتاب میں بزرگان تشیع کے حالات قلم کریں گے جو پہلی صدی میں مدح و جوکے ساتھ چلتی ہوئی تواریخ، اس کے ذریعہ دشمنان خدا کے لیے چھلنی کئے گئے، انہوں نے خاصان خدا کی ولایت کا درخشان منارہ تعمیر کر کے آبادیوں اور ویرانیوں میں دعوت کا پرچار کیا، انہرہ مخصوصین نے ان شعراء پر اپنی دولت لٹائی اور اس قدر رخص کیا کہ وہ اندریشہ معاش سے آزاد ہو کر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اسی کے لئے وقف کر بیٹھے، انہرہ نے اس میدان کی طرف نغمہ نگاروں کو متوجہ کیا اور شدت احساس انگیز کر کے انہیں بشارتوں سے شادکام کیا مثلاً حدیث ہے: ”جو بھی ہم الہ بیت کی شان میں شعر کہے، خداوند عالم جنت میں اس کے لئے قصر تعمیر کرتا ہے۔“ لوگوں کو تاکید فرمائی کہ ان نغمہ طرازوں کو حرز جان بنانا یہی اور ایک دوسرے کو اس سے واقف کرائیں مثلاً صادق آمل محمد گارشاد ہے: اپنے بیٹوں کو عبدی کے اشعار کی تعلیم دو۔ یہ بھی ارشاد ہے کہ جو بھی ہمارے بارے میں شعر کہے وہ روح القدس کی تائید سے سرفراز ہوتا ہے۔ (۱)

رجال کشی میں ابوحنی کی روایت ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی بارگاہ میں کچھ شعری نذرانہ پیش کیا جس میں آپ کے والد ماجد کی مدح تھی۔ میں نے فرمائش کی کہ کچھ حضور کی شان میں بھی کہوں؟ حضرت میرے لکھے شعروں کا حصہ الگ کر کے ملاحظہ فرمانے لگے اور بقیہ کاغذ کے بالائی حصے پر تحریر فرمایا: شباب اخدا تجھے بہترین جزا سے شادکام فرمائے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضرت سے آپ کے والد ماجد کا مرثیہ کہنے کی اجازت طلب کی تو ارشاد فرمایا: ٹھیک ہے میرے والد اور میرے لئے بھی مرثیہ کہو۔ (۲)

شعر اور شعراء قرآن و حدیث کی روشنی میں

انہرہ مخصوصین کے ان تذکروں میں رسول اکرمؐ کی تاثی صاف جھلک رہی ہے، کیونکہ رسول اکرمؐ

۱۔ عيون اخبار الرضا (ج ۱۵)، رجال اکشی مص (۲۵۳) (ج ۲۰۷ نومبر ۱۹۸۷ء)

۲۔ رجال اکشی مص (۱۶۰) (ج ۲۸۳ نومبر ۱۹۸۷ء)

ہی نے سب سے پہلے اپنی تیز آواز میں مدح و تہوئے مارکی بیدا کی اور سیرت کے بارے میں مدح سرا ہونے کا شوق دلا دیا۔ آپ خود بھی شعر پڑھتے اور دوسروں سے سن کر خوش ہوتے اور انعامات سے نوازتے چنانچہ آپ نے ابوطالب کے اشعار سن کر انہمار سرت فرمایا جس وقت آپ کی دعا سے پانی بر سا تو آپ لہنے لگے: کیا خوب ابو طالب نے نغمہ سرائی کی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کوئی ہے جوان کے اشعار پڑھے، عمر بن خطاب نے کہا: شاید آپ کی مراد اس شعر ہے:

و ما حملت من ناقہ فوق ظهرها ابروا و فی ذمة من محمد

”کسی ناق نے اپنی پشت پر محمد سے زیادہ نیک اور وفادار کا بوجنمیں اٹھایا۔“

رسول خدا نے فرمایا: یہ چچا ابو طالب کا شعر نہیں، یہ تو حسان کا شعر ہے، حضرت علیؑ فوراً اٹھے اور

بعض کی: شاید آپ کی مراد اس شعر ہے:

و ابیض يستسقى الفمام بوجهه ربیع المیامی عصمه للارامل

تلوذ به الہلاک من آل هاشم فهم عنده و فی نیمة و فواضل

”اس روشن چہرے کا واسطہ دے کر پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ تینیوں کا سہارا اور بیواؤں کی پناہ

ہے، می ہاشم کے تباہ حال افراد نہیں کی پناہ پکڑتے ہیں۔“

رسول خدا نے خوش ہو کر فرمایا: یہاں! یہاں! یہاں! یہاں! یہاں! یہاں! یہاں!

اتنے میں می کناہ کے ایک شخص نے چھ اشعار نئے تو رسول خدا نے دعا دی: خدا تجھے ہر شعر کے

بد لے قصر جنت عطا کرے۔ اس کا مطلب ہے:

لک الحمد و الحمد من شکر سقینا بوجه النبی المطر (۱)

رسول خدا نے جنگ بد کے موقع پر خاک و خون میں آتشتہ لاشوں کی طرف دیکھ کر ابو بکر سے فرمایا:

اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہم نے کس طرح ان کی بات حق کر دھائی۔

جناب ابو طالبؑ کا شعر ہے:

۱۔ امام اشیخ الطائف م (ص ۵۷۷ حدیث ۱۰۰)

وَالْعَمَرُ اللَّهُ أَنْ جَدَ مَا أَرَى لِلْعَبِسِينَ اسْيَا فَنَا بِالْأَبَاثِ
آپ اپنے پچا عباس کے شعروں پر بھی خوش ہوتے تھے جب انہوں نے اجازت لے کر سات
اشعار سنائے۔ اس کا مطلع ہے: (۱)

مِنْ قَبْلِهَا طَبَتْ فِي الظَّلَالِ وَفِي مَسْتَوْدَعٍ حِيثُ يَخْصُفُ الْوَرْقَ
اسی طرح آپ عمرو بن سالم کے اشعار پر بھی خوش ہوئے اور فرمایا: اے عمرو! تو نے میری مدد کی
خداتیری مدد کرے۔ (۲)

جَبْ كَعْبَ بْنَ زَيْرَ نَلَقَهُ لَامِيَهَ سَنَاهِ:

بَانَتْ سَعَادَ فَقْلَبِيِ الْيَوْمِ مَبْتُولَ مَتِيمَ اثْرَهَا لَمْ يَضْدِ مَكْبُولَ
تو آپ نے اپنی ردائے مبارک عطا کی بعد میں معادیہ نے اس چادر کو میں بڑا درہم میں خرید لیا
اس چادر کو خلفاء عیید کے دن اوڑھ کر نماز پڑھانے جاتے تھے۔ (۳)
متدرک حاکم میں ہے کہ جب وہ اپنا قصیدہ سنائے ہا تھا تو آپ نے لوگوں کو سننے کے لئے چپ
کرایا۔ (۴)

ایک روایت میں ہے کہ اس نے سیوف الہند کا لفظ رکھا تھا آپ نے فرمایا: اس جگہ سیوف اللہ
رکھو۔ (۵)

رسول خدا عبد اللہ بن رواحہ کے اشعار پر بھی خوش ہوتے تھے، جنگ خندق میں اس کے اشعار
گلستانے جاتے تھے، آپ کے بدن پر خندق کی مٹی بھری ہوئی تھی، بعض کا خیال ہے: یہ اشعار عامر بن
رکوع کے ہیں:

- ۱- المحدث رک علی الحسین ح ۳۲۷ (ج ۳ ص ۳۲۹ ح ۳۲۹ حدیث ۵۳۱)، اسد الغاب ح اس ۱۱۹ (ج ۳ ص ۲۹۰ نمبر ۱۳۲۸)
- ۲- تاریخ طبری ح ۳ ص ۳۳۱ (ج ۳ ص ۳۵۵ و اقتصر ۸)، اسد الغاب ح ۳ ص ۱۰۲ (ج ۳ ص ۲۲۲ نمبر ۲۹۹۹)
- ۳- ابن تیمیہ کی الشروط الشرعیہ ح ۲۲ (۸۰)، مقرری کی الاصالع ح ۳ ص ۲۹۲؛ عقلانی کی الاصالع ح ۳ ص ۲۹۲ (نمبر ۲۷۱)
- ۴- المحدث رک علی الحسین ح ۳۲۷ (ج ۳ ص ۵۲۲ ح ۵۲۲)
- ۵- جمال الدین انصاری کی شرح قصیدہ بانت سعاد ح ۹۸ (ص ۸۷)

لا هم لولانت ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا حلينا^(۱)

جب حسان نے خدیرخم میں اشعار سنائے تو رسول خداون کے اشعار پر جھوم جھوم آئے، آپ نے دعا دی: حسان! جب تک تم زبان سے ہماری نصرت کرو گے، جریل کی تائید سے سرفراز رہو گے۔

آنحضرت نے حسان کے لئے مسجد میں منبر نصب کیا تھا، جس پر وہ فضائل رسول سناتے تھے۔^(۲)

اسی طرح آپ ابوکیر بھلی کے اشعار پر بھی خوش ہوئے تھے، عائشہ کا بیان ہے کہ رسول خدا اپنی جوتنی تاکر رہے تھے، چہرہ مبارک پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح جھلک رہے تھے، میں بے خود ہو کر دیکھتی رہی۔ حضرت نے وجہ پوچھی تو میں نے کہا: آپ پسینے میں غرق ہیں ابوکیر نے بالکل صحیح کہا ہے کہ ان کے چہرے پر پسینہ اس طرح ہے جیسے درخت پر بارش کے قطرے.....

رسول خدا ہمیشہ شعر گوئی پر لوگوں کو اکساتے رہے تاکہ غالفوں کے غلط حسب و نسب سے لوگ مطلع ہوں اذران کا جواب دیا جاتا رہے، آپ فرماتے: بخدا یا اشعار نیزوں کی طرح ہیں۔ آپ شعری ذوق ابھارتے رہے تاکہ غالفوں کے سامنے ہمت بندگی رہے، حیثیت جاہلیت کے مقابل اسلامی حیثیت تقویت پائے کیونکہ اشعار بیجان و نشاط پیدا کرتے ہیں اور دماغ حريم حق و اسلام کی تحریک کرتے ہیں، شراء سے فرماتے کہ ان کفار کی بھجوکرو جریل تمہارے ساتھ ہیں۔^(۳) جب ابوسفیان بن حارث نے آپ کی بھجوکی تو عبد اللہ بن روایہ کو شوروں میں جواب دینے کا حکم دیا اور انہیں دعا دی پھر حسان نے اجازت مانگی تو فرمایا: جا کر ابوکیر سے اس کی خاندان پستی کا حال معلوم کرو پھر بھجوکرو جریل تمہاری نصرت کریں گے۔^(۴)

اعشار سے جہاد کرنے والے شرعاً اس آیت کے مصداق ہیں: الا الذين آمنوا و عملوا

۱۔ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۰۲ (ج ۵ ص ۳۸۸ حدیث ۱۸۲۹)

۲۔ المسدر ک علی الحسن بن الحسن ج ۲ ص ۷۶ (ج ۳ ص ۵۵۳ حدیث ۲۰۵۸) حاکم اور ذہبی نے اس کی صحیت کا اعتراف کیا ہے۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۸۳ (ج ۵ ص ۲۸۳ حدیث ۱۸۱۶۸)، مسدر ک علی الحسن بن الحسن ج ۳ ص ۷۸ (ج ۳ ص ۵۵۵ حدیث ۲۰۶۲)

۴۔ حاکم کی المسدر ک ج ۲ ص ۳۸۸ (ج ۳ ص ۵۵۱ حدیث ۲۰۶۵)

الصالحات و ذكر و الله كثير او انتصروا من بعد ما ظلموا ”سواءً ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل بجالائے اور خدا کا بہت زیادہ ذکر کرتے ہیں ان کی اس حال میں مدد کی گئی جب کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا۔ ہاں ایہ شعراء ”والشعراء يتبعهم الغاوون“ سے مستثنی ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کچھ شعراء خدمت رسول میں آکر رونے لگے کہ خدا نے ان کی نذمت کی ہے، رسول خدا نے ان سے فرمایا کہ تم اس آیت کے مصدق ہو: الا الذين آمنوا و

عملوا الصالحات۔ (۱)

کعب بن مالک نے رسول خدا سے شعراء کے متعلق قرآن کا نقطہ نظر پوچھا، آپ نے فرمایا: مجاهد زبان سے بھی جنگ کرتا ہے اور تواریخ سے بھی۔ (۲)

پھر یہ کہ جو نہ ہمیں شعراء حقائق زندگی پیان کرتے ہیں وہ اس نذمت میں شامل نہیں، یہ ان لوگوں کے متعلق ہے جو ظلم و باطل کے پر چار میں مصروف ہیں۔ عقائد صدق (ص ۸۳) میں ہے کہ یہ آیت جھوٹے داستان گویوں کے متعلق ہے، تفسیرتی ص ۲۷۲ (ج ۲۵ ص ۱۲۵) پر ہے کہ یہ آیت دین خدامیں تغیر کرنے والوں یا امام و فوادی کے مخالفوں کے متعلق ہے جو عقائد خراب کرتے ہیں، اس کی دلیل آگے کی آیت ہے: ﴿الْمُتَرَانِهِمُ فِي كُلِّ وَادِيهِمُون﴾ ”کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ ہر وادی میں بھکتے پھرتے ہیں“۔ تفسیر عیاشی میں صادق آل محمد کی حدیث ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے متعلق ہے جو غلط علم حاصل کر کے خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ (۳)

لہذا اس آیت میں صرف باطل شعراء کی نذمت ہے کیونکہ اس سے دلوں پر خراب اثر پڑتا ہے خدا نے شعراء حقائق کی ہرگز نذمت نہیں کی ہے بلکہ انہیں سراہا ہے، یہ فریقین کی متفقہ حدیث ہے: ان من من الشعْر لِحُكْمَةٍ وَّ انْ مِنَ الْبَيَان لِسُحْرٍ ” بلاشبہ شعروں میں حکمت کی باتیں ہوئی ہیں اور اکثر بیان

(۱) تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۵۲

(۲) مسند احمد بن خبل ج ۳ ص ۳۵۶ (ج ۲۲ ص ۳۹۲ حدیث ۱۵۳۵۸)

(۳) مجمع البیان ج ۲ ص ۲۲۵

جادو کا سا اثر رکھتے ہیں۔ (۱)

پر اسرار ترجم

کچھ غمی نفعی بھی بیان کئے جاتے ہیں جو دعوت و تباخ سے معمور ہیں ان میں انسانوں سے خطاب ہے مگر کہنے والا غیر مرئی ہے۔ یہ بجائے خود رسولنا کے تجزیات ہی ہیں، اس سے شعرو شاعری کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ استدلال کی راہوں میں حق و صداقت نے کس طرح حریف کو خود پر دگی پر آمادہ کیا تھی، قلب کے سلسلے میں نثر کے مقابل نظم زیادہ موثر ہے۔

آمنہ بن وہب نے ولایت پیغمبر کے وقت غمی آواز سنی:

| | |
|---|---------------------------|
| صلی اللہ و کل عبد صالح | والطیون علی السراج الواضح |
| المصطفی خیر الانام محمد | الطاہر العلم الضیاء الایح |
| ”ولادت رسول“ کے وقت ایک بنت سے آواز پیدا ہوئی اور سبھی اصحاب سجدہ ریز ہو گئے۔ (۲) | |
| تردی المولود انسارت بنورہ جمیع فجاج الارض بالشرق والغرب (۳) | |
| ورقة نے ولادت رسول کے موقع پر ایک بنت کے اشعار نے پھروہ زمین بوس ہو گیا، عوام بن | |

- ۱- مسند احمد بن حبیل (ج ۱ ص ۲۲۲، ۲۰۲، ۲۶۹) (ج ۱ ص ۲۲۲، ۲۰۲، ۲۶۹) حدیث ۲۲۲۰، م ۸۵۱ حدیث ۲۲۲۰، م ۴۹۸ حدیث ۲۲۵۶، م ۵۳۶ حدیث ۳۰۵۹؛ سنن داری (ج ۱ ص ۲۹۶) پیغمبر خواری کتاب الطہ (ج ۵ ص ۲۱۷) حدیث ۵۳۳۳ (ص ۱۱)؛ الحجی ص ۲۲ (ص ۱۱)؛ تاریخ بغدادی (ج ۲ ص ۹۸) (نمبر ۱۰۹۲)، م ۲۵۸ (نمبر ۱۳۳۹)، ج ۲ ص ۲۵۲ (نمبر ۱۹۸۸)، ج ۸ ص ۱۸ (نمبر ۳۰۶۱) (ص ۱۲)؛ رسائل جاظظ ص ۲۲۵ (ص ۱۷) الرسائل ۲۱۲ (نمبر ۳۰۸)؛ البیان و التہیین جاظظ (ج ۱ ص ۲۰۵، ۲۱۲) (ج ۱ ص ۲۰۵، ۲۱۲) حدیث ۲۲۵، م ۲۱۲ (نمبر ۳۰۸)؛ مصائیع النہی (ج ۲ ص ۱۳۹) (ج ۳ ص ۲۱۱) حدیث ۲۱۹ (ج ۲ ص ۲۱۱)؛ الرؤوف الافف (ج ۲ ص ۲۳۲) (ج ۲ ص ۲۳۲) (ج ۲ ص ۲۳۲)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۲۸) (ج ۲ ص ۱۰۵، ج ۲ ص ۱۰۵)؛ تہذیب الجذیب (ج ۹ ص ۲۵۳) (ج ۲ ص ۲۵۳) (ج ۲ ص ۲۵۳)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۳۲۸) (ج ۲ ص ۱۰۵، ج ۲ ص ۱۰۵)؛ الاصابی (ج ۱ ص ۲۵۲) (نمبر ۲۲۷) (ج ۲ ص ۲۵۲) (نمبر ۱۰۷)۔
- ۲- بخار الانوار (ج ۲ ص ۲۷) (ج ۱۵ ص ۳۲۵) (ج ۲ ص ۲۷) (ج ۱۵ ص ۳۲۵)؛
- ۳- تاریخ ابن کثیر (ج ۲ ص ۲۳۱) (ج ۲ ص ۲۱۵)، الحصال کتبی (ج ۱ ص ۵۲) (ج ۱ ص ۴۹) (ج ۱ ص ۵۲) (ج ۱ ص ۴۹)؛

جمیل جو یغوث بت کامنہت تھا، اس نے بھی ایک بت کی پر اسرار آواز سنی، عباس بن مرداں نے ضمار کے پاس ایک بت کی آواز سنی کہ بت تباہی گھاث لگ گئے اور مسجد والے کامیاب ہو گئے، اس کے بعد عباس تمیں سو آدمیوں کے ساتھ بیت رسول میں آئے، آپ نے مسکراتے ہوئے واقعہ پوچھا، جب اس نے بیان کیا تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی، ایک شخص کی واردات بھی کچھ اسی ہی ہے۔ ابن عمر نے بھی اشعار نے، ایسے ہی ایک شخص نے گذرتے ہوئے غیبی آواز میں بشارت رسول سنی۔ (۱)

ابن عباس نے بھی ایک دوسرے شخص کی روایت بیان کی ہے۔ (۲) جعد بن قیس نے زمانہ جاہلیت میں حج کے لئے جاتے ہوئے مکن کی وادیوں میں بعثت محمدؐ کے دو شعر نے۔ (۳)

قریش نے ایک رات کوہ ابو قبیس سے غیبی آواز سنی۔ (۴) طبقات بن سعد میں ام معبد کی بکری کا واقعہ نقل کیا گیا ہے جس کے تھن خشک ہو چکے تھے اور برکت رسولؐ سے دودھ دینے لگی۔ رسول خدا کے تشریف لے جانے کے بعد دوسرے دن کے والوں نے غیبی آواز سنی۔ (۵)

ابن ذؤب نے وقت رسولؐ کی شب ہاتھ کی آواز سنی: ”اسلام میں عظیم حادثہ رونما ہوا، حجاز میں رسول خدا نے انتقال فرمایا۔ اب ہماری آنکھیں آنسو بھاری ہیں“۔ (۶)

اب ذرا الہ بیتؐ کے متعلق ہو اتف ملاحظہ فرمائیے:

کفا یہ تھی میں ہے کہ ولادت علیؐ کے موقع پر ابو طالب دو شر پڑھتے ہوئے کتبے میں داخل ہوئے تو بر جستہ ہاتھ کے دو شعر نے:

| | |
|--|-----------------------------------|
| بِ اَهْلِ بَيْتِ الْمُصْطَفَى النَّبِيِّ | خَصَّتْمُ بِالْوَلَدِ الْذَّكِيِّ |
| أَنْ اسْمَهُ مِنْ شَامِ الْعُلَىٰ | عَلَى اشْتَقَ مِنَ الْعُلَىٰ |

۱۔ البدریۃ والنهایۃ ج ۲۲ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۳۱۹)

۲۔ المختار الکبری ج اصل ۱۰۹ (ج اصل ۸۱)

۳۔ المختار علی الحسن ج ۳ ص ۲۵۲ (ج ۳ ص ۲۸۲ ج ۲ ص ۵۱۰)

۴۔ طبقات الکبری ج اصل ۲۱۵ (ج اصل ۲۳۰) ۵۔ اسد الغائب ج ۵ ص ۱۸۸ (ج ۶ ص ۰۲۰) ۶۔ اسد الغائب ج ۵ ص ۱۸۸ (ج ۶ ص ۰۲۰)

”اے اہل بیت رسول! یہ پاک و پاکیزہ مولود آپ ہی کے خانوادے سے مخصوص ہے، خداوند عالم کی

جانب سے اس کا نام علی ہے، علی لکھا خوبصورت نام ہے جو الہی صفت سے مشتق ہے۔“ (۱)

فہلنجی نے لکھا ہے کہ وفات فاطمہ کے وقت حضرت علی نے کچھ اشعار قبر فاطمہ سے مخاطب ہو کر

پڑھے تو جواب میں ہاتھ نے آواز دی:

میرا حبیب مجھ سے ہم کلام ہے میں کیسے جواب دوں، میں شہر خوشاب میں مٹی کے بوجھ تلے دلی

ہوئی ہوں، مٹی نے میرا بھال ہضم کر لیا ہے، اس وقت تو محبت کے تمام رشتے منقطع ہو جاتے ہیں... تم پر

میرا اسلام۔ (۲)

تاریخ ابن عساکر اور کفایہ گنجی میں اسلامی کی روایت ہے کہ قتل صہیں کی رات غیبی آواز سنی گئی: (۳)

ابشرروا بالعذاب و الشکيل ایها القاتلون جهلا حسينا

من نبی و مرسل و قبیل کل اهل السماء يدعوا عليكم

وموسى و حامیل الانجیل قد لعنتهم على لسان ابن داو

پرواز تختیل

اب یہاں قرآن و سنت کی برکت سے ایسے صحابہ کرام کی شعری کاوشوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو

اپنے آہنگ ترنم سے رسولؐ کے ساتھ جنگجو بہادروں کی طرح شرک کی شرگ کائی تھے، وہ شاہین کی

طرح دل و جگہ اور ساعتوں میں گھس جاتے تھے، ہر وقت اپنے ساتھ شعری تکوار اور ترنم کے مہلک تاثیر

لئے دشمنان اسلام سے نہر و آزمار تھے، ان میں اہم ترین یہ ہیں:

”عباس عم نبی، کعب بن مالک، عبد اللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، نابغہ جعدی، ضرار اسدی، ضرار

۱۔ کفایہ گنجی ص ۲۶۱ (۲۰۶)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۳۳۳ (ج ۵ ص ۸۲)؛ کفایہ گنجی (ص ۳۳۳)

۳۔ این مجرمے اس کے دریافت نقل کئے ہیں (صوات عن محقر) ص ۱۹۲، این قلویہ کی کتاب کامل الفزیارة ص ۲۰ (ص ۷۹ باب ۲۹)

قرشی، قیس بن صرمہ، عثمان بن عجلان، امیریہ بن صلت، کعب بن زہیر، عباس بن مرداہ، طفل غنوی، کعب بن لمعہ، مالک بن عوف، صرمہ بن ابی انس، قیس بن بحر، عبد اللہ بن حرف، مجبر بن ابی سلمی، هراقتہ بن مالک۔“
اس روحاںی چہاد نے اس قدر اجتماعی تاثیر پیدا کی کہ عورتیں بھی ترجم کے جوڑ جگانے لگیں۔

انہوں نے بھی مدھم سروں میں عرقانی باقی میں بیان کر کے مسلمانوں کا احساس فرض بھڑکایا، چنانچہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ بڑے دلگداز اشعار کہتی تھیں، نیز عثمان کی خالہ سعدی بنت کریمہ، (۱)، شیما بنت حارث (۲)، ہند بنت ابیان (۳)، خضاء بنت عمرہ (۴)، رفیقہ بنت ابی صفی (۵) اور رسول خدا کی پوپکی حضرت اروی بنت عبدالمطلب (۶) کے اشعار بھی تاریخوں میں موجود ہیں۔

ان کے علاوہ عائشہ، صفیہ، ہند، ام سلمہ، عائشہ بنت زید اور ام ایکن کے بھی اشعار مردی ہیں (۷)، حضرت عائشہ کو بہت زیادہ اشعار یاد تھے، وہ کہتی تھیں کہ مجھے لبید کے بارہ اشعار یاد ہیں۔ (۸)

شعر اور شعراء، ائمہ کی نظر میں

قرآن اور سنت سے مستعار نظیمیں دینی نصرت بھی تھیں اور مجاہدہ بھی۔ سیرت رسولؐ کی پیروی میں ائمہ مخصوصین کا زمانہ بھی ان کی پذیرائی سے بھرا ہے۔ شعراء دور دور سے ائمہ کی بارگاہ میں زرین تصانیف لے کر آتے اور تحسین و انعام سے نہال ہو کر واپس جاتے، ائمہ کی یاد نوازی شعروشاوری کی اہمیت میں اضافہ کر چکی ہیں، اب بزم شعر میں جانا حمایت دینی اور تقرب خداوندی کے متادف ہے، شعرگوئی کو

(۱) الاصابین ج ۳۲۸، ۳۲۷ ص ۳۳۲ (نمبر ۵۲۹) (۲) الاصابین ج ۳۲۸، ۳۲۷ ص ۳۳۲ (نمبر ۵۳۰)

(۳) طبقات ابن سعد ج ۳۲۸ ص ۳۲۱ (ج ۳۲۱ ص ۳۲۱)؛ اسد الغاب ج ۵۵۹ ص ۹۵ (نمبر ۲۳۲)؛ الاصابین ج ۳۲۷ ص ۳۳۱ (نمبر ۱۰۸۶)

(۴) الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابین ج ۳۲۸ ص ۹۶-۹۵ (نمبر ۲۳۱)؛ اسد الغاب ج ۵۵۹ ص ۳۳۱ (نمبر ۲۸۷)

(۵) اسد الغاب ج ۵۵۹ ص ۹۵ (ج ۷۱ ص ۱۱۱ نمبر ۶۹۱۹)؛ الخصائص الکبری ج ۸۰ ص ۸۰ (ج ۱۳۶)

(۶) طبقات ابن سعد ج ۳۲۸، ۳۲۷ ص ۳۲۵ (ج ۳۲۸ ص ۳۲۳)

(۷) طبقات ابن سعد ج ۳۲۸ ص ۳۲۲، ۳۲۳ (ج ۳۲۲ ص ۳۲۲)؛ مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ ص ۱۶۹ (ج ۱۳۰، ۲۰۱)

(۸) الاستیعاب مطبوع بر حاشیہ الاصابین ج ۳۲۸ ص ۳۲۸ (نمبر ۲۲۳)؛ الکثر الدفون ص ۲۳۶ (ص ۸۸)

عبادت قرار دیا گیا ہے۔ کبھی کبھی تو یہ شعر گوئی عظیم تر اعمال و عبادت پر مقدم کردی جاتی ہے۔ چنانچہ امام محمد باقرؑ سے کیت نے حج کے موقع پر عرض کیا: قربان جاؤں! کچھ اشعار سنانا چاہتا ہوں، امام نے فرمایا: یہ محترم ایام ہیں۔ کیت نے عرض کی: یہ تو آپ کی مدح میں ہے۔ یہن کر آپ نے اپنے ساتھیوں کو بلوایا اور قصائد لامیہ کر دعا کیں دیں، ایک ہزار دینار اور خلعت بھی مرحمت فرمایا۔ اسکی تفصیل کیت، حیری اور عمل کے حالات میں آئے گی۔

اجتنائی اور دینی مفادات کے پیش نظر آخر مخصوصیں شعراہ کے اعمال و کروارے صرف نظر فرماتے تھے، اگر اعمال خراب ہوتے تو دینی اشعار کی وجہ سے ان کی بد کرواریوں پر استغفار فرماتے اور موصیں کو تاکید فرماتے کہ ان سے محبت و تقید رکھیں۔ کبھی فرماتے کہ خدا ہے بعد نہیں ہے کہ وہ میرے دوستوں اور مدح کرنے والوں کو بخشن دے۔ کبھی سوال کرتے کہ کیا دوستدار ان علیٰ کو بخش دینا خدا کے لئے بڑی بات ہے؟ یقیناً دوستدار ان علیٰ کے قدم پھسلتے ہیں تو اس کا دوسرا قدم استوار کر دیا جاتا ہے۔ (۱) اس معاملہ میں ائمۃ کی یہ سیرت آئینی حیثیت رکھتی ہے کہ تبلیغ دین میں کیا طریقہ اپنایا جائے، دولت کس طرح صرف کی جائے۔

امام محمد باقرؑ کی وصیت ہے کہ میرے مال سے نوح خوانوں کے لئے اتنا روپیہ وقف کر دو تاکہ دس سال تک جب حاجی منی میں جمع ہوں تو میرے اوپر نوح خوانی کریں۔ (۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا مشاء تھا کہ جہاں زیادہ لوگ جمع ہوں وہیں نوح خوانی کی جائے تاکہ سنگلاخ زمینوں پر مودت بار آور ہو، اس نوح خوانی کی ہر سال تجدید ہوئی چاہیئے تاکہ مسلمان سال بہ سال کتب الہ بیت کے حقائق سے آشنا ہوں، محبت جوش مارے۔

اور اسی سے عزاداری سید الشهداء کا رمز بھی واضح ہوتا ہے، انہیں فوائد کے پیش نظر شعراہ الہبیت ظلم و تم کا نشانہ بنے کیونکہ مجالس و محافل میں ان کی دیسیس کاریاں واضح کی جاتی تھیں۔

۱۔ مذکورہ احادیث کو سید حیری، ابو ہریرہ اور دوسرے شعراہ غدری کے حالات زندگی میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ اصول کافی حاص (ج ۵ ص ۳۶۰) (ج ۵ ص ۷۴ احادیث ۱)

شعر اور شعراء، بزرگان دین کی نظر میں

نقہاء اور بزرگان دین نے بھی سیرت انہر پر عمل کرتے ہوئے تذکرہ الہمیت کے بقا و استحکام کا خصوصی اہتمام فرمایا، انہوں نے شعراء کی طرف بھرپور توجہ فرمائی اور انعامات سے نواز کر تشویق پیدا کی، چنانچہ انہوں نے معارف اسلامی کی کتابوں کے ساتھ شعری کتابیں بھی تالیف کیں اور ان کی شرحوں کے انبار لگا دیے، شیخ گلشنی کی ادب و شعر پر بھی ایک وقیع تالیف ہے، عیاشی کی ایک کتاب معارض الشعر بھی ہے، صدوق نے بھی عروض پر ایک کتاب لکھی ہے، جلوہ دی نے مدح علی پر مشتمل اشعار کا انتخاب تالیف فرمایا، استاد ابو الحسن شمشانی، شیخ منفید او علم المحمدی وغیرہ نے بھی کتابیں لکھی ہیں۔

ان شیعہ علماء اور دانشواران تشیع نے انہم کی ولادت و شہادت کے موقع پر حافظ و مجالس کا انعقاد کر کے کتب الہمیت کا احیاء کیا۔ خاص طور سے عیداً کبر غدری کے دن شعراء جمع ہو کر اپنے قصیدے نتائے، اس سے باہمی محبت پروان چڑھتی، سرستان الہمیت ان محافل میں صلد و انعامات سے نوازتے، دنیاوی اجر کے علاوہ آخرت کے ثواب کا تواندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا، یہ ترقی یافتہ روش لوگوں میں متواتر مودت کے احساسات و جذبات جگاتی رہی، آیۃ اللہ بحرالعلوم اور شیخ کاشف الغطاء نے بڑی وقیع پیش قدیماں کیں، آج کل امام شیرازی اس سلسلے میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نیا قاتی سید حیدر حلی کو انعام دینے کے سلسلے میں حاجی مرزا اسماعیل سے رائے لی تو سورہ ۱۰۰ الیہ انعام دیناٹھے پایا، آپ سید حیدر کے گھر خود تشریف لے گئے اور ان کے بہترین قصیدے پر انعام دے کر ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا، آیۃ اللہ مرزا علی بھی اپنے والد کی طرح محفل مقاصدہ کا دور چلاتے ہیں، ایسے واقعات بھی شمار ہیں۔

اس کتاب میں ہم نے پہلی صدی کے شعراء کو درج کر کے انہیں کتاب و سنت سے ثابت کیا ہے نیز فضائل الہمیت کی روایات اہل سنت کے طرق سے نقل کی ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ارباب نظر اس دیلے سے شعراء کی عظمت قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھ لکھیں گے۔

والسلام

عبد الحسین الامینی

عند لیبان غدیر
پہلی صدی ہجری

- ۱- امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ۲- حسان بن ثابت انصاری
۳- قیس بن سعد بن عبادہ انصاری ۴- عمرو بن عاص بن واکل
۵- محمد بن عبد اللہ حمیری

۱۔ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام

برکت کے پیش نظر کتاب کا آغاز حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے تذکرے سے کیا جا رہا ہے۔ وہ خلیفہ رسولؐ سب سے زیادہ فصح اور عربی ادب کے معیار و خصوصیات کی سب سے زیادہ آشنای رکھتے تھے، آپ نے بھی حدیث غدیر کا مطلب یہی سمجھا کہ پیغمبرؐ کی طرح امام کی اطاعت بھی لوگوں پر واجب ہے۔
اس سلسلہ میں یوں نغمہ سرائی فرمائی ہے:

| | |
|---|--|
| وَحَمْزَةُ سَيِّدُ الشَّهِيدَاءِ عَمْيٌ | محمد النبی اخی و صنوی (۱) |
| بَطِيرُ مَعِ الْمَلَائِكَةِ ابْنُ أَمَّى | وجعفر الذى يضحي ويمسى |
| مَنْوَطُ لِحْمَهَا بَدْمِي وَلَحْمِي | وبنت محمد سکنی و عرسی |
| فَأَنَّكُمْ لَهُ سَهْمٌ كَسْهْمِي | وسبطا احمد ولدای منها |
| عَلَىٰ مَا كَانَ مِنْ فَهْمِي وَعِلْمِي (۲) | سبقتكم الى الاسلام طرما |
| رَسُولُ اللَّهِ يَوْمَ غَدِيرِ خَمْ | فاو جب لبی ولايته عليکم |
| لَمَنْ يَلْقَى إِلَّا هُوَ غَدَّابٌ ظَلِيمٌ | فویل ثم ویل ثم ویل |
| "مُحَمَّدٌ پیغمبر میرے بھائی اور میری ہی طرح شجر ہدایت کی شاخ ہیں، سید الشہداء حمزہ میرے بچپا ہیں، ملائکہ کے ساتھ صحیح و شام جنت میں پرواز کرنے والے جعفر میرے حقیقی بھائی ہیں، اور محمدؐ کی بیٹی | "محمد پیغمبر میرے بھائی اور میری ہی طرح شجر ہدایت کی شاخ ہیں، سید الشہداء حمزہ میرے بچپا ہیں، ملائکہ کے ساتھ صحیح و شام جنت میں پرواز کرنے والے جعفر میرے حقیقی بھائی ہیں، اور محمدؐ کی بیٹی |

۱۔ ستارخ ابن سارکجن ۱۲۷ ص ۳۹۷ میں صبری کا لفظ ہے۔

۲۔ ابن ابی الحدید کی شرح نجح البلاغخ ۱۲۲ ص ۵۶ پر؛ ابن حجر کی صواعق مرقاء ۱۳۳ ص ۱۴۲ پر؛ ابن شہر آشوب کی مناقب آل ابی طالب ج ۲ ص ۱۹۲ (غلام بالغت اوان حنی) ہے۔

میری سکون دل اور گھر والی ہے، میری رفیقة حیات ہے۔ اس کا گوشت پوسٹ میرے خون اور گوشت پوسٹ سے وابستہ ہے، الحمد کے دونوں سطح (بیٹھ) بطن قاطمہ سے پیدا ہوئے ہیں، پھر کس کا حصہ میرے برابر ہو سکتا ہے۔ تم سب کے مقابلے میں پہلے میں نے اسلام قبول کیا اور فقط میری سوجھ بوجھ کا نتیجہ تھا۔

میری ولایت تم لوگوں پر رسول خدا نے غدیر خم میں واجب قرار دی ہے اب اس کے بعد اس پر پھٹکار، خدا کی مار جو خدا سے اس حال میں ملاقات کرے جس نے مجھ پر ظلم کیا۔

نظم کا تحقیقی تجزیہ

حضرت امیر المؤمنین نے یہ اشعار معادیہ کے خط کے جواب میں لکھے تھے۔ معادیہ کا خط اس مضمون پر مشتمل تھا: ”میرے پاس بھی فضیلتوں کی بھرمار ہے، میرا باپ زمانہ جاہلیت میں امیر تھا، اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے بادشاہی مل گئی، رسول خدا کا سالا ہوں، مؤمنین کا ماموں جان ہوں، کاتب وحی ہوں۔“

امیر المؤمنین نے خط پڑھنے کے بعد فرمایا: ”یہ کلیجہ چبانے والی ہند کا فرزند ڈیگوں سے مجھ پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے۔“ پھر آپ نے پاس بیٹھنے ہوئے ایک جوان سے فرمایا لکھو۔ معادیہ نے ان شعروں کو پڑھنے کے بعد کہا: یہ خط جہاں تک ہو سکے چھپاؤ، خبردار! اگر شام والے پڑھ لیں گے تو علی کی طرف مائل ہو جائیں گے اس طرح نامہ مبارک کوشام والوں سے دور رکھنے کا حکم دیا۔ تمام امت یقین کرتی ہے کہ یہ اشعار حضرت علیؑ کے ہیں اور اس کی صحت پر اتفاق ہے۔

اہل حدیث کی ایک چھوٹی سی ثولی نے اس کے مندرجات کے پیش نظر بحث و تحقیق کا مورد قرار دیا ہے حالانکہ اس کی تردید میں کوئی معمولی بات بھی سامنے نہ آسکی۔ ہم آگے یہ بتائیں گے کہ یہ قصیدہ حضرت کے مشہور قصیدوں میں سے ہے۔ اور اکثر معتبر حفاظ اور موافق راویوں نے جو اپنی عرق ریزیوں کے لئے مشہور ہیں اس کی روایت کی ہے، بزرگ علمائے اہل سنت نے یہیقی سے نقل کیا ہے کہ ان شعروں

کو یاد کرنا تمام دوستدار ان علی پر واجب ہے تاکہ وہ علوی فضائل و مناقب سے واقف ہو سکیں۔ شیعوں میں جن راویوں نے ان اشعار کی روایت کی ہے ان میں:

۱۔ شیخ مفید نے پورے قصیدے کو الفصول المختارہ ج ۲۶ ص ۸۷ (ص ۲۲۶) پر درج فرمایا ہے، وہ

فرماتے ہیں کہ:

هم ان شعروں کا انکار کیسے کر سکتے ہیں جب کہ کوئی ان کا منکر نہیں، ان کی شہرت کا حال یہ ہے کہ
عوام و خواص کے زبان زد ہیں۔ ان شعروں سے واضح ہوتا ہے کہ علی سابق الایمان ہیں، انھوں نے اپنی
بصیرت کے مطابق حقانیت اسلام کا اعلان کیا۔ ان شعروں میں اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ
بعد رسول آپؐ ہی امام ہیں۔

ان کے علاوہ:

۲۔ کراچی کی کنز الغوائیں ص ۱۲۲ (ج اص ۲۲۶)

۳۔ ابو علی فیال نیشاپوری کی روضۃ الوعظین ص ۷۶ (ج اص ۸۷)

۴۔ ابو منصور طبری کی احتجاج ص ۷۹ (ج اص ۳۲۹ ح ۹۳)

۵۔ ابن شہر آشوب کی مناقب ج رام ۳۵۶، (ج ۲۲ ص ۱۹۳)

۶۔ ابو الحسن اربیلی کی کشف الغمہ ص ۹۲ (ج اص ۳۲۰)

۷۔ ابن سحر کی تجارت السلف ص ۲۲

۸۔ شیخ علی یاض کی صراط المستقیم (ج اص ۷۷)

۹۔ علامہ مجلسی کی بخار ج ۹ ص ۱۱۲ (ج ۲۲۸ ص ۲۲۸)

۱۰۔ سید صدر الدین علی خاں کی الدرجات الرفیعہ (ص ۷۷)

۱۱۔ شیخ ابو الحسن شریف کی ضیاء العالمین میں یہ روایت موجود ہے۔

امل سنت کے جن راویوں نے اس قصیدے کا تذکرہ کیا ہے ان میں:

۱۔ حافظ بیہقی پورا قصیدہ نقل کر کے حفظ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

- ۱۔ ابن اشیع کتاب الف باء و ج را ص ۳۳۹ پر لکھتے ہیں کہ علی کا شرف اپنائی بلند ہے، سب سے پہلے اسلام لائے، فاطمہ بنت محمدؐ کے شوہر ہیں، جس وقت آپ کے بعض دشمنوں نے فخر و نازش کی دوکان سجائی تو آپ نے چند شعروں میں اپنے مفاخر بیان کئے اور پچاہزہ، بھائی جعفر کا تذکرہ کیا پھر ولایت کے شعر کو لکھ کر کہا کہ اس شعر سے مراد حدیث ”من کفت مولاہ“ ہے۔
- ۲۔ حافظ کندی نے اس کے پانچ شعر لکھے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے ”ابن حنفی“ ص ۳۹، (۲۶)
- ۳۔ یاقوت حموی نے مجمع الادباء و ج ر ۵ ص ۲۲۲ (ج ۱۳ ص ۲۸) پر چھ شعر لکھے ہیں۔
- ۴۔ ابن طیوف شافعی نے مطالب السنوول ص ۱۱ (طبع ایران) پر
- ۵۔ سبط ابن جوزی نے ”تذکرۃ خواص الامۃ“ ص ۲۶ (ص ۱۰۷) پر
- ۶۔ امین ابی الحدید نے شرح فتح البلاغہ ج ر ۲ ص ۷۷ (ج ۲۲ ص ۱۲۲ اخ ر ۵۶) پر
- ۷۔ ابن یوسف حنفی نے مناقب ص ۳۳ پر
- ۸۔ سعید الدین فرغانی نے شرح تائیہ ابن فارض میں
- ۹۔ حموی نے فرائد اسرائیل میں (ج اصل ۳۲۷ ح ۳۵۵ باب ۲۰) پر
- ۱۰۔ ابوالفضل امام زین الدین نے اپنی تاریخ کی ج ر اصل ۱۱۸ پر
- ۱۱۔ زرندی نے نظم در در اسرائیل (۷۶) پر
- ۱۲۔ ابن کثیر شافعی نے بدایہ ج ر ۸ ص ۸ (ج ۸ ص ۹ و قائم ۲۰) پر
- ۱۳۔ خواجه پارسا حنفی نے ”فصل الخطاب“ میں کتاب ”اربعین“ تاج الاسلام سے
- ۱۴۔ ابن صباح نے فصول الحجہ ص ۱۶ (ص ۳۲) پر
- ۱۵۔ خواند میر نے جیب السیر ج ر ۲ ص ۵ (ج اصل ۷) پر
- ۱۶۔ ابن حجر نے صواعق ص ۷۹ (ص ۱۳۲) پر
- ۱۷۔ علی مقی نے کنز العمال ج ر ۲ ص ۳۹۲ (ج ۱۳ ص ۱۱۲ اخ ر ۳۶۳۶۶) پر
- ۱۸۔ اسحاق نے لطائف اخبار الدول ص ۳۳ (ص ۳۹) پر

- ۲۰۔ طبی شافعی نے سیرت نبویہ حج را ص ۲۸۶ پر
- ۲۱۔ شبراوی نے اتحاف حب الراشراف ص ۱۸۱ اپر
- ۲۲۔ سید احمد قادری نے ہدایۃ المرتاب (۱۵۳) پر
- ۲۳۔ سید محمد آلوی نے شرح عینیہ عبد الباقی ص ۷۸۷ پر
- ۲۴۔ قدوی نے بیانیق المودۃ ص ۲۹۱ (ج ۲۲ ص ۱۵) باب ۵۹، ج ۲۳ ص ۲۰ باب ۶۵ پر
- ۲۵۔ زینی دھلان نے سیرت نبویہ (ج اص ۹۱) مطبوع بر حاشیہ سیرت حلیبیہ حج را ص ۱۹۰ اپر
- ۲۶۔ شنکلی نے کفایۃ الطالب ص ۳۶۲ پر

تجھے طلب:

ابن عساکرنے ایک شعر میں لفظ ”صہرا و رختن“ کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امیر المؤمنین کا شعر ہے (۱) :

محمد النبی اخی و صہری احباب الناس کلهم الیا
 اس میں ابن عساکر دھوا کھا گئے ہیں، انہوں نے دوسرا مصرع ابوالاسود دوبلی کا لکھ مارا ہے:
 بنو عم النبی واقربوہ احباب الناس کلهم الیا

غلطی کی تصحیح

ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ مصر کے اساتذہ لغت سے غدیر خم کی لفظی صحت او جمل ہو گی یا پھر سیرت کی کتابوں میں اس نام اور قصے کو تلاش نہ کر سکیں ہوں گے۔ ان میں سے ایک صاحب کہتے ہیں: ”غدیر خم ایک مشہور جنگ کا واقعہ ہے۔ مجھے تو اس تجھیل سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کوئی دوسرا ہی معاملہ چکانا چاہتے ہیں یا مسلمانوں کو جہالت کے دلدل میں پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں۔ اس سے کہیں

زیادہ شرمناک بات یہ ہے کہ ان دانشوروں نے اپنی تالیفات میں اس صحیح لفظ کو حیرت ناک طریقہ پر نظر انداز کر دیا ہے۔

ایک صاحب ہیں ڈاکٹر احمد رفai۔ آپ نے حضرت علیؑ کا شعر نقل کر کے یوں ریڈھ ماری ہے:

و اوصانی النبی علی اختیار بیعتہ غدّاۃ غدیر خم
اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ کتاب کے آخر میں شہروں، آبادیوں اور دریاؤں کی فہرست بنائی ہے لیکن باوجود اس کے کئی جگہ پر غدیر خم کا نام آیا ہے، فہرست سے بالکل اڑ گئے ہیں۔ (۱)
استاد محمد حسین نے کتاب ثمار القلوب کی صحیح کی ہے۔ باوجود اس کے کہ صفحہ ۱۵ پر چار جگہ غدیر خم کا نام آیا ہے، بصورت غلط غدیر خم لکھا ہوا ہے۔ حالانکہ فہرست میں غدیر خم درج ہے اور کتاب لٹائف اخبار الدول کے صحیح نے (ص ۲۹) ”جومصر میں چھپی ہے“ بیت ولایت کی اس طرح اصلاح کی ہے:

و اوجب طاعنی فرضنا علیکم رسول اللہ یوم غدیر حرمی
بات مصری چھاپوں کی نہیں، دوسری جگہوں کی مطبوعات میں بھی آپ اسی قسم کی عناد آمیز بے تو جھی ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

تشکر و انتقاد

عصر حاضر کی دو محض تحقیقی کتابیں میرے لئے سرمایہ حیرت بن گئی ہیں:

۱۔ جمہرة خطب العرب۔

۲۔ جمہرة رسائل العرب۔

ان دونوں کے مؤلف مشہور ادیب ”احمد ذکی صفوۃ“ ہیں۔ ان تیس کتابوں کے مؤلف نے زحم برداشت کر کے بھولے بسرے اور ضائع ہو جانے کے قریب عرب احساسات و جذبات کو دوبارہ زندگی عطا کی۔ ہر شیفۃ والش پر قدر دانی لازم ہے۔

لیکن ہیں ایسے وسیع النظر شخص پر اعتراض ہے کہ اس نے معاویہ کے خط اور امیر المؤمنین کے جوابی اشعار کا کہیں تذکرہ نہیں کیا ہے، حالانکہ ان کے مصادر کتب میں موجود ہیں۔ انہوں نے تو ایسے مختصر خطوط بھی بھرتی کر لئے ہیں جو سند کے اعتبار سے ضعیف اور ادبی اور تاریخی اعتبار سے عاری ہیں، بلکہ بعض ایسے پوچ اور بے وقت الفاظ بھی درج کئے ہیں جو جھوٹے ہیں۔ ان عباس کے مصنوعی خط بھی درج ہیں جو بنی امية کے زرخواروں نے گڑھے ہیں۔ استاد بزرگ پر میرا یہ اعتراض ہے اور اس کے اسباب و علل کا تذکرہ کرنے سے علاچشم پوشی برداشت رہا ہوں۔ سب سے زیادہ اندوہ ناک بات تو یہ ہے کہ غدریم کے خطبہ رسول کا تجہرہ میں کہیں تذکرہ نہیں ہے، حالانکہ اس کی شاندار اہمیت مسلمانوں کے نزدیک معروف ہے، اس کا ثبوت موثق مصادر میں تو اتر کے ساتھ ہے، میں نے جلد اول میں اس کی نشاندہی کروی ہے، تھوڑی دیر کے لئے مان بھی لیا جائے کہ ان کے نزدیک تمام خطبہ ثابت نہیں تو کیا اتنا بھی ذکر کے لائق نہیں تھا جسے شیعہ سنی دونوں نے اپنی کتابوں میں ناقابل تردید انداز میں درج کیا ہے، بات اصل میں دوسری ہی ہے جسے بیان نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔

اشعار کی دوسری سند

البسنت کے امام ”علی ابن احمد واحدی“ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب رسول کا مجمع تھا ابو مکبر، عمر، عثمان، علی، زبیر، فضل بن عباس، عمر یاسر، عبد الرحمن بن عوف، مقداد، ابوذر، سلمان، ابن مسعود بھی اپنے اپنے فضائل بیان کر رہے تھے اتنے میں حضرت علی تشریف لائے اور ان سے پوچھا تم لوگ کیا بتیں کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول خدا سے نہ ہوئے اپنے فضائل بیان ہو رہے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا: تو پھر مجھ سے بھی کچھ سن لو۔ اس کے بعد تم تخلیقی مرحل سے گزرنے لگا:

لقد علم الاناس بـأَنْ سَهْمِي من الـاسلام يـفـضـل كـلـ سـهـم

واحـمـدـ النـبـىـ أـخـىـ وـصـهـرـىـ عـلـىـ اللـهـ صـلـىـ وـابـنـ عـمـىـ

وـأـنـىـ قـائـدـ لـلـنـاسـ طـرـأـ إـلـىـ الـاسـلـامـ مـنـ عـرـبـ وـعـجمـ

وقاتل کل صندید رئیس
وفی القرآن الزمهم ولائی
کما هبارون بن موسی اخوه
لذاک اقامنی لهم اماما
فمن منکم یعادلنى بسهمی
فرویل ثم ویل ثم ویل
فرویل ثم ویل ثم ویل
وویل للذی یشفی شفاها
یرید عداوتی ومن غير جرم
واحدی سے مینڈی اور قدوزی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۱)

شاعر کا تعارف

امیر المؤمنین، سید اسلمین، روشن چہرے والوں کے رببر اور خاتم الوصیین، قوم میں سب سے پہلے ایمان لائے، سب سے زیادہ عہد خداوندی پورا کرنے والے، فضیلتوں میں فاقہ، احکام پر مستقیم، تقاضی کے واقف کار، بہادیت کے پرچم، ایمان کا منوارہ، دروازہ حکمت، گم کشته ذات الہی اور پیغمبر کے جاشین ہیں۔ (۲)
پاکیزہ ہاشمی فرد، کعبہ محترم میں پیدا ہوئے، اصنام کی آلو دیگوں سے قطعی پاک تھے، خاتم خدا (مسجد کوفہ کی محراب میں) میں حالت نماز میں ۳۰۰ھ میں شہید ہوئے۔ کعبہ میں ولادت مسجد میں شہادت۔
جس کی ابتداء انتہای ہو، مسدة اعلیٰ سے اس کی شدید وابستگی کا برشغ اندازہ کر سکتا ہے۔

(۱) شرح دیوان منسوب به امیر المؤمنین ص ۲۰۵-۳۰۵ بیانیۃ المودۃ ص ۲۷ (ج اصل ۲۶ باب ۱۲)

(۲) پیغمبر اسلام کے عطا کے ہوئے ان پندرہ القاب کو احمد بن حبل نے اپنی مندی کی حج راص ص ۳۳۱ (ج اصل ۵۲۲) حج ر ۴۵ ص ۱۸۲، ۱۸۹ (ج ۶ ص ۲۲۲ ح ر ۲۰۲۸، ص ۲۲۳ ح ر ۲۱۲۵) پ نقش کیا ہے تیز ملاحظہ کیجئے ابو قیم کی حلیۃ الاولیاء ح راص ۲۷-۲۳ (نمبر ۲)

۲۔ حسان بن ثابت

يسأديهم يوم العذير نبيهم
 بسخم واسمع بالرسول مناديا
 فقلوا ولم يبدوا هناك العاما
 فقل: فمن مولاكم ونبيكم
 الهاك مولانا وانت نبينا
 ولهم تلق منافى الولاية عاصيا
 فقل الله: قم يا على لفانسى
 رضيتك من بعدى اماماً وهاديا
 فمن كنت مولاهم فهذا وليه
 فكونوا له اتباع صدق موالي
 هناك دعا اللهم وال ولته
 وكن للذى عاد عليه اعاديا
 ”مقام خم میں غدیر کے دن لوگوں کا پیغمبر انہیں پکار رہا تھا، اور پیغمبر سے زیادہ کس کی بات سننے کے
 قبل ہے۔ فرمایا: تمہارا مولا اور نبی کون ہے؟
 انہوں نے پیغمبر کی کوڑ باطنی کے جواب دیا: آپ کا خدا ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے نبی ہیں اور
 اس ولایت کے سلسلے میں آپ ہم سے کسی کو نافرمان نہیں پائیے گا۔ اس وقت رسول نے علی سے
 فرمایا: اے علی ﷺ! مٹو کیوں کر میں نے تحسین اپنے بعد لوگوں کا امام اور بادی تجویز کیا ہے۔ جس کا میں
 مولا ہوں علی ﷺ! اس کے ولی و حاکم ہیں، اب تم لوگ اس کے پچے مددگار اور دوست رہنا۔ پھر دعا کے
 لئے ہاتھ بلند کئے: خدا یا! جو اس سے دوستی کرے تو اس کا دوست رہنا اور جو دشمنی کا مظاہرہ کرے اس
 کا دشمن رہنا۔“

یہ اولین محاکاتی نغمہ ہے اس بنائے عظیم (پر شکوه داستان) کے متعلق جس کی روایت ہمارے
 عرفان کو انگیر کرتی ہے۔ مقصودیت سے بھر پوراں جلال آفرین ترجم کے نغمہ نگار (حتان) نے ایک لاکھ

سے زیادہ افراد کے سامنے نیا، ان میں شہسواران بلاغت بھی تھے اور اراکین خطابت بھی، ایسے فنکار بھی تھے جن کی تحقیقی صلاحیتوں کا لوہا مانا جاتا تھا، فی محسن کے دارا بزرگان قریش بھی تھے اور نقادان عرب بھی، ان سننے والوں میں عرب کا فتح تین دناتے روزگار نبی اعظم بھی تھا۔ رسول اکرم نے جو ہر کلام کی تصدیق فرمائی اور عزت افزائی بھی کی کہ ”اے حنان! جب تک تم زبان سے ہماری بد و نفرت کرو جب تکل کی تائید سے سرفراز رہو۔“ یہ ارشاد بیوت بیوت بھی ہے، آپ علم بیوت سے جانتے تھے کہ یہ شخص آخری ایام میں امام برحق سے مخرف ہو جائے گا، اسی لئے دعا کو اس بات پر متعلق فرمایا کہ جب تک تم ہماری نصرت کرتے رہو گے۔

ان اشعار کی روایت کا قدیم ترین مأخذ فریقین کے متقدم بزرگ سعیم بن قیس ہلالی ہیں۔ (۱) انھیں اشعار کی فیض کاشانی نے روایت کی ہے۔ (۲)

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل علماء الہلسنت نے بھی اس کی روایت کی ہے۔

مرزاںی نے مرقات الشرمیں، خرگوشی نے شرف المصطفیٰ میں۔ ابن مردویہ۔ ابو نعیم اصفہانی (۳) جستانی، خوارزمی (۴)، بطری، سبط جوزی (۵)، کفاری، گنجی (۶)، فراند حموی (۷)، زرندی (۸) اور سیوطی نے الازہار میں۔

دانشوران تشیع کے نام یہ ہیں:

ابوعبداللہ محمد ابن احمد فتحی، ابو الجعفر طبری (۹)، شیخ صدق (۱۰)، سید رضی (۱۱)، شیخ منفید (۱۲)،

۱۔ کتاب سعیم بن قیس (ج ر ۲۸۸ ح ۲۹۴)

۲۔ علم المتنین (ج ر ۲۸۸ ح ۲۹۴)

۳۔ مازل من القرآن فی علی (ص ۵۷)

۴۔ مقلد الامام حسین (ص ۲۷۳؛ المناقب ص ۱۳۵ ح ۱۵۲)

۵۔ تذكرة الخواص ص ۲۰ (ص ۳۳ باب ۱)

۶۔ تذكرة الحسنين (ج ر ۲۳ ح ۲۹۴)

۷۔ فراند الحسنين (ج ر ۲۳ ح ۲۹۴)

۸۔ المسیر شدیف المحدث علی بن ابی طالب (ص ۱۱۹)

۹۔ الامالی ص ۳۲۲ (ص ۳۶۰)

۱۰۔ خصائص الاعنة (ص ۳۲۳؛ خصائص امیر المؤمنین ص ۶)

۱۱۔ الفصول المقارنة ح اصل ۶۷ (ص ۲۲۵)

۱۲۔ خصائص الاعنة (ص ۳۲۳؛ خصائص امیر المؤمنین ص ۶)

شریف مرتضی۔ (۱)، کراچی۔ (۲)، شیخ عبید اللہ۔ (۳) شیخ طوی نے تخلص شافی میں ابوالفتوح خزاعی (۴)، ابوعلی شہید (۵)، طبری (۶)، ابن شہر آشوب (۷)، ابن بطریق۔ (۸)، ہمۃ الدین (۹) ابن طاؤس (۱۰)، ارطیلی (۱۱)، عمال الدین حسن طبری (۱۲)، شیخ یوسف (۱۳)، شیخ علی یاضی (۱۴)، قاضی نوراللہ شوستری (۱۵)، حسن کاشانی (۱۶)، قطفی، ہاشم بخاری (۱۷)، علامہ محلی (۱۸)، شیخ بخاری (۱۹)

توجہ طلب

اس بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ حتان نے مدح علی میں مکمل قصیدہ کہا تھا لیکن ہر دانشور نے اپنے موضوع کی مناسبت سے اشعار نقل کئے ہیں۔

حافظ بن الی شیبہ، حافظ گنجی اور ابن صباغ ماکلی نے یہ اشعار کی نقل کئے ہیں (۲۰) :

| | |
|----------------------------|-------------------------------|
| و كان على ارمد العين يبتغي | دواه فلم ألم يحس مداويا |
| فبورك مرققا وبورك راقيا | شفاه رسول الله منه بعفلة |
| كميأ مجا للرسول مواليا | فقال ساعطي الرایة اليوم ضاربا |

- ۱۔ رسائل الشریف المرتضی ج ۲۲ ص ۱۳۱
- ۲۔ لقص نی الامد (ص ۷۵)
- ۳۔ تفسیر ابن القوچ رازی ج ۲۲ ص ۱۹۲ (ج ۲۲ ص ۲۷)
- ۴۔ کنز الغوایص (ج ۲۲ ص ۱۲۳)
- ۵۔ روضۃ الواعظین ص ۹۰ (ج ۲۲ ص ۱۰۳)
- ۶۔ مناقب آل الی طالب ج ۳۵ ص ۳۵ (ج ۲۲ ص ۲۷)
- ۷۔ خصائص الوفی الحبیبین ص ۲۷ (ص ۲۲)
- ۸۔ المکافی (ص ۲۵)
- ۹۔ الجھون الرائق (ص ۲۰۲)
- ۱۰۔ کشف الغم (ج ۲۲ ص ۲۲۵)
- ۱۱۔ الدر المظہم (ج ۱۳ ص ۹۰)
- ۱۲۔ اکال البھائی ص ۱۵۲، ۲۱۷ (ج ۲۲ ص ۲۸۱)
- ۱۳۔ عالم الموثقین (ج ۲۲ ص ۲۵۱)
- ۱۴۔ عالم المؤمنین ص ۲۱ (ج ۲۲ ص ۳۶)
- ۱۵۔ عالم الموثقین (ج ۲۲ ص ۲۵۱)
- ۱۶۔ عالم الموثقین (ج ۲۲ ص ۲۷)
- ۱۷۔ عالم الموثقین (ج ۲۲ ص ۲۷)
- ۱۸۔ محارل الانوار ج ۹ ص ۲۳۳، ۲۵۹ (ج ۲۲ ص ۲۷)
- ۱۹۔ سکولون ج ۲۲ ص ۳۱۸
- ۲۰۔ کفایۃ الطالب ص ۲۳۸ (ص ۱۰۳، باب ۱۲)؛ فضول الہبہ ص ۲۲ (ص ۲۲)

یحب الہی والالہ یحبہ بہ یفتح اللہ الحصون الا وابیا
 فخص بھا دون البریة کلہا علیاً و سماه الوزیر المواخیا^(۱)
 ”علی آشوب جسم میں بتلاتھے، وہ دوائی کی تلاش میں تھے، جب انھیں کہیں بھی درد کا مدد ائمہ مل
 سکا تو رسول خدا نے اپنے لعاب دہن سے شفاعة طاکی، پس تقویڈ دینے والے اور لینے والے دونوں ہی
 با برکت ہیں۔ رسول نے فرمایا: کل میں ایسے کو علم دوں گا جو شجاع، رسول کا محبت اور محبوب خدا اور رسول ہو گا
 اس کے با تھوں سے خدامضبوط قلعہ کو فتح عنایت کرے گا۔ یہ خصوصیت تمام لوگوں کے مقابلے صرف علی
 ہی کو حاصل ہوئی، انھیں آپ کا وزیر اور بھائی بھی کہا جاتا ہے۔“
 اس صحیح و متواری روایت کو ثقات علماء نے بریدہ، ابن عمر، ابن عباس، عمران، ابوسعید خدری، ابویشیل
 انصاری، سہیل ساعدی، ابو ہریرہ، سعد بن وقاری، بیان بن عازب اور سلمہ بن اکوع سے، بخاری^(۲)،
 مسلم^(۳)، ترمذی^(۴)، احمد بن حنبل^(۵)، ابن سعد^(۶)، ابن ہشام^(۷)، طبری^(۸)، نسائی^(۹)
 خطیب^(۱۰)، ابو حییم^(۱۱)، ابن عبد البر^(۱۲)، مجتب الدین^(۱۳)، بافقی^(۱۴) نے نقل کیا ہے۔

۱۔ شیخ طبری نے المرشد (ص ۳۵۵) پر، حافظ بن ابی شیبہ (المصنف ج ۱۲، ص ۲۹، ج ۱۳۱، ص ۲۹) سے نقل کیا ہے اور ابویشیل منال نے
 روضۃ الوعظیں (ج راص ۱۳۰) میں نقل کیا ہے۔

۲۔ صحیح بخاری ج ۲۲، ص ۳۲۳، ج ۵۵، ص ۲۲۰، ج ۵۵، ص ۲۲۹، ج ۲۶، ص ۱۹۱ (ج ۳۳، ص ۲۷، ج ۲۷، ص ۲۸۳، ج ۲۷، ص ۱۰۹۶، ج ۲۸۳۷، ص ۲۸۳۷، ج ۲۸۱۲، ج ۳۳، ص ۱۵۳۲، ج ۱۵۳۲، ج ۱۰۸۶)

۳۔ صحیح مسلم ج ۲۲، ص ۳۲۳، (ج ۵، ص ۲۵، ج ۲۲، ص ۲۵) ۴۔ سنن ترمذی ج ۲۲، ص ۳۰۰، (ج ۵، ص ۵۹۶)

۵۔ مسند احمد بن حنبل ج راص ۹۹، ج ۴۵، ص ۲۵۳، ج ۲۵۸، ص ۲۵۳ (ج ۱۶۰، ج ۱۶۰، ج ۲۸۰، ج ۲۸۰، ج ۲۲۳۸۲، ص ۲۲۳۸۲، ج ۲۲۳۸۲، ص ۲۲۳۸۲)

۶۔ الطبقات الکبری ج ۳۳، ص ۱۵۸، راص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۱۱۱) ۷۔ یہرت ابن ہشام ج ۳۳، ص ۲۸۶، (ج ۳، ص ۲۸۶)

۸۔ تاریخ طبری ج ۲۲، ص ۹۳، (ج ۳، ص ۱۲، او قائم کے)

۹۔ الخصائص ص ۸۸، ۱۶۰، ۲۳۳، (ص ۳۹، ج ۲۷، ج ۲۷، ج ۱۳۰، ج ۱۲۶)

۱۰۔ تاریخ بغدادی ج ۲۷، ص ۳۵۶، (ج ۲۷، ص ۳۵۶)

۱۱۔ طبیعت الاولیاء ج راص ۲۸۷، (ج ۲۷، ص ۳۵۶)

۱۲۔ الاستیاب ج ۲۲، ص ۳۶۳، (تمہاری ص ۲۷، نمبر ۱۳۱)

۱۳۔ ریاض المضرۃ ج ۲۲، ص ۱۸۷، (ج ۳، ص ۱۳۰)

۱۴۔ ریاض المذاہ ج راص ۱۰۹، (ج ۳، ص ۱۰۹)

یہاں صرف امام بخاری کے الفاظ نقل کے جاتے ہیں:

”رسولؐ نے بروز خبر فرمایا: کل ایسے مرد کو علم عطا کروں گا کہ اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح عنایت فرمائے گا، وہ محبت خدا اور رسولؐ اور محبوب خدا اور رسولؐ ہو گا۔ تمام لوگوں نے پوری رات اس پہلی میں گزاری کر دیکھیں یہ علم کے عطا کیا جاتا ہے۔ جب صحیح ہوئی تو کبھی پیغمبرؐ پر امید بھری نظر ڈال رہے تھے کہ علم انھیں کوئی جائے۔

رسولؐ نے فرمایا کہ علی کہاں ہیں؟ کہا گیا کہ وہ تو آشوب چشم میں بتتا ہیں۔ رسولؐ نے آدمی بھیج کر بلوایا، آنکھوں پر لعاب دہن لگایا اور دعائے خیر دی، علیؐ ایسے بھلے چنگے ہو گئے کہ جیسے کبھی آنکھوں میں تکلیف ہی نہیں تھی، پھر علم عطا کیا، علیؐ نے پوچھا: یا رسول اللہؐ کیا میں ان کے مسلمان ہونے تک جگ کرتا رہوں...؟ آپ نے کہا: ان کے پاس آدمی بھیجو پھر خود جاؤ اور اسلام کی دعوت دو اور انھیں ضروریات اسلام سمجھاؤ۔ پھر خدا کی قسم! جو شخص تمہارے دیلے سے حق کی ہدایت حاصل کر لے وہ سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ دوسری روایت کافقرہ ہے کہ ”خدا نے ان کے ہاتھوں فتح عطا کی“۔

دیوان حسان

حسان نے مدح علیؐ میں نیص ترین اور بھی اشعار کہے ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کو بیان کریں گے لیکن اس موضوع سے متعلق اشعار کو خائن ہاتھوں نے دیوان سے نکال دیا، کچھ کی تحریف کر دی ہے، دیوان حسان کے ساتھ وہی مذاق کیا گیا ہے جو فرزدق کے دیوان کے ساتھ کیا گیا ہے کہ اس کا امام چہارم کی شان میں قصیدہ نیمیہ صاف اڑا دیا گیا ہے حالانکہ اس کے ناشر نے شرح دیوان کے مقدمے میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ پھر یہ کہ اس کا تذکرہ دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔ دیوان کیت، دیوان ابو فراس اور کشاجم کے ساتھ بھی یہی کھلواڑ کیا گیا ہے اس وقت تو صرف حسان کے اشعار ہی کا ذکر ہے۔

یعقوبی اور ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے کہ ابو بکر خلیفہ ہونے کے بعد منبر پر گئے، جس زینے پر

رسولؐ بیشتر تھے اس سے ایک زینہ بیٹھے۔ خدا کی حمد و شکر کے بعد کہا کہ مجھے تم لوگوں کا حاکم ہنا دیا گیا ہے لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں، اگر سیدھی راہ چلوں تو پھر وہی کرنا اور اگر شیز ہا ہو جاؤں تو سیدھا کر دینا میں یہ نہیں کہتا کہ تم سے افضل ہوں۔ اس کے بعد کچھ انصار کی تعریف کی اور ان سے خطاب کیا کہ اے گروہ انصار! اور ہمارا معاملہ بالکل اس شعر کی طرح ہے: ”خدا ہماری طرف سے حضرت کو بہتر جزا دے، جبکہ سفر کرتے ہوئے ہمارے جو تے پیروں سے نکل گئے اور ہم پسلے تو اس نے ہم سے منہ موڑ لیا، اگر ہماری ماں جانتی تو یقیناً اس کے بر تاؤ پر رنجیدہ ہوتی۔“

یہ سن کر انصار نے ابو بکر کا ساتھ چھوڑ دیا، پھر قریش غصتے میں بھوت ہو گئے اور ابو بکر کی حفاظت پر کربستہ ہو گئے، ان کے مقرر وہی دھواں دھار تقریریں کیں۔ سلب عمر و عاص سامنے آئے، ان سے قریش نے کہا کہ تم انصار کی ندمت کرو۔ جیسے ہی تقریر کی فضل بن عباس نے تردید کر دی اور علیؑ سے سارا واقعہ بیان کیا اور ابو بکر کے شعر بھی دہرائے۔ حضرت علیؑ نے غضب ناک حالت میں مسجد میں آ کر انصار کا ذکر خیر اور عز و عاص کی تردید کی۔ انصار بہت زیادہ خوش ہوئے اور کہا: اب علیؑ کی مدح کے بعد ہمیں کسی بکواس کی پرواہ نہیں، وہ سب اجتماعی حیثیت سے حسان کے پاس آ کر بولے کہ تم فضل کا جواب دو۔ وہ کہنے لگے: اگر میں فضل کے قافیوں کے علاوہ کچھ کہوں گا تو میری توہین ہوگی۔ (۱) انہوں نے کہا: پھر

حضرت علیؑ کی مدح کرو، حسان نے یہ شعر پڑھے:

ابا حسن عناؤ من کابی حسین

جزی اللہ خیر والجزاء بکفہ

فصل رک مشروح و قلبک ممتحن^(۲)

سبقت قریشاً بالذی انت اهلہ

مکانک هیهات الہزال من السمن

تمنت رجال من قریش اعزہ

بمنزل الطرف البطین بن الرسن

وانت من الاسلام فی کل منزل

امات بها التقوی واحی بھا لاحن

غضبت لنا اذقال عمرو وبخصلة

۱۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۷۰ (ج ۲ ص ۱۲۷)؛ شرح ابن القیم ج ۳ ص ۱۱۲ (ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۰۶) خطبہ (۲۲)۔

۲۔ شیخ شفیع نے اپنی فضول ج ۲ ص ۶۱، ۶۲ (ج ۲ ص ۲۰۹، ۲۱۰) پر یہ دو شعر لکھے ہیں۔

وکنت المرجح من لوى بن غالب
 حفظت رسول الله فيما وعده
 السَّتْ اخاه فِي الْهُدَى وَوَصَّيْهِ
 فَحَقُّكَ مَا دَامْتَ بِنَجْدٍ وَشِيجَةً عظيم علينا ثم بعد على اليمن
 ”خدا ابو الحسن کو بہترین بدله دے اور خدا ہی کے ہاتھ میں تمام جزا ہے۔ کون ابو الحسن جیسا ہو سکتا
 ہے؟ انہوں نے قریش پر سبقت کی، خدا نے سینہ کھول دیا، قلب آزمایا ہوا تھا، ان کی عزت و شرافت پر
 قریش کی تمنا کیں کلبلا رہی ہیں، افسوس ان دبليے لوگوں پر جو موئے لوگوں کا مقابلہ کر رہے ہیں، آپ
 کے کارنا میں اسلام پر چھائے ہوئے ہیں جب عمرو عاص نے پست خصلت کا مظاہرہ کیا تو آپ غصب
 ناک ہوئے کیونکہ تقوی کی موت ہوئی تھی اور مکینہ پن کو ہبہ لی تھی، آپ کا خاندان لوی کا مرکز تمنا تھا
 چاہے گزرے لوگ ہوں یا آنے والے، آپ نے رسول اور ان کے عهد کا تحفظ کیا، آپ کے مقابلے
 میں ایرے غیرے کیا اولویت حاصل کر سکتے ہیں، کیا آپ ہدایت میں رسول کے بھائی نہیں اور قرآن
 و حدیث کی روشنی میں داشت گاہ نہیں ہیں، جب تک شرافت باقی ہے ہم پران کا حق باقی ہے، چاہے یہیں
 سیدا، نجد جہاں کا بھی ہو۔“

حسان کے شعر میں ”صدر ک“ مشروح سے اشارہ آیت ”أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ“ کی طرف ہے، یعنی اور حمزہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ (۱)
 ”قلبك ممتحن“ میں حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ حدیث ہے کہ اللہ نے علی کا قلب آزمایا۔ (۲)
 ”الست اخاه“ میں حدیث مواخاة کی طرف اشارہ ہے جسے بے شمار مانید میں تو اتر کے ساتھ لکھا گیا ہے۔

۱۔ ”محب طبری نے ریاض الصفر ج ۲ ص ۷۸ (ج ۳ ص ۱۵) پر اور ذخیر الحجی ص ۸۸ پر اس کی روایت کی ہے
 ۲۔ اسکی روایت ”نهاں نسائی ص ۱۱ (ص ۵۵ ج ۲۱)، من ترمذی ج ۲ ص ۲۹۸ (ج ۵ ص ۵۹۲ ج ۱۵ ص ۳۷)، تاریخ خظیب
 ج ۱ ص ۲۹، یقینی نے المحس و المساوی ج ۱ ص ۲۹ (ص ۳۱)، ریاض طبری ج ۲ ص ۱۹۱ (ج ۳ ص ۱۳۸)، کفایہ حنفی ص ۳۲ (ص ۷۷ باب ۱۲)، اور سیوطی کی صحیح الجواہر (کنز العمال ج ۱ ص ۱۵ ج ۲ ص ۲۳، ص ۷۷، ج ۱۲ ص ۳۶۰)، اور بدیعی کی نزل
 الابرار ص ۱۱ (۱۱) پر کی گئی ہے۔

”واعلم فہر“ سے علیؑ کے مکمل علمی عبور کی طرف اشارہ ہے۔ رسولؐ نے فاطمہؓ سے فرمایا: ”میں نے تمہاری شادی خاندان کے بہترین فرد سے کی ہے جو سب سے بڑا عالم، سب سے بڑا حکیم اور سابقۃ الاسلام ہے۔“ ایک دوسری حدیث میں ہے: میری امت میں علیؑ سب سے بڑا عالم ہے۔ تیسرا حدیث میں ہے کہ اے علیؑ! تھیس سات خصلتیں عطا کی گئی ہیں، ان میں ایک ”فیصلوں کا سب سے بڑا عالم“ بھی ہے۔ (۱)

عائشہ سے روایت ہے کہ علیؑ سنت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (۲) ابو امامہ سے مرودی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: میری امت میں سنت و تضادت کا سب سے بڑا عالم میرے بعد علیؑ ہے۔ (۳) مناقب خوارزمی اور فرائد میں حدیث رسولؐ ہے کہ میری امت میں سب سے بڑا عالم میرے بعد علیؑ ہے۔ (۴)

حافظہ نے امیر المؤمنینؑ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: قسم خدا کی! کوئی آیت ایسی نہیں ہے جسے میں نہ جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں اتری ہے، خدا نے مجھے قلب دانا اور زبان گویا عطا کیا ہے۔ (۵) رسولؐ نے فرمایا: حکمت کے دس حصے کچے گئے ہیں تو علیؑ سے مخصوص ہیں اور ایک میں تمام لوگوں کا حصہ ہے۔ (۶)

زینی و حلان لکھتے ہیں کہ علیؑ کو خدا نے علم کثیر اور کشف غریب عطا کیا ہے۔ (۷)

۱۔ حلیۃ الاولیاء ح ۱۱ ص ۲۶ (نمبر ۲)؛ کنز العمال ح ۶۱ ص ۳۹۸، ۱۵۲، ۱۵۳ (ح ۱۱ ص ۲۰۵ ح ۲۲۹۲۶)؛ ح ۱۲ ص ۲۹۹۵ (۲۲۹۹۵)

۲۔ ریاض طبری ح ۲۲ ص ۱۹۲ (ح ۳۳ ص ۱۳۱)؛ استیعاب ح ۳۳ ص ۲۰ (قسم اول ص ۲۰، نمبر ۱۸۵۵)

۳۔ کفایہ غنیمی ص ۱۹۰ (ص ۳۳۲ باب ۹۲)

۴۔ مناقب خوارزمی ص ۳۹ (ص ۸۲ ح ۲۷)، فرانک جموئی باب ۱۸ (ح ۱۱ ص ۷۹ ح ۲۷)؛

۵۔ حلیۃ الاولیاء ح ۱۱ ص ۲۷ (نمبر ۲)؛ کفایہ الطالب ص ۹۰ (ص ۲۰ باب ۵۲)؛ کنز العمال ح ۶۱ ص ۳۹۶ (ح ۱۲ ص ۳۶۰۲)

۶۔ احساف الراغبین ص ۱۶۶

۷۔ حلان فتوحات اسلامیہ ح ۲۲ ص ۲۷ (نمبر ۲)

ابوظیل کہتے ہیں کہ علیؑ نے میرے سامنے سلوانی کا دعویٰ کیا: خدا کی قسم! میں ہر آیت کو جانتا ہوں کہ وہ رات میں اتری ہے یادن میں، صحرا میں اتری کہ پہاڑ پر، اگر چاہوں تو صرف سورہ فاتحہ کی تفسیر سے سترادنؤں کا بوجھلا دوں۔ (۱)

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول خداؐ کا علم اللہ کے علم سے ہے اور علیؑ کا رسولؐ سے اور میرا علم علیؑ سے ہے۔ اور میرے اور تمام اصحاب کا علم علیؑ کے مقابلہ میں ایسے ہی ہے کہ سات سمندروں کے مقابلے میں ایک بوند۔ ابن عباس فرقاً علیؑ میں روتے روتے آنکھیں کھوئیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ علم کے دس حصے میں سے ۹ حصے علیؑ کو عطا ہوئے اور باقی میں تمام لوگوں کا حصہ ہے۔ معاویہ، علیؑ سے اکثر علمی سوالات پوچھتے رہتے تھے، علیؑ کے بعد معاویہ نے کہا: فقیر رخصت ہو گیا اور علم ختم ہو گیا علیؑ کی موت سے۔ عمر بن الخطاب اس گھنیٰ سے پناہ مانگتے جس کو حل کرنے کے لئے علیؑ نہ ہوں۔ (۲) عطا سے پوچھا گیا: علیؑ سے بہتر کوئی عالم تھا؟ بولے: خدا کی قسم! میں نہیں جانتا۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں: قرآن سات حروف پر نازل ہوا، اس کے ظاہری و باطنی پہلو ہیں، علیؑ کو تمام ظاہر و باطن کا علم تھا۔ (۳)

اس کے علاوہ بھی بے شمار احادیث سے حضرت علیؑ کے علم کا اندازہ ہوتا ہے اگر انھیں جمع کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے گی۔

مدح علیؑ میں حسان کے اشعار

سبط ابن جوزی، گنجی اور ابن طلحة شافعی نے یہ پانچ شعر نقل کئے ہیں:

انزل اللہ و الكتاب عزيز فی علی و فی الولید قرانا

۱۔ الاصابة ج ۲۲ ص ۵۰۹ (نمبر ۵۶۸۸) پر ہے کہ آپؐ نے فرمایا: سلوانی سلوانی سلوانی عن کتاب اللہ

۲۔ احمد بن حبل کی المناقب ص ۱۵۵ ج ۱۲۲: استیغاب لقسم المأثر ص ۱۰۲ نمبر ۱۸۵۵؛ ریاض الصدقة ج ۳ ص ۱۳۲

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲۵ ص (نمبر ۲)

فَتَبَوَّا الْوَلِيدُ مِنْ ذَاكَ فَسْقًا
وَعَلَىٰ مِبْرَا إِيمَانًا
لِمَنْ كَانَ مِرْمَنًا عَرَفَ اللَّهَ
كَمْنَ كَانَ فَاسِقًا خَوَانًا
فَعَلَىٰ يَلْقَى لَدِيِ اللَّهِ عَزَّا
وَلَيْدٌ يَلْقَى هَنَاكَ هَوَانًا
سُوفَ يَجْزِي الْوَلِيدَ خَزْنَانَا وَنَارًا
وَعَلَىٰ لَا شَكَ يَجْزِي جَنَانًا
”اللہ نے کتاب عزیز میں علی اور ولید کے بارے میں آیت نازل کی ہے، ولید کو فاسق اور علی کو ایمان کی پناہ گاہ قرار دیا ہے، خدا کے نزدیک مومن کبھی فاسق کے مانند نہیں ہو سکتا، پس خدا نے علی کو عزت سے سرفراز کیا اور ولید کو ذلت کی خاک چٹاؤی، بہت جلد ولید کو تو ہین آمیزاگ طے گی اور بلاشبہ علی کو جنت کی جزا ملے گی۔“ (۱)

ابن ابی الحدید نے تیرے شعر کے بعد یہ تین شعر بھی لکھے ہیں:

سُوفَ يَدْعُى الْوَلِيدَ بَعْدَ قَلِيلٍ وَعَلَىٰ إِلَى الْحِسَابِ عِيَانًا
فَعَلَىٰ يَجْزِي بِذَاكَ جَنَانًا وَلَيْدٌ يَجْزِي بِذَاكَ هَوَانًا
رَبَ حَذَلْعَقْبَهُ بْنَ ابِيَانَ لَابِسٌ فِي بَلَادِنَاتِيَانَا
”جلد ہی ولید کو بدعا دی جائے گی اور علی کا صاف حساب واضح کیا جائے گا، علی کو جنت کی جزا اور ولید کو بدترین جہنم کے طبقے میں جھوک دیا جائے گا، عقبہ بن ابیان کے اجداد اپنی ننگی حرکات کے لئے ہمارے شہر میں مشہور تھے۔“ (۲)

ان اشعار میں آیت ”فَمَنْ كَانَ مِرْمَنًا كَمْنَ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوْنَ“ کی طرف اشارہ

ہے۔

یہ آیت حضرت علی اور ولید کے بارے میں نازل ہوئی، جب دونوں کے درمیان جھڑپ ہوئی۔ طبری کے مطابق ولید نے کہا: میں زیادہ طرار ہوں اور اپنی ہوئی تکوار ہوں۔ حضرت علی نے فرمایا: چپ رہ

۱۔ تذكرة المؤمن ص ۱۱۵ (ص ۲۰۲)؛ کلۃ الطالب ص ۵۵۵ (ص ۳۲۳ باب ۳۲)؛ مطالب اصول ص ۷۰

۲۔ شرح فتح البلاغہ ج ۲ ص ۲۹۳ خطہ ۸۲)؛ جبراۃ الخلہ ج ۲ ص ۲۹ (ج ۲۹ نومبر ۱۸۲۹)

تو فاسق ہے، اس وقت یہ آیت اتری۔ (۱)

الآغانی اور تفسیر خازن میں ہے کہ ولید نے علی سے کہا: چپ رہو تم بچ ہو، میں بوڑھا ہوں، خدا کی قسم! میں طار ہوں اور اپی ہوئی تکوار ہوں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا: خاموش، تو فاسق ہے۔ اسی وقت یہ آیت ﴿فَمَنْ كَانَ... لَا يَسْتَوْ ذُنْ﴾ نازل ہوئی۔ (۲)

”واحدی کی اسباب النزول ص ۲۲۳ (ص ۲۲۵)، ریاض العصرۃ ح ۲۶ ص ۲۰۶ (ج ۳ ص ۱۵۶)، ذخیر ص ۸۸، کفایہ گنجی ص ۵۵ (ص ۱۳، باب ۱۱)، مناقب خوارزمی ص ۱۸۸ (ص ۹۲، بح ۲۱)، تفسیر نیشاپوری (ج ۲۱ ص ۲۷)، تفسیر ابن کثیر ح ۳۲ ص ۲۶۲، نظم در لسطین جمال الدین زردی (ص ۹۲)، شرح ابن ابی الحدید مختزلی ح راص ۳۹۳، ح ۲۶ ص ۱۰۳ (ج ۳ ص ۸۰، بح ۲۶ ص ۲۹۲)، ابن جریر اور ابن عساکر (تاریخ ابن عساکر ح ۷، ص ۸۷۶) کے علاوہ بے شمار محدثین نے نقل کیا ہے۔

مدح علیٰ اور حسان

تذکرہ سبط ایکن جوزی میں یہ اشعار ہیں:

| | |
|--|---|
| من ذا بخاتمه تصدق را کما من کان بات علی فراش محمد من کان فی القرآن سمی مومنا | واسر هافی نفسہ اسراراً ومحمد اسری یوم الغاراً فی تسع آیات تلین غزاراً |
|--|---|

”کس نے حالت رکوع میں انگوٹھی خرات کی اور اپنے دل میں چھپائے رکھا، کون بستر رسول پر سویا اور محمد رات کے اندر ہیروں میں غار کی طرف نکل گئے، کس کو قرآن کی نو آیات میں مومن کا لقب دیا گیا جسے برابر پڑھا جاتا ہے۔“ (۳)

۱- تفسیر طبری ح ۲۱ ص ۲۲ (مجلد ۱، ج ۲۱ ص ۷۷) (۱۰)

۲- الاغانی ح ۳ ص ۱۸۵ (ج ۵ ص ۱۵۲) (۱۰) تفسیر خازن ح ۳ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۲۲۷)

۳- تذکرۃ الخواص ص ۱۰ (ص ۱۶)، اور گنجی کی کفایۃ الطالب ص ۱۲۳ (ص ۱۲۵، باب ۹۲)

پہلے شعر میں اشارہ ہے کہ آپ نے حالت رکوع میں سائل کو انگوٹھی دی اور آئیہ ولایت اتری:

﴿إِنَّمَا وَلِيْكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ دوسرے شعر میں شب بھرت کی طرف اشارہ ہے، حضرت علی چادر اوڑھ کر سور ہے اور آپ مشرکین کے درمیان سے نکل کر غار میں چھپ رہے، اس وقت آیت نازل ہوئی: ﴿مِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِيْفُ نَفْسَهُ أَبْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ﴾ (۱)

ابو جعفر اسکانی کہتے ہیں کہ شب بھرت علی کا بستر رسول پر سونا تحقیق علیہ ہے، اس کا انکار کوئی پاگل ہی کر سکتا ہے یادیں سے خارج شخص۔ تمام مفسرین نے اجتماعی طور سے کہا ہے: یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب علی فرش رسول پر سوئے۔ تفسیر شلبی میں ہے: جب رسول نے بھرت کا رادہ کیا تو علی کو ادائے قرض و امانت کیلئے چھوڑ گئے اور خود غار کی طرف نکل گئے۔ علی بستر پر سوئے رہے مشرکین گھر گھیرے رہے۔ فرمایا: میری سبز خضرمی چادر اوڑھ کر سو جاؤ انشاء اللہ تم پر کوئی مصیبت نہیں آئے گی۔ علی بستر پر سو گئے تو خدا نے جبریل و میکائیل کو وحی کی، میں نے تصحیح آپس میں بھائی بنایا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ قرار دی ہے، تم میں کون اپنی عمر کا ایثار دوسرے کے لئے کرے گا؟ انہوں نے کہا: ہمیں زندگی پسند ہے۔ خدا نے وحی کی: تم علی کی طرح کیوں نہیں ہو جاتے، میں نے محمد و علی کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور علی اپنی جان فدا کر کے بستر رسول پر سوئے ہوئے ہیں، جاؤ زمین پر اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو، دونوں اترے اور جبریل سر بانے اور میکائیل پائینتی بیٹھ گئے۔ جبریل نے کہا: ابو طالب کے فرزند امبارک ہو تھا رامش کوں ہو سکتا ہے کہ خدا تم پر مبارکت کر رہا ہے، ملائکہ کے اوپر۔

رسول مدینے کی طرف چلے تو آئیہ بھرت نازل ہوئی، ابن عباس کا بیان ہے کہ یہ آیت اس وقت اتری جب رسول، ابو بکر کے ساتھ غار میں اور علی بستر پر سوئے ہوئے تھے۔ (۲)

حدیث شلبی کو بے شمار محدثین و علماء نے نقش کیا ہے، امام غزالی کے علاوہ گنجی، صفوری، ابن صباح،

۱۔ بقرہ / ۲۰۷

۲۔ ابن الہبید کی شرح نجی البلاUGH ج ۳ ص ۲۷۰ (ج ۱۳ ص ۲۶۱)

سبط بن جوزی، شیخی نے بھی لکھا ہے۔ (۱)

ابن عباس کہتے ہیں کہ شب بھرت کے متعلق حضرت علیؑ کے یہ تین شعر بھی ہیں:

وقیت بنفسی خیر من و طی الحصا
واکرم خلق طاف بالبیت والحجر
وبث اراعی منهم ما یسونی
وقد صبرت علی القتل والا سر
وبات رسول الله فی الغار آمنا
وممازال فی حفظ الاله وفي الستر

”میں نے اپنی جان اس پر فدا کی جو حجاجیوں میں سب سے بہتر ہیں، خطرناک حالات میں رات بھروسے رہے، قتل و قید پر اپنے نفس کو آمادہ کئے رہے، رسول ﷺ سے غار میں چھپے ہوئے تھے۔“ (۲)
 شب بھرت کے متعلق ایثار علیؑ کی داستان احمد بن حنبل (۳)، طبری (۴)، ابن سعد (۵)، یعقوبی (۶)
 ابن ہشام (۷)، خطیب (۸)، ابن اشیر (۹)، ابو الفداء (۱۰)، ابن کثیر (۱۱)، عبد ربہ (۱۲)، مقریزی (۱۳)
 حلی (۱۴) اور خوارزمی (۱۵) وغیرہ نے نقل کی ہے۔ نیز یہ کہ شب بھرت کے متعلق امام حسن نے یوں تبصرہ فرمایا: امیر المؤمنین مشرکوں کے حصار میں اپنی جان فدا کر کے سوئے تو آئیہ تھرت نازل ہوئی۔
 تیرے شعر میں نو آیات کی طرف اشارہ ہے، معلوم نہیں حتاں نے نو کیوں لکھا ہے، حالانکہ معاویہ ابن صعصہ نے دو شعر کہے ہیں:

- ۱۔ احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۲۲۸ (ج ۳ ص ۲۲۲)؛ کفاۃ الطالب ص ۱۱ (ص ۲۳۹ باب ۶۲)؛ نہجۃ الجاہلین ج ۲ ص ۲۰۹ :
- الفصول الہمہ ص ۲۲ (ص ۲۷)؛ تذکرة الخواص ص ۲۱ (ص ۲۵)؛ بو رالبصار ص ۸۶ (ص ۱۷۵)
- ۲۔ مناقب خوارزمی ص ۷۷ (ج ۱۳۱) .
- ۳۔ منداد حسن ضبل ج راص (ص ۳۲۸) (ج ۱ ص ۲۵۵ ج ۲ ص ۲۲۲) .
- ۴۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۰۱ - ۹۹ (ج ۲ ص ۲۷۲) (ج ۲ ص ۲۷۲) .
- ۵۔ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۱۲ (ج ۲ ص ۲۲۸) .
- ۶۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۹ (ج ۲ ص ۳۹) .
- ۷۔ سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۹۱ (ج ۲ ص ۱۲۶) .
- ۸۔ تاریخ بغدادی ج ۱۳ ص ۱۹۱ .
- ۹۔ تاریخ کامل ج ۲ ص ۳۲ (ج ۱ ص ۱۵) .
- ۱۰۔ البدریۃ والنہایۃ ج ۷ ص ۳۲۸ (ج ۷ ص ۳۷۳ و قائم ۲۰) .
- ۱۱۔ الحقد الفرید ج ۲ ص ۲۹۰ (ج ۲ ص ۲۹) .
- ۱۲۔ الاماتع ص ۲۹ .
- ۱۳۔ المتن تب ص ۵۷ (ص ۷۲ ج ۱۳۱) .
- ۱۴۔ المسیرۃ الکلبیۃ ج ۲ ص ۲۹ .

ومن نزلت فيه ثلاثون آية تسميه فيها موسى مخلصا فردا
سوی موجبات جهن فيه وغيرها بها اوجب الله الولایہ والودا
”علیٰ“ کے متعلق تمیں آیات میں انھیں موسیٰ نام دیا گیا ہے، وہ مخلص اور فرد فرید تھے، دوسرے
لوازم کے ساتھ ان کی ولایت و مکوادت کو خدا نے اوجب قرار دیا ہے۔

حضرت علی کی شان میں جو آیات نازل ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱- (أفمن کان مومناً کمن کان فاسقاً لایستون) (۱)

ترجمہ: ”کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہے اس کے مثل ہو جائے گا جو فاسق ہے؟ ہرگز نہیں، دونوں برادر نہیں ہو سکتے۔“

٢- ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي أَيَّدَكُ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ﴾ (٢)

ترجمہ: ”اس نے آپ کی تائید، اپنی نصرت اور صاحبان ایمان کے ذریعہ کی ہے۔“
یہاں تائید سے مراد امیر المؤمنینؑ کی ذات ہے۔

ابن عساکر ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ عرش پر لکھا ہوا ہے: ”لا اله الا الله وحدی لا شریک لی و محمد عبدی و رسولی ایتدہ بعلی“ جو آیت متذکرہ کا مطلب ہے۔ (۳)
 گنجی شافعی مذاق روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اسے نقل کیا ہے۔ (۴)

جلال الدین سیوطی نے ابن عساکر سے اور قندوزی نے حافظ ابوالثیم سے بطریق ابو ہریرہ و

۱- (سبد ۱۸) تفسیر طبری ح ۲۷۱ ص ۲۲ (جلد ۱) ارج ۲۱۳ ص ۷۰؛ (الاعانی ح ۳۳ ص ۱۸۵) ارج ۵ ص ۱۵۳؛ تفسیر خازن ح ۳۳ ص ۳۷۰ ارج ۳۳ ص ۳۷۷؛ اسباب الفردوس ص ۲۶۲ (ص ۲۲۵)؛ بیان الحضر و ح ۲۲ ص ۶ ارج ۳۳ ص ۱۵۶؛ ذخیر الحجی ص ۸۸؛ مناقب خوارزی ص ۱۸۸ (ص ۹۷) حدیث ۱۷۰؛ کلیة الطالب ص ۵۵ (ص ۱۳۰) اباب ۳۱؛ تفسیر نسایا پوری (جلد ۱) ارج ۲۱۳ ص ۲۷؛ تفسیر ابن کثیر ح ۳۳ ص ۳۶۲؛ نظم در رامضان (ص ۹۲) شرح ابن الهمدی ح ۱ ص ۳۹۳، ح ۲۲ ص ۱۰۳ (خطه ۸۲، ۵۶).

۳-تاریخ این عساکر (۱۴۲۰-۱۴۲۶)

۲۰۱

۲- کتابہ الطالب ص ۱۰۰ (ص ۲۳۳ ج ۹۶)

ابوصحیب، ابن عباس سے نقل کیا ہے۔ (۱)
 محبت الدین طبری، خوارزمی اور حموئی لکھتے ہیں کہ انس بن مالک نے حدیث رسول بیان کی کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں نے ساقِ عرش پر کھادیکھا: لا اله الا الله محمد رسول الله
 صفوی من خلقی ایدتہ بعلی و نصرتہ بہ۔ (۲)
 جابر کے حوالے سے سیوطی کے الفاظ ہیں: مكتوب في باب الجنۃ قبل ان يخلق الله
 السماوات والارض بالفی سنہ لا اله الا الله محمد رسول الله ایدتہ بعلی۔ (۳)
 ۳۔ ﴿بِإِيمَنِهِ الْمُؤْمِنُونَ هُوَ أَنْجَىٰ مِنَ الظُّلُمَاتِ﴾ (۴)
 ”اے شیر! آپ کے لئے خدا اور وہ مومنین کافی ہیں جو آپ کا اتباع کرنے والے ہیں۔“
 فضائل الصحابة میں ابوالثیم کے بقول یہ بھی علی کی شان میں اتری ہے۔
 ۴۔ (من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمتهם من قضى نحبه
 ومنهم من ينتظر) (۵)
 ”مومنین میں سے ایسے بھی مردمیں ان ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے وعدہ کوچ کر دکھایا ہے، ان
 میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے ہیں اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔“
 نبیرین نے کہا ہے کہ ”من قضى نحبه“ سے مراد حمزہ ہیں اور ”منهم من ينتظر“ سے
 مراد حضرت علی ہیں۔ (۶)

۱۔ در منثور ح ۳ ص ۱۹۹ (ح ۳ ص ۱۰۰)؛ بیانیح المودة ص ۹۳ (ح ۱ ص ۹۳ باب ۲۲)

۲۔ ریاض الصفر ح ۲ ص ۷۲، (ح ۳ ص ۷۱)؛ ذخیر العقلي ص ۲۹؛ المذاقب ص ۲۵۸ (ص ۳۲۰ ح ۳۲۶) فرائد اسرائیل

کے باب ۳۶ (ح ۱ ص ۲۲۵ ح ۲۲۵، ح ۱۸۳، ح ۱۸۵) (۷)

۳۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۲۱؛ خصائص الکبری سیوطی ح ۱ ص ۷

۴۔ انفال ۶۲

۵۔ احزاب ۲۳

۶۔ مناقب خوارزمی ص ۸، (ص ۲۶۹ ح ۲۷۰)؛ کفاية الطالب ص ۱۲۲، (ص ۲۳۹ باب ۷۲)

صواتنگ کے مطابق حضرت علیؓ منبر کو فر پر خطبہ ارشاد فرمائے تھے، اسی وقت ایک شخص نے متذکرہ آیت کے بارے میں سوال کیا، آپ نے فرمایا: خدا یا! تیری ہی بخشش کا طلبگار ہوں، یہ آیت میرے، پچاہزہ اور میرے بھائی عبدہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبدہ بدرا میں شہید ہوئے اور حجزہ واحد میں۔ مجھے انتظار ہے کہ ایک شقی خون سے میری ڈاڑھی خضاب کرے، یہ عہد میرے جبیب ابوالقاسم نے مجھ سے لیا ہے۔ (۱)

٥- آيات ولایت: ﴿اَنْمَا وَلِكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا اَذْلِمُ الَّذِينَ يَقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُبَوِّطُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ﴾ (٢)

تفسیر الحبی میں ابوذر سے روایت ہے کہ میں رسولؐ کے ساتھ نماز ظہر پڑھ رہا تھا۔ ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا، کسی نے کچھ نہ دیا، سائل نے آسان کی طرف پاتھرا لٹھا کر کہا: خدا یا! گواہ رہنا کہ میں نے مسجد رسولؐ میں سوال کیا اور کسی نے کچھ نہ دیا۔ علی نماز پڑھ رہے تھے، حالت رکوع میں انہوں نے اپنی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ کیا، سائل نے آگے بڑھ کر انگوٹھی لے لی، رسولؐ نے آسان کی طرف دیکھ کر کہا: خدا یا! میرے بھائی موئی نے تجھ سے شرح صدر، کام کی آسانی اور زبان کی گرہ کھولنے کی دعا کی، اپنے بھائی ہارون کو دوزیر بنا کر بازو مضبوط کرنے کا سوال کیا تو نے کہا کہ عنقریب تمہارے بھائی کے ذریعہ تمہیں تقویت دی جائے گی۔ میں تیرانی محدثیت انتخاب ہوں مجھے شرح صدر عطا کر، میرا کام آسان کر اور میرے بھائی علیق کو دوزیر بنا کر میری کمر مضبوط کر۔ ابوذر کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد جریل نازل ہوئے اور آئیہ دلایت پڑھی۔ (۳)

000/0451-5

الصواعق الحمر قص رواية (٨٠) (١٣٣)

۶۔ ﴿اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام كمن آمن بالله و اليوم الآخر و جاهد في سبيل الله لا يستون عند الله والله لا يهدى القوم الظالمين﴾ (۱) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی آبادی کو اس کا جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور راہ خدا میں جہاد کرتا ہے، ہرگز یہ دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ طالم قوم کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔

طبری، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: عباس و شیبہ باہم نازش کر رہے تھے، عباس نے کہا: میں تم سے اشرف ہوں اس لئے کہ رسول کا پچھا اور ان کے باپ کا وصی ہوں، حاجیوں کو پانی پلانا ہوں۔ شیبہ نے کہا: میں شریف تر ہوں متولی کعبہ ہوں۔ دونوں میں طول کلام ہوا، اتنے میں علیٰ آگئے، عباس نے ان سے کہا: یہ شیبہ مجھ سے ذیگ بائک رہے ہیں۔ علیٰ نے پوچھا: آپ نے کیا کہا؟ بولے: میں نے کہا تھا کہ میں رسول کا پچھا اور ان کے باپ کا وصی اور حاجیوں کا ساتی ہوں۔ پھر آپ نے شیبہ سے پوچھا: تم نے کیا کہا؟ بولا: میں ائمہ کعبہ اور اس کا خازن ہوں، ایسی امانت کی ذمہ داریاں تمہارے پاس نہیں۔ علیٰ نے فرمایا: کیا میں بھی اپنا سرمایہ نازش بیان کروں۔ دونوں نے کہا: ضرور! فرمایا: میں تم دونوں سے معزز ہوں، میں سابق ایمان ہوں، بحیرت کی اور جہاد کیا، پھر یہ تینوں خدمت رسول میں آئے اور اپنے اپنے مفاخر بیان کئے، رسول نے کچھ جواب نہ دیا، تینوں واپس ہو گئے، کچھ دن بعد جبریل یہ آیت لائے، رسول نے تینوں کو بلوا کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (۲)

اس حدیث مفاخرت کو بے شمار علماء و حفاظات نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔ (۳)

- ۱۔ سورہ توبہ آیت (۱۹)
- ۲۔ تفسیر طبری ج رامص ۵۹ (ج ۱۰ ص ۹۵)
- ۳۔ اسباب النزول واحدی ص ۱۸۲ (ج ۱۲ ص ۱۱۲) تفسیر قرطبی ج ۸ ص ۹۶ (ج ۸ ص ۵۵۹) تفسیر کبیر ج ۲۲ ص ۱۱ (ج ۲۲ ص ۳۲۲) تفسیر خازن ج ۲۲ ص ۱۱ (ج ۲۲ ص ۲۱۱) تفسیر نسلی ج ۲۲ ص ۱۱ (ج ۲۲ ص ۲۲۰)؛ الفصول الهمہ ص ۱۲۲ (ص ۱۲۲)؛ کفایۃ الطالب ص ۱۱۱ (ص ۲۲۸)؛ فتح عابد العزیز طباطبائی نے خلیفہ کتاب پر مرید جن کتابوں کے خواص دیئے ہیں، وہ یہ ہیں: ابن الیشیر کی المصنفۃ حدیث ۷۲، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، محمد بن سلیمان صنعاوی کی مناقب امیر المؤمنین حدیث نمبر ۶۲، ۷۳، ۸۲، ۸۳، ۱۱۸، ۱۱۷؛ الاسلام امہمہ خلیفہ بغدادی ص ۲۷۳؛ شوابہ المتریل حکماوی حدیث ۳۲۸، ۳۲۸؛ مناقب امیر المؤمنین ابن مغازلی حدیث ۳۶۸، ۳۶۹؛ ریجیون الازبار ریاضتی ج ۲ ص ۳۲۲؛ جامع الاصول ابن اثیر ج ۹ ص ۲۷۲؛ فتح القدر شوکانی ج ۲ ص ۳۰۲۔

اکثر شاعروں نے اس پر شعر بھی کہے ہیں، ان میں سید اشراط حیری، ناشی صخیر اور بشنوی سر فہرست ہیں، عنقریب ان کی تفصیل آئے گی۔

۷۔ ﴿اَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سِيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وَدَأْهُ﴾ (۱)
 ”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے، عنقریب خدائے رحمان لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کر دے گا۔“

شعبی نے ابن عاذب سے نقل کیا ہے کہ رسول اسلام نے حضرت علیؓ سے فرمایا: اے علیؓ کہو: اللهم اجعل لی عهدک عهدا و اجعل لی فی صدور المؤمنین مودة ”خدا! اپنی بارگاہ میں میرے لئے عہد قرار دے اور مومنین کے دلوں میری محبت والفت جائزیں فرماء“ جب حضرت علیؓ نے یہ دعا پڑھی تو آیت نازل ہوئی۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ اس آیت کا مطلب ہے کہ مومنین کے دلوں میں محبت قائم کر۔

۸۔ ﴿وَامْحَصِّبُ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السُّيُّونَ اَنْ تَجْعَلْهُمْ كَالَّذِينَ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ (۲)

”کیا برائی اختیار کر لینے والوں نے یہ خیال کر لیا ہے کہ ہم انہیں ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے برادر قرار دیں گے۔“

سبط بن جوزی نے نقل کیا ہے کہ یہ آیت بدر کے دن نازل ہوئی، اس میں ”الذین اجترحوں السیوان“ سے عتبہ، شیبہ، ولید، مغیرہ مراد ہیں اور عمل صالح سے علی مراد ہیں۔ (۳)
 گنجی نے اسی سے ملتی جلتی بات لکھی ہے۔ (۴)

۱۔ مریم ۹۶

۲۔ سورہ جاثیہ آیت ۲۱

۳۔ تذکرہ سبط بن جوزی میں روا (مس ۱۷)

۴۔ کتابیۃ الطالب م ۱۴۰ (مس ۲۳۷ باب ۶۲)

۹۔ انَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولُو الْكَٰفِرَةِ - (۱)

”بے فک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں وہ بہترین خلق ہیں۔“

تفسیر طبری میں حدیث رسولؐ ہے کہ اس سے مراد علیؐ اور ان کے شیعہ ہیں۔ (۲)

خوارزمی مناقب میں لکھتے ہیں : جابر کا یہاں ہے کہ ہم رسولؐ کے پاس تھے، اتنے میں علیؐ آئے تو رسولؐ نے فرمایا : میرا بھائی آرہا ہے، پھر کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر علیؐ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا : خدا کی قسم ! یہ اور اس کے شیعہ قیامت میں کامیاب ہیں، یہ مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا، سب سے زیادہ وفادار اور حکم خدا کے قیام میں سب سے آگے ہے، اس وقت یہ آیت اتری۔ (۳)

یزید بن شراحیل کاتب علیؐ کہتے ہیں کہ علیؐ نے فرمایا : رسول خدا نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ آیت پڑھی اور کہا کہ تم اور محارے شیعہ اشرف کائنات ہیں، محارا اور میرا وعدہ گاہ حوض کوثر ہے۔ (۴)

ابن عباس نے کہا کہ رسولؐ نے علیؐ سے فرمایا کہ قیامت میں تمہارے شیعہ راضی و مرضی آئیں گے تمہارے دشمن اس حال میں آئیں گے کہ جعلے ہوں گے۔ (۵)

جموی دو طریقوں سے جابر سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علیؐ کے متعلق نازل ہوئی

چنانچہ اصحاب رسولؐ جب بھی علیؐ کو آتا ہوا دیکھتے تو بر جتہ کہتے : ”قد جاءَ خَيْرُ الْبَرِّيَه“ - (۶)

ابن حجر نے بھی متذکرہ آیت کو ان آیتوں میں شمار کیا ہے جو اہل بیت رسول کی شان میں نازل

ہوئیں ہیں۔ (۷)

۱۔ سورہ پینڈ آیت ۸

۲۔ تفسیر طبری ج ۳ ص ۱۳۶ (ج ۳۰ ص ۲۶۲)

۳۔ مناقب خوارزمی ص ۱۷۸ (ص ۲۲۵ حدیث ۲۲۷)؛ کفاۃ الطالب ص ۱۱۹ (ص ۲۳۶ باب ۶۲)

۴۔ مناقب خوارزمی ص ۲۶ (ص ۱۱۱ حدیث ۱۲۰)

۵۔ الفصول الحمد ص ۱۲۲ (ص ۱۲۱)

۶۔ فائدۃ الحکیم (ج ۱ ص ۱۵۶ حدیث ۱۱۸ باب ۱)

۷۔ صواعق عمر قص ۹۶ (ج ۱۶۱ باب ۱)

حافظ جمال الدین زرندی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آپ نے علی سے فرمایا: تمہارے شیعہ قیامت میں خوشنودی خدا سے یہاں آئیں گے اور تمہارے دشمنوں پر پھٹکار برس رہی ہوگی۔ پوچھا: میرے دشمن کون ہیں؟ فرمایا: جو تم سے اظہار بیزاری کرے اور لعنت کرے۔ پھر فرمایا: خدا اس پر حرم کرے جو علی پر رحمت کی دعا کرے۔ (۱)

۱۰۔ سورہ عصر: ﴿وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّابِرِ﴾

”عصر کی! بے شک انسان گھانے میں ہے، علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی وصیت و نصیحت کی۔“

سیوطی کا بیان ہے کہ ”لفی خسرو“ سے مراد ابو جہل اور ”آمنوا“ سے مراد علی ہیں۔ (۲)

حسان کے مدحیہ اشعار

ابو الحسن! میری جان و دل قربان اور ہر مسلمان کا جو ہدایت کی طرف قدم بڑھائے، کیا میری اور تمام دشمنوں کی مدح ضائع ہو جائیگی؟

خدا کی مدح تو کسی حال میں ضائع نہ ہوگی، آپ پر مسلمان قربان ہوں، آپ ہی نے حالت رکوع میں انگوٹھی دی۔ اے بہترین رکوع کرنے والے، اے بہترین سردار، اے بہترین بیچنے والے، اے بہترین خریدار!!! پھر تو خدا نے محکم شریعت میں آپ کی ولایت نازل کی۔ (۳)

۱۔ در الرسمطین (ص ۹۲)

۲۔ در منثورج ر ۶ ص ۳۹۲ (ج ۸ ص ۶۲۲)

۳۔ مناقب خوارزی ص ۸۷۶ (ص ۲۶۳ حدیث ۲۲۶)

فرائد الرسمطین باب ۳۹ (ج ۱ ص ۱۹۰ حدیث ۱۵۰)؛ کفاية الطالب ص ۱۰ (ص ۲۲۹ باب ۶۱)؛ تذكرة الخواص ص ۱۰

ص ۱۵)؛ نظم در الرسمطین (ص ۸۸)

حسان کے مدحیہ اشعار

جریل نادی معلنا
والنفع ليس بمنجلی
حول النبي المرسل
المسلمون قد احدقوا
لا سيف الا ذوالفقار لافتی الا علی
”جریل بلند آواز سے پکار رہے تھے اور (جنگی شور کی وجہ سے) آواز صاف سنائی نہیں دے رہی
تھی حالانکہ تمام مسلمان رسول خدا کے اردو گرد حلقہ کئے ہوئے تھے، ذوالفقار کے سوا کوئی تکوار نہیں اور علی
کے سوا کوئی جوان نہیں۔“

ان شعروں میں احمد کے دن جریل کے قصیدے کا تذکرہ ہے۔ تاریخ طبری میں ابو رافع سے

روایت ہے:

احمد میں جب علیؑ نے سردار ارن قریش کو قتل کیا تو رسولؐ نے مشرکین قریش کی طرف دیکھ کر علیؑ کو حکم
دیا کہ ان پر حملہ کر کے پراکنڈہ کر دیں، آپ نے شیبدین مالک کو قتل کر دا۔ جریل نے رسولؐ سے فرمایا:
یہ ہے موسات رسولؐ نے فرمایا: ہاں! علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ جریل نے کہا: میں آپ
دونوں سے ہوں۔ اس وقت لوگوں نے آواز سنی: کوئی تکوار نہیں، بس ذوالفقار ہے اور کوئی جوان نہیں بس
علیؑ ہیں۔ (۱)

احمد بن خبل، ابن ہشام، نجمی، ابن ابی الحدید اور خوارزمی نے لکھا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: یہ آواز
جریل کی تھی:

لا سيف الا ذوالفقار لافتی الا علی
فاذاندبتم مالکا فابکوا الوفی اخا التوفی
”کوئی تکوار نہیں، بس ذوالفقار ہے اور کوئی جوان نہیں: بس علیؑ ہیں۔ اگر کسی شہید پر درنا ہے تو

وفادار بھائی پر گریہ کرو (یعنی جزہ، جو اسی دن شہید ہوئے تھے)۔ (۱)

فرائدِ حجتی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جب جبریلؑ خدمت رسولؐ میں آئے اور کہا کہ میں ایک بت ہے جس پر لو ہے کا خول ہے، کسی کو سچ کر اس کو جہاد کرائے اور لو ہے کو اپنے قبضے میں کر لجئے رسولؐ نے مجھے حکم دیا کہ بت بتاہ کر کے لوہا لے آؤ۔ اسی سے دو تواریخی ہے کہ ایک کاتام ذوالفقار دوسرے کاتامِ مجرم تھا۔ رسولؐ نے ذوالفقار کو اپنی کمر میں لٹکالیا اور مجرم مجھے عطا کی اور پھر ذوالفقار بھی مجھے دیدی، احمد کے دن جب میں تکوار چلا رہا تھا تو رسولؐ فرماتا ہے تھے: ”لا سیف الا ذوالفقار لا فتنی الا علی“۔ (۲)

سبط ابن جوزی اور احمد ابن حنبل کے مطابق جنگ خیر میں یہ آواز بلند ہوئی تو حسان نے اجازت رسولؐ لے کر اس کو نظم کیا۔ (۳)

تذکرہ سبط ابن جوزی کے مطابق: یہ آواز جنگ بدرا میں سنی گئی اور جنگ احمد میں بھی، لیکن سچ یہ ہے کہ جنگ خیر کے موقع پر سنی گئی۔ کیوں کہ اس آخری قول پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آواز کی مرتبہ بلند ہوئی، جنگ احمد میں جبریلؑ کی آواز تھی لیکن جنگ بدرا میں رضوان نے یہ آواز بلند کی تھی۔ کفاریہ تھی میں اس پر اجماع کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ (۴) اور ابن جوزی، سلفی، ابن جواہری، ابوالوفاء جیسے بیش محدثین سے امام محمد باقرؑ کی

۱۔ سیرہ ابن حشام ح ۳۳ ص ۵۲ (ج ۳ ص ۱۰۶)، الروض الالف ح ۲ ص ۳۳ (ج ۲ ص ۷۷)، شرح نفح البان ح ۱ ص ۹ (ج ۱ ص ۲۹، ح ۱۳ ص ۲۹۳، ح ۱۲ ص ۲۵۱)، مناقب خوارزمی ص ۱۰۳ (ص ۲۷۴ ح ۲۰۸)، محقق عبد العزیز طباطبائی نے حاشیہ کتاب پر حیرید ہے جن کتابوں کا حوالہ لکھا ہے وہ یہ ہیں: فضائل الصحابة ح ۱ ص ۲۶۵ نمبر ۱۱۱۹؛ مناقب علی احمد بن حنبل نمبر ۲۲۱؛ ریاض النصر ح ۳ ص ۷۱؛ خاتم الحکمی ص ۲۸؛ سبط الخوم الاولی ح ۲ ص ۳۸۵ لیکن الکبیر طبرانی ح ۱ ص ۷۲ حدیث ۹۳۱؛ تاریخ اہل عسکر نمبر ۲۱۵، ۱۶۷۔

۲۔ فرائد الحسنین باب ۳۹ (ج ۱ ص ۲۵۲ ح ۲۹۳ باب ۲۸)

۳۔ تذکرہ الحواس ص ۱۶ (ص ۲۶)

۴۔ کفاية الطالب ص ۱۳۳ (ص ۲۸۰، ۲۸۷ باب ۲۹)

روایت ہے کہ روز بدر رضوان نے یہ صد ابلدکی: ”لا سیف الا ذوالفار لا فتنی الا علی“۔ اکثر
حدیثین نے جابر کی روایت لکھی ہے کہ یہ آواز رضوان ہی کی تھی اور رسول خدا اکثر اس شعر کو دہراتے تھے۔

حسان کے دوسرے اشعار

ان مریم احصنت فرجها
وجائت بعیسیٰ کبدر الدجی
فقد احصنت فاطمه بعدها
”اگر چہ مریم نے عفیف زندگی گزاری اور عیسیٰ جیسا رون پاند پیدا کیا تھیں فاطمہ وہ عفت آب
تمیں جنہوں نے رسول کے دونوں سے ہدایت حق کے لئے پیش کئے۔ (۱)

ان دونوں شعروں میں حسان نے صحیح حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اسلام نے فرمایا: ان
فاطمہ احصنت فرجها فحرم الله ذریتها علی النار ”فاطمہ نے اپنی عفت کا تحفظ کیا تو خدا
نے ان کی ذریت پر جہنم کو حرام قرار دیدیا“۔ (۲)

متقیٰ ہندی نے طبرانی کے طریق سے اس عبارت کی روایت کی ہے: ان فاطمہ احصنت
فرجها و ان الله ادخلها باحصان فرجها و ذریتها الجنة ”فاطمہ نے اپنی عفت کا تحفظ کیا تو
خداوند عالم نے عفت و پاک دامنی کی وجہ سے ان کو ذریت کے ہمراہ داخل بہشت کر دیا“۔ (۳)

شاعر کے حالات

”ابوالولید حسان بن ثابت النصاری“، ان کا نقیس و اسطوں کے بعد یہ رب بن قحطان سے سلسلہ مل

- ۱۔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۲۲ ص ۲۲
- ۲۔ اس حدیث کو حاکم نے المسدر ک علی الحسنین ج ۲۳ ص ۱۵۲ (ج ۲۳ ص ۱۱۵) (ج ۲۲ ص ۲۲۶) پر نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح
المند ہے: اس کے علاوہ: تاریخ بغدادی ج ۲۳ ص ۵۴۳؛ ذخیر العقلي ص ۲۸؛ کشفية الطالب ص ۲۲۲، ۳۶۷، ۳۶۸ باب ۲۹؛
احیاء لیہت ص ۲۵۷؛ جمع الجواہ (جامع الاحادیث ج ۲۳ ص ۱۱۶) احادیث ۶۷۔ وغیرہ میں مختلف طرق سے یہ حدیث مذکور ہے۔
- ۳۔ کنز العمال ج ۲۶ ص ۲۱۹ (ج ۱۲ ص ۱۱۱) (ج ۲۲۲ ص ۲۹)

جاتا ہے۔ (۱) حسان کا خاندان شعر و ادب اور قصیدہ نگاری میں مشہور تھا۔ مرزا بانی لکھتے ہیں: علیل و ببرد کہتے ہیں کہ حسان کا خاندان شعر و ادب سے بھر پور تھا، ان میں چھ عظیم شاعر ہوئے ہیں: سعید، عبدالرحمن، حسان، ثابت، منذر، حرام۔ (۲)

حسان کے بیٹے عبدالرحمن بھی شاعر تھے۔ (۳) وہ میں انتقال کیا۔ حسان کی علمت کے تمام عرب قائل تھے۔ ان میں تین ممتاز ترین خصوصیتیں تھیں، وہ شاعر انصار تھے، زمانہ رسالت میں شعر کہتے تھے، اسلام کے زمانے میں یمن میں شعری حیثیت سے صرف وہی مسلمان تھے۔ ایک دن رسول نے پوچھا: تمہاری زبان میں کتنی باتیں باقی ہیں؟ حسان نے زبان نکال کر سلسلے ہوئے کہا: خدا کی قسم! اگر پھر پر گڑ دوں تو پچھت جائے، بال پر مار دوں تو چھل جائے (یعنی معنی آفرینی میں میرا جواب نہیں)۔ (۴) رسول خدا نے ان کے لئے مسجد میں نمبر نصب فرمایا تھا جس پر وہ مدح رسول کرتے تھے، رسول نے دعا دی: خدا حسان کو اپنی تائید سے سرفراز فرماتا رہے جب تک مدح رسول کرتے رہیں۔ (۵)

حضرت عمر کے زمانے تک تہی حالت رہی، ایک دن عمر نے نو کا: مسجد میں شعر پڑھتے ہو۔ فرمایا کہ میں اسی مسجد میں اس انسان کے سامنے بھی شعر پڑھتا تھا جو تم سے بہت بہتر تھا، انہوں نے مجھے نہیں نو کا۔ پھر ابو ہریرہ سے کہا: جو رسول سے ناہیں سنا دو کہ مجھے روح القدس کی تائید حاصل ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔

آبی ماکلی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر مسجد میں شعر خوانی پسند نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے مسجد کے باہر ایک وسیع میدان دیدیا تھا، فرماتے تھے: جیسے شعر پڑھنا ہو وہیں چلا جائے۔ (۶) ظاہر ہے کہ یہ حکم رسول کے خلاف تھا، اس سے قبل بھی طواف کعبہ کے موقع پر رسول نے عمر کو منع کیا تھا اور عبد اللہ بن رواحد کے شعر کے مفہوم کی طرف متوجہ کر کے فرمایا تھا کہ اس کے

۱۔ الاغانی ج ۲ ص ۱۳ (ج ۳ ص ۱۰۳)

۲۔ البیان و الحجیب ج ۱ ص ۲۸، ج ۷ ص ۱۵۰ (ج ۱ ص ۱۵۲، ۲۳)

۳۔ مسند رک حاکم ج ۲ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۵۵۵) ح ۶۰۵۸

۴۔ شرح صحیح مسلم ص ۳۱

الفاظ کفار کے لئے تیر سے زیادہ اثر رکھتے ہیں۔ (۱)

حسان بزدی میں مشہور تھے۔ اسد الفاب (۲)، غرالخصالص (۳) اور معارف ابن قتبہ (ص ۳۱۲) میں ہے کہ حسان نے کسی غزوہ میں شرکت نہیں کی۔ رسول کی پھوپھی صفیہ فرماتی ہیں کہ جنگ خندق کے موقع پر حسان ہم لوگوں کے ساتھ حصار میں تھے ایک یہودی اس حصار میں چکر لگا رہا تھا۔ بنقریظ بھی مسلمانوں سے جنگ کر رہے تھے ان سے معاهدہ ختم ہو گیا تھا۔ کوئی ہم لوگوں کا مد و گار نہیں تھا۔ میں نے حسان سے کہا: اس یہودی کو قتل کرو یا بھگاؤ تو حسان نے جواب دیا: خدا آپ کو معاف کرے میں بہادر نہیں ہوں۔ یہ کر خود چادر اوڑھی اور ایک ستون سے اس کو مارڈا۔ میں نے حسان سے کہا: اس کے کپڑے اتار لجھے میں عورت ہوں اس کے کپڑے نہیں اتار سکتی۔ حسان نے کہا: اے بنت عبدالمطلب! چھوڑ یے بھی، مجھے اس کے کپڑوں کی ضرورت نہیں۔ (۴)

حسان ان شعروں کے مصدق تھے:

”ہند نے مجھے شجاعت پر ابھارا، شاید وہ نہیں جانتی کہ بہادری و پریشانی کا چولی دامن کا ساتھ ہے نہیں نہیں خدا کی قسم! سمجھدار آدمی کبھی موت کی تمنا نہیں کرتا۔ کچھ لوگ جنگ پر آمادہ ہیں خدا ان کی محنت بر باد کرے وہ جنگ میں کو دپڑے ہیں۔ میں ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں نہ مجھے قتل کرنا پسند ہے نہ مقتول کے کپڑے اتارتا۔“

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کو طواط نے معارف ابن قتبہ سے نقل کیا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ مصری چاپ خانوں نے اس واقعہ کو اڑا دیا ہے۔

حسان نے ولادت رسول سے آٹھ سال قبل آنکھ کھوئی۔ انہوں نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۳۹۱ (ج ۹ ص ۲۰۷)؛ مختصر سی تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ ص ۱۵۲

۲۔ اسد الفاب ج ۲ ص ۶ (ج ۲ ص ۷)

۳۔ غرالخصالص ص ۲۵۵ (۲۵۸)

۴۔ اسد الفاب ج ۲ ص ۶ (ج ۲ ص ۷) نمبر ۱۱۵؛ سیرت بن بشام ج ۲ ص ۶ (ج ۳ ص ۲۲۹)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۱۳۰

(ج ۳ ص ۲۸۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۳۰۳؛ العابد عہدی ج ۱ ص ۲ (ج ۱ ص ۲۱۳) نمبر ۹

حاکم نے لکھا ہے کہ چار آدمیوں نے ایک ہی نسل کے ایک سو بیس سال عمر پائی: حسان بن ثابت بن منذر بن حرام۔ (۱)

حسان کی کنیت ابوالولید، ابوالمضر ب، ابوحسام، ابوعبد الرحمن تھی۔ لیکن چہلی زیادہ مشہور ہے، انھیں حسام بھی کہا جاتا ہے کیونکہ شعروں سے اسلام کا دفاع کیا، حاکم کے مطابق سانچھ سال حالت کفر اور سانچھ سال حالت اسلام میں گزارے، آخری زمانے میں اندھے ہو گئے تھے۔ بقول قیس ابن سعد

بصرات و بصیرت دونوں سے محروم ہو گئے تھے۔

چنانچہ جب حضرت علیؑ نے قیس کو حکومت سے معزول کیا تو حسان قیس کے پاس آئے اور علیؑ کی نذمت کرنے لگے۔ چونکہ حسان عثمانی ہو گئے تھے اس لئے قیس سے کہا کہ تم نے عثمان کو قتل کیا، اس لئے تم پر گناہ لد گیا ب تو تمہیں علیؑ نے بھی معزول کر کے تھیں اچھا بدال نہیں دیا۔

قیس نے غصہ میں کہا: اے دل اور آنکھ کے اندھے! اگر وہ خانوادوں کی جگہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن مار دیتا۔ پھر اپنے پاس سے دھنکار دیا۔ (۲)

حسان کی تاریخ دفات مترک میں ۵۵۷ھ اور ابن کثیر میں ۵۷۵ھ مورج ہے۔ (۳)

۱۔ مترک ح ۲۳ ص ۳۸۶ (ح ۳۳ ص ۵۵۳ ح ۶۰۵۷) اور راسد الغایۃ ح ۲۲ ص ۷ (نمبر ۱۱۵۳)

۲۔ تاریخ طبری ح ۵۵ ص ۲۲۳ (ح ۲۲ ص ۵۵۵ ح ۶۰۵۷)۔ شرح فتح البلاغ ابن الہدید ح ۲۳ ص ۲۵ (خطبہ ۲۶)

۳۔ مترک ح ۲۳ ص ۵۵۳ ح ۶۰۵۷؛ تاریخ ابن کثیر ح ۸۸ ص ۴

قیس انصاری

قلت لما بفی العدو علیا
حسبنا ربنا ونعم الوکيل
حسبنا ربنا الذى فتح البصر
رۃ بالامس والحادیث طویل
”جب دشمن نے ہم پر بغاوت کی تو میں نے کہا کہ ہمارا پروردگار ہمارے لئے کافی ہے اور وہ
بہترین کارساز ہے۔ ہمارے لئے وہی پروردگار کافی ہے جس نے بصرہ فتح کرایا تھا۔ اور اسکی کہانی
طویل ہے۔“

یہ تین اشعار قیسؑ کے ہیں:

| | |
|-----------------------|---------------------------|
| لسوانا اتی بہ التنزیل | وعلی امامنا وامام |
| و فهذا مولا خطب جلیل | یوم قال النبی من كنت مولا |
| حتم ما فیہ قال وقيل | ان ماقاله النبی علی الامة |

”اور علی ہمارے بھی امام ہیں اور ہمارے سواد و سروں کے بھی۔ اس سلسلے میں آیات بھی نازل
ہوئی ہیں۔ جس دن رسول خدا نے عظیم الشان خطبه ارشاد فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ مولا
ہیں، رسول خدا نے جو کچھ امت سے فرمایا وہ حقیقی ہے، اب اس میں ذرا بھی چون وچرا کی گنجائش نہیں۔“

شعری تنقیح

ان اشعار کو عظیم صحابی، سردار خزر رج ”قیس بن سعد بن عبادہ“ نے حضرت علیؑ کے سامنے صفين
میں پڑھا تھا۔ شیخ مفیدؒ نے ان اشعار کو لکھ کر فرمایا ہے کہ اس سے امامت امیر المؤمنینؑ کا شہود فراہم ہوتا

ہے، نیز یہ کہ صدر اول اسلام میں بھی شیعوں کا وجود تھا۔ مفترضہ کا یہ گمان غلط ہے کہ صدر اول میں شیعوں کا وجود نہیں تھا۔ (۱)

پھر معنی مولا کی تشریع میں قیس کا قصیدہ نقل کر کے کہا ہے کہ یہ بلاشبہ قیس ہی کا ہے اور قطعی شہادت ہے کہوں کو وہ خود واقعہ غدیر کے وقت موجود تھے۔ (۲)

ان کے علاوہ جن علماء نے یہ اشعار نقل کئے ہیں ان کے نام یہ ہیں:

شرفی رضی، شیخ عبید اللہ استر آبادی، علامہ کراجی، سبط بن جوزی، هبة الدین راوندی، ابوالفتوح رازی، قاضی نور اللہ شوشتری، علامہ مجلبی، سید علی خان اور بحرانی۔ (۳)

شاعر کے حالات

کنیت ابوالقاسم یا ابوالفضل، نام و نسب یہ ہے: قیس بن سعد بن عبادہ بن ولیم یا ولیم بن حارث بن خزیمہ ابن طبلہ ابن طریف ابن خزر ج ابن ساعدہ بن کعب بن خزر ج الکبر ابن حارثہ بن طبلہ۔ ماں کا نام فقیہہ بنت عبید بن ولیم۔ وہ بہادروں میں ممتاز تھے، فیاض اور زابہدو دیندار تھے۔

شرافت و بزرگی

قیلہ خزر ج کے خاندانی سردار تھے۔ (۴) جاہلیت و اسلام دونوں عہدوں میں ان کی بزرگی مسلم

۱۔ فصول مختارہ ج ر ۲۷ ص ۸۷

۲۔ فصول مختارہ ج ر ۲۷ ص ۸۷؛ متفقات مفید ج ۸ ص ۲۰

۳۔ خصائص الائمہ (ص ۳۲)، مقعی (ص ۱۳۶، ۱۳۲، ۱۳۳)، کنز الغواہ ص ۲۳۲ (ج ۲ ص ۹۸)؛ تذكرة المؤمنین ص ۲۰ (ص ۲۲۳)

۴۔ تفسیر ابوالفتوح رازی ج ر ۲۵ ص ۱۹۲ (ج ۲ ص ۹۷)؛ روضۃ الوعظین ص ۹۰ (ص ۱۰۳)؛ عیاس المؤمنین ص ۱۰ (ج ۲ ص ۲۲۸)

۵۔ بخاری انوار ج ر ۲۵ ص ۱۵۰ (ج ۲ ص ۲۳)؛ الدریجات الرفیعہ بحث جگ مخفین (ص ۳۳۵)؛ شکلول ج ر ۲۸ ص ۳۱۸

۶۔ کامل المبرد ج ر ۲۰۹ (ج ۱ ص ۲۱۹)؛ کتاب سلیمان قیس (ج ۲ ص ۸۷ ج ۲۲۷)

رہی ہے، سعد بن کوپناہ دیتے بھی مان لیتے تھے، بڑے مہمان نواز تھے۔ (۱)
ان کے والدان پارہ نقیبیوں میں تھے جنہوں نے اپنی قوم کے اسلام کی ضمانت رسول اسلام کے
سامنے لی تھی۔ نقیب ضامن کو کہتے ہیں۔ (۲)

ریاست و فرمان روائی

عہد رسول میں پوس افسر تھے۔ (۳) شہری انتظام ان ہی سے متعلق تھا۔ بعض غزوہات میں انصار
کا پرچم ان کے ہاتھوں میں رہا۔ صدقات کے انچارج تھے، اصابت رائے ایسی تھی کہ بعد رسول حضرت
علیٰ نے مصر کا گورنر بنایا۔ (۴) انہوں نے وہاں بڑا پاکیزہ انتظام کیا۔ گورنر بناتے وقت حضرت نے ان
کو فوجیت بھی فرمائی تھی۔ اوائل زیست الاول ۶۲ هجری میں وہاں کا چارج لے کر بہترین خطبہ فرمایا اور لوگ
اٹھ کر آپ کی بیعت کرنے لگے۔ آپ نے تمام علاقوں پر اپنے افسران معین کر دئے، عثمانیوں کا ایک
گاؤں خرتابی قبیلہ کنانہ کا ایک شخص یزید بن حارث آپ کی بیعت پر آمادہ نہیں ہوا اس نے کہلوایا کہ
اقدار آپ ہی کا لیکن مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ محمد بن مسلم وہاں انتقام خون عثمان پر لوگوں کو
اجھارتا تھا، آپ نے اسے حملکی دی اور وہ خاموش ہو گیا۔ جب تک امیر المؤمنین جنگ جمل کے لئے لکھے
تھیں مصر کے گورنر ہے۔ وہاں آپ نے صرف چار ماہ پانچ روز حکومت کی۔ جنگ جمل میں علیٰ کے ہمراہ
تھے اس کے بعد آپ کو آذربائیجان کا گورنر بنایا جب امیر المؤمنین نے معاویہ سے جنگ کا رادہ کیا تو قیس

-
- ۱- رجال کشی ص ۲۷ (ج ۱ ص ۳۲ نمبر ۲۲)؛ استیغاب ج ۲ ص ۵۲۸ (نمبر ۲۱۲۲)؛ اسد القابض ج ۲ ص ۲۱۵۳ (نمبر ۲۳۲۸)؛ البدایہ والہایہ ج ۸ ص ۹۹ (ج ۱ ص ۱۰)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۸۲ (ج ۷ ص ۱۱۲)
- ۲- تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۸۶ (ج ۷ ص ۱۱۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۹ ص ۲۲۸، ۲۳۶
- ۳- صحیح ترمذی ج ۲ ص ۳۱۷ (ج ۵ ص ۶۳۸)؛ بسنی بیہقی ج ۸ ص ۱۵۵، ۱۵۶ (ج ۳ ص ۱۳)؛ الاستیغاب ج ۲ ص ۵۲۸ (نمبر ۲۱۲۲)؛ اسد القابض ج ۲ ص ۲۱۵۳ (نمبر ۲۲۲۸)؛ الاصابہ ج ۵ ص ۳۵۳ (نمبر ۲۷۱)
- ۴- تہذیب العہد بیب ج ۲ ص ۳۹۲ (نمبر ۲۰۷)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۳۵
- ۵- تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۳۵۹، ۳۵۲)؛ البدایہ والہایہ ج ۸ ص ۹۹ (ج ۱ ص ۱۰)

کو خط لکھا کہ عبداللہ بن شبلی حسی کو اپنا جائشیں بنا کر جلدی سبے پاس آجائے۔ (۱)
 تاریخ طبری اور تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ امیر المؤمنین نے قیس کی سرپرستی میں عراق اور
 آذربایجان کی فوج کا افسر بنایا تھا۔ چالیس ہزار افراد نے حضرت کے ہاتھ پر مرنے مارنے کی بیعت
 کی تھی، قیس ان کے گمراں تھے، حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد امام حسن جائشیں ہوئے اور حکومت ان
 کے ہاتھ سے نکل گئی۔ (۲)

تدبر و معاملہ فہمی

قیس بڑے مدیر اور معاملہ فہم تھے، عظیم سیاست داں تھے، اس نے امیر المؤمنین ان کا بڑا احترام
 کرتے تھے، جب قیس مصر سے آئے تو حضرت نے ان سے معاویہ کی ریشہ دو ایشوں کا تفصیلی تذکرہ
 فرمایا کیوں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو برتنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے تھے۔ (۳)
 فتوں اور جنگ کی بخشوں میں غیر معمولی دوراندیشی کا مظاہرہ کرتے، وہ عرب کے پانچ عیاروں
 ، معاویہ، عمر و عاص، قیس بن سعد، مغیرہ اور ابن عدیل سے زیادہ چالاک اور معاملہ فہم تھے۔ (۴) جنگی
 پالیسی اچھی طرح مرتب کرتے، تھی اور شجاع بھی تھے۔ (۵)
 سیرت طلبی میں ہے کہ جو بھی معاویہ و عمر و عاص سے ان کی مقابلہ آرائی کو پڑھے گا وہ حیرت میں

- ۱۔ تاریخ طبری ج ۵۵ ص ۲۲۷ (ج ۲۲ ص ۵۳۹)، تاریخ کامل ج ۲۳ ص ۱۰۶ (ج ۲۲ ص ۳۵۲)، شرح ابن الجید مختزل ج ۲۲ ص ۵۹ (ج ۲۲ ص ۵۹)
- ۲۔ تاریخ طبری ج ۶۱ ص ۹۱ (ج ۵۵ ص ۱۵۸)، البدایہ والہبیہ ج ۸ ص ۱۳ (ج ۸ ص ۱۶)
- ۳۔ تاریخ طبری ج ۵۵ ص ۲۲۹ (ج ۲۲ ص ۵۵)
- ۴۔ تاریخ طبری ج ۶۲ ص ۹۳ (ج ۵۵ ص ۱۶۲)، تاریخ کامل ج ۲۳ ص ۱۳۲ (ج ۲۲ ص ۳۳۸)، اسد الغابیہ ج ۲۳ ص ۲۱۵ (ج ۲۲ ص ۳۳۸)، تہذیب العہدیہ ج ۲۲ ص ۵۳۸ (نمبر ۲۱۲۳)
- ۵۔ استیعاب ج ۲۲ ص ۵۳۸ (نمبر ۲۱۲۳)، اسد الغابیہ ج ۲۳ ص ۲۱۵ (نمبر ۲۳۳۸)، الاصابیہ ج ۲۳ ص ۲۳۹ (نمبر ۲۷۱۷)، تہذیب العہدیہ ج ۲۲ ص ۳۹۵ (نمبر ۲۰۲۷)، السیرۃ الحلبیہ ج ۲۳ ص ۹۳ (ج ۲۳ ص ۸۲)

ذوب جائے گا۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ علیؑ نے انہیں مصر کا گورنر بنا�ا اور انہوں نے اپنی ذہانت اور تدبیر سے معاویہ اور عمر و کام مقابلہ کیا۔ (۱)

امام حسنؑ نے بارہ ہزار فوج کا سردار بنا کر عبید اللہ بن عباس کو معاویہ کے مقابلہ میں روانہ کیا اور انہیں تاکید کروی کہ اہم موقعوں پر قیس سے مشورہ کرتے رہیں (تفصیل آئے گی)، وہ ہر طرح معاویہ پر بھاری پڑتے تھے۔ جب مصر سے مدینہ پٹے تو مردان و اسود نے قیس کو ڈرایا دھکایا، قیس جا کر امیر المؤمنینؑ سے مل گئے، معاویہ نے اسود و مردان کو بڑا خشکیں خط لکھا کہ اگر تم لوگ ایک لاکھ جنگی اہروں سے بھی علیؑ کی مدد کرتے تو مجھے اس قدر دکھنے ہوتا، جس قدر تمھارے برتاؤ کی وجہ سے قیس کو علیؑ سے ملانے پر ہوا ہے۔ (۲)

قیس مکار نہیں تھے، اپنے کو مکاری سے بلند بھتتے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر میں نے رسول خدا سے نہ سنा ہوتا کہ مکار چہنی ہوتا ہے تو میں اس امت کا مکارتیں فرد ہوتا (۳)۔ نیز فرمایا: اگر اسلام ٹیش نظر نہ ہوتا تو میرے جیلوں کی تمام عرب تاب نہ لاسکتے۔

قیس کی دورانی شی کا مقابلہ صرف عبد اللہ بن بدیل ہی کر سکتے تھے کیون کہ دونوں ہی حضرت علیؑ کے صحابی تھے اور ایک ہی چشمہ سے سیراب ہوتے تھے۔

مالک اشتر کی قوت ایمانی و دوراندیشی دیکھئے اور پھر ملاحظہ فرمائیے کہ جب کچھ لوگ حضرت علیؑ سے ثوٹ کر معاویہ کے کمپ میں چلے گئے تھے، مالک نے حضرت علیؑ سے اجازت طلب کی کہ ان پر ٹوٹ پڑوں؟ امام نے مشورہ نہ مانا تو غصے میں بھرے واپس ہو رہے تھے، قیس نے انہیں سمجھایا کہ بینے کی شکن ختم کرو، کیوں کہ صبر کا تقاضہ ہے تسلیم اور عجلت کا تقاضہ ہے دلجمی۔ حکم دیا جائے تو اطاعت کیا کرو، اپنے

۱۔ البدریہ والہایہ ج ۸۸ ص ۹۹ (ج ۸۸ ص ۷۰)

۲۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۵۳ (ج ۵ ص ۹۳ حادث ۲۸۰)

۳۔ اسد الغائب ج ۲ ص ۲۱۵ (نمبر ۲۳۸۸)؛ البدریہ والہایہ ج ۸ ص ۱۰۱ (ج ۸ ص ۱۰۹)

۴۔ الدرجات الرفيدة (ص ۳۲۵)؛ الاصابیح ج ۳ ص ۲۳۹ (نمبر ۷۷۱)

مولانا کو مشقت میں نہ ڈالو۔ (۱)

امیر المؤمنین خلیفہ ہوئے تو معاویہ کو معزول کر دیا، مغیرہ نے حضرت کو مشورہ دیا کہ آپ معاویہ کو حکومت پر باتی رہنے دیجئے۔ جب حالات سدھ رہ جائیں تو معزول کر دیجئے گا۔

حضرت نہ مانے تو وہ واہیں چلا گیا۔ قیس نے امام سے فرمایا: اگر آپ معاویہ پر غالب آگئے تو آپ کامنزب بن جائے گا اور اگر معاویہ آپ پر غالب آگیا تو اس مشورے کی وجہ سے معاویہ کا مقرب بن جائے گا۔

تمام سورخوں نے ان کی جنگی مہارت تسلیم کی ہے۔ قیس رسول اعظم کے برہنہ تکوار اور امیر المؤمنین کے بعد سب سے زیادہ شدت پسند تھے۔ (۲) معاویہ کی سیاست پر بوجہ اور اکیلے ایک لاکھ سا ہیوں کے برابر تھے۔ معاویہ نے جنگ صفين میں کہا تھا کہ خدا کی قسم! اگر ہاتھیوں کا جہنڈ رکاوٹ نہ پیدا کرے تو قیس کل تک ہم سب کا صفا یا کر دیں گے۔

ان کی زندگی کے میدان عمل کو دھوپوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: عہد نبوی، اور عہد علوی۔ عہد نبوی میں وہ بدر، احمد، حسین، خبیر و خندق میں موجود تھے (۳) اور انصار کا پرچم اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے عہد علوی میں بھی وہ ہر حجاز پر آگے آگے رہے۔ وہ کہتے تھے:

”مولانا! چونکہ آپ ہدایت پر ہیں اس لئے مجھے آپ سے زیادہ کوئی محظوظ نہیں، اگر آپ کو گم کر دیں تو زمین و آسان میں گھپ اندر ہرا ہو جائے۔ اگر معاویہ کو اس کی عیاریوں کے لئے آزاد چھوڑ دیں تو مصر کو تباہ کر دے گا۔ میں میں فساد پھیلانے گا، عراق کو طمع والائی سے منتشر کر دے گا آپ اہل عراق و جاز کو ساتھ لے کر اسے کسی حال میں مت چھوڑ دیئے، اس کی ناک میں دم کر دیجئے۔“

حضرت نے فرمایا: شاباش! تم نے بڑی اچھی بات کی۔ (۴)

۱۔ امامی شیعہ طوی میں ۸۶۰ (ص ۷۱۷) ح / ۱۵۱۸ (ص ۳۸۰)

۲۔ ارشاد القلوب ح / ۱۰۳ ص ۲۰۰ (ح ۲۵۲ ص ۱۰۶)؛ تاریخ بغدادی ح / ۱۰۳ ص ۲۷۷؛ تاریخ کامل ح / ۱۰۳ ص ۲۵۲ (نمبر ۵۲۷)؛

اسیرۃ الحلبیہ ح / ۱۰۳ ص ۹۳ (ح ۳ ص ۸۲)؛ تاریخ طبری (ح ۳ ص ۵۵۲) حادث (۱۰۷)

۳۔ امامی شیعہ طوی میں ۸۵۰ (ص ۱۱۶) ح / ۱۵۱۸ (ص ۱۱۶)

حضرت نے امام حسن و عمار یاسر کے ساتھ قیس کو کوفہ روانہ فرمایا، وہاں امام حسن اور عمار کے بعد انہوں نے تقریر فرمائی: لوگو! اگر ہم معاملہ خلافت کو شوریٰ کے معیار پر بھی پرکھیں تو سب سے زیادہ حقدار علیٰ ہی نٹھریں گے، کیوں کہ ان کے پاس سبقت اسلامی اور ہجرت ہے، وہ علم سے بھر پور ہیں، جو بھی خلافت علیٰ کا انکار کرے اس کا قتل جائز ہے۔ طلحہ وزیر نے بیعت کر کے لڑ دی، ان کے بعد دوسروں نے تقریریں کیں۔

قیس عرصہ گہجہ جہد مسلسل میں اپنی عملت و جلالت سے بہادروں کے پتے پانی کرتے نظر آئے ہیں۔ امیر المؤمنین نے شام کی طرف حرکت کرنے سے قبل مہاجرین و انصار کے گروہ سے رائے طلب کی تو قیس نے فوراً تقریریں میں کہا: آپ بغیر پس و پیش کئے فوراً تشریف نے چلیں کیونکہ ان کے ساتھ جہاد کرنا ترک و دیلم کے جنگ سے زیادہ محظوظ ہے۔ پھر اس کے بعد ان کے کوت قوت بیان کئے۔ حصہ کا بیان ہے کہ جنگ صحن میں امیر المؤمنین نے رسول خدا کا خصوصی پرچم لہرایا جو اس سے قبل نہیں لہرایا گیا تھا، مہاجرین و انصار اسے دیکھ کر رونے لگے، آپ نے وہ پرچم قیس کے حوالے کیا۔ (۱) جب معاویہ کو اپنی ناکامی اور گلکست کا یقین ہونے لگا تو اس نے عمر و عاص، بسر بن ارطاء، عبید اللہ بن عمر، عبد الرحمن بن خالد کو بلا کران سے کہا کہ مجھے اصحاب علیٰ نے سخت اندوں کھین کر دیا ہے، سعید بن قیس ہمان میں، اشتراپ پنے قبیلہ میں، مرقال (ہاشم بن عتبہ) عدی بن حاتم اور قیس بن سحد انصار میں۔ نہ کوئی والوں نے تمہاری حفاظت کی، میں تمہاری وجہ سے شرمندہ ہوا، تم قریش میں سے ہوئیں چاہتا ہوں کہ لوگ تمہیں بے نیاز سمجھیں، لہذا مذکورہ افراد میں سے ہر ایک سے مقابلہ کرنے کے لئے تم میں سے ایک کو محسن کر رکھا ہے، کیا تم مجھے یہ اختیار دیتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا: تمہیں یہ اختیار حاصل ہے۔ معاویہ نے کہا: سعید بن قیس اور اس کے قبیلے سے مقابلہ کی ذمہ داری مجھ پر ہے، کل ہی سے میں اپنا کام شروع کر رہا ہوں۔ اور اے عرو! تمہیں نبی زہرہ کے ایک آنکھ والے (مرقال) کو دیکھنا ہے اور اے بسر! قیس بن سحد سے تم

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۲۵ (ج ۳ ص ۳۳۶)؛ استیعاب ج ۲ ص ۵۲۹ (قسم الثالث ص ۲۹۲ نمبر ۲۱۲۳)؛ اسد القابہ ج ۳ ص ۲۱۶ (ج ۳ ص ۳۲۶ نمبر ۳۲۸) مناقب خوارزمشاهی ص ۱۲۲

کو پہنچتا ہے اور اے عبید اللہ! تم کو اشتخرخی سے اور عبد الرحمن تم کو عذری بن حاتم سے نبرداز مائی کرنا ہے۔ اس طرح اس نے سعید سے خود اور عمر و کو مر قال سے اور بسر کو قیس سے نبرداز مائی کا حکم دیا۔ تیسرا دن برسنے اپنے دستے کے ساتھ قیس پر حملہ کیا، قیس نے رجز پڑھ کر شیر زکی طرح حملہ کیا، برسنے بھی رجز پڑھ کر حملہ کیا دیرینک تواریخی روی، قیس بھاری پڑھ رہے تھے۔ (۱)

معاویہ نے نعمان بن بشیر اور محمد بن مسلمہ انصاری کو بلا کر کہا: مجھے اوس و خزر ج نے پریشانی میں ڈال دیا ہے، گلے میں تکوار لٹکائے للاکارتے پھر رہے ہیں۔ میں جب بھی کسی مقتول کیلئے پوچھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ انصاری نے قتل کیا ہے۔ اس کے بعد انصاریوں پر غم و غصہ کا اظہار کیا جس کے جواب میں نعمان نے اور مسلمہ نے بھی کھڑی کھڑی سنائی۔ جب قیس کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انصاریوں کو حجج کر کے معاویہ کے خلاف شدید اور خوزینہ حملے کیلئے سب کو ابھارا۔ (۲)

اسی طرح معاویہ نے بزرگان انصار عقبہ، ابو مسعود، بر ابن عاذب، عبد الرحمن بن ابی سلیلی، زید بن ارقم اور خزینہ وغیرہ... کو خط لکھ کر سرزنش کی۔ انہوں نے معاویہ سے ملاقات کی تو معاویہ نے کہا: آپ لوگ قیس کو سمجھائیے۔ انہوں نے قیس سے کہا کہ معاویہ آپ کو گالیاں دینا نہیں چاہتے، آپ بھی گالیوں سے زبان روکئے۔ قیس نے فرمایا: میرے جیسا آدمی گالیاں کیا دے گا، لیکن میں زندگی کی آخری سانسوں تک معاویہ سے جنگ کرتا رہوں گا۔

اسی طرح ایک بار معاویہ نے شامیوں سے انصار کا مقابلہ کرنے کو کہا جب سامنا ہوا تو معاویہ گالیاں لے کر نکلنے لگا۔ گالیاں سن کر نعمان کو غصہ آگیا تو خشماد کر کے معاویہ نے اسے راضی کر لیا اور کہا کہ جا کر قیس کو سمجھائے کہ جنگ سے بازا آئیں۔ نعمان نے آکر قیس کو سمجھا دیا لیکن قیس نے کہا کہ اگر تمام عرب بھی ایکا کر لیں تو بھی معاویہ سے جنگ کرتا ہی رہوں گا۔ قیس جنگ شہزادان میں بھی علیٰ کے ساتھ تھے۔ بڑی موثر تقریر فرمائی اور جنگ کی۔ (۳)

۱۔ کتاب صفين ص ۲۲۶ (ج ۲۲۸) (۲۲۷-۲۲۸ ص ۲۵۰، ۲۵۱)

۲۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۸۳)

۳۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۸۳)؛ البدریہ والہایہ ج ۲ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۹۰)

عہد رسول اور عہد علی کی طرح امام حسن کے زمانے میں بھی قبیل کا وہی انداز رہا۔ جب امام حسن نے عبید اللہ کی سر کردگی میں فوج روادہ کر کے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی حادثہ پیش آئے تو قبیل و سعید سے مشورہ کرتے رہنا۔ عبیدہ کا مقام حیوضہ پر معاویہ سے سامنا ہوا، ایک جھڑپ کے بعد رات میں معاویہ نے کہلا بھیجا کہ امام حسن نے مجھ سے صلح کر لی ہے، وہ حکومت میرے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔ اگر بھی تم مجھ سے مل جاؤ تو ایک لاکھ انعام دونگا۔ فوراً آدمی رقم آ کر لے جاؤ۔ ورنہ تمہیں بہر حال میری بیعت کرنی پڑے گی۔ رات کے نائب میں عبید اللہ معاویہ کے لئکر میں داخل ہو گئے۔ صبح لوگوں نے انہیں تلاش کیا تو غائب تھے۔ قبیل بن سعد نے لوگوں کو نماز صبح پڑھا کر اطاعت امام اور ثبات قدم کی تاکید کی۔ اور مشورہ کر کے حملہ کرنے کا حکم دیدیا۔ بسر بن ارطاة نے چلا کر کہا: عراق تو! تمہارے سردار نے معاویہ کی بیعت کر لی ہے اب تم کیوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالتے ہو، قبیل نے پکار کر کہا: تم لوگ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرلو یا بغیر امام کے جنگ یا گراہ کی بیعت۔ سب نے بغیر امام کے جنگ پر آمدگی ظاہر کی اور صفیں ایک دوسرے میں گتھ گئیں۔ معاویہ نے قبیل کو خط لکھ کر بہت لانچ دی لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے، فرمایا کہ ہمارا تمہارا فیصلہ نیزے کی نوک سے ہو گا۔ (۱)

اس تفصیل کو یقوبی نے بھی لکھا ہے۔ اتنا اضافہ ہے کہ معاویہ نے جاسوسوں کے ذریعے امام حسن کے لئکر میں یہ خبر پھیلادی کر قبیل نے صلح کر لی اور معاویہ سے جاتے ہیں اور قبیل کے لئکر میں اڑا دیا کہ امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی ہے۔ (۲)

استیحاب میں ہے کہ قبیل نے پانچ ہزار فوجیوں پر مشتمل مقدمہ اجٹش ترتیب دیا تھا جنہوں نے سر ترشوا کر معاویہ سے مرنے کا عہد کیا ہوا تھا۔ جب امام حسن نے صلح کر لی تو ان لوگوں سے کہا کہ کہو تو ہم سبھی معاویہ سے لڑتے ہوئے موت سے ہمکنار ہو جائیں یا پھر امان طلب کریں۔ قبیل معاویہ کی بیعت پر کسی طرح راضی نہیں ہو رہے تھے۔ سب نے امان طلب کی، قبیل صلح کر کے مدینہ پلے گئے۔ (۳)

۱۔ شرح ابن الجید ح ۲۳ ص ۱۰۲ (ج ۱۲ ص ۲۲۲)

۲۔ تاریخ یقوبی ح ۲۲۵ ص ۱۹۱ (ج ۲ ص ۲۱۳)

۳۔ استیحاب ح ۲۳ ص ۱۹۱ (ج ۲ ص ۲۲۵)

داستان فیاضی

قیس کی فیاضی کے قصے بہت زیادہ ہیں خود رسول خدا فرماتے تھے کہ فیاضی تو اس خاندان کی گھٹنی

میں ہے۔ (۱)

قیس نے اپنا مال توے ہزار میں معاویہ کے ہاتھ فروخت کر کے اعلان کر دیا کہ جسے قرض چاہئے آکر لے لے۔ چالیس یا پچاس ہزار قرض دیا بقیہ بخشش کر دی۔ جب بیمار ہوئے تو بہت کم لوگ عیادت کے لئے آئے۔ اپنی زوجہ قریبہ ابو مکر کی بہن سے پوچھا: لوگ کم کیوں آ رہے ہیں؟ جواب دیا کہ آپ کے قرض کا بوجھ ہے یہ سن کر تمام قرض معاف کر کے رسیدیں والہیں کر دیں۔ (۲) پھر تو اتنے لوگ عیادت کے لئے آئے کہ بام خانہ منہدم ہو گیا۔

جا بر کا بیان ہے کہ ہم لوگ قیس کی گھٹنی میں کسی نہم پر جاری ہے تھے، قیس نے نور ۹ اوونٹ سے ہم لوگوں کی ضیافت کر دی۔ خدمت رسالت میں تذکرہ ہوا تو رسول نے فرمایا فیاضی تو اس خاندان کی گھٹنی میں ہے۔ (۳)

معاویہ نے مردان کو لکھا کر کیا کہ کثیر بن صلت کا گھر خریدلو۔ کثیر نے انکار کیا تو معاویہ نے لکھا کہ میرا قرض گھٹنی سے وصول کرو۔ مردان نے کثیر کو تین دن کی مهلت دی کہ قرض ادا کر دے، کثیر نے کسی طرح تین ہزار فراہم کئے۔ جب قیس کو معلوم ہوا تو آپ نے بقیہ بیس ہزار رقم دیدی۔ جب مردان نے دیکھا کہ رقم فراہم ہو گئی تو قرض معاف کر دیا۔ کثیر نے وہ رقم قیس کو واپس کرنا چاہی لیکن قیس نے لینے سے انکار کر دیا۔ (۴)

کامل مبروہ میں ہے کہ ایک بڑھانے قیس سے کہا کہ میرے گھر میں چوہ ہے نہیں ہیں (یہ گھر میں اناج

۱۔ استیاب ج ۲۲ ج ۵۰۵ (نمبر ۲۱۲۲)؛ اصلیۃ ج ۵ ج ۲۵۳ (نمبر ۱۷۷)

۲۔ الاصالیۃ ج ۲۲ ج ۲۵۲ (ج ۳ ج ۲۲۹ نمبر ۱۷۷)

۳۔ تاریخ بغدادی ج ۲۲ ج ۱۷۷؛ البدریۃ والثانیۃ ج ۸ ج ۲۶ (ج ۸ ج ۱۰۸)

۴۔ الاستیاب ج ۲۲ ج ۵۰۵ (نمبر ۲۱۲۲)؛ تہذیب الجہد بیب ج ۸ ج ۳۹۸ (ج ۸ ج ۲۵۳ نمبر ۲۰۲)

نہ ہونے کا لطیف کنایہ تھا) قیس نے کہا: تیر انداز سوال براخوبصورت ہے، میں تیرے گھر میں ڈیگر سارے چوہے بھر دوں گا۔ پھر ان کا کھانا بھجوادیا۔ (۱)

اسی کامل میں ہے کہ قیس کے والد کا انتقال ہوا۔ اس وقت تک ایک بچے کا حمل ظاہر نہیں ہوا تھا سحمد بن عبادہ نے مدینے سے نکلنے سے قبل ہی سارا تر کر وصیت کے ذریعہ تقسیم کر دیا تھا۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو عمر ابو بکر نے نومولود کو بھی ترکہ دلوانا چاہا پھر قیس سے کہا کہ باپ کی وصیت کا الحدم کر کے بچہ کو بھی حصہ دو۔ قیس نے جواب دیا: اپنے حصہ سے اس بچہ کو دے سکتا ہوں لیکن وصیت میں تغیر و تبدل نہیں کر سکتا۔ (۲)

قیس نے ایک سریہ میں جاتے وقت راستے بھر لوگوں کو کھانا کھلایا اور قرض دیا۔ (۳) ابو بکر و عمر بھی ساتھ تھے، یہ دونوں کہنے لگے کہ اگر قیس کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو باپ کا سارا مال ضائع کر دے گا۔ لوگوں کو قرض لینے سے منع کرنے لگے، جب سعد کو معلوم ہوا تو رسول اللہؐ کے پیچے کھڑے ہو کر کہنے لگے: ارے کوئی ہے جو مجھے ابو قافہ اور خطاب کے بیٹے سے بچائے، یہ دونوں میرے بیٹے کو کنجوی کی طرف ڈھکیل رہے ہیں۔ (۴) ایک دوسری روایت میں ہے کہ سعد نے ان دونوں سے کہا کہ ہم کنجوی کر ہی نہیں سکتے۔ (۵)

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ قیس کے پاس ایک برا برتن تھا سفر میں ساتھ رکھتے تھے۔ کھانے کے وقت اعلان کر دیتے تھے کہ جس کو گوشت کھانا ہو دست خوان پر آجائے، یہ طریقہ باپ دادا سے تھا۔ اہن عدی کہتے ہیں کہ کعبہ کے پاس تین آدمیوں میں بحث ہو گئی کہ سب سے زیادہ تھی کون ہے؟

۱۔ کامل مہر درج رام روس (ج ۱۰۹ ص ۳۰۹)

۲۔ کامل مہر درج رام روس (ج ۱۰۹ ص ۳۱۰) اہن عبد البر نے استیاب ح ۲۲۶ ص ۵۲۵ (نمبر ۲۱۲۳) پر روایت نقل کرنے کے بعد راویوں کی توشنی کی ہے

۳۔ رشتری کی ریتی الاء الرار (ج ۱۰۹ ص ۹۱)؛ استیاب ح ۲۲۶ ص ۵۲۶ (نمبر ۲۱۲۳)؛ البدریۃ والہلیۃ ح ۸۸ ص ۱۰۰ (ج ۸۸ ص ۱۰۸)

۴۔ اسد القابض ح ۲۲۵ ص ۲۱۵ (ج ۲۲۸ ص ۲۲۵ نمبر ۲۲۲۸)

۵۔ الدرجات الرفیعیہ ح ۲۳۵ ص ۲۳۵ (ج ۱۰۸ ص ۱۰۸ نمبر ۲۵۵)

۶۔ البدریۃ والہلیۃ ح ۸۸ ص ۹۹ (ج ۸۸ ص ۹۹)

ایک ”عبداللہ بن جعفر“ کا نام لے رہا تھا، دوسرا ”عرب ابادی“ کا، تیسرا ”قیس“ کا۔ کافی گرام بحث ہوئی آخراً یک شخص نے فیصلہ کیا کہ تینوں اپنے اپنے مددوں کے پاس جلد جائیں کہ کتنا دیتا ہے فیصلہ ہو جائے گا۔

عبداللہ بن ابادی طرف جانے کے لئے پاب رکاب تھے۔ اس نے صد الگائی تو عبد اللہ گھوڑے سے اتر کر بولے اس پر سوار ہو جاؤ اس پر جو کچھ ہے سب تمہارا۔ قیس کے یہاں صد الگائی تو کنیز نے کہا: صاحب خانہ کو جگانے کی ضرورت نہیں، اصطبل سے موٹا، تازہ اونٹ اور غلام لے کر چلے جاؤ۔ قیس جا گئے تو واقعہ معلوم ہوا اسی وقت کنیز کو آزاد کر دیا اور کہا کہ مجھے جگایا کیوں نہیں؟ اس کو اتنا دیتا کہ کبھی محتاج نہ ہوتا، پتہ نہیں تو نے اس کی ضرورت بھر دیا کہ نہیں۔

عز اب نماز پڑھنے کے لئے دو غلاموں کا سہارا لئے گھر سے جا رہا تھا۔ سائل نے حاجت بیان کی تو سہارا چھوڑ کر دیوار کا سہارا پکڑ لیا اور چلانے لگا۔ ہائے ہائے۔ میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ سائل کو دو غلاموں سے زیادہ کچھ دے سکوں تم ان دونوں غلاموں کو لے جاؤ اور حق کر اپنی ضرورت پوری کر لو۔ سائل نے کہا: ہرگز نہ لوں گا۔ عز اب نے کہا: لیتے ہو یا نہیں آزاد کر دوں؟

لوگوں نے فیصلہ کیا: ”عبداللہ نے ڈھیر ساری دولت دی، وہ کریم ہیں۔ قیس فیاض ہیں لیکن بخی ترین انسان تو عز اب ہی ہے جس نے اپنا سب کچھ دیدیا۔“ (۱)

داستان خطابت

قیس کو معالم دیپے میں مہارت، قرآن وہست پر عبور اور ابہام کلام کی معرفت تھی۔ وہ یادہ گوئی میں شگاف ڈال دیتے۔ نظریاتی وکالت مسترد کرنے کا اچھا سلیقہ تھا۔ کلام اصل سرچشمہ سے سنوارتے، خطابت و قیض ہوتی، بات کو توڑ کر ربط پیدا کرتے، صلاحت بیان، حسن تقریر، طلاقت لسانی، احتجاج اور مناظرے کی برجستہ گوئی کا دلآل ویز اسلوب۔ ان تمام باتوں کو بھر پور استدلال کے ساتھ سامنے لے کر

۱۔ البدایہ والہایہ ج ۸۰ ص ۱۰۸ (ج ۸۸ ص ۱۰۸)

پھونچاتے۔ وہ توارکے ساتھ زبان کے بھی دھنی تھے۔ وہ انصار و خزر ج کے خطیب، شیعیت کے بلند قامت متكلم اور عترت طاہرہ کی بولتی زبان تھے۔ حجاج وائل سے زیادہ خطیب، قس الایادی سے زیادہ طرار اور قطاء سے زیادہ صدق مقال تھے۔ معاویہ نے صحنیں میں بھی تو کھا تھا کہ اصل میں انصار کا خطیب قس ہے وہ روزانہ نئے آہنگ کے ساتھ نطق بارہوتا ہے۔

امیر المؤمنین نے ان کی شعلہ بیانی پر فرمایا تھا: بخدا! واه، تم نے نفسی ترین بات کی، اب مجھے کسی دوسرے مشورے کی ضرورت نہیں۔ امیر المؤمنین کی اس سند کے بعد دوسری بات کی گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے۔

تذکرہ زہد

ہم اس موضوع پر سلف کے میلانات و حالات بیان کرنے کے بجائے موعظہ حسنہ اور فلسفہ اخلاق کے ذریعے اصلاح نفس کے اسباق نمایاں کرنا چاہتے ہیں۔ اسی کے ساتھ شیعوں اور اہلیت کے دشمنوں سے جو نمونے ظاہر ہوئے وہ منطقی نتیجہ تھا، یعنی جو لوگ اہلیت سے وابستہ ہیں وہ بلند طبع اور روحانی سالمیت کے منصب دار ہیں اور جو لوگ اہلیت سے دور ہیں وہ خبر و سعادت سے بھی دور ہیں۔ اسی طرح علوی و اموی دونوں گروہ کے معیار بھی الگ الگ ہیں۔ مثلاً قیس اور عمر و عاصی دو علامتیں ہیں۔ دونوں کے حالات پڑھ کر فیصلہ کیجئے کہ محاسن و فضائل کس کے پاس ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ قیس ہی کو پائیں گے یعنی اگر محاسن مجسم ہوں تو وہ قیس کی صورت بنے۔ اس کے برخلاف دشمنان اہلیت کے یہاں پستی ہی پستی اور ذلت ہی ذلت ہوگی۔

ایک مثالی حق ان دونوں مثالی کرواروں میں سے ایک کو پسند کرے گا، بشرطیکہ وہ خواہشات اور ضدو عناد سے الگ ہو، مثال کے طور پر خوارج کے متعلق کہہ دیا جاتا ہے کہ وہ خاطی مجتہد تھے۔ ان کے لئے ایک اجر ہے یا تمام صحابہ عادل ہیں چاہے ان سے ناپسندیدہ افعال ہی سرزد ہوئے ہوں، لعنت اور سب دشمن کی رسم جاری کی ہو، قتل و قتال کیا ہو، اسی بنابر جنگوں میں پیش آنے والے واقعات سے اندازہ

ہو جاتا ہے کہ خدا کا افضل ترین بندہ امام عادل ہے اور بدترین بندہ امام ظالم ہے۔

قیس کے تمام خطبوں میں ان کی پاکیزہ تقدیس کی جملیاں ہیں ان کے تمام احوال و آثار میں آرائش دنیا سے کنارہ کشی، محارم سے احتساب اور صلابت فی اللہ کے ساتھ شعائر کی تظمیم کے مظاہرے ہیں۔ اسی لئے مسعودی کہتے ہیں کہ زید و دیانت اور علی سے وابستگی کے سلسلے میں قیس کا مقام بہت بلند ہے۔

نماز میں یہ خصوع و خشووع انہیں دراثت میں ملا تھا، ان کے باپ نے وصیت کی تھی کہ نماز پڑھتے وقت یہ بات ملحوظ خاطر رکو کر جیسے تم آخری نماز ادا کر رہے ہو۔

قیس کی دعاوں میں بھی ان کا زہد واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ (۱) تاریخ خطیب میں ان کی دعا کے یہ فقرے موجود ہیں: اللهم ارزقنى حمدا و مجدا فانه لا حمد الا بفعال و لا مجد الا بمال اللهم وسع على فان القليل لا يسعنى ولا اسعد۔ (۲)

فضل و داش

قیس کے خطبے، خطوط اور حاضر جو ایساں ان کی معرفت قرآن و حدیث کی گواہ ہیں۔ ان کے باپ سعد نے ان کو رسول اکرمؐ کے حائل کر دیا تھا۔ (۳) وہاں دس سال تک یا اس سے بھی زیادہ سفر و حضر میں ہم رکا ب رہے۔ (۴)

قیس خود بھی ذہین تھے، رسولؐ نے بھی توجہ سے اصلاح نفس کی، وہ خدمت رسولؐ میں آقا زادے کی

۱۔ ان کے زید کی مزید داستانیں درج ذیل کتابوں میں موجود ہیں: استیحاب حرج راس ۵۲۲ (نمبر ۲۱۲۲)؛ مردوخ الذهب حرج راس ۲۳ (ح ۲۷ ص ۲۷)؛ تاریخ ابن عساکر حرج راس ۹۰ (ح ۷ ص ۱۲۵)، مختصر تاریخ ابن عساکر حرج ۹ ص ۲۳۵ (نمبر ۲۲۵)؛ البدایہ والہلیۃ حرج راس ۱۰۰ (ح ۸ ص ۱۰۸)۔

۲۔ الدرجات الرفيعة (ص ۳۲۵)؛ تاریخ بغداد حرج اصل ۹۷ نمبر ۱۷۱

۳۔ اسرالغائب حرج راس ۲۱۵ (ح ۲۷ ص ۳۲۵) (نمبر ۲۳۲۸)

۴۔ البدایہ والہلیۃ حرج راس ۹۹ (ح ۸ ص ۱۰۷)؛ اصحاب حرج راس ۲۵۲ (نمبر ۱۷۱)

طرح رہے غلاموں کی طرح نہیں۔ جس طرح ایک شاگرد استاد کے سامنے اکتساب فیض کرتا رہتا ہے۔ قیس کا بیان ہے کہ ایک بار رسول اکرم میری طرف سے گزرے، میں نماز پڑھ رہا تھا، فرمایا: میں تجھے باب جنت کی نشاندہی کروں؟ میں نے عرض کی: مجی ہاں! فرمایا: کثرت سے "لا حول ولا قوة الا بالله" پڑھا کرو۔ (۱)

بعد رسول انہوں نے علیؑ سے علم حاصل کیا۔ اس کی تقدیق معاویہ کے مکالے سے ہوتی ہے، ایک مناظرے میں انہوں نے امیر المؤمنینؑ کی شان میں آیات و احادیث بیان کیں، معاویہ نے پوچھا: فرزند سعد! تم نے یہ سب کہاں سے حاصل کیا، کس سے روایت کرتے ہو، کس سے سنا، کیا تمہارے باپ نے کہا.....؟

قیس نے جواب دیا: میں نے ان مطالب کو اس سے سنائے ہے جو میرے باپ سے بھی افضل تھا، اس کا حق میری گردن پر باپ سے بھی زیادہ تھا۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کون ہے؟ جواب دیا: علیؑ ابن ابی طالب! جو اس امت کے عالم اور خانیت کے تقدیق کرنے والے تھے۔

ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں حقوق اسلامی پر مہارت حاصل تھی، اپنے آقا سے بے اندازہ اسرار کا اکتساب کیا تھا۔ علوم اسلامی میں بھرپور سوچ، پختہ ایمان، معرفت اولیاء اور تحفظ ولایت کے لئے موت کے منہ میں چھلانگ لگانا، کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، یہ تمام باتیں ان کی زندگی میں بھرپور پڑی ہیں۔ وہ منافقوں کے سامنے ہمیشہ ذلیل رہے، مودت کی وجہ سے لوگوں کا عناد برداشت کرتے رہے، دین کے معاملے میں کسی مادی فائدہ کی پرواہ نہ کی اور نہ اقتدار سے مرعوب ہوئے۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ نے قیس کو مصر سے معزول کیا تو حسان ان سے مل کر ملامت کرنے لگے: تم نے عثمان کو قتل کیا اور علیؑ نے حکومت مصر بھی چھین لی، اب تمہارے کھاتے میں صرف گناہ ہی رہ گیا ہے۔ قیس نے انہیں ڈانتا: اے دل اور آنکھ کے اندر ہے! بخدا! اگر قبیلوں میں تکوار چلنے کا اندر یہ شہنشہ ہوتا تو ابھی تیری گردن اڑا دیتا۔ (۲)

۱۔ اسد الغافر ج ۳ ص ۲۱۵ (ج ۳ ص ۲۲۵ نمبر ۲۲۸)

۲۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۳۱ (ج ۳ ص ۵۵۵ حادث ل ۲۴)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۵ (ج ۶ ص ۶۲ خطبہ ۶۷)

اگر قیس ہو شمندی اور دوراندیشی میں طاق نہ ہوتے، اجتماعی و سیاسی امور کے مہر نہ ہوتے تو حضرت علیؓ کبھی انھیں حکومت مصر حاصل نہ کرتے۔ حضرت نے ان سے فرمایا: جو کچھ خدا نے تم کو سکھایا ہے اسے خواص اور مقرب لوگوں کو بھی سکھاؤ۔ کیوں کہ گورنر، خلیفہ کا نمائندہ، اپنے مرکز اقتدار میں تمام امور کا گمراہ اور مرکز امور ہوتا ہے۔ جس طرع جمعہ و جماعت کی امامت اس سے مخصوص ہوتی ہے۔ خلیفہ جسے حکمران بنائے، اسے عوامی تقاضوں اور علاقائی ضرورتوں کا واقف کار ہونا چاہئے۔
۰ ماوری نے جو کچھ حکمران یا نائب کے شرائط لکھے ہیں، اس کا مکمل تین معيار قیس تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ دین کے ستون اور مذہب کی اساس تھے۔ (۱)

میں نے حالات قیس میں جو کچھ ان کے محاسن و فضائل، علوم و معارف، یقین و پاسیداری، صلاح و اصلاح، عہد نبوی و علوی میں پرجم برداری، عہد حسن میں انتظامی صلاحیت، کلمہ حق کے لئے مستعدی، باطل عیاریوں سے دھوکہ نہ کھانا یا سفیانی الحاد پر سنگباری، معاویہ کی دین خریدنے کی سی میں ناکامی، یہ تمام باتیں ان کے ستون دین ہونے کا ثبوت ہیں۔ وہ ہرستائش کے متحق تھے۔ وہ ایسے کیوں نہ ہوتے جب کہ رسولؐ نے خود فرمایا: خدا یا! احمد کی ذریت پر صلوٽ و رحمت نازل فرم۔

”غزوہ ذی قرد“ میں فرمایا: خدا یا! احمد کی ذریت پر رحم فرم، احمد کو اچھا آدمی کہا۔ ان کے طعام کو تناول فرماتے ہوئے کہا: تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا، فرشتوں نے درود بھیجا، روزہ داروں نے افطار کیا۔

جب رسولؐ کمال بردار اونٹ گم ہو گیا اور احمد نے سامان سے بھرا اونٹ بارگاہ میں پیش کیا تو فرمایا: تم دونوں کو خدا برکت سے نوازے، اے ابوثابت! تمہارے فلاج کی بھارت ہو، خدا ہمے چاہتا ہے خلف صاحبِ عطا کرتا ہے۔ (۲)

ذرافتھائیں کی جولانی تو دیکھئے دعاویں میں ذریت فراموش نہیں ہوئی۔
دیلمی نے شیخین سے متعلق قیس کے مناظرے پیش کئے ہیں۔

رواۃ و مشائخ قیس

سردار خزر ج نے رسول والہیت اور اپنے والد سے روایت کی ہے۔ (۱)

سعد نے حضرت علیؑ کا بیان نقل کیا ہے کہ مجھے جنگ احمد میں سول ضریب لگیں لیکن چار نے مجھے زمین پر گردایا اور ہر بار ایک خوبصورت مطر جوان میرا بازو تھام کراحتا اور کہتا: ان سے مقابلہ کرو تم اطاعت خدا و رسول میں سرگرم ہو اور وہ راضی ہیں۔ میں نے رسول کو خبر دی تو فرمایا: تم حماری آنکھیں نٹک ہوں وہ جبریل تھے۔ (۲)

اس طرح قیس نے عبد اللہ بن حظله سے روایت کی ہے جو واقعہ ۷۲۳ھ میں شہید ہوئے۔ (۳)

جن لوگوں نے قیس سے روایت کی ہے وہ یہ ہیں:

انس بن مالک، بکر بن سوادہ، شعبیہ بن ابی مالک، عامر بن شراحیل، عبد الرحمن بن ابی طیلی، عبد اللہ بن مالک جوشانی، عروہ بن زبیر، ابو میسرہ، ععروہ بن ولید، ابو نصر میمون بن شعیب، ولید بن عبدہ، ابو الحسن یار ثقفی کوفی، ابو عمار عربیب بن حمید، ہذیل بن شریعت۔ (۴)

معاویہ و قیس

مورخین (۵) کے بقول جیسے جیسے صفين کامر حلقہ قریب آتا جاتا تھا معاویہ کا خوف برہت اجا تھا کہ علی

۱۔ امتحان مقرری مص ۵۱۵، ۲۶۳: ابن عساکر ج ۲۶ مص ۸۸، ۸۲ (ج ۷ مص ۱۱۹: مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۹ مص ۲۳۲): بیرت حلیمی ج ۲۳ مص ۸ (ج ۳ مص ۷)۔

۲۔ اصحاب تہذیب: معاویہ العترة: کفایۃ الطالب مص ۳۷: نور الابصار مص ۸۷ (مص ۷۷: ۱۷۷)۔

۳۔ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب العہد بیب ج ۲۳ مص ۱۹۳: ج ۴۵ مص ۸۸، اور ج ۲۳ مص ۳۹۶ (نمبر ۲۰۲، ۳۲۲) پر ان کی روایتیں نقل کی ہیں۔

۴۔ اسد الغافر ج ۲۵ مص ۲۱۵ (ج ۳ مص ۲۲۶ نمبر ۲۳۸)؛ الاصابة ج ۳۳ مص ۲۲۹: سنن بیہقی ج ۷ مص ۲۲۲: حلیۃ الاولیاء ج ۵۵ مص ۲۲۳، (ج ۷ مص ۲۲۳ نمبر ۳۶۱) الاقاب مص ۲۳: تہذیب العہد بیب ج ۸۸ مص ۳۹۲ (ج ۸ مص ۳۵۳ نمبر ۷۰۲)۔

۵۔ تاریخ طبری ج ۴۵ مص ۲۲۸ (ج ۴ مص ۵۵ حادث ۲۳۳ھ)، تاریخ کامل ج ۳۳ مص ۸۷ (ج ۴ مص ۱۰۰: ابن ابی الحدید کی شرح فتح البان فی حادث ۲۳۳ھ مص ۲۲۳: الفارات (م ۱۳۱)۔

عراقوں اور قیس مصریوں کے ساتھ آ رہے ہیں۔ ان دونوں کا مقابلہ مجھے خاک چٹا دے گا۔ وہ قیس کو پھوڑنے کی فکر میں لگ گیا۔ قیس کو خط لکھا کہ اگر تم عثمان کو اُنکی بدعتوں کی بنا پر دشمن رکھتے ہو تو ان کے کوزے لگانے، جوش گالیاں لکھنے، بے گناہوں کو جلاوطن کرنے یا اپنے خاندان کے چھوکروں کو گورنری حوالے کرنے سے ان کا خون مبارح نہیں ہو جاتا۔ اگر تم ان کے قتل میں ملوث ہو تو اپنے عمل پر توبہ کرو۔ عثمان جیسے مومن کے قتل سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہو چکے گا۔

اب رہ گئے علیٰ تو انہوں نے لوگوں کو بھڑکا کر قتل پر آمادہ کیا اور قتل کرایا۔ تمہارے قبلے کے بزرگ بھی قتل میں ملوث تھے۔ اب اگر تم قتل عثمان کا بدلہ لینا چاہتے ہو تو میری بیعت کرو۔ اگر میں کامیاب ہو گیا تو عراق کی حکومت تمہارے حوالے کر دوں گا اور حجاز کی حکومت تم خود اپنے کسی خاندان کی فرد کے حوالے کر دینا۔ اس کے علاوہ بھی جو چاہو گے عطا کروں گا۔

قیس نے خط کا جواب دیا: تم نے قتل عثمان کے بارے میں جو کچھ لکھا اسے میں نے اچھی طرح سمجھ لیا، اس معاملہ میں میرا کوئی تعلق نہیں۔ میرے قبلے کے لوگ تسب سے زیادہ ان کے وفادار تھے، تم قتل عثمان کے لئے میری بیعت چاہتے ہو اور بدلہ دو گے۔ اسے میں اچھی طرح سمجھ گیا، ایسے معاملات میں غور و فکر ضروری ہے۔ عجلت پسندی اچھی نہیں۔ میں تمہارے مقابلے کے لئے کافی ہوں۔ اس سے پہلے میرے تمہارے درمیان کوئی ناپسندیدہ بات نہیں ہوئی ہے۔ تم بھی سوچو اور میں بھی سوچ رہا ہوں۔
معادیہ نے مالیوں ہو کر خط لکھا:

اما بعد: تو یہودی ہے یہودی کا کچھ ہے۔ ہم دونوں میں سے جو بھی فتحیاب ہو گا تجھے معزول کر دے گا۔ تم مجھے مبغوض سمجھتے ہو؟ اگر میں کامیاب ہو گیا تو تمہارے چھترے اڑا دوں گا۔ تمہارے باپ نے بہت تیر چلائے لیکن سمجھی نشانے خطا ہوئے کسی کوشش کا نتیجہ نہ لکلا، ان کو قوم نے چھوڑ دیا اور تیرے دن دیکھنے پڑے۔ پھر وہ حوران میں بیکسی کی موت مر گئے۔ والسلام۔ (۱)

قیس نے جواب دیا:اما بعد! اے بت پرست، بت پرست کے بچے! تو اسلام میں تھکے ہارے جواری کی

طرح داخل ہوا، پھر بخوبی نکل گیا، نہ تیرے ایمان نے پیش رفت کی نہ تو نے نفاق چھپایا، تیرے باپ نے سارے تیر نشانے پر لگائے مگر اس شخص نے انہیں موت سے ہمکنار کیا جو ان کے خاک پا کے برابر بھی نہیں تھا۔ ہم اس دین کے مدعاوی ہیں جس سے تو نکل گیا اور اس دین کے دشمن ہیں جس میں تو داخل ہوا۔ (۱)

مصنوعی خط

قیس کو جہان سدینے سے قطعی نا یوں ہونے کے بعد معاویہ پر زمین جنگ ہونے لگی تھی، کیوں کہ وہ قیس کی حوصلہ مندی سے واقف تھا۔ علیٰ سے الگ کرنے کی ہر سی بے سود ہو چکی تو اس نے شام والوں سے کہنا شروع کیا، قیس نے تم لوگوں کی اطاعت کر لی ہے۔ انہیں دعائے خیر سے یاد کرو، اب انھیں گالی نہ دو اور جنگ سے باز آؤ، وہ میرا پاک خیر خواہ ہے۔ اس کا ایک قطبی خط میرے پاس آیا ہے جس میں میری حمایت کا وعدہ کیا ہے۔ کیا تم ”خر بتا“ والوں کے ساتھ اس کا حسن سلوک نہیں دیکھتے، پھر ایک جھوٹ کا پلنڈہ خط کھولا اور شام والوں کے سامنے پڑھنے لگا:

”بسم الله الرحمن الرحيم“

امیر معاویہ کی خدمت میں قیس کی طرف سے، آپ پر سلام، میں آپ کے سامنے اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معجوب نہیں۔

اما بعد اجنب میں نے اپے نقش اور دامن کے متعلق غور کیا تو مجھے ہتر نہیں معلوم ہوا کہ ایسی قوم کے لئے کوشش کروں، جس نے لا انت احترام، نیکوکار اور تقویٰ شعار امام کو قتل کیا۔ اب ہم بارگاہ خداوندی میں استغفار کرتے ہیں اور امیدوار ہیں کہ وہ گناہوں سے حفاظ اور سلامتی دین عطا کرے، اچھا لجھتے، میں آپ سے صلح کی توقع کے ساتھ ملاقات کر رہا ہوں، مظلوم امام عثمان کے قاتلوں سے جنگ میں آپ کی

۱- مناقب خوارزمی ص ۳۷۸ (م) ۲۵۸ حدیث ۲۲۰؛ کامل میر درج راجی ص ۳۰۹ (ج) اص ۳۱۹؛ البیان و التہییہ ح ۲۴ ص ۱۸۲ (ج) ۲۲ ص ۵۸؛ تاریخ یعقوبی ح ۲۲ ص ۱۲۲ (ج) ۲۲ ص ۱۸۲-۱۸۳؛ عيون اخبار ابن قتبہ ح ۲۲ ص ۲۱۳؛ مروج الذهب ح ۲۲ ص ۲۶ (ج) ۲۳ ص ۲۶؛ شرح ابن الجوزی ح ۲۲ ص ۱۵ (ج) ۲۲ ص ۲۲ نظریہ ۲۱۔

حایت کا وعدہ کرتا ہوں، اب اس سلسلے میں جس قدر دولت اور سپاہیوں کو مناسب صحیح میری طرف جلد ارسال کر دیں۔ (۱)

باتیں بنانا اور کرتب و کھانا تو معاویہ کی کھٹی میں تھا، اس کے عہد میں مدح بنی امیہ اور قدح بنی هاشم اور نہ مت عترت رسول میں جعلی روایات عام بات تھی۔ اس کام کے لئے مزدوروں کو سونے چاندی سے بھری تھیلیاں لٹائیں، پھر تو رسول اکرم کی طرف جھوٹی حدیشوں کا انبار لگ گیا۔ سرہ بن جنبد کو ایک لاکھ کی تھیلی دی کہ آئیے ہجرت (من الناس من يشرى.....الخ۔ بقرہ ۲۰۷) کو عبد الرحمن بن ملجم کے لئے روایت کر دے اور ”وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْجِبُ كَوْلَهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَشَهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ الدُّخُولُ“ (انسانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی باتیں زندگانی دنیا میں جعلی لگتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر خدا کو گواہ نہاتے ہیں حالانکہ وہ بدترین دشمن ہیں) کی آیت کو حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہونے کی روایت کر دے۔ اس نے ایک لاکھ نہیں قبول کئے تو دو لاکھ دیئے پھر بھی معاملہ طنہیں ہوا۔ آخر چار لاکھ کی تھیلی دی گئی تو اس نے روایت پیان کی۔ (۲)

ایسی خیانت کاریوں کی بے شمار مثالیں ہیں۔ اگر بدعتوں اور مکاریوں کا نشانہ قیس بنائے گئے تو حیرت کی کیا بات ہے۔ ان کا سردار حضرت رسول خدا اور حضرت علیؑ کی شان میں گستاخیوں کا مرتبہ ہوا۔ جھوٹی روایات و احادیث کی ذلیل بدعت تمام عہد طوکیت پر مسلط رہی۔ لوگوں کا دین و دنیا اسی پر تھا۔ اس طرح جھوٹی روایوں کا سلسلہ چل لکھا یہاں تک کہ علماء و حفاظ نے جعلی حدیشوں کا انبار دیکھ کر اپنی تالیفات میں موضوع اور صحیح حدیشوں کا معیار تھیں کیا تاکہ غلط، صحیح سے الگ ہو سکے۔ معاویہ کی یہ کروہ روشن بر ابر جاری رہی۔ یہاں تک پہنچ بڑے ہوئے اور بڑے بوڑھے ہو گئے۔ اس طرح ان کے دلوں میں الہمیت کا عناد راغم ہوتا گیا۔ امیر المؤمنینؑ پر سب و شتم کی رسم ہر جمعہ و جماعات کے بعد منبروں پر

۱۔ تاریخ طبری ج ر ۵۵۳ (ج ۲۲۹ ص ۵۵۳) حادث (۲۳۰ھ)؛ تاریخ کابل ج ۲، ر ۱۱ (ج ۲۲۹ ص ۲۵۶)؛ شرح ابن القی

الحدیقہ ج ۲، ص ۲۲۳ (ج ۲۲۹ ص ۶۲) خطبہ ۲۶۷

۲۔ شرح ابن القی طبری ج ۳، ص ۳۶۱ (ج ۲۲۹ ص ۷۲۳) خطبہ ۵۶

ساری مملکت اسلامیہ میں رائج تھی، اس سے مرکزوی، مدینہ منورہ بھی نہ بچا۔ جموی نے لکھا ہے کہ برسر نمبر حضرت علی پر لعنت بھیجنے کی رسم تمام مشرق و مغرب میں رائج تھی۔ لیکن صرف بھutan کا منبر بچا ہوا تھا۔ وہاں صرف ایک بار لعنت کی گئی اور بھutan والوں نے میں امیہ کو روک دیا، تمام علاقوں میں یہ قبیح رسم جاری تھی لیکن وہاں کا منبر محفوظ تھا۔ اس سے بڑا اور شرف کیا ہو سکتا ہے کہ برادر رسول پر لعنت سے روکا جائے جب کہ حرمین شریفین میں یہ مذموم رسم جاری ہو۔ (۱)

امام حسن کی شہادت کے بعد معاویہ عازم تھا ہوا، نمبر رسول پر لعنت علی کا ارادہ کیا، لوگوں نے کہا: یہاں سعد بن ابی واقع ہیں، یعنی ممکن ہے کہ مراحت کریں، آپ آدمی بھیج کر ان کی رائے معلوم کیجئے۔ معاویہ نے آدمی بھیج کر بلوایا اور برسر لعنت کا ارادہ کیا۔ سعد نے کہا کہ اگر تو نے ایسا کیا تو میں مسجد سے نکل جاؤں گا اور پھر کبھی مسجد میں داخل نہ ہوں گا۔ یہ سن کر معاویہ اپنے ارادے سے باز رہا، جب سعد کی وفات ہو گئی تو وہاں لعنت کی رسم جاری کی۔ اپنے گورزوں کو لکھا کر وہ نمبروں سے علی پر لعنت کریں۔ ان زرخواروں نے ایسا ہی کیا۔ یہ دیکھ کر زوجہ رسول ام سلمہ نے معاویہ کو خوط لکھا کہ تم لوگ علی و شیعیان علی پر لعنت بھیج کر دراصل خدا رسول پر لعنت بھیج رہے ہو۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ علی خدا رسول کے محبوب تھے۔ لیکن معاویہ نے ام سلمہ کے خط پر کوئی توجہ نہ دی۔ (۲)

جاہاظ اپنی کتاب الرؤیی الامامیہ (شیعوں کی تردید) میں لکھتا ہے کہ معاویہ اپنے خطبے کے آخر میں کہتا تھا: ”خدا یا! یقیناً ابو تراب تیرے دین سے برگشتہ تھا، لوگوں کو تیرے دین سے روکتا تھا، تو اس پر سخت لعنت بھیج، اس کو دردناک عذاب دے۔“ اس نے تمام مملکت میں خوط لکھ کر فرمان جاری کر دیا تھا کہ ان مذکورہ نفروں کو نمبروں سے دہرایا جائے۔ یہ رسم قبیح عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک جاری رہی کچھ امویوں نے معاویہ سے کہا: امیر المؤمنین! آپ کا مقصد حاصل ہو چکا ہے آپ اس مرد سے ہاتھ روکئے۔ کہنے لگا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم! یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک بچے بڑے اور

۱۔ مجمع البلدان ج ۵۵ ص ۳۸۸ (ج ۳ ص ۱۹۱)

۲۔ العقد الفرید ج ۲۰ ص ۳۰۰ (ج ۲ ص ۱۵۹)

بڑے بوزھے نہ ہو جائیں، تاکہ پھر کبھی علیٰ کا ذکر فضیلت نہ کیا جائے۔^(۱)
زختری اور حافظ سیوطی نے لکھا ہے کہ زمانہ نبی امیہ میں ستر ہزار منوروں پر سب علیٰ کاررواج تھا یہ
نموم رسم معاویہ نے جاری کی تھی۔ شیخ احمد حنفی شافعی اپنے منظومے میں لکھتے ہیں:

”سیوطی کی حکایت ہے کہ ان امویوں نے ستر ہزار سے زیادہ منوروں سے حیدر کراز پر لعنت
بھینجئی کی رسم جاری کی۔“ یہ شرمناک حرکت دوسرا حرکتوں کے مقابلے میں شدید ترین ہے۔ جو اسی
نموم رسم جاری کرے یا دشمنی کا مظاہرہ کرے کیا اس کے عیوب چھپائے جاسکتے ہیں؟ کیا اس کی
تعریف کی جائے؟ کیا کوئی دانشور اس کے لئے سے چپ رہ سکتا ہے...؟ اور جواب بھی دے تو یہ
کہ میں اس کی تاویل کروں گا۔ کیا اس عمل کو اجتہاد کے پردے میں چھپایا جاسکتا ہے؟ کیا دوسرے
مطلوب کو اجتہادی غلطی کہا جاسکتا ہے؟ اسے تو صاف بااغی یا طحہ کہنا چاہئے۔ کیا یہ رسم قبیح حضرت علیٰ کو
رنجدید نہیں کرتی؟ کون اسے رنجیدہ کرتا ہے؟ حدیث ام سلمہ میں ہے کہ تمہارے درمیان کون ہے جو
خدا کو گالی دے، اسے رنجیدہ کرے۔ خاموش ہو جاؤ، علماء کا ساتھ دو، اس سے دشمنی کرو جو علیٰ سے
نفرت کرے۔^(۲)

حضرت علیٰ نے ان تمام باتوں کی پیش کوئی فرمادی تھی کہ میرے بعد بہت جلد ایسا شخص ظاہر ہو گا جو
کشادہ گردن والا اور بزرگ شکم والا ہو گا، جو کچھ پائے گا کھا جائے گا، جو نہ پائے گا اس کے طلب میں
سرگردان رہے گا۔ اسے پاؤ تو قتل کر ڈالو، اگر چشم اسے قتل نہ کر سکو گے۔ خبردار اولاد تھیں میرے اور پر
لخت اور بمحض سے پیزاری کا حکم دے گا۔^(۳)

یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں کیوں کہ معاویہ کے سیاہ کارنا موں کو سیکڑوں اور ہزاروں صفات میں
بھی سینتا نہیں جاسکتا۔

۱۔ شرح ابن القیم بیرونی راس ۳۵۶ (ج ۲ ص ۵۶، ۵۷، ۵۸ خطبہ ۵۶)

۲۔ ریق الابرار (ج ۲ ص ۱۸۲)

۳۔ شیخ البلاعنة خطبہ ۵۷

قیس و معاویہ کے درمیان صلح

قیس شرطہ ائمہ (فوجی دستہ) کے سردار تھے، جنہوں نے باہم عہد کر رکھا تھا کہ اپنے جان و مال سے آخری سانوں تک معاویہ سے جنگ کرتے رہیں گے۔ معاویہ نے قیس کو پیغام بھیجا کہ جب تمہارے سردار نے بیعت کر لی ہے تو تم مجھ سے بر سر پیکار کیوں ہو؟ قیس نے منظور نہ کیا، پھر معاویہ نے سادے کاغذ پر ہر کر کے قیس کے پاس بھیجا کہ جو شرطیں چاہوں اس پر لکھ دو، مجھے منظور ہو گا۔ عمر و عاص نے کہا کہ صلح نہ کرو بلکہ قیس سے جنگ کرو۔ مگر معاویہ نے کہا کہ ہزاروں شامیوں کے قتل کے سوا کسی قسم کی کامیابی نصیب نہ ہو گی۔ قیس نے اس کاغذ پر شیعوں کے جان و مال کی حفاظت کی شرطیں لکھیں۔ معاویہ نے اسے منظور کر لیا اور قیس معاویہ کے زیر فرمان آگئے۔ (۱)

ابوالفرج کا بیان ہے کہ معاویہ کی مجلس میں آ کر قیس نے کہا: ”میں نے قسم کھائی تھی کہ نیزہ و ششیر کے ساتھ ہی معاویہ سے ملاقات کروں گا“، معاویہ نے ان کی قسم کا لحاظ کرتے ہوئے نیزہ و ششیر سامنے رکھا۔ قیس نے امام حسن سے پوچھا: کیا میں آپ کی بیعت سے آزاد ہو گیا۔ امام نے فرمایا: ہاں! معاویہ نے کہی امام کے برادر کھلی اور قیس سے پوچھا: بیعت کرتے ہو۔ قیس نے ہاں کہا، مگر اپنے ہاتھ نہیں بڑھائے، خود معاویہ نے قیس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ (۲)

تاریخ یعقوبی کے مطابق معاویہ کی بیعت کو فی میں ذی القعدہ و میہین میں واقع ہوئی۔ اکثر بیعت کرنے والوں نے علانیہ کہا کہ اللہ اے معاویہ! ہم نے بھردا کراہ بیعت کی ہے۔ معاویہ کہنے لگا: اکثر اکراہ میں خروصلاح ہے۔ اتنے میں قیس آئے، معاویہ نے کہا: بیعت کر لو۔ قیس نے کہا: اے معاویہ! مجھے آج کا دن سخت ناپسند ہے، کاش! مجھے موت آ جاتی۔ معاویہ نے کہا: جانے دو، پھر لوگوں کے سامنے تقریر کی: لوگو! تم نے خیر کے بد لے شر، عزت کے بد لے ذلت اور ایمان کے بد لے کفر خرید لیا، تم نے ولایت علیٰ کا جوڑا اتنا کر طیق کی اطاعت قول کر لی، تاکہ حکومت کرے اور تم پر جو رخصت کرے۔ ہائے!

۱۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۹۳ (ج ۵ ص ۱۶۳ حادثہ ۱۷۴)؛ تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۶۳ (ج ۲ ص ۳۳۸ حادثہ ۱۷۴)

۲۔ مسائل الاطالیکین ص ۹۷۔ شرح فتح البلاغہ ج ۲ ص ۱۷ (ج ۱ ص ۲۸)

تمہاری چہالت، خدا نے تمہارے دلوں پر مہر لگادی ہے۔

اسی وقت معاویہ نے خم ہو کر قیس کا ہاتھ تھام لیا، بولا: اب جانے بھی دو قیس! پھر تو ہنگامہ ہو گیا کہ قیس نے بیعت کر لی ہے۔ قیس دھماڑے: تم غلط کہتے ہو، میں نے بیعت نہیں کی ہے، ان سے پہلے کسی نے بھی معاویہ کی قسم کے ساتھ بیعت نہیں کی۔ (۱)

ابن عینیہ کا بیان ہے کہ قیس معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے سرزنش کی: ”بخدا! تم میرے مقاصد کو شدید نقصان پہنچاتے ہو، مجی چاہتا ہے کہ تمہارا سارا اسکس مل نکال دوں۔“ قیس نے جواب دیا: مجھے سخت ناپسند ہے کہ تو مسلمانوں کا حاکم رہے اور میں تجھے سلام کروں۔ معاویہ نے کہا: تم تو یہودی ہو۔ قیس نے کہا: تم بت پرست ہو۔ معاویہ نے چاپلوی کی، خدا معاف کرے، ہاتھ بڑھاؤ بیعت کرو۔ قیس نے کہا: اس سے زیادہ کوہ گے تو زیادہ سنو گے۔ (۲)

قیس و معاویہ... صلح کے بعد

صلح کے بعد معاویہ مدینہ آیا تو انصار نے اس سے ملاقات کی، معاویہ ان پر گرجنے لگا: اے گروہ انصار! تم سے میرا کیا لیتا دینا، تم نے صفين میں جو کچھ کیا ابھی تک میری آنکھوں میں گھومتا رہتا ہے۔ خدا نے جہاں حکومت رکھنا تھی رکھ دی۔ قیس نے کہا: تم جس منصب پر ہوئیں اس سے اختلاف ہے، تم سے دشمنی اسی لئے ہے کہ تمہارا استہرا کرنے سے باطل زائل ہوتا ہے، حق ثابت ہوتا ہے، صفين میں ہم اس لئے تم سے لڑ رہے تھے کہ تم نے ایسے شخص سے جنگ کی تھی جس کی اطاعت خدا اور رسول کی اطاعت تھی۔ رسول نے ان کی سفارش کی تھی۔ ہر بائیمان کو اس سفارش کی رعایت کرنی چاہئے۔ (۳)

۱۔ سمارٹ یعقوبی ح ۲۲ ص ۱۹۲ (ح ۲۲ ص ۲۱۶)

۲۔ البدری و النہایہ ح ۸۱ ص ۹۹ (ح ۸۱ ص ۷۰) احادیث ۷۹ و ۸۰

۳۔ الحقد الفرید ح ۲۱ ص ۱۳۱ (ح ۲۱ ص ۲۱۹)؛ مروج الذهب ح ۲۲ ص ۲۲ (ح ۲۲ ص ۲۲)؛ الامان و الموانة ح ۲۲

قیس و معاویہ مدینہ میں

کتاب سلیم بن قیس میں ہے کہ معاویہ صلح کے بعد مدینہ آیا، استقبال کرنے والے زیادہ تر قریش تھے۔ قیس کی طرف رخ کر کے کہا: انصار استقبال کے لئے کیوں نہیں آئے۔ قیس بولے: وہ محتاج ہیں ان کے پاس سوری نہیں۔ معاویہ نے طنز کیا: ”ان کے پانی بھرنے والے اونٹ کیا ہوئے؟“ قیس نے کہا: وہ اونٹ جنگ بدر واحد اور دوسرا اسلامی جنگوں میں کام آگئے، ان میں تمہارے باپ، دادا کی کارستانیاں سب کو معلوم ہیں۔ معاویہ نے کہا: خدا ہمیں بخشے۔ قیس نے کہا: رسول نے فرمایا تھا کہ میرے بعد اسلام دشمن طاقتیں سر ابھاریں گی۔ معاویہ نے پوچھا: اس وقت تمہیں کیا حکم دیا تھا؟ قیس نے کہا: رسول نے حکم دیا تھا کہ مرتبے دم تک صبر کرنا۔ معاویہ نے کہا: پھر صبر کرتے رہو۔ قیس نے کہا: اے معاویہ! تم مجھے شتر ان آبکش کا طعنہ دیتے ہو، انھیں اونٹوں نے اسلام کو استوار کیا اور تم اور تمہارے خاندان والے بھر واکرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ معاویہ نے کہا: تم تو اپنے خدمات کا احسان جتا رہے ہو؟ حالانکہ اسی اسلام کی وجہ سے تم صحابت کے منصب پر فائز ہو اور معزز ہوئے۔ قیس نے کہا: اے معاویہ! خدا نے محمدؐ کو حمت عالم بنا کر بھیجا ہے، ان پر سب سے پہلے علیؐ ایمان لائے، ہر جماذ پر ان کی نصرت فرمائی، جب تک ان کے پچاaboطالب زندہ رہے محمدؐ کی اذیت سے محفوظ رہے، مرتبے وقت اپنے پہلے علیؐ کو تاکید کر گئے کہ رسولؐ کی نصرت کرتے رہیں، انہوں نے ہر خطروں کا مجاز پر رسولؐ کی حافظت کی، رسولؐ نے تمام فرزندان عبدالمطلب کے سامنے جن میں ابوطالب وابولہب بھی تھے، دعوت اسلام پیش کی، جب کہ حضرت علیؐ خدمت رسولؐ میں تھے اور رسولؐ خدا جناب ابوطالبؐ کی سرپرستی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

رسولؐ نے علیؐ کے وعدہ نصرت پر ان کو اپنا بھائی، وزیر اور ہر مومن کا ولی قرار دیا۔ اسی طرح علیؐ کے فضائل گناہتے ہوئے کہا: انہیں کے بھائی حضرت ذوالجہن اور حمزہ سید الشہداء ہیں، فاطمۃ سردار نساء جنت ہیں، تمام فضائل اسی خانوادہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

رسولؐ کی وفات کے بعد انصار میرے باپ کے پاس آئے اور بیعت کرنی چاہی، قریش کو سخت

نا گوارگزرا۔ انہوں نے دلیل میں علیٰ کی قربانی کو سپر بنا�ا۔ میری جان کی قسم! صرف علیٰ ہی خلافت کے مستحق تھے، علیٰ واولاد علیٰ کے علاوہ دوسرا کوئی بھی شخصیت خواہ انصار ہو، قریش ہو، عربی ہو، بھی ہو، مستحق خلافت نہیں تھی۔ معاویہ غصے سے بولا: حمد کے بیٹھے ایسے سب باتیں تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں، کس نے کہیں، کیا تمہارے باپ نے کہی ہیں؟ قیس نے جواب دیا: اس نے کہی ہے جو میرے باپ سے بھی افضل تھا۔ پوچھا: کون؟ جواب دیا: جس کے لئے ”قل کفی بالله“ کی آیت اتری۔ پوچھا: کون؟ جواب دیا: جس کے لئے آیت ”المن کان علیٰ بیتة من ربہ“ اتری، جس کے لئے رسول نے غدر خم میں فرمایا: ”من کنت مولاہ فعلی مولاہ“ جس کے لئے غزوہ تبوك میں فرمایا: ”انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ“۔ (۱)

(اس مناظرے کے تمام نکات عظیم حفاظ و محدثین اپنی کتابوں میں نقل کر چکے ہیں)۔

قیس کا حلیہ

انسان کی شخصیت میں امتیازات جسمی کو برداشت ہوتا ہے کیوں کہ پہلی نظر جسم ہی پر پڑتی ہے پھر اس کے بعد معنوی حیثیت دیکھی جاتی ہے۔ مثلاً تقبّ حکم، دلیری، دوراندیشی اور معاملہ نہیں وغیرہ۔ سردار انصار قیس نے تمام فضائل کو اپنے اندر سمیت لیا تھا۔ مثلاً علم، عمل، ہدایت، درع، جزم و سداد، عقل و رائے، تدبیذ کا وقت، امارت و حکومت، ریاست و سیاست، شجاعت و ستادت، کرم و عدل وغیرہ.....

ارشاد دیلیلی میں ہے کہ قیس طویل القامت اخخارہ بالشت اور چڑان پانچ بالشت تھی۔ امیر المؤمنین کے بعد سخت ترین انسان تھے۔ (۲) ابو الفرج کے مطابق دور کا بگھوڑے پر سوار ہوتے تو پاؤں زمین پر خطد دیتے جاتے۔ (۳)

۱۔ کتاب سلیمان بن قیس بالمالی (ج ۲ ص ۷۷۷ حدیث ۲۶۱)

۲۔ مقال الالین (ص ۹۷)

۳۔ ارشاد القلوب ج ۲ ص ۲۲۵ (ص ۳۸۰)

رجال کشی میں ہے کہ رسولؐ کی خدمت میں دس افراد اولین زمانے میں ایسے ملتے ہوئے جو اپنی باشست سے دل باشت تھے۔ قیس اور ان کے باپ انھیں میں تھے۔ کتاب الخارات ابراہیم ثقفی میں ہے کہ قیس بلند ترین قد و قامت والے، چوڑی پیشاں والے اور تجربہ کار شجاع تھے۔ آخر دم تک علیؑ اور اولاد علیؑ کے ہموار ہے۔ (۱) شعابی کے مطابق ہر بلند تکوار کی مثال قیس کی تکوار سے دی جاتی تھی۔ (۲)

قیصر روم نے اپنے ملک کا بلند قامت پہلوان معاویہ کے پاس بھیجا۔ معاویہ نے اس کے مقابلے کے لئے قیس کے علاوہ دوسرے کو مناسب نہیں سمجھا، قیس نے اپنی تکوار اس روی جھوبہ مرد کی طرف پہنچا۔ اس نے وہ تکوار پہنچی تو سینے تک آ کر رہ گئی۔ لوگ ہنسنے لگے اور سر دروی شرمندہ ہو کر رہ گیا۔ اس سلسلے میں قیس کے اشعار بھی ہیں۔ (۳)

بادشاہ روم نے اپنے ملک سے دو آدمیوں کو معاویہ کے پاس بھیجا ایک توی ترین اور دوسرا بلند قامت تھا، ان سے عمر بول کا مقابلہ کرنا تھا، معاویہ نے مشورہ کیا تو ان دونوں کے لئے محمد حنفیہ اور عبد اللہ بن زبیر کا نام پیش کیا گیا۔ معاویہ نے محمد حنفیہ کو طلب کر کے معاملہ سمجھایا۔ آپ نے روی سے کہا: یا تم بیٹھو اور اپنا ہاتھ مجھے دو یا میں بیٹھوں اور اپنا ہاتھ تھیسیں دوں اور ہم یا تم دوسرے کو اپنی جگہ سے اٹھادیں۔ اس نے کہا: آپ بیٹھئے۔ وہ اپنی طاقت پر ناکام رہا پھر محمد حنفیہ نے اسے اٹھادیا، معاویہ اس مقابلے سے بہت سر در ہوا، اس نکست کے بعد شاہ روم نے معاویہ کو وعدہ کی پابندی میں جو کچھ کہا تھا عمل کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ الہمیت رسولؐ اور شیعیان علیؑ ہر مشکل مرحلے میں اسلام کے کام آتے تھے۔

وفات قیس

واقدی، خلیفہ بن خیاط (۴)، خطیب بغدادی (۵) اور ابن کثیر (۶) نے تحریر کیا ہے کہ قیس نے معاویہ

-
- | | |
|---|---|
| ۱۔ رجال کشی میں رسم ۲۷ (ج اص ۲۷ نمبر ۲۷) | ۲۔ شمار القلوب میں رقم ۳۸۰ (میں ۶۰ نمبر ۲۷) |
| ۳۔ البدایہ والنہایہ ج ر ۸۸، ر ۱۰۳، (ج اص ۰۹ احوالات ۷۵۵ھ) | ۴۔ کتاب الطبقات (میں ۷۶ نمبر ۲۰۳) |
| ۵۔ تاریخ بغدادی ج ر ۸۸، ر ۱۰۲، (ج اص ۱۰ احوالات ۷۵۵ھ) | ۶۔ البدایہ والنہایہ ج ر ۸۸، ر ۱۰۱، (ج اص ۱۱ احوالات ۷۵۵ھ) |

کی حکومت کے آخری زمانے میں مدینہ میں وفات پائی۔ اس طرح آپ کی وفات ۲۰ھ یا ۱۹ھ متعین ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ابن عبدالمیر (۱) اور ابن اثیر (۲) انہیں دوساروں میں مشکوک و مترد ہیں۔ استیعاب میں ۲۰ھ یا ۱۹ھ لکھی گئی ہے اس کے برعکس اسد الغابہ میں ہے؛ ابن کثیر نے سال وفات ۱۹ھ لکھی ہے۔

ایک نادر قول بھی ہے جس پر توجہ دینا مناسب نہیں ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ قیس معاویہ کے چنگل سے فرار ہو کر ۲۵ھ میں عبدالملک کی خلافت کے زمانے میں مرے۔ (۳) اس قول کو اصحابہ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ (۴)

خانوادہ قیس

صدر اسلام سے یہ خانوادہ ممتاز ترین تھا۔ اور ہر عہد میں اپنی ہمدردی صلاحیتوں سے آرائش زعامت و ریاست و داشت اور ورود و تقویٰ میں معروف رہا۔ ان میں ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم۔ ابویکرم محمد بن ابی نصر، ابن المطری، ابواحمد بن ابی نصر اور ابوالعباس احمد بن محمد بن عبداللطیل لائق ذکر ہیں۔ (۵)

۱۔ استیعاب (القسم الثالث ص ۱۲۹۰ نومبر ۱۹۷۳ء)

۲۔ اسد الغابہ (ج ۲ ص ۳۲۶ نومبر ۱۹۷۸ء)

۳۔ لختہ (ج ۵ ص ۳۱۸ نومبر ۱۹۹۹ء)

۴۔ الاصابة (ج ۲ ص ۲۳۹ نومبر ۱۹۷۳ء)

۵۔ ان سب کے حالات ”ابوہرالمعینی“ ص ۱۲ (ج ۳ ص ۳۶)، ”القیار“، ” منتخب القیار“ ص ۱۲۱، ”بغیۃ الوعاظ“ ص ۱۲۱ (ج ۱ ص ۲۷۲) در کامنز ج ۲ ص ۲۸۳ پر درج ہیں۔

عمرو بن العاص

معاوية الحال لا تجهل و عن سبل الحق لا تعذر
 ”اے معاویہ! (بھوکنے والی) اب تادانی میں حق کے راستوں سے انحراف مت کر، تو نے میری وہ مداخلت فراموش کر دی جب میں نے حقدار کو زیور پہنانے کے بجائے اس کا سر موئذ دیا۔ وہ بزدل لوگ بدکتی گائے کی طرح تیزی سے بھاگ دوڑ چائے ہوئے تھے۔ تو نے ان سے کہہ دیا تھا کہ فرض نماز میں تیرے وجود کے بغیر مقبول نہیں۔ پھر تو وہ لوگ نماز سے یوں لاپرواہ ہو گئے جیسے لڑائی میں بلند ہونے والا گرد و غبار۔

جب تو نے امام ہدایت کی نافرمانی کی، جس کے ساتھ بھادروں کی فوج تھی۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ منحوس گائیں ارباب تقویٰ و احتجاج کے مقابلے میں کھڑی اتر سکتی تھیں۔

لیکن میں نے کہا: ہاں! اللہو، حالانکہ میری نظر میں یہ بہتر کے مقابلے میں کمزور کی جگ تھی، میری ہی وجہ سے لوگوں نے سردار اوصیاں سے جنگ کی جب کہ میں نے لوگوں سے کہا کہ نعشل (ایک احمد یہودی... مراد عثمان) کا خون رائگاں نہ جائے۔ میں نے ان سے کہا کہ قرآن نیزوں پر بلند کرو۔ میں نے ہی انھیں سکھایا کہ اگر کوئی شیر ز مقابلہ ہو تو بچاؤ میں شرمگاہ عربیاں کر دینی چاہئے، میں نے حیدر کراڑ کے خلاف لوگوں کو ابھارا تو وہ بخاوت پر آمادہ ہوئے اور بھڑکتی جنگ سے ہاتھ روکا، تو نے میرا دومہ الجدل کا برٹاؤ بھی فراموش کر دیا، میں نے زمی سے ابو موسیٰ اشعری کو لالج دے کر اپنی طرف مائل کیا اور بات مقتل سے عنفلگوں کی طرف بڑھ گئی، میں نے حیدر کراڑ سے خلافت یوں گھیٹ لی جیسے یہودیں سے جوتیاں اتار لی جائیں اور میں نے وہ جامی خلافت مایوسیوں کے بعد تجھے پہنادیا۔ حیدر کراڑ

سے یوں چھین لی جیسے انگلی سے انگوٹھی انباری جائے، نہ تکوار چلانی پڑی نہ نیزہ..... اگر میں نہ ہوتا تو یہ کام ہرگز مکمل نہ ہوتا۔ میں نے عراقی سپاہیوں کو جنوب سے شمال کی طرف کر دیا اور دنیا میں تیرے نام کا سکے چلا دیا، جیسے محل میں گدھا۔

اے جگہ خوارہ کے بیٹے! امیر ساتھ تیری یہ نادانی بہت بڑی آزمائش ہے۔ اگر میں تیرا قوت بازو نہ ہوتا تو تیری اطاعت نہ کی جاتی، میں نہ ہوتا تو تجھے کوئی پوچھتا بھی نہیں، اگر میں نہ ہوتا تو تیری حالت گھر میں پیشی خورت کی طرح ہو جاتی۔

اے ہندہ کے بیٹے! میں نے تیری مدد کی، بلند مرتبہ ولایت ماب اور افضل کے برخلاف اور میں نے تجھے لوگوں کے سر پر حادیا اور خود کو پیچوں پنج گردایا۔

| | |
|---|---|
| وَكُمْ قَدْ سَمِعْنَا مِنَ الْمُصْطَفَى وَصَاحِبِيْا مِنْ خَصْصِهِ فِي عَلِيٍّ | وَفِي يَوْمِ خُمُرٍ رَقِيْمَ مِنْبَرًا وَفِي كَفَهِ كَفِهِ مَعْلَنَا |
| يَلْغُ وَالرَّكْبُ لَمْ يَرْحِلْ يَنْادِي بِأَمْرِ الرَّعِيزِ الْعَلِيِّ | الْسَّتْ بِكُمْ مِنْكُمْ فِي النُّفُوسِ فَإِنْحَلَّهُ امْرَةُ الْمُؤْمِنِينَ |
| بَاوْلَى فَقَالُوا: بِلِيْ فَافْعُلْ مِنَ اللَّهِ مُسْتَخْلَفُ الْمُنْجَلِ | وَقَالَ، فَمَنْ كَنْتَ مَوْلَى لَهُ فَوَالِيْ مَوَالِيْهِ يَا ذَالْجَلَا |
| فَهَذَا لِهُ الْيَوْمُ نَعْمَ الْوَلِيِّ لَوْ عَادَ مَعَادِي اخَ الْمُرْسَلِ | وَلَا تَنْقضُوا الْعَهْدَ مِنْ عَنْتَيِ فَبَخْبَخْ شِيَعَكْ لِمَارَأَيِّ |
| فَقَاطَعُهُمْ بِسِيْ لَمْ يَوْصِلْ عَرْمَى عَقْدَ حِيدَرَ لَمْ تَحْلِ | فَقَالَ وَلِيْكُمْ فَاحْفَظُوهُ فَمَدْخَلَهُ فِيْكُمْ مَدْخُلِيِّ |

”ہم نے کتنی بھی بار مجھ مصطفی سے علی کے متعلق منصوص اور غدریم کے دن تو کباوؤں کے نمبر پر اس طرح تبلیغ سنی کہ لوگ ابھی سواری کے جاؤروں سے اترے بھی نہیں تھے، علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر علامیہ خداۓ برتر کے حکم کا اعلان فرمایا: کیا تمہارے نبیوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے

بیک زبان کہا: ہاں! پھر آپ نے علیٰ کے امیر المؤمنین ہونے کی نشاندہی فرماتے ہوئے خدا کی طرف سے اپنا جانشیں نامزد کیا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے آج سے یہ مولا ہیں اور بہترین مولا ہیں، اے خدا یے ذوالجلال! اب جو اے دوست رکھ کے تو بھی اے دوست رکھ اور جو رسول کے بھائی کو دشمن رکھ کے تو بھی اے دشمن رکھ... اور دیکھو امیری عترت سے بد عهدی نہ کرو، کیوں کہ وہ مجھ سے ناتھ توڑنے کے متراوف ہوگا، جو بھی نہ جڑا جا سکے گا..... اس وقت تمہارے بزرگ نے بُجَّ بُجَّ (مبارک سلامت) کہا، جب دیکھ لیا کہ یہ رشتہ حیدر ناقابل ٹکست ہے۔ پھر فرمایا: اپنے ولی کی حفاظت کرو، تمہارے بارے میں ان کی مداخلت میری مداخلت ہے۔ اب تو تمہارے کرتوت (انعال) تمہیں سید ہے جہنم میں لے جائیں گے۔

ہمیں موقف حساب میں خون عثمان سے نجات کی بھی توقع نہیں۔

بیقیناً کل قیامت میں علیٰ ہمارے حریف ہوں گے، خدا و رسول ان کی تقویت فرمائیں گے۔ وہ ہمارے ان امور کی باز پرس کریں گے جو ہم سے اخراج حق کے سلسلے میں سرزد ہوئے اور ہم بارگاہ حق سے دھنکارے جائیں گے۔ پھر جس دن پردے انہجہ جائیں گے تو ہم کیا اذر کریں گے؟ اس دن تو تمہارا اور ہمارا استیاناً اس ہوگا۔

اے ہندہ کے بیٹے! کیا تو نے جنت بُجَّ دی ہے اس عہد کے بد لے جس سے تو نے وفا نہ کیا۔ تو نے آخرت کو گھائٹے میں جھونک دیا ہے۔ وہاں تنکا بھی آسانی سے حاصل نہ ہوگا۔ لوگوں پر تیری حکمرانی جم گئی حالانکہ یہ اقتدار قلعی محال تھا۔ پھر تم نے سانچھے داری میں حکومت کا پرندہ شکار کر لیا تو اب پیاسے کو چشے سے پہلی بی بار ہٹکانے لگے۔

گویا تم لیلۃ الہریر کا ہولناک موقع فراموش کر بیٹھے ہو، جب تم کو شیر زرگر رہا تھا اور تم یوں بھاگ رہے تھے جیسے شتر مرغ پیٹھ کرتا ہوا بھاگے۔ جس وقت تیوری چڑھائے ہوئے غصے میں شیر جھپٹا تو تم گمراہی کے لشکر سے دور ہو گئے تھے اور تمام بھلانیوں سے محروم تھے، تمہاری گروں پھنسی تھی، راہ چارہ مسدود تھی، کشاورگی تھی ہو گئی تھی، تم گڑگڑا رہے تھے۔

اے معادیہ! اس بہادر شیر سے جو غصے میں بھرا ہے بھاگنے کی راہ کہاں ہے؟ قریب تھا کہ تمہارے چکر میں مجھے بھی لپیٹ لیا جاتا کیوں کہ مرادوں بھی دغدھے میں تھا۔

جب تمہاری حکومت استوار ہو گئی، جو ہرگز نہ ہوتی تو تم نے میرے خلاف شاطرانہ چالیں شروع کر دیں۔ پھر تو میں جلدی سے دامنِ کشاں ہو کر چلتا بنا کہ بات نشر نہ ہو، میں نے ڈھانک توپ کا رویہ اختیار کیا۔ جب کہ تمہارا خوف نامعقول بات تھی۔ شیر زکے خوف سے تمہاری تو یہ حالت تھی کہ سارے جسم میں کپکی تھی۔

جب تم بھی کی حیات سے مالک ہو گئے اور تمہارے ہاتھ میں ڈنڈا آگیا تو میرے سواد و سروں کو پہاڑوں جتنی بخشش کرنے لگے اور مجھے رائی برابر بھی نہیں دیا۔

تم نے مصر کو عبد الملک بن مروان کے حوالے کر دیا۔ تم گمراہی سے بکھی بازنہ آؤ گے، تمہیں اگر ان کی لائچ ہے تو مضبوط ہاتھ سے بھی ”قطا“، نکل بھاگے گا۔ اگر تم نے اس کی واپسی کی فیاضی نہ دکھائی تو اس برائی کو بھی چاروں طرف مشتہر کر دوں گا۔

ایسے اصل گھوڑوں سے جو اونچی ناک والے ہوں گے۔ تیرے فرود کا تیل پا نچہ ہو جائے گا اور پس مردہ کی ماں بھی نیند سے چونک اشے گی، کیوں کہ تو مومنین کی امارات کا دعویدار ہے جب کہ تیری خلافت کا دعویٰ باطل ہے، اس میں تیرا ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ہے اور نہ تیرے آباء و اجداد کا شروع سے حصہ رہا۔ اگر تم دونوں کے درمیان کوئی تبست یا تعلق تھا تو پھر تم میں تکوار کیوں چلی؟ کہاں ذمین کا ذرہ اور کہاں آسمان کے تارے، کہاں معادیہ کہاں علی...؟؟ اگر تم اس بارے میں اپنے مقدمہ کو پا گئے تو یاد رکھنا کہ ”تیری گردان میں گھنگھر والا کا دوں گا“۔

شعری تنقیح

یہ تصدیہ جلجیہ کے نام سے معروف ہے جسے عمر و عاص نے معادیہ بن ابی سنیان کے نام جوابی خط میں تحریر کیا تھا۔ معادیہ نے عمر سے مهر کا خزان اور حساب طلب کیا تھا کہ تم نے ابھی تک نہیں بھیجا ہے۔

اس قصیدہ کے دو نسخے مصر کے کتب خانہ میں موجود ہیں جسے وہاں کی مطبوعہ فہرست میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (۱) ابن الحدید نے اس کے کچھ حصے شرح نجع البلاغہ میں نقل کر کے کہا ہے کہ یہ نکڑا تیجیٰ بن علی خطیب تمیری (مشہور امام لغت و نحو ابو زکریا) کے ہاتھوں کالکھا ہے۔ (۲)

اسحاقی نے لکھا ہے کہ معاویہ نے عمر و کو خط لکھا کہ یہ دوسرا خط تحریر کر رہا ہوں تم نے نہ خط کا جواب دیا اور نہ حساب بھیجا اب آخری بار لکھا رہا ہوں کہ بغیر تاخیر کے خراج مصر بھیج دو..... والسلام۔ (۳)

عمرو نے جواب میں متذکرہ قصیدہ جملجیہ لکھ مارا (تحویل سے لفظی فرق کے ساتھ سترہ اشعار درج ہیں)۔

شیخ محمد ازہری نے مغنی الملیک کی شرح میں بحوالہ تاریخ اسحاقی نقل کیا ہے۔ (۴) مناقب ابن شہر آشوب نے ان میں سے تیرہ اشعار نقل کئے ہیں۔ (۵)

سید جزاً ری نے میں اشعار نقل کئے ہیں۔ (۶) زنوزی نے ریاض الجہیز روضہ ثانیہ میں نقل کیا ہے اس تمام قصیدے کا مختصر عظیم قادر الکلام شاعر شیخ عباس زیوری بغدادی نے لکھا ہے، جوان کے مخطوطہ دیوان میں موجود ہے، جس کو مکتبہ مصر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شاعر کے حالات

قریش سے منسوب ہونے کی وجہ سے اس کا سلسلہ نسب یوں ہے:
عمرو بن عاص بن واکل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمر و بن حصیم بن کعب بن لوی قرشی اس کی
کنیت ابو محمد اور ابو عبد اللہ تھی۔

عرب کے پانچ مکار ترین لوگوں میں شمار تھا، جو نئے اٹھا کر حالات اپنے حق میں کر لیتے تھے۔

۲۔ شرح نجع البلاغہ ج ۲۷ ص ۵۲۲ (ج ۱۰ ص ۵۶)

۱۔ فہرست کتب ج ۲۳ ص ۳۱۳

۳۔ مغنی الملیک ج ۱ ص ۸۲

۲۔ لطائف اخبار الدول ص ۲۱ (ص ۶۱)

۴۔ انوار الصنایع ص ۲۳ (ج ۱ ص ۱۳)

۵۔ مناقب بن شہر آشوب ج ۲۳ ص ۱۰۶ (ج ۳ ص ۲۱۶)

تخریب کاری کی داستانیں کتابوں میں بھری پڑی ہیں۔ یہ ان لوگوں میں تھا جو فسق و فجور کو برائی نہیں سمجھتے۔ ثبوت میں اس کی زندگی کے حالات ہیں۔

نسب

اس کا باپ قرآن کی روشنی میں ابتر تھا، سورہ کوثر کی آیت ﴿إِنَّ شَانِشَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾ پیش کی تھی مگر ادشمن ہی مقطوع انسل ہے، اس کے باپ ہی کے لئے نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ اکثر علماء و مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے۔ (۱) بعض تفسیروں میں، عاص، ابو جہل، ابو لهب اور عقبہ بن معیط کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ تفسیر رازی میں ہے کہ یہ سبھی رسولؐ کی نذمت کرتے تھے۔ عاص چونکہ زیادہ نذمت کرتا تھا اس لئے مفسرین نے اسی کا نام لیا ہے۔

سلیم بن قیس ہلالی کہتے ہیں کہ یہ آیت خاص عمر و عاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے کیون کہ جب رسولؐ کے فرزند ابی ہم کا انتقال ہوا تو اس نے کہا: محمد ابتر ہو گئے، اب ان کا جانشین نہیں۔ (۲) اسی کا ذکر عمار یاسر اور عبد اللہ بن جعفر نے جنگ صفين میں کیا تھا۔ اس طرح عمر و عاص ابتر اور ابتر کا پیٹا ہے، اسی لئے حضرت علیؓ نے اس کو خط لکھتے ہوئے یوں تحریر کیا:

خدا کے بندے علیؓ امیر المؤمنین کی طرف سے... ابتر اور فرزند ابتر عمر و عاص کی طرف جو آل محمدی برائی بیان کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمر و عاص کا نسب کیا تھا، اس سے جو بیٹا، بیٹی منسوب ہو وہ یہک نہیں ہو سکتی۔

اس پر طرز ہے کہ اس کی ماں لیلیٰ مکہ کی مشہور ترین زانیہ اور سُتیٰ فاحشہ تھی، جب اس نے عمر کو پیدا کیا تو پانچ آدمیوں نے اس پر دعویٰ کیا، شاہست کی وجہ سے عاص کو تھوپ دیا گیا کیوں کہ وہ لیلیٰ کو زیادہ

۱۔ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۵ (ج ۱ ص ۱۳۲)؛ ابن تجہیہ کی المعرف م ۲۸۵ (ص ۲۸۲)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۳۰ (ج ۱۲ ص ۲۹۲)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۹ ص ۲۲۲ (ج ۱۳ ص ۲۹۲)؛

۲۔ کتاب سلیم بن قیس (ج ۲ ص ۲۳۷) حدیث (۲۲۲)

پیے دیتا تھا۔ اس واقعہ کو اروی بنت حارث بن عبدالمطلب نے معاویہ کے دربار میں بیان کیا۔ جب معاویہ نے خوشامد میں کہا: خوش آمدید اے پھوپھی! کیا حال رہا تھا رہا۔ انھوں نے کہا: ”بھتیجے! تم نے محن کے ساتھ احسان فراموشی کا بر تاؤ کیا، اپنے پچیرے بھائی کے ساتھ برا سلوک کیا، اپنے لئے انجانے نام کی شہرت دے لی، دوسروں کا حق مار لیا، تمہیں سبقت اسلامی بھی حاصل نہیں، ابن محمد کے انکار کی وجہ سے خدا نے تم سے خوشی چھین کر حق کو اس کے حقدار کی طرف واپس کر دیا۔ خدا کی بات بلند ہوتی تھی، ہمارے بھی خالقوں کی آرزو کے برخلاف کامران ہوئے۔ ہم اللہ ہیئت اپنے اعتبار سے انتہائی قدر و منزلت والے تھے۔ لیکن بعد وفات رسولؐ ہماری حالت وہی ہو گئی، جو قوم موسکی فرعونیوں کے بیہاں ہوتی تھی۔ بیٹوں کو ذبح کرتے اور بیٹیوں کو چھوڑ دیتے۔ رسولؐ کے بعد علیؐ کی حیثیت وہی تھی، جو موسیؐ کے نزدیک ہارون کی تھی، جنہوں نے کہا تھا: ما نجاۓ! میری قوم نے مجھے کمزور کر دیا ہے اب وہ قتل کرنے پر آزاد ہیں، رسولؐ کے بعد ہم نے کوئی آسانش نہیں دیکھی، ہماری دشواریاں بڑھتی گئیں۔ اب تو ہمارا انجام جنت اور تمہارا جہنم ہے۔“ عمر نے کہا: او گمراہ بدھی! بات کم کر، آنکھیں مت چکا۔ اروی نے پوچھا: تو کون ہے تیری ماں نہ رہے؟ عمر نے کہا: میرا نام عمر و بن عاص ہے۔ یہن کراوی نے ڈپتا: اور حرام زادی نایخہ کے جنے اتو مرحہ سے بات کرتا ہے، جبکہ تیری ماں مک کی سستی اجرت والی مشہور ترین فاحش تھی، اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر، اپنی اوقات مت بھول جا۔ خدا کی قسم! تمہیں میں ہر آوارہ مرد کے ساتھ گھومتے دیکھا ہے۔ (۲)

۱۔ العقد الفرید (ج ۱ص ۲۲۵) اور روض المناظر (ج ۱ص ۲۲۹) میں پائی گذکر ہے۔

۲۔ بلاغات النساء ص ۲۲۳: العقد الفرید (ج ۱ص ۲۲۵)، روض المناظر (ج ۱ص ۲۲۹)، ج ۲ (ج ۱ص ۲۲۹ جواہر ۲۰۷): بہرات الاراق (ج ۱ص ۲۲۷) (ص ۱۵۲): فرید و جدی کی دائرة المعارف (ج ۱ص ۲۱۵)، ج ۲ (ج ۱ص ۲۲۰ نمبر ۲۲۰) (ج ۱ص ۲۸۲) (ص ۱۵۲)؛ فرید و جدی کی دائرة المعارف (ج ۱ص ۲۱۵)، ج ۲ (ج ۱ص ۲۲۰ نمبر ۲۲۰) (الاراق (ج ۱ص ۲۲۷))

دوسروں کے علاوہ امام حسن نے بھی معادیہ کے سامنے تھی بات کہی تھی: ”عاص کے بیٹے تیرا معاملہ مشترک ہے، تیری ماں نے بدکاری کرائے تجھے مجھوں پیدا کیا، پھر قریش کے چار آدمیوں کے درمیان تیرے متعلق حاکمہ ہوا۔ (۱) ان میں سب سے مخلص اور تیری ماں کا گھر ایسا اور خبیث تھا تو اسی کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر جب تیرے باپ نے محمدؐ کی نعمت کی تقدیم کرنے والے اس کے حق میں آیت ﴿اَنْ شَانِكَ هُوَ الْاَبْتَر﴾ نازل کی۔ (۲)

ابو منذر رہشام کلبی نے ”مثال العرب“ میں اس کی ماں کے یاروں میں عبدالرحمن ابن حکم، عتبہ اور عقبہ کے نام بھی لکھا ہے۔ یہ ان عورتوں میں سے تھی جن کی جاہل رسم کے مطابق شادی ہوئی تھی، اپنی کتاب میں فاحشہ عورتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا بیٹوں کے ساتھ مکہ آنا اور آوارہ آدمیوں سے تعلق ولادت کے بعد زیاد اور عاص کے حوالے کیا جانا درج کیا ہے۔ خود عمر و عاص کو اس کا اعتراض تھا۔ غلبی نے بھی اپنی کتاب میں اس واقعہ کو تفصیل سے درج کیا ہے۔

زمشتری کی ریچ الابرار میں ہے کہ عمر و کی ماں نابغہ، قبیلہ عزراہ کے ایک شخص کی کہنی تھی۔ قید ہوئی تو کے میں عبداللہ بن جدعان نے اسے خرید لیا، وہ فاحشہ عورت تھی۔ (۳) کلبی کے مطابق اس شخص کو ہزار درہم دینے کا اعلان تھا جو عمر و سے اس کی بدنام ماں کا حال پوچھ لے۔ یہ بات اس وقت کی ہے جب عمر و مصر کا گورنر تھا۔ ایک شخص اس کے پاس آیا اور پوچھا: ”میں جہاں پناہ کی مادر گرامی کے متعلق معلومات حاصل کرنے آیا ہوں“۔ عمر و نے جواب دیا: ”ہاں! وہ نبی جدعان کی طرف منسوب قبیلہ عزراہ کی عورت تھیں، ان کا نام سلیل اور لقب نابغہ تھا۔ اب جاؤ جو انعام مقرر ہے لے لو۔“ (۴)

سیرت حلیبیہ کے مطابق زمانہ جاہلیت میں نکاح بغایا اور نکاح جمع راجح تھا۔ نکاح بغایا یہ تھا کہ کچھ

۱-کلبی اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ ص ۲۰۱ پر پانچ آدمیوں کا ذکر کیا ہے۔

۲-شرح ابن ابی الحدید ح ۲۷ ص ۱۰۱ (ج ۶ ص ۲۹۱ خطبہ ۸۳): تذکرہ خواص الامم ص ۱۱۲ (ص ۲۰۱)

۳-ریچ الابرار (ج ۳ ص ۵۳۸) (ج ۲ ص ۵۲)

۴-کامل برد (ج ۲ ص ۸۳): ابن تجیہ کی عیون الاخبار را ف ۲۸۳، استیحاب (اقسم الثالث ص ۱۸۳ نومبر ۱۹۳۱)، شرح ابن ابی الحدید ح ۲۷ ص ۱۰۰ (ج ۶ ص ۲۸۳)؛ جمیرۃ الخطب ح ۲۷ ص ۱۹ (ج ۲ ص ۲۵، ۲۶ نومبر ۱۸۳۱ خطبہ ۸۳)

لوگ کسی فاحشہ عورت سے باری باری ہم بستر ہوتے، اگر محل شہر تا تو جس سے شbahت ہوتی، پچھے اس کو مل جاتا۔ نکاح جمع یہ تھا کہ دس سے کم افراد کسی پر چم والی فاحشہ عورت کے پاس جاتے، جب پچھے پیدا ہوتا تو یہ سب کو بلا تی اور کہتی کہ اے فلاں! یہ تمہارا بچہ ہے، اسے قبول کرو اور اسے قول کرتے ہی بنتی، چاہے اس سے مشابہت ہوتی یا نہیں۔ اختال یہ ہے کہ عمر و عاص نکاح جمع سے پیدا ہوا تھا، کیوں کہ چار افراد، عاص، ابو لہب، امیرہ اور ابو سفیان نے دعویٰ کیا کہ عمر و میرا بیٹا ہے۔ نابغہ نے عاص کے حوالے کر دیا، کیوں کہ وہ اس کا خرچ برداشت کرتا تھا اور ابو سفیان کنجوں تھا۔ (۱)

اس کی وجہ سے عمر و عاص کی ہمیشہ ملامت کی گئی۔ حضرت علیؓ، عثمان، امام حسنؓ، عمار یا سر اور دوسرے صحابہ تاذتے رہے، تفصیل آگے آئے گی۔ (۲)

عبداللہ بن جعفر اور عمر و

عمر و عاص نے عبد اللہ بن جعفر کو معاویہ کے دربار میں حقارت سے پکارا: اے جعفر کے بیٹے! عبد اللہ نے جواب دیا: تو نے مجھے جعفر کی طرف نسبت دی، نہ میں زنازادہ ہوں نہ ابتر ہوں۔ پھر دو شعروں میں اندر ہیروں کے نقیب سے کہا کہ تو نے ذر کے مارے اسلام قبول کیا لیکن حقیقت میں کافر ہے، ٹھوٹ یہ ہے کہ تو ہم الہمیت سے نفرت رکھتا ہے۔ (۳)

عبداللہ بن ابو سفیان اور عمر و

عبداللہ بن ابی سفیان بن حارث ہاشمی نے معاویہ سے ملنے کی اجازت طلب کی، وہاں عمر و بھی تھا، بولا: آپ ایسے کوڑاں باری باری دے رہے ہیں، جو لہو و لعب میں مشغول رہتا ہے، گانے والوں کا رسیا ہے

۱۔ المسیرۃ الحلبیۃ ج ۳۶، ص ۳۲ (ج ۱ ص ۳۲)

۲۔ المسیرۃ الحلبیۃ ج ۴۲، ص ۸۸-۸۷ (ج ۲ ص ۷۸، ۷۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۳۲۰ (ج ۹ ص ۲۲)، بخشہ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۷۸

اور جہاد سے روگرداں رہتا ہے، مکملو پن اور شوخی اس کا کام ہے۔ عبد اللہ نے یہ سن کر جواب دیا: اے عمر! یہ خصلت میری نہیں، تیری ہے۔ میں یادِ خدا میں مشغول رہتا ہوں، ظلم کی تائید نہیں کرتا۔ مہالک سے بھاگتا نہیں، پھل خور نہیں ہوں، بلند نسب ہوں، میں حرایت نہیں جس پر کئی قریش نے دعویٰ کیا ہو، کاش! میں جانتا کر تو کس نسب کے بل بوتے پراشراف سے مقابلہ کر رہا ہے، کیا تجھے اسی نسب پر فخر ہے جس کا کچھ حساب کو معلوم ہے۔ (۱)

عمرو کا اسلام

عمرو کی پوری زندگی کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ وہ واقعی مسلمان نہیں تھا۔ اس نے اپنے اسلام کا اظہار واقعہ جبش کے بعد کیا تھا تاکہ مادی فائدے بتوڑ سکے یا اسلامی ترقی کے ضرر سے محفوظ رہ سکے۔

عمرو بن عاصی عمارہ بن ولید کے ساتھ قریش کا نمائندہ بن کر شاہ جبش کے پاس اس لئے گیا کہ جعفر اور ان کے رفقاء کو قریش کے حوالے کر دے، وہاں اس نے دیکھا کہ لوگ جعفر کی طرف مائل ہیں اور اسلام بڑی تیزی سے ترقی کر رہا ہے، نجاشی کی گفتگو نے اس کا خیال ہی بدلت دیا۔ اس نے کہا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس قاہدر رسول کو تھہارے حوالے کر دوں جو رسول مثل مولیٰ ہیں اور جبریل ان پر نازل ہوتے ہیں۔ عمرو نے جبرت سے پوچھا: کیا ایسا ہتھی ہے؟ نجاشی نے کہا: تم پر افسوس ہے! تم میری بات مان لو اور اس رسول کی پیروی کرو جو بخدا بحق ہیں اور حقی طور پر غلبہ پالیں گے جس طرح مولیٰ نے فرعونیوں پر غلبہ پالیا تھا۔ (۲)

اسی واقعہ نے عمرو کو پیغمبرؐ کے قریب آنے پر آمادہ کیا۔ مختصر یہ کہ اس کی پوری زندگی ظاہری اسلام یا اپنے تحفظ یا ریشدوانیوں میں گزری۔ اس نے رسولؐ کی ستر شعروں میں مذمت کی اور ہر شعر کے بد لے رسولؐ نے اس پر لعنت کی۔ حضرت علیؓ نے اس کے متعلق شعر کہا ہے کہ: عمرو کب فاسقوں اور اسلامی

(۱) تاریخ ابن عساکر ج ر ۳۲۸ (ج ۹ ص ۲۶۷، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۲ ص ۷۸)؛ الاصابی ج ۲ ص ۳۲۰

(۲) سیرۃ ابن ہشام ج ۳ ص ۳۱۹ (ج ۲ ص ۲۸۹) اور دیگر کتب سیرہ تاریخ

دشمنوں کی گود میں نہ رہا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی ماں کی طرح نہ ہو؟ حضرت کا خیال بالکل صحیح ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: اس خدا کی قسم جس نے دانہ و گافٹہ کیا اور مخلوقات کو پیدا کیا! اس نے صرف ظاہری اسلام قبول کیا ہے اور اپنا کفر چھپایا ہے تاکہ جب اپنے دوستوں سے ملے تو اصل کفر ظاہر کر سکے۔ (۱)

ابن الہی الحدید کہتے ہیں کہ میرے استاد ابو القاسم لخنی نے معاویہ و عمر و کی گفتگو لفظ کی ہے۔ معاویہ نے کہا: ”اے ابو عبد اللہ! لوگوں کا یہ کہنا بھجئے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ تم نے مادی فائدوں کے لئے اسلام قبول کیا ہے۔“ عمر نے جواب دیا: ”اب اسے جانے بھی دیتھے۔“

ہمارے استاد کہتے ہیں کہ یہ جملہ واضح اشارہ ہے کہ عمر و الحمد و کافر تھا ”اس بات کو جانے دیتھے“ کا مطلب یہ ہے کہ اسے قیامت کا یقین نہ تھا، معاویہ بھی اسی کی طرح تھا۔ (۲) ابن الہی الحدید کہتے ہیں کہ میں نے عمر و کے حکیمانہ کلام اس لئے نقل کئے ہیں کہ کسی خوبی کو ضائع نہ کرنا چاہئے۔ چاہے وہ شخص کتنا ہی ناپسندیدہ ہو۔ (۳)

رجاء محض کا اولین عقیدہ عمر و اور معاویہ ہی نے ایجاد کیا، ان دونوں کا خیال تھا کہ اسلام قبول کر لینے کے بعد کیسا ہی پاپ کیا جائے، بہر حال مغفرت ہو جائے گی۔ کیوں کہ خدا کا ارشاد ہے کہ ”ان الله ليغفر الذنوب جمیعاً“ بے شک خدا تمام گناہ معاف کر دیگا۔ (۴)

معاویہ فاسق و بے دین تھا۔ اسی طرح اس کی فوج کے تمام افراد فاسق و بے دین تھے۔

رسول خدا کا ارشاد

زید بن ارقم معاویہ سے ملنے گئے، ذیکھا کہ وہاں معاویہ و عمر و عاص ایک جگہ تخت پر بیٹھے ہیں۔

۱- تذكرة الخواص ص ۵۶ (۹۷) اور سیرۃ حلیہ (حج ۳ ص ۲۰) وغیرہ

۲- شرح ابن الہی الحدید ح راص ص ۱۲۷ (حج ۲ ص ۲۵، ۲۶، ۲۷)؛ ح ۲۶ ص ۲۲۵، ۲۲۱ خطبہ ۸۳؛ ح ۷ ص ۵۸ خطبہ ۹۲

۳- شرح ابن الہی الحدید ح ر ۲ ص ۱۱۳

۴- شرح ابن الہی الحدید ح ر ۲ ص ۱۱۳

زید ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ عمر و عاص وہاڑے: دوسری جگہ نہیں تھی کہ یہاں بیٹھ کر امیر المؤمنین سے میری قربت ختم کر دی؟ زید نے کہا: رسول خدا جنگ جوک میں تشریف لے گئے، تم بھی اس میں شریک تھے۔ جب رسول خدا نے تم دونوں کو ایک ساتھ دیکھا تو آنحضرت نے تم پر خشم آلو دنگاہ ڈالی، دوسرے دن بھی تمہیں گھورا، تیسرا دن فرمایا کہ جب تم معاویہ و عمر و عاص کو ایک جگہ دیکھو تو دونوں میں جداگی ڈال دو، کیوں کہ یہ دونوں بھی خیر پر مختص نہ ہوں گے۔ (۱)

امیر المؤمنینؑ کا ارشاد

ابوحیان تو حیدری لکھتے ہیں کہ عمر نے حضرت علیؑ کے متعلق فرمایا کہ ان میں شوخی و مزاح بہت ہے، جب یہ خبر حضرت کو ہو پنجی تو فرمایا: فرزند نابغہ مجھے شوخ دیا وہ کہتا ہے، یہ نسبت میری طرف قطعی درست نہیں ہے مجھے تو یاد آخرت، بے ہو دیگوں سے باز رکھتی ہے۔ یاد آخرت انسان کو بہترین صفات سے آراستہ کرتی ہے جھوٹ بولنا باری بات ہے۔ عمر و جب بھی وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے، زمان ہی اس کی اصلاح کرے گا، اس کی سب سے بڑی مکاری یہ ہے کہ اپنی شرمگاہ جمٹ سے ظاہر کر دیتا ہے۔ (۲)

جب شامیوں نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تو فرمایا:

”خدا کے بندو! میں سب سے زیادہ قرآن پر عامل ہوں لیکن معاویہ، عمر و عاص، ابن ابی معیط، حبیب بن سلمہ اور ابن ابی سرح نہ تو اہل دیانت میں سے ہیں اور نہ قرآن مانتے ہیں۔ میں انہیں تم سے زیادہ پچھا نتا ہوں۔ پچھن سے ان کے ساتھ رہا ہوں اور آج بھی دیکھ رہا ہوں، ان کا پچھن بدر تین تھا۔ ان کی بات حق ہے لیکن ان کا ارادہ باطل ہے، بغیر معرفت کے قرآن بلند کیا ہے صرف مکروہیلہ کر رہے ہیں، عمل نہیں کریں گے۔“ (۳)

۱۔ صحن، ص ۱۱۲ (ص ۲۱۸)؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۹۰ (ج ۲ ص ۱۲۵)

۲۔ الامان و الموابیث ج ۲ ص ۱۸۲۔ شیخ طویل نے اپنی امامی ص ۸۲ (ص ۱۳۱ احادیث ۲۰۸۰) پر حافظ ابن عقدہ کے طریق سے اس کی روایت کی ہے نیز طاحدہ کیجیے؛ یونون الاخبار ج راجی ص ۱۶۲؛ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۷ (ج ۲ ص ۱۳۱)

۳۔ کتاب صحن نفر بن مزاحم ص ۲۲۳ (ص ۲۸۹)

مسعودی کہتا ہے کہ قبیلہ بکر بن واٹل کا ایک ضعیف العمر جاہد یوسف بن ارقم بن عوف کا بیان ہے کہ میں صحنیں میں حضرت علیؑ کی فوج میں تھا، عمر و عاص اپنے نیزے میں چوکور سیاہ جھنڈے لگائے ہوئے تھا۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ رسول خدا نے یہ جھنڈا اعمرو کے حوالے کیا تھا۔ حضرت نے فرمایا: جانتے ہو، اس کا کیا واقعہ ہے؟ رسول خدا نے اس پر چم کو بلند کر کے فرمایا کہ اس کی شرطوں کے ساتھ کون لے گا؟ عمر و نے شرائط پوچھے تو فرمایا:

اسے لے کر مسلمانوں سے جنگ نہ کرے، عمر نے اس کو لے لیا لیکن خدا کی قسم! آج یہ مسلمانوں سے جنگ کر رہا ہے، خدا کی قسم! انہوں نے ظاہری طور سے اسلام قبول کیا ہے۔ اپنا کفر چھپائے رہے یکن جب مدگار مل گئے تو اپنا بکلخ ظاہر کر دیا، یہ نماز کو صرف بصورت ظاہر پڑھتے ہیں۔ (۱)

حضرت علیؑ کا خط عمر و عاص کے نام

”یہ خط بندہ خدا علیؑ امیر المؤمنین کی طرف سے، اپنے فرزند ابتو عمر و بن عاص بن واٹل کی طرف جس نے محمد و آل محمد سے عناد کا بیڑا اٹھا کر کھا ہے، ہدایت قبول کرنے والے پر سلام!

اما بعد تو نے اپنی مرد انگی ایک فاسق کے حوالے کر دی ہے۔ وہ شرفاء کی اہانت کرتا ہے، ہلیم افراد اس سے وابستہ ہونے کی وجہ سے احمق مشہور کئے جاتے ہیں۔ تیرا دل اس کا مطبع ہے، اس کی پیروی سے تیرا دین چھن گیا۔ اسلام، دنیا، آخرت، سبھی جاہنی کے گھاٹ لگ گئے، خدا تیری کیتیکی کوازل ہی سے جانتا تھا تو معاویہ کے پیچے کتے کی طرح یوں لگا ہے جیسے شیر کے پیچھے بھیڑیا کہ اس کا بچا کچا کھا سکے۔ اگر تو حق پر عمل کرتا تو مطلب پالیتا، اگر خدا نے مجھے تھوڑا اور فرزند جگر خوارہ پر قابو دیدیا تو تمہیں ان قریش کے خالموں کے پاس یہو چادر دیں گا، جنہیں زمانہ رسولؐ میں خدا نے ہلاک کیا تھا۔ اگر تمیرے بعد زندہ رہے گئے تو خدا انتقام لینے کے لئے کافی ہے۔“

فہد یونیورسٹی آنلائی نرالوب میں ج ۲

ایک نکتہ

ابن الی الحدید نے یہ خطاط بن مزاحم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۱) موجودہ کتاب صفين میں یہ خط نہیں ہے۔ ارباب نظر بحث کرتے ہیں کہ موجودہ کتاب صفين مکمل نہیں ہے بلکہ تلخیص ہے۔ موجودہ کتاب سے وہ کافی صحیم تھی۔ حضرت کا ایک دوسرا خط بھی اس کی دین فروشی پر سرزنش کے لئے ہے مضمون تقریباً یہی ہے۔ (۲)

بعد تحریک نطبہ امیر المؤمنین

جب خوارج نے بغاوت کی اور ابو موسیٰ اشعری مکہ بھاگ گیا تو علیؑ نے بصرہ کا گورنر اہن عباس کو بنایا۔ آنحضرتؐ نے کوفہ میں اس موقع پر خطبہ فرماتے ہوئے حمد خدا اور رحمت رسولؐ کے بعد فرمایا: ”تجربہ کارکی صحیح ٹھکرانے سے ندامت ہوتی ہے۔ اگر تم میری اطاعت کرتے تو یہ صورت حال نہ پیدا ہوتی، سمجھ لو کہ یہ دونوں (عمر و ابوموسیٰ) حکم تھے لیکن قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ ان کا فیصلہ خواہ شatas پر ٹھی تھا۔ لہذا دونوں میں اختلاف ہوا اور صحیح فیصلہ ہو سکا، کبھی ناخوش ہو گئے اب یہ دونوں شام جاری ہے ہیں۔“ (۳)

عمر و عاصم کے متعلق حضرت کے ارشادات بہت زیادہ ہیں، اختصار کے خیال سے آخری ارشاد نقل کیا جا رہا ہے: ”نابغہ کا پیٹا، وشن خدا اور دشمنان خدا کا دوست، مصر کا حاکم ہو گیا، خبیث ظالموں نے مصروف تھے کر لیا، ان دو دلوں نے مخلوقات کو حق سے روک دیا ہے اور بکھروی و انحراف کی تبلیغ و اشاعت کر رہے ہیں۔“ (۴)

۱۔ شرح ابن الی الحدید ج ۲ ص ۶۱ (ج ۱۶ ص ۱۱۳) ۲۔ فتح البلاعج ج ۲ ص ۲۲ (ج ۱۶ ص ۲۳۱)

۳۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۹ (ج ۱۶ ص ۱۲۳)؛ تاریخ طبری ج ۶ ص ۳۵ (ج ۵ ص ۷۷ حادث ۱۳۷)؛ مروج الذهب

ج ۲ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۳۲)؛ فتح البلاعج ج ۱ ص ۲۳ (ج ۱۶ ص ۱۲۳)؛ تاریخ کامل ج ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۳۰۰) حادث ۱۳۷

۴۔ البدریۃ والہایہ ج ۷ ص ۲۸۶ (ج ۷ ص ۳۱۷ حادث ۱۳۷)

۵۔ تاریخ طبری ج ۶ ص ۶۲ - ۶۱ (ج ۵ ص ۷۷ حادث ۱۳۷)

قتوت میں امیر المؤمنین نے عبرو پر متواتر لعنت کی

جگ صفین کے بعد حضرت علیؑ اپنے قتوت میں معاویہ پر لعنت کیا کرتے تھے۔ کافے والے بھی آپ کی پیروی میں لعنت پڑھتے تھے۔ معاویہ کا بھی یہی حال اور شام والے اس کی پیروی کرتے تھے۔ طبری میں قتوت کے یہ الفاظ ہیں

”اللَّهُمَّ اعْنِ معاوِيَةَ وَعُمَراً وَابْنَ الْاعْوَرِ إِلَيْكَ أَشْرَأْتُ وَرَسُونَ وَحُسْنَ وَ

وَالضَّحَاكَ بْنَ قَيْسٍ وَالْوَلِيدَ“

جب معاویہ کو اس کی خبر ملی تو اس نے بھی قتوت میں علیؑ، ابن عباس، مالک اشتر اور حسن و حسین پر لعنت پڑھنی شروع کر دی۔ (۱)

نصر بن مزاحم نے بھی اس روایت کو تھوڑے اختلاف کے ساتھ یوں نقل کیا ہے: حضرت علیؑ نماز صحیح و مغرب کے اختتام پر فرماتے تھے: اللَّهُمَّ اعْنِ معاوِيَةَ وَعُمَراً ... لیکن اس میں اشتر کے بجائے قیس بن عبادہ کا تذکرہ ہے۔ (۲)

ابن حزم نے لکھا ہے کہ علیؑ و معاویہ و ابی و سنتی نمازوں کے قتوت میں ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے تھے۔ (۳) کتاب الحصالص میں اس قدر اضافہ ہے کہ یہ رسم عمر بن عبد العزیز کے زمانے تک جاری رہی، اس نے یہ رسم بند کی۔ (۴)

عائشہ کی لعنت عمر و پر

محمد بن ابی بکر کے قتل کی خبر عائشہ کو معلوم ہوئی تو بہت بیقرار ہوئیں اور ہر قتوت میں معاویہ و

۱۔ تاریخ طبری ص ۲۶۰ (ج ۱ ص ۳۰۰ و قاتع ج ۲ ص ۷۰)

۲۔ کتاب صفين نصر بن مزاحم ص ۲۰۲ (ص ۵۵۲)

۳۔ کتاب الحصالص (ج ۲ ص ۱۳۵)

۴۔ الحصالص طوایص ص ۳۲۰ (ص ۲۲۲)

عمر و عاص پر لعنت کرنا اپنا شعار بنا لیا۔ (۳)

امام حسن اور عمر و عاص

زبیر بن بکار کتاب ”المفاخرات“ میں روایت کرتا ہے:

معاویہ کے پاس عمر و عاص، ولید بن عقبہ، عتبہ بن ابی سفیان اور مسیحہ بن شعبہ بیٹھے تھے۔ امام حسن کی کچھ تلخ و تند باتیں انہیں معلوم ہوئی تھیں۔ امام حسن کو بھی ان کا طعن و تشنج معلوم ہوا تھا۔ ان سب نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اذ راد بکھتے تو امام حسن نے کس طرح سے اپنے باپ کا نام روشن کیا ہے کہ تمام مسلمان ان کی تقدیق کرتے ہیں اور جیروی کرتے ہیں، وہ بلند مرتبہ مشہور ہو گئے ہیں۔ ہم لوگ ان کی کچھ تشویشناک باتیں سن رہے ہیں، معاویہ نے کہا کہ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ سب نے کہا کہ ان کو بیہاں بلا یے تاکہ ان کے سامنے ان کے باپ کو گالی دی جائے۔ ان سے کہا جائے کہ تمہارے باپ نے عثمان کو قتل کیا اور ان سے اقرار لیا جائے۔ آپ کے سامنے انہیں بولنے کی جرأت نہیں ہوگی۔

معاویہ نے کہا کہ ایسا نہ کرو، خدا کی قسم! ان کے پاس میں بیٹھتا ہوں تو ان کا رعب مجھ پر طاری ہو جاتا ہے۔ سب نے اصرار کیا کہ کچھ بھی ہو آپ انہیں بلا یے۔

معاویہ نے کہا کہ اگر وہ بیہاں آئے تو میں انصاف کا دامن نہیں چھوڑوں گا۔

عمر و عاص نے کہا کہ آپ کو ڈر ہے کہ ان کا باطل ہمارے حق پر غالب آجائے گا یا ان کی بات ہماری بات پر برتری حاصل کر لے گی؟

معاویہ نے کہا کہ اگر تم میری مرضی کے خلاف انہیں بلا ناٹھ چاہتے ہو تو بات چیت میں ان سے جھگڑنا ہیں۔ اچھی طرح سے جھگڑو کر دو جس خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں ان پر عیب نہیں لگایا جاسکتا ہے۔

اب طبری ج ۲۶ ص ۲۰۵ (ج ۵ ص ۱۰۵ حادث ۲۷)؛ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۵۵ (ج ۲ ص ۳۲۳ حادث ۲۸)؛ ابن ابی

الحدید ج ۲ ص ۲۳۳ (ج ۲ ص ۸۸ خطبہ ۶)؛ البدایہ والتجہیج ج ۲ ص ۳۲۹ (ج ۷ ص ۳۳۹ حادث ۲۸)

تم لوگ انہیں الزام دینا کہ تمہارے باپ خلفاء ملائشی کی خلافت کرتے تھے اور انہوں نے عثمان کو قتل کرایا اس کے بعد معاویہ نے امام حسن کے پاس آؤ بیججا۔ امام حسن نے پوچھا: وہاں معاویہ کے پاس کون کون ہے؟ قاصد نے نام لیا فرمایا: ان سب پر آسمان پھٹ پڑے، عذاب الہی نازل ہو، آخر مقصد کیا ہے؟ پھر غلام سے لباس طلب کیا اور یہ دعا پڑھتے ہوئے گھر سے نکلے: خدا یا! میں ان کی برائیوں اور ریشہ دو انہیوں سے تیری ہی پناہ کا طلبگار ہوں، تیری بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ انہیں ذلت و خواری کا مزہ پچھا، تو نے ہر زمان و مکان میں اپنی قدرت سے میری نصرت فرمائی ہے، خدا یا! سب سے زیادہ تیری ہی مہربانیاں میرے شامل حال رہی ہے۔

بزم معاویہ میں پہنچے تو پہلے عمر و بن عاص نے جی بھر کے علیؑ کو گالیاں دیں اور کہا کہ علیؑ نے ابو بکر کو گالیاں دیں اور ان کی خلافت سے خوش نہیں تھے۔ وہ عمر و عثمان کے قتل میں شریک تھے اور پھر خلافت کا دعویٰ کر دیا۔ آئیں باسیں شایدیں سکتے ہوئے کہا کہ تم فرزند ان عبدالمطلب خلفاء کے قتل کے بعد بادشاہی کے قبیل کہاں رہے۔ اقتدار کے اتنے حریص ہو کہ ہر گھنیا حرکت پر آمادہ ہو جاتے ہو۔

پھر امام حسنؑ سے کہا: تم حماقت میں ہوں اقتدار لئے بیٹھے ہو۔ اپنی حرکتوں سے بھی اڑواتے ہو۔ اصل میں یہ سب نتیجہ ہے تمہارے باپ کے کرتوں کا۔ غرض ہم نے اس لئے بلا یا ہے کہ تمہارے باپ کو گالیاں دیں، اپنی حرکتوں سے اکیلہ رہ گئے ہو۔ خدا نے ان سے تنجات دی لیکن تم ہمارے قبضے میں ہو ہم چاہیں تو تمہیں قتل کر دیں۔ نہ کوئی گناہ ہو گانہ لوگ مذمت کریں گے۔ کیا تم ہمیں جھٹلا سکتے ہو۔ سمجھ لو کہ تمہارے باپ ظالم تھے۔

امام حسن علیہ السلام نے جواب میں حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا: ”تو نے جنگوں میں رسولؐ سے جنگ کی، مکہ میں رسول خداؐ کی بھجو کر کے انہیں اذیت دی۔ رسولؐ کے خلاف تو نے تمام مکاریاں کی اور انہیں جھٹلایا۔ بتکنذیب و عتاد میں تو سب سے بڑھا ہوا تھا، تو جب شہ بھی بتکنچ گیا تھا تاکہ جعفر اور ان کے ساتھیوں کو قابو میں کر کے اہل مکہ کے حوالے کر سکے، لیکن نجاشی کے یہاں تیرا اور خالی گیا۔ خدا نے تجھے نامید و اپس کیا۔“

تو نے اپنے ساتھی عمارہ بن ولید کے ساتھ حسد اور دھوکہ کیا۔ نجاشی کے سامنے اس کی چغلی کی لیکن خدا نے تجھے اور تیرے ساتھی کو رسا کیا۔ اس طرح تو جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں بنی ہاشم کا سخت ترین دشمن رہا...”۔

پھر فرمایا: ”تو بہتر جانتا ہے اور یہ سب بھی جانتے ہیں کہ تو نے رسولؐ کی نذمت میں ستر شعر کہے۔ رسول خدا نے جواب دیا کہ شعر کہنا میرے لئے مناسب نہیں، میں ہر شعر کے بد لے اس پر ہزار لعنت بھیجا ہوں، اس طرح تجھ پر رسول خدا کی لعنت شمار سے باہر ہے“۔ (۱)

تو نے جو کچھ عثمان کے بارے میں کہا سب غلط ہے، یہ آگ تو نے ہی بھڑکائی تھی جب شعلہ بھڑک اٹھے تو فلسطین بھاگ گیا۔ وہ قتل ہو گئے تو تو نے کہا:

یا ابو عبد اللہ کا کیون تھا جب زخم کر دیتا ہوں تو خون خون کر دیتا ہوں۔ پھر خود کو معادیہ کی گو دیں ڈال کر اپنا دامن پھالیا اور اپنا دین دنیا کے بد لے لچ دیا، پھر کچھ لے میری ملامت، نفرت یا محبت کی بنا پر نہیں۔ تو نے زندگی میں عثمان کی کوئی مدد نہ کی، ان کے قتل کے بعد قاتلوں پر غضبان ک بھی نہ ہوئے۔ عمر و عاص... کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ کیا تو نے کے سے جوش کی جانب روانہ ہونے سے قبل یہ اشعار نہیں کہے تھے:

”میری بیٹی پوچھتی ہے یہ سفر کیا ہے؟ حالانکہ یہ سفر میرے لئے ابھی نہیں، میں نے کہا: اس لئے جا رہا ہوں کہ نجاشی کے یہاں جعفر پر قابو پاسکوں، وہاں ان پر اتنے الزام لگاؤں گا کہ ان کا فخر ذلت میں بدل جائے گا۔ میں احمد کی نذمت کرنے میں سب سے آگے ہوں اس کا بدلہ مجھے عتبہ دے گا، میں بنی ہاشم کی نذمت میں کوئی دلیقت فروغ نہ کروں گا“۔ (۲)

۱۔ حقیق عبد العزیز طباطبائی نے حاجیہ کتاب پر اس واقعہ کو دسرے الفاظ میں درج ذیل کتابوں سے نقل کیا ہے: طبقات ابن سحد حالات امام حسن ج ۳۶ ص ۱۳۶: تحقیق کبیر طبرانی حالات امام حسن ج ۳ ص ۷۷ حدیث ۲۶۹۹، ۲۶۹۸: تاریخ ابن عساکر حالات ابواعور سلمی: تاریخ اسلام ذہبی حالات امام حسن ج ۳ ص ۳۹: تحقیق ابوالکمر ج ۱۱۳ ج ۹ ص ۸۷

۲۔ تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۱۳۰ (۲۰۰): شرح ابن الحدیج ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲ ص ۲۹۱ خطبہ ۸۲): تصریحۃ الخطب ج ۲ ص ۱۲ (ج ۲ ص ۲۷ نمبر ۱۸)

امام حسنؑ کے جواب میں کچھ توضیح طلب باتیں:

۱۔ آپ نے عمر د سے فرمایا کہ تو جعفر کو مکہ واپس لانے گیا تھا۔ یہ اشارہ ہے عمر و عاص کے دوسرے شعر کی طرف۔ لگ بھگ ۸۲۳ میں اور تویں جب شہر بھرت کر گئی تھیں، ان میں جعفر بن ابی طالب بھی تھے جب قریش کو معلوم ہوا تو کچھ تھا کاف کے ساتھ عمر و عاص اور عمارہ کو نجاشی بادشاہ کے پاس بھیجا لیکن ان کی امیدوں کے خلاف نجاشی نے مسلمانوں کی طرفداری کی۔

۲۔ عمارہ کے ساتھ چغلی اور دھو کے کا واقعہ یہ ہے کہ جب عمر و اور عمارہ کشتی پر سوار ہوئے تو عمارہ چوکھے جاذب نظر اور خوبصورت تھا۔ اس لئے عورتیں اس کی طرف مائل ہو جاتی تھیں۔ ایک رات دونوں نے شراب پی اور عمارہ نے عمر و کی بیوی سے کہا کہ میرا بوسہ لو، عمر و نے اجازت دے دی۔ لیکن پھر عمارہ اس سے ہم بستر بھی ہونا چاہتا تھا۔ عمر و نے منع کر دیا۔ عمارہ کو سخت غصہ آیا، وہ موقع کی تاک میں تھا۔ ایک بار عمر و کشتی کے کنارے پیشاب کر رہا تھا، عمارہ نے سمندر میں ڈھکیل دیا، عمر و تیرتا ہوا نکل آیا اور دل میں کینہ رکھ لیا۔ جب جبše پہنچے تو جاذبیت کی وجہ سے عمارہ نے نجاشی کی زوجہ سے ربط پیدا کر لیا۔ روز اس کے بستر پر سوتا اور عمر و سے ڈیگلیں مارتا۔ عمر و نے کہا: ثبوت کے بغیر نہیں مانوں گا۔ عمارہ نے عطر کی شیشی دکھائی، عمر و نے سارا ما جرا نجاشی سے کہہ دیا اور شیشی دکھادی۔ نجاشی نے حکم دیا کہ برهنہ کر کے عمارہ کے آکھ تناصل کو مسلیں۔ اس رسولی کے ساتھ اسے وہاں سے فرار ہوتے ہی بی۔ (۱)

ابن عباس کا خط عمر و کے نام

ابن عباس نے عمر و کے ایک خط کے جواب میں اس طرح تحریر فرمایا:

اما بعد امیں نے عربوں میں تجوہ سے ہڑا بے حیا نہیں دیکھا، معاویہ نے تجوہ خواہشات کی پیروی میں الجھایا اور تو نے چند کھوٹے سکوں میں اپنا دین نجج دیا۔ پھر اقتدار کی لک نے مردم فرمی کا چکر

(۱) عيون الاخبار ابن قتيبة ج راص ۲۷: آناتی ج ر ۹ ص ۵۲ (ج ۹ ص ۶۹)، شرح ابن ابی الحدید ج ر ۱۰ ص ۱۰۷ (ج ۱۰ ص ۳۰۳)، خطبہ (۸۲) بقصص العرب ج راص ۸۹ (ج ۱۰ ص ۹۸ نمبر ۲۵)

چلا یا، کامیابی نہیں تو پار سا بن کر جگ بھڑکا رہے ہو۔ اگر تم پچھے ہو تو حکومت مصر چھوڑ دیکھوں کہ یہ جگ تم ہی نے بھڑکائی ہے۔ معاویہ، علیؑ کے شش کہاں؟ علیؑ نے حق کے لئے جگ شروع کی، معاویہ نے تاحق جگ کی اور اب خوزیزی کا اسرا ف کر رہا ہے۔ اہل عراق شامیوں کی طرح نہیں۔ انہوں نے بہترین تخلوقات کی بیعت کی ہے، اور شامیوں نے بدترین خلق کی، تو اور میں بھی اس سلسلے میں بر ابر نہیں، میرا مقصد خوشنودی خدا کا حصول تھا لیکن تو حکومت مصر حاصل کرنا چاہتا تھا...”۔

پھر فضل بن عباس کو بلا کر کہا: اے بھائی! عمرو کے جواب میں اشعار کہو، چنانچہ فضل نے یہ اشعار

کہے:

”اے عمرو! تیرے حیلوں کا صرف یہی علاج ہے کہ مسلسل تیرے زخروں پر ضرب لگائی جائے تاکہ غرور کا خاتمہ ہو سکے، علیؑ کو خدا نے برتری عطا کی ہے، تم جگ سے بازاً جاؤ تو ہم بھی ہاتھ کھینچ لیں گے۔ (۱)

ابن عباس اور عمرو

ایک دن راستہ میں عمرو کی ابن عباس سے ملاقات ہو گئی۔ عمرو نے جل بھجن کر کہا: ابن عباس! جب بھی مجھے دیکھتے ہو ناپسندیدہ ہی نظر سے دیکھتے ہو جیسے تمہاری آنکھوں میں زخم ہو۔ لیکن جب لوگوں کے سامنے ہوتے ہو تو نادانی، کمزوری اور وساں ظاہر کرنے لگتے ہو۔ ابن عباس نے جواب دیا: کیوں کہ تم دوغلے ہو، قریشیں نیک شعار ہیں، باطل و جھالت سے پرہیز کرتے ہیں، حق پہنچانے کے بعد چھپاتے نہیں، معنوی بزرگی بھی ہے۔ تم قریش سے کہاں ہو، تم تو دوستروں سے پیدا ہوئے ہو۔ بنی هاشم، بنی عبد القاسم کوئی بھی تھیں اپنا نے پرآمادہ نہیں۔ تم تو گمراہ، حرامي اور گمراہ کرنے والے ہو، معاویہ نے حکومت دیدی تو تم پھولنے لگے۔ عمرو نے کہا: میں جب بھی تھیں دیکھتا ہوں خوش ہوتا ہوں۔ ابن عباس نے کہا:

۱۔ الامامة والسياسة: ح راص ۹۵ (ج اص ۹۹): کتاب صفين ص ۲۱۹ (ص ۳۱۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ح راص ۲۸۸ (ج ۸ ص ۶۲۳)؛ و تقدیم صفين ابن حرام ص ۳۰۰ (ص ۵۵۰)

میں حق کی طرف مائل اور حق کا پرستار ہوں۔ (۱)

عبداللہ بن جعفر، معاویہ کی مجلس میں وارد ہوئے۔ وہاں ابن عباس اور عمر و عاص بھی موجود تھے۔

عبداللہ کو آتے دیکھ کر عروہ نے طعن و تشنج شروع کر دی۔ ابن عباس نے اسے آڑے ہاتھوں لیا خدا کی قسم تم جھوٹے ہو، یہ تو ذکر خدا، لفظوں کے شکرگزار، برائیوں سے کنارہ کش، تھی، شریف اور سردار ہیں، یہ شریف النسب ہیں، حرای نہیں ہیں اور نہ ہی کم ظرف ہیں۔ یہ ایسے بھی نہیں جن کے متعلق قریش کے آوارہ لوگوں نے دعویٰ کیا ہو، پھر ایک قصاص بازی لے جائے۔

ہاں! یہ عبداللہ ان ذیل لوگوں کی طرح نہیں جن کے متعلق دو خاندان والے جھگڑا کر لیں کہ نہ معلوم کس محلے کا نوزاںیدہ ہے! پھر عروہ کی طرف رخ کیا: کاش میں سمجھ سکتا کہ تم کس پاک نسب اور عظیم شخصیت کو چھیڑ رہے ہو، ابے کمینے، حرای! اپنی حد میں رہنے کی کوشش کر۔ عبداللہ نے ابن عباس سے کہا: خدا کی قسم! اب رہنے بھی دیجئے، آپ نے اچھی طرح میرادفاع کیا۔ (۲)

معاویہ و عمر و عاص

معاویہ نے محسوس کیا کہ عروہ کی بیعت کے بغیر اس کا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس نے عروہ سے کہا: تم میری بیعت کرو۔ عروہ نے کہا: آخر کیوں؟ کیا آخرت کے لئے جس سے تم کو سوں دور ہو یادِ دنیا کے لئے جو تمہارے اختیار میں نہیں کہ مجھے شریک کر سکو۔ معاویہ نے کہا: میں تھیں دنیا کے لئے شریک کرنا چاہتا ہوں۔ عروہ نے کہا: تو پھر مصر کا فرمان لکھ دو۔ معاویہ نے فرمان لکھ کر نیچے یہ شرط لکھ دی کہ عروہ کو تمام معاملات میں میری پیروی کرنی ہوگی۔ عروہ نے کہا: یہ بھی لکھ دو کہ یہ فرمان برداری معاهدے پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ معاویہ نے کہا: لوگوں کو اس مطلب پر توجہ نہ ہوگی۔ عروہ نے کہا: پھر تم اسے لکھ دو۔ مجبوراً معاویہ نے لکھ دیا۔ عروہ نے واضح لفظوں میں کہا: ”تم حکومت مصر میرے حوالے کر دو تو میں دنیا تمہارے

۱۔ الحقد الفرید ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۳ ص ۲۰۲)

۲۔ جاحد کی المحسن والاضداد ص ۱۰۱ (ص ۸۷)؛ بیہقی کی المحسن والاساوی ج رام ص ۶۸ (ص ۹۰)

حوالے کر دوں۔” (عمرو نے اشعار پر مشتمل اس مطلب کا ایک خط بھی معاویہ کو لکھا تھا)۔ (۱)

معاویہ و عمرو... تفصیلی واقعہ

حضرت علیؑ نے معاویہ کو خط لکھ کر بیعت کرنے کی تائید فرمائی تو معاویہ نے اپنے بھائی عتبہ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا، اس نے مشورہ دیا کہ عمر و عاصم سے مدد لو، وہ مکاری میں کیتا ہے۔ لیکن عمرو نے عثمانؓ کے زمانہ میں کنارہ کشی اختیار کر لی تھی، اب وہ تم سے زیادہ ہی کنارہ کش رہے گا۔ ہاں! اگر تم نے اس کا دین خرید لیا اور مناسب قیمت دے دی، تو بیعت کرے گا، وہ دنیا طلب انسان ہے۔ اس وقت عمر و فلسطین میں تھا، معاویہ نے اسے خط لکھا کہ آپ علیؑ و طلحہ و زبیر کے واقعہ سے مطلع ہیں، مروان مجھ سے مل گئے ہیں اور جریر بن عبد اللہ مجھ سے بیعت علیؑ لینے آئے ہیں، میں نے آپ کے مشورے تک حاملہ کو تال رکھا ہے، جلد آئے۔ عمرو نے خط پڑھ کر اپنے دونوں بیٹوں سے مشورہ کیا، عبد اللہ نے کنارہ کش رہنے کا مشورہ دیا لیکن محمدؐ نے کہا: ”آپ بزرگ قریش ہیں، گوشہ نشینی مناسب نہیں، معاویہ سے مل کر خون عثمان کا نفرہ لگائے اس طرح آپؐ نی امیہ میں بھی محترم ہو جائیں گے۔“

عمرو نے عبد اللہ سے کہا کہ تو نے میرے دین کا خیال کیا اور محمدؐ سے کہا کہ تم نے مجھے دنیا بنا نے کا مشورہ دیا ہے۔ اب مجھے غور کرنے کا موقع دو۔ پھر رات میں ۱۹ اشعار پڑھے جس میں اپنے تذبذب کے بعد محمدؐ کے مشورے کو اہمیت دی تھی۔ اشعار سن کر عبد اللہ نے کہا: بذھا گیا کام سے (اشارة تھا کہ عمر و معاویہ سے مل گیا)۔ یعقوبی کے مطابق عبد اللہ نے کہا: بذھے نے اپنے بیرون پر پیشتاب کر کے دین کو دنیا کے بد لے بچ دیا۔“

صحیح کو اپنے غلام ”وردان“ سے کبھی سامان سفر درست کرنے کا حکم دیتا، کبھی کہتا کہ سامان سفر کھول دو غرض جب اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو اس کے غلام نے اس سے کہا: شاید آپ کی عقل ماری گئی ہے۔ آپ خود کہتے ہیں کہ معاویہ کے پاس دنیا ہے اور علیؑ کے پاس آخرت ہے پھر بھی صحیح فیصلہ نہیں کر پا رہے

ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ گوشہ نشین ہو کر بیٹھے رہتے۔ اگر دیدار غالب آئے تو آپ دین کی پناہ میں زندگی گزاریں گے اور اگر دنیا والے غالب آئے تو وہ آپ سے دنیاوی امور میں بے نیاز نہیں رہ سکتے۔ عمر نے کہا: یہ مشورہ تم اب دے رہے ہو جب سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ میں معاویہ کی طرف جانے کا عزم کر چکا ہوں، پھر سفر کرتے ہوئے ۹ شعر بڑھے جس میں علیٰ کے دین اور معاویہ کے دنیا کا تجزیہ کر کے دنیا اختیار کرنے کی بات کہی ہے۔

اس کے بعد عمر و معاویہ سے مل گیا، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اسے اس کی ضرورت ہے، شام پر ہونج کر

پہلے تو کھنچا کھنچا رہا۔ پھر جب بزم معاویہ میں وارد ہوا تو معاویہ نے کہا:

اے ابو عبد اللہ! اس رات مجھے تین بھی انک با تین معلوم ہوئی ہیں۔ جس کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں، عمر نے پوچھا: وہ کیا؟ معاویہ نے کہا: محمد بن ابی حذیفہ جو مصر میں قید تھے انھیں جیل توڑ کر نکال لیا گیا ہے، یہ واقعہ دین کے لئے بڑی آفت ہے۔ دوسری بات یہ کہ قیصر روم نے عوام کو ابھارا ہے کہ شام پر حملہ آور ہو جائیں۔ تیسرا یہ کہ علیٰ کو فہم ہونج گئے ہیں، اب وہ میری طرف رخ کریں گے۔

عمرو عاص نے کہا: ”تینوں باتیں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتیں، مجھ کے معاملے میں تجھے فوج بھیج دینی چاہئے، اگر اسے گرفتار کر لیا گیا تو ٹھیک ہے۔ اگر وہ بھاگ گیا تو بھی تیرے حق میں ٹھیک ہے۔ قیصر روم کو کچھ سیم تن کنیزیں اور قیمتی ظروف تھیں میں بھیج کر صلح کی درخواست کر، تیری بات مان جائے گا۔ لیکن علیٰ کا معاملہ ذرا پچیدہ ہے، عرب والے تجھ کو اور انھیں ایک میدان میں نہیں دیکھ سکتے۔ علیٰ جس بلند مرتبے کے حال میں ان کی رو سے تو ان پر غلط راستہ اختیار کر کے ہی قابو پا سکتا ہے۔“ ایک دوسری روایت میں ہے کہ معاویہ نے عمر سے کہا: میں نے آپ کو ایسے شخص سے لڑنے کے لئے بایا ہے جس نے عصیان خدا کیا، خلیفہ رسول کو قتل کیا، فتنہ پھیلایا اور تمام امت کو انتشار میں بتلا کر کے قطع رحم کیا۔ عمر نے پوچھا: کون ہے؟ معاویہ نے جواب دیا: ”علیٰ۔“

عمرو نے کہا: بخدا تم علیٰ کے پاسنگ بھی نہیں۔ بھرت، سبقت اسلامی، نرم و گرم حالات میں رسول

کی رفاقت اور علم و دانش، کوئی بھی اتفاق تم کو علیٰ کے مقابلے میں حاصل نہیں۔ اس کے علاوہ علیٰ کے سچے مخصوص فضائل ہیں، راہ خدا میں وہ ہر آزمائش میں کمرے اترے، اس کے باوجود اگر تمہارا ساتھ دوں تو مجھے کیا ملے گا۔ معاویہ نے کہا: یہ معاملہ آپ علیٰ کے اختیار میں ہے۔ عمر نے کہا: حکومت مصر اور اس کے منافع مجھے بخش دے۔ یہ سن کر معاویہ تھوڑی دریک سر جھکائے رہا۔ (ایک روایت میں ہے کہ معاویہ نے کہا کہ لوگ کہیں گے کہ آپ نے دنیا کے لئے مجھے اختیار کیا ہے۔ عمر نے کہا: یہ سب باقیں چھوڑ یئے)۔ معاویہ نے کہا: اگر میں تمہیں دھوکہ دینا چاہتا تو اب تک یہ کام کر چکا ہوتا۔ عمر نے جواب دیا: خدا کی قسم! مجھے جیسا تیری باتوں کے فریب میں نہیں آسکتا۔ معاویہ نے کہا: اپنے سر کو میرے سرزدیک لاؤ تاکہ تمہارے کان میں ایک راز کی بات کہوں۔ عمر نے سرزدیک کیا تو معاویہ نے کان میں دانت کاٹ کر کہا: یہ خود ایک دھوکہ ہے، اس کمرے میں میرے اور تمہارے سوا کیا کوئی اور ہے؟

عمرو عاص نے چھ اشعار میں واضح طور سے کہا کہ جب تک دنیا حاصل نہ کروں، تمہارے ہاتھ دین نہ پچوں گا، مجھے مصر حوالے کردو۔ (۱) معاویہ نے کہا: مصر کا علاقہ اہمیت میں عراق سے کم نہیں ہے۔ عمر نے کہا: ہاں! لیکن اگر میرے حوالے کر دو گے تبھی تمہارے پاس رہ سکے گا، عراق پر علیٰ کا قبضہ ہے اور عراقی اُنھیں چاہتے ہیں۔ اتنے میں معاویہ کا بھائی عتبہ آگیا۔ معاویہ سے بولا: تمہیں عمر کے ہاتھ مصر بیچنے میں اندیشہ کیا ہے؟ کاش! تم شام کے حکمران نہ ہوتے۔

اس رات معاویہ و عتبہ ایک ساتھ رہے۔ عتبہ نے آٹھ اشعار میں کہا کہ اگر تم نے مصر کو عمر کو حوالے نہ کیا تو یہ حرص ایک دن مصر کو ہمارے ہاتھوں سے نکال دے گی۔ معاویہ نے آدمی بیچ کر عمر کو بلوایا اور حکومت مصر کا پروانہ عطا کر دیا۔ عمر نے کہا: اس پر خدا گواہ ہے۔ یہ کہہ کر قیام گاہ پر آیا۔ بیٹوں نے پوچھا: کیا ہوا؟

جواب دیا: حکومت مصر کا پروانہ مل گیا۔ بیٹوں نے پوچھا: پورے عرب میں صرف مصر ہی ملا۔ عمر نے کہا: اگر تم لوگوں کا پیٹ مصر سے نہ بھر سکا تو خدا تمہارا پیٹ نہ بھرے، معاویہ نے شرط لگادی تھی کہ ہر

حال میں میری اطاعت کرنی ہوگی۔
عمر نے شرط کی تھی کہ معاهدہ کسی حال میں نہ ٹوٹے گا نہیں (دونوں ہی اپنی اپنی چال میں تھے)۔

عمر و عاص اور عمار یا سر

umar یا سر کی عمر سے جنگ صفين میں مدھیز ہوئی، عمار اپنے ساتھیوں کے ساتھ تھیار لگانے سواری سے اتر پڑے، اسی وقت عمر نے حکمہ شہادت زبان پر جاری کیا۔ عمار نے کہا: چپ رہ! تو نے زمانہ محمد میں یہ کلد ترک کر دیا تھا اور آج بھی تو ترک کئے ہوئے ہے، اس کلے کے ہم تھے سے زیادہ مستحق ہیں۔ اگر تو نے عناد میں پڑھا ہے تو ہمارا حق، تیرے باطل کا دفاع کرے گا اور اگر بطور خطبہ پڑھا ہے تو بھی ہم تھے سے بہتر خطبہ پڑھ سکتے ہیں کہ تو جھلانے لے گا۔

عمر نے کہا: خیر چھوڑ یئے اب اس جنگ کو روکنے کی کوشش کیجئے، میں بھی کوشش کر رہا ہوں۔ آخر ہماری جنگ کی بنیاد کیا ہے، کیا ہم ایک خدا اور ایک کعبہ کو قبلہ نہیں مانتے، کتاب ایک ہے، رسول ایک اور ہم بھی نماز پڑھتے ہیں۔

umar نے کہا: خدا کا شکر تو نے اقرار کیا کہ میں اور میرے ساتھی الہ قبلہ و دین ہیں۔ لیکن تمہارے ساتھی اس سے مخفف ہیں، تم خود گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہو، اب میں اپنی جنگ کی بنیاد بتاتا ہوں، مجھ سے رسول نے فرمایا تھا کہ نائیں سے جنگ کرنا وہ میں کر چکا ہوں، حکم دیا تھا کہ قاطلین سے جنگ کرنا وہ تم لوگ ہو، لیکن مار قین کو پہنچنے پا سکوں گا یا نہیں۔ اے اتر! کیا تو نہیں جانتا کہ رسول نے علیٰ کے متعلق فرمایا تھا: ”من كنت مولاہ فعلى مولاہ اللهم وال من والاہ وعاد من عاداه“ میں تو دوستدار خدا اور رسول اور پیر و علیٰ ہوں، تیرا کوئی مولا نہیں۔ عمر نے کہا: اے ابوالقطان! مجھے گالی کیوں دیتے ہو، میں نے تو تھیس گالی نہیں دی۔ عمار نے کہا: تم کس بنیاد پر گالی دو گے، کیا تم کہہ سکتے ہو کہ میں نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ عمر نے کہا: لیکن دوسرے عیوب تو تم میں ہیں۔ عمار نے فرمایا: اس خدا کا شکر جس نے مجھے عظمت عطا کی، میں پست تھا خدا نے بلند فرمایا، غلام تھا آزاد کیا،

ناتوان تھا تو ان کی بخشی، فقیر تھا و لم تند کیا۔

عمرو نے پوچھا: قتل عثمان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ عمار نے فرمایا: انہوں نے تم لوگوں کیلئے برائیوں کے درکھول دیئے۔ (۱)

نصر بن مزاحم لکھتے ہیں کہ عمار نے فرمایا: تو نے مصر کے بدالے دین تھے دیا تیرا بر اہو..... تو نے اسلام کو ہمیشہ غلط سمجھا۔ (۲) تذکرہ سبط ابن جوزی میں اس کے بعد اضافہ ہے: تمہارا اور دشمن خدا کے نیچے کا ارادہ ہے کہ خون عثمان کو دستاویز بنانا کر دینا حاصل کر سکو۔ (۳)

ابنوح حمیری اور عمرہ

صفین میں ابنوح حمیری، ذوالکلاع کے ساتھ عمرو سے ملنے گئے، اس وقت معادیہ کے پاس عمرو کے علاوہ بہت سے لوگ تھے، عبداللہ بن عمر کھڑے ہو کر لوگوں کو جنگ پر ابھار رہے تھے، ذوالکلاع نے عمر سے پوچھا: کیا آپ ایسے خیر خواہ، انسان سندھ بان سے ملنا پسند کریں گے، جو عمار یا سر کے متعلق صحیح خبر دے سکے؟ عمرو نے پوچھا: وہ کون؟ ذوالکلاع نے کہا: یہ میرا چیز ابھائی کوفہ کا باشندہ ہے۔ عمرو نے اس کو غور سے دیکھ کر کہا: تیرے اندر ابوتراب کی علامت پار ہا ہوں۔ ابنوح نے جواب دیا: مجھ میں محمد واصحاب محمدؐ کی علامتیں ہیں اور تیرے اندر ابو جہل اور فرعون کی علامت ہے۔ (۴)

ابوالاسود دوئی اور عمرہ

جب اسلامی ممالک معادیہ کے زیر نگرانی آگئے اور حضرت علیؓ کی شہادت ہو چکی تو ایک بار ابوالاسود

۱۔ کتاب صفين ص ۶۷۱ (ص ۳۲۷)؛ شرح ابن الہید ج ۲ ص ۳۷۳ (ج ۸ ص ۲۱۲ خطبہ ۱۲۳)

۲۔ کتاب صفين ص ۱۶۵ (ص ۳۲۰)

۳۔ تذکرہ النواس ص ۵۲ (ص ۹۲)

۴۔ صفين نصر بن مزاحم ص ۱۷۱ (ص ۳۲۲)؛ شرح ابن الہید (ج ۸ ص ۱۸۱ خطبہ ۱۲۳)

دولتی معاویہ سے ملنے گئے، معاویہ نے ان کا بڑا احترام کیا، یہ دیکھ کر عمر و جل پڑا، حد کے مارے بے موقع اذن باریابی لے کر معاویہ سے بولا: میں آپ کی خیر خواہی میں آیا ہوں، ایک خطرناک بات نے میری نینداڑا دی ہے۔ معاویہ نے پوچھا: وہ کیا بات ہے؟ عمر نے کہا: امیر المؤمنین! یہ ابوالاسود دولتی بڑا ہی زیر ک اور طرار ہے، کوئی اس کی زبان کے آگے نہیں جا سکتا، وہ آپ کی حملکت میں مدح علی اور دشمنان علیٰ کی ندمت بڑے دھڑتے سے کرتا ہے۔ اگر آپ نے ذرا بھی تسلی بر قی تو گردن پر سوار ہو جائے گا، آپ اس کو بلوا کر جائیں گے، اگر وہی زبان سے عقیدہ ظاہر کر دے گا تو آپ کو ثبوت فراہم ہو جائے گا اور اگر دل کے برخلاف کہا تو یہ آئندہ آپ کے کام آئے گا، میری اس مفید رائے پر ضرور عمل کیجئے۔ معاویہ نے کہا: بخدا! میں ہوشمندوں کی باتوں کو نظر انداز نہیں کرتا ہوں، اگر اپنے نظریات کا بر ملا اظہار کر دیتا ہے تو اس کے گرد و پیش کا ضرور جائزہ لیتا ہوں، اگر اس کو بلوادوں تو اس کی طاقت سانی کا مقابلہ کون کرے گا۔ ممکن ہے اس کی طرز اری مجھے غلبناک کر دے، کیوں کہ میں اس کے عقیدے سے آگاہ ہوں، مصلحت یہی ہے کہ اسے کریدا نہ جائے، ظاہری حالت کو قبول کر لیا جائے۔

عمر نے کہا: میں آپ کا ساتھی ہوں، صفين میں جس طرح قرآن بلند کیا تھا، اس سے آپ نے میری ہوشمندی سمجھ ہی لی، میری رائے کی مخالفت مناسب نہیں۔

معاویہ نے ابوالاسود دولتی کو بلوایا اور کہا کہ میں اور عمر و بن عاص اصحاب محمدؐ کے بارے میں بحث کر رہے ہیں، آپ اپنی رائے سے دونوں کا فیصلہ کیجئے۔

ابوالاسود دولتی نے کہا: جو چاہے پوچھئے۔

معاویہ: محبوب ترین اصحاب رسول کون ہے؟

ابوالاسود: جو رسول کو سب سے زیادہ دوست رکھتا تھا اور ان کا فدا کا رکھتا تھا۔

معاویہ نے عمر کی طرف دیکھ کر دوسرا سوال کیا: اس نہیا در پر آپ کے نزدیک افضل ترین صحابی کون ہے؟

ابوالاسود: جس کے پاس سب سے زیادہ تقویٰ تھا۔

اب کی معادیہ نے عمر و پر نشانکین نظر ڈالی اور ابوالاسود سے سوال کیا: بنابریں دانتین کون تھا؟
ابوالاسود: جو اپنی گفتار میں خطے سے زیادہ حفظ تھا۔

معادیہ: سب سے زیادہ شجاع کون تھا؟

ابوالاسود: جس نے میدان جنگ میں سب سے زیادہ مشقتیں اٹھائیں اور دشمنوں پر بڑھ بڑھ کر
حملے کئے، موت کا سب سے زیادہ مشتاق تھا۔

معادیہ: رسول کا معتمد ترین کون تھا؟

ابوالاسود: جس کے لئے رسول نے اپنے بعد وصیت فرمائی۔

معادیہ: نبی کا صدقیق کون تھا؟

ابوالاسود: جس نے سب سے پہلے رسول کی قصدیقیں کی۔

معادیہ نے عمر سے کہا: تیرا برا ہو، کیا کسی بات کا بھی جواب دیا جا سکتا ہے۔

ابوالاسود نے کہا: میں سمجھ رہا ہوں، آپ کہاں سے بول رہے ہیں، مجھے اجازت دیجئے کہ اس کے
بارے میں کچھ کہوں۔ معادیہ نے اجازت دی تو فرمایا:

”ای مخصوص نے رسول کی ستر شعروں میں مذمت کی تھی، رسول نے بد دعا میں فرمایا: شعر کہنا،
میرے شایان شان نہیں، اس لئے ہر شعر کے بد لے اس پر لخت بھیجنा ہوں۔ ایسے شخص سے بھلائی کی کیا
توقع کی جاسکتی ہے۔ بخدا! جس کا نسب قرآن سے پیچانا جائے، اس ذیل کو ایسا ہی ہوتا چاہیے، اسے تو
دوسروں کے ہمدرد سے رہنا چاہیے، اپنی رائے دوسروں پر نہیں تھوپنی چاہئے، دو بہادر بات کر رہے ہوں تو
چپ سادھے سنتا چاہئے، بزم میں کتوں کی طرح کنارے بیٹھنا چاہئے، ایسا شخص گناہوں کے بوجھ سے
ریا کاری پر قائل ہوتا ہے، اپنی اوقات نہیں دیکھتا، ثریفوں سے الجھ جاتا ہے، انجمام کار اندر ہیروں میں
ٹوٹنے لگتا ہے، مکاری و بے حیائی کو اپنا شعار بنالیتا ہے، حالانکہ مکاری کا انجمام جنم ہے۔“

عمر نے کہا: تم ذیل ہو، میں کنانہ سے اپنا حسب نہ ملاتے تو یوں نہ اڑتے بلکہ تمہارے آس پاس
کے لوگ تمہیں اچک لیتے، اب بزرگی نہ جتا، لمبی زبان نہ نکالو، بہت جلد یہ طراری و بال بن جائے گی۔

بحدا! اب بھی تم معاویہ سے دشمنی رکھتے ہو، اگر میری بات مانی جاتی تو تم حماری زبان کائی جاتی۔
معاویہ نے مداخلت کی: اے ابوالاسود! تم نے یہاں اچھا و فاقع کیا۔ پھر عمرو سے کہا: اب اتنا بھی نہ
اڑو، تمہیں نے تو ابتداء کی تھی۔ پہل کرنے والا با غنی اور تیرا حلیم ہے۔ قبل اس کے کہ میں نکالوں تم
یہاں سے نکل جاؤ۔

عمرو نے کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا:

لعمرى لقد اعنى القرون التى مضت لغش ثوى بين الفواد كمين

”میری جان کی قسم اندر و فی نا پا کیوں اور گند گیوں نے عہد رفتہ کو آلو دہ کر رکھا ہے۔“

ابوالاسود دوکلی نے بھی کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا:

الا ان عمر ارام ليت خفية و كيف ينسال الذئب ليث عرين

”آگاہ ہو جاؤ کہ عمرو نے ایسے شیر سے چھیڑ چھاڑ کی جو اپنی کچار میں آرام کر رہا تھا، کوئی بھیزرا

پھرے ہوئے شیر نک پہونچ کر اسے نقصان کیسے ہو پھا سکتا ہے۔“ (۱)

ابو جعفر و زید کی بات

ابو جعفر اور زید کہتے ہیں:

”معاویہ نے عمرو سے عراقیوں کے مقابل صفی درست کرنے کی تاکید کی، اس نے شرط رکھی کہ
علمی قتل ہو جائیں تو عراق میرے حوالے کر دو گے۔ معاویہ نے کہا: تم تو مصر لے چکے ہو۔ عمرو نے کہا: وہ
تو بہشت کی قیمت تھی، قتل علمی پر جہنم کی بھی تو قیمت ملتی چاہئے۔ معاویہ نے کہا: اے ابو عبد اللہ! اگر علمی قتل
ہو جائیں تو پرواہ حکومت مصریاتی رہے گا، ذرا آہستہ بولو، کہیں اہل شام من نہ لیں۔“

اس موقع پر عمرو نے شامیوں سے کہا: شام والوا اپنی صفیں درست کرو، خدا کو اپنا سر عاری تا دے دو،
خدا سے مدد چاہو اور اپنے وحدا کے شمنوں کے خلاف جہاد کرو، انہیں قتل کرو اور صبر کرو، زمین صابر وں

۱۔ ستارخ غائب این عساکر ج ر ۱۰۲-۱۰۳ ص ۲۰۶ (ج ۸ ص ۲۰۶) مختصر تاریخ این عساکر ج ۱۱ ص ۲۲۱

ہی کے زیر اقتدار ہے گی اور انجام پر ہیز گاروں کے حق میں ہے۔ (۱) عمرو عاص کا سب سے اہم قول ہے جو اس کے دینی کمزوری پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ وہ حق علیٰ کو جان بوجھ کر معاویہ کے سامنے حق کو مشتبہ کر رہا ہے۔ یہ گفتار ان لوگوں کی بھی تردید کر رہا ہے جو عمرو عاص کی عدالت یا خطاۓ اجتہادی کے قائل ہیں۔

پچا، بھتیجا

عمرو کا ایک ہوشیار بھتیجا قبیلہ بنی سہم سے تھا، مصر سے مٹے کے لئے آیا اور عمرو عاص سے بولا کر تم قریش کے درمیان کس نظریہ پر زندگی گزار رہے ہو؟ تم نے اپنادین حوالے کر دیا اور دوسرے کی دنیا میں الجھے ہوئے ہو، کیا تم بختی ہو کہ مصر والے جنہوں نے عثمان کو قتل کیا، معاویہ کا اقتدار تسلیم کر لیں گے، حالانکہ علیٰ زندہ ہیں، پھر کیا مصر، معاویہ کے ہاتھ آبھی جائے اور جس طرح اس نے زبانی تمہارے حوالے کر دیا ہے وہاں کے لوگ مان لیں گے۔

عمرو نے کہا: بھتیجے! معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ علیٰ و معاویہ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اس جوان نے عمرو کے جواب میں یہ پندرہ اشعار کہے:

ترجمہ: (حاصل مطلب)

”اے خواہر قبیلہ بنی زیادہ“ ہند“! آگاہ ہو جا کہ عمرو عاص بہت چالاک ہے وہ اپنی مکاری کے ذریعہ داشتندوں کے پتے پانی کرنے والا ہے، معاویہ نے اپنے عہد نامے میں مکارانہ شرطیں لکھی ہیں۔ عمرو عاص نے بھی مکارانہ شرطیں لکھ دی ہیں۔ اس کے بعد عمرو سے مخاطب ہو کر بولا: تو تو ابھی مصر کی حکومت نہیں پاس کا ہے، شروع ہی سے تو کامیابی سے کبھی ہمکار نہ ہو سکا، تو نے اپنادین، دنیا کے بد لے شی دیا۔ برائقسان کیا تو بڑا بذریں انسان ہے، صراحتی سے تیرے قبیلے میں نہیں آئے گا تو معاویہ سے آکے مل گیا جیسے قوم عاد سے مل جایا جائے۔ منھ کالا کر لے، کیا تو ابو الحسن کو نہیں پہچانتا؟ انھیں چھوڑ کر

۱۔ صفحہ ابن مازہم ص ۳۲۷ (ص ۳۲۷) بشرح ابن الہمید (ج ۵ ص ۱۸۹)

معاویہ سے ملنا ایسا ہی ہے جیسے نور کو چھوڑ کر ظلمت اختیار کر لینا۔ آدمی کی الگیاں کتنی ہی بھی ہوں ستارہ سہیل تک نہیں پہنچ سکتیں، صلاح و فساد میں بڑا فرق ہے کیا علیؑ تند مرکب پر سوار ہو کر حملہ آور ہوں تو کوئی بے خوف ہو سکتا ہے؟ اس وقت تم کیا عناد کا مظاہرہ کر سکتے ہو؟
عمرونے کہا: بھتیجے! اگر میں علیؑ کے ساتھ ہوتا تو میرے لئے میرا گھر کافی تھا، لیکن اب تو میں معاویہ کے ساتھ ہوں۔

اس نے جواب دیا: اگر آپ معاویہ سے سروکار نہ رکھیں تو وہ آپ سے بھی سروکار نہ رکھے گا۔ لیکن وہ آپ کا دین چاہتا ہے، آپ اس سے دنیا چاہتے ہیں۔

جب اس جوان کی باقی معاویہ کو معلوم ہوئیں تو اس نے طلب کیا لیکن وہ جوان بھاگ کر علیؑ سے مل گیا اور حضرت سے پوری بات کہہ دی، حضرت نے خوشحال ہو کر اسے اپنا مقرب بنالیا۔

مروان نے رد عمل ظاہر کرتے ہوئے معاویہ سے کہا: عمر و کی طرح مجھے بھی خرید لے۔ معاویہ نے کہا: تیرے جیسے لوگ یہچے جاتے ہیں؟ جب یہ خبر حضرت علیؑ کو ملی تو آپ نے چودہ شر کہے۔ جس میں اس نامناسب صورتحال پر افسوس کا انہصار کرتے ہوئے، دین فروشی کے مظاہرے کے برخلاف اپنی دینی حیثیت اور زمانہ رسالت میں اپنی فدا کاریوں کو یاد فرمایا ہے۔ (۱)

غانمہ بنت عانم اور عمر و

یہ خاتون مکہ میں رہتی تھیں، جب معلوم ہوا کہ معاویہ اور عمر و عاص حضرت علیؑ کو گالیاں دیتے ہیں تو فرمایا: اے قریش! بخدا معاویہ امیر المؤمنین نہیں ہے۔ وہ جیسا اپنے آپ کو سمجھ رہا ہے ایسا ہر گز نہیں ہے۔ میں خود معاویہ سے مل کر اسے پانی پانی کر دوں گی۔ گورنر نے یہ بات معاویہ کو لکھ بھیجی۔ معاویہ مدینہ میں تھا جب سن کر غانمہ ان سے ملنا چاہتی ہے تو مہمان خانہ صاف کر کے ان کے آؤ بھگت کی تاکید کی۔

۱۔ الامامة والسياسة (چ راص ۸۲) (ج ۱ ص ۸۸)؛ کتاب صفیں ص ۲۳۲-۲۳۳؛ شرح نفحۃ البانۃ ابن الجوزی (چ را ص ۱۳۸) (ج ۲ ص ۲۶۸ خطبہ ۲۶)

غانمہ مدینہ پہنچیں تو یزید نے اپنے غلاموں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ گانمہ اپنے بھائی عمر کے یہاں اتریں۔ یزید نے اپنے باپ کی فرمائش سے باخبر کیا کہ مہمان خانہ ہی میں فروکش ہوں۔ گانمہ اس کو پہچانتی نہ تھیں، پوچھا: تو کون ہے؟ عرض کیا: میں یزید ہوں معاویہ کا بیٹا۔ پھر کے بولیں: خدا تیراستیا ناس کرے، تجھے مہمان نوازی نہیں آتی۔ یزید نے سارا واقعہ باپ سے بیان کیا۔ معاویہ نے کہا: ان سے نہ بولو وہ قریش کی سب سے سن رسیدہ عورت ہیں۔ یزید نے عمر پوچھی تو معاویہ نے کہا کہ وہ زمانہ رسول میں چار سو سال کی تھیں۔ کچھ دن بعد معاویہ ان سے ملنے آیا اور سلام کیا۔ گانمہ نے کہا: اہل ایمان پر سلام اور ناشکروں پر ذلت و خواری۔ پھر پوچھا: تم دونوں میں عمر و عاص کون ہے؟

عمر نے کہا: میں ہوں۔ فرمایا: تو نی ہاشم کو گالیاں دیتا ہے جب کہ تو خود لائق دشام ہے۔

گالیاں تیرے حصار میں ہیں۔ سخدا! میں تو تیری ماں کے ایک ایک کرتوت کو بخوبی جانتی ہوں۔ پیشتاب کرتی تھی اور ہر پست خوار کا پہلو گرم کرنے پر آمادہ ہو جاتی تھی۔ جب کوئی مرد اس سے ہم بستر ہوتا تو اس کا نظفہ مرد پر غالب آ جاتا (کثرت شہوت کا کنایہ ہے)۔ ایک دن میں چالیس مرد اسے بھنجھوڑتے تھے۔ یہ تو تیری ماں تھی، تو بھی ایک ایسا بدمعاش اور آوارہ ہے کہ بیکی سے دور کا واسطہ نہیں، تو نے اپنی بیوی کے بستر پر دوسرا کو دیکھا اور ذرا بھی غیرت جوش میں نہ آتی۔ اے معاویہ! تو بھی خیر و صلاح سے واسطہ نہیں رکھتا اور نہ تیری اچھی طرح سے پرورش ہوئی۔ کیا نی ہاشم کی عورتوں کی طرح نبی امیہ کی عورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱)

یہ تھا عمر و عاص کا جانلی عہد، دور بوت اور عهد امیر المؤمنین کا نقیباتی خاک۔ اس شخص کی پوری زندگی میں کہیں تعریف کا پہلو نہیں۔ معاویہ سے مل کر تو اس نے عاقبت ہی خراب کر لی۔ کچھ لوگ اس کے ذات البلاسل میں امارت کا شاخانہ چھوڑتے ہیں۔

لیکن اس سے اس کی فضیلت نہیں ظاہر ہوتی وہ ہمیشہ منافق رہا۔ رسول خدا محض تالیف قلب فرماتے تھے تاکہ بتدریج اسلامی روح سامنے کے۔ رسول اللہ کا اکثر صحابہ کی حالت دیکھ کر بھی برستا و تھا۔

۱۔ جاہظ کی المحسن والاضداد ص ۹۰-۱۰۲ (ص ۸۸-۹۰)؛ بنیانی کی المحسن والمساوی ج راص ۷۰-۷۱ (۹۳-۶۹)

قرآن نے اسی بات کی طرف تاکید کی ہے: وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مُرْدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا يَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ”بعض مدینہ کے منافقین نفاق میں اڑ گئے ہیں، تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں“۔ اس بنا پر متذکرہ غزوہ میں بھی رسولؐ اس کے نفاق سے آگاہ تھے۔ آپ نے اس کا انجام ملاحظہ فرمایا کہ امیر المؤمنین نے شاندار فرمائی ہے۔

جن شرطوں پر علم اس کے حوالہ کیا گیا تھا ان شرطوں پر عمرو نے عمل نہیں کیا۔ اس کی دلیل عمرو وغیرہ کے تبرویں سے فراہم کی جاسکتی ہے۔

عمرو عاص نے اسکندریہ والوں پر شکست معاہدہ کا الزام عائد کیا، پھر حملہ کر کے فتح کر لیا، بے شمار لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اکثر لوگوں کو قید کر دیا۔ عثمان کو اس کے اقدام پر بڑا غصہ آیا اور ان کے تقضی عهد کی بات نہ مانی، تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور حکومت مصر سے عرو عاص کو معزول کر دیا اور اس کی بجائے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کو گورنر بنادیا۔ اسی وجہ سے عثمان اور عرو عاص میں خنگی۔ عرو فلسطین چلا گیا۔ مدینہ میں تھا تو لوگوں کو قتل عثمان پر ابھارتا رہتا تھا۔ (۱)

عثمان سے پہلے عرب نے عرو عاص کو مصر کا پرواہ دیا تھا، عثمان کے ابتدائی زمانہ تک یہ گورنری باقی رہی۔ عثمان نے معزول کیا تو اس قدر کینہ تھا کہ قتل عثمان کے بعد چھٹتے ہوئے بولا: میں ابی عبد اللہ ہوں۔ رخص کھرچتا ہوں تو خونم خون کر دیتا ہوں۔ عثمان نے حکومت مصر سے معزول کرنے کے صرف پیش نمازی کا عہدہ باقی رکھا تھا۔

مالیات کا بچنا راج ابی سرح کو بنادیا تھا۔ کچھ دن بعد پیش نمازی بھی چھنگی تو مدینہ آ کران کے متعلق زہر افشا نی کرنے لگا۔ ایک دن عثمان نے طلب کر کے اس سے کہا: تاذد کے جتنے! تیرا دامن کتنی جلدی گندہ ہو گیا، تو مجھ پر تقدیم کرتا ہے اور میرے سامنے آ کر ریا کاری کرتا ہے۔ واللہ اگر میری وجہ سے تجھ کو فائدہ پہنچا ہوتا تو ایسا کبھی نہ کرتا۔ عرو عاص نے کہا: لوگ میری طرف جھوٹی باتیں منسوب کر رہے ہیں۔ خدا کے واسطے مجھ سے بذن نہ ہوں۔ میں عرب کے وقت سے مصر کا گورنر تھا اور وہ مجھ سے راضی تھے۔

عثمان نے کہا کہ اگر میں نے عمر کی طرح ختنی کی ہوتی تو تھوڑے سے یہ بد عنوانی سرزد نہ ہوتی۔ میری زندگی نے تھوڑے کو گستاخ بنایا ہے۔ عمر و عاصی وہاں سے غصہ میں بھرا بہار آیا۔ جب بھی حضرت علیؓ سے ملتا تو آپ کو عثمان کے خلاف مشتعل کرنے کی کوشش کرتا۔ طلحہ اور زیدؑ کو بھی نفرت پر ابھارتا۔ حاجیوں کو مکہ میں عثمان کی غلط حرکات بتا کر ابھارتا۔

جب مصریوں نے خانہ عثمان کا محاصرہ کیا تو عثمان نے علیؓ کو بلا بھیجا۔ حضرت آئے اور لوگوں کو سمجھا بجھا کر ہٹادیا۔ عثمان نے لوگوں سے کہا کہ یہ مصری آئے تھے لیکن جب حقیقت حال معلوم ہوئی تو پلٹ گئے۔ یہ سن کر عمر و عاصی نے مسجد کے گوشے سے پکارا: عثمان اخدا سے ذرو، تم نے حادثے پیدا کر دے ہیں تم تو بہ کرو۔ عثمان چلائے: نابغہ کے جنے! تم یہاں موجود ہو، تمیں حکومت مصر چھننے کا عناد ہے۔

جب ہمیں بار محاصرہ ہوا تو عمر و فلسطین چلا گیا، مقام سعیؓ میں قیام کیا اور وہاں بھی لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ اکثر کہتا کہ جب نجور ہوتا ہوں تو خون نکال دیتا ہوں۔ ایک دن قصر فلسطین میں سیخان تھا کہ مدینہ کا سوا نظر آیا۔ حالات پوچھتے تو محاصرہ عثمان کی خبر معلوم ہوئی۔ یہ اپنی گندی خودستائی کرنے لگا۔ جب قتل کی خبر آئی تو کہا: میں نے انہیں وادی سباع میں بیٹھے بیٹھے ہی قتل کر دیا۔ پھر پوچھا: خلیفہ کوں ہو گا؟ طلحہ تو بخشش دعطا میں مشہور ہے لیکن علیؓ ہوئے تو بہر حال حق ہی کو ملحوظ رکھیں گے، وہ میرے نزدیک اس مقام و مرتبہ کے لئے ناپسندیدہ ترین شخص ہیں۔

جب علیؓ خلیفہ ہوئے تو سخت پریشان ہوا۔ پھر پتہ چلا کہ معاویہ نے بیعت علیؓ سے انکار کیا ہے اور انتقام خون عثمان کی آواز بلند کی ہے تو مینوں سے مشورہ کیا۔ عبداللہ نے خاموشی کا مشورہ دیا، مگر محمدؓ نے معاویہ کی طرفداری کی رائے دی۔ اس طرح دنیا کی لائچ میں کل لوگوں کو جس طرح خون عثمان پر ابھارتا تھا اسی طرح اب انتقام خون عثمان پر ابھارنے لگا۔ (۱)

۱۔ انساب الاشراف ج ۵ ص ۲۷، ۲۸ (ج ۲ ص ۲۸۶، ۲۸۷، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲)؛ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۱۱، ۱۰۸، ۱۰۹ اور ص ۲۲۳ (ج ۳ ص ۱۱، ۳۲۱، ۳۲۵، ۳۲۶)؛ حادثہ ۲۵ (ج ۲ ص ۲۸، ۲۹)؛ حادثہ ۵۶ (ج ۲ ص ۳۵۸)؛ حادثہ ۲۵ (ج ۲ ص ۳۴۰)؛ تذکرہ الحوادث ص ۲۹ (ج ۲ ص ۲۸۸)؛ جمۃ رسائل العرب ج ۱ ص ۸۶، ۸۷۔

عمرو نے معاویہ کے غلام حریث کو بھی علیٰ کے خلاف خوب بھڑکایا۔ معاویہ نے حریث سے کہا: علیٰ کو چھوڑ کر جہاں جی چاہے اپنا نیزہ پھینکو۔ عمرو نے اس سے کہا کہ اگر تو قریشی ہوتا تو معاویہ تجھے قتل علیٰ کا مشورہ دیتے، وہ یہ افتخار کسی غیر قریشی کو نہیں دینا چاہتے، اسی لئے تم موقع پا کر علیٰ پر حملہ کر دو۔ (۱)

امیر المؤمنینؑ کی خبر شہادت سن کر اس کی خوشی کا مٹکانہ نہ رہا، خوشی سے پا گل ہوا جاری تھا۔

یہ ہے اس شخص (عمرو عاص) کی حقیقی تصویر، جس کا اس نے خود ہی اپنی زبان سے اظہار و اقرار کیا ہے، یہ ہے اس کی اپنی حیثیت، جس میں کفر والخاب، نفاق اور دوغنے پن کے علاوہ کسی اور چیز کا سراغ نہیں ملتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کبھی اتنے پست معاملہ پر قانون نہیں ہوتا، وہ حق کی معرفت کے بعد بھی اس سے بہت دور تھا، اس کا خود کہنا ہے: اگر خلافت کی باگ ڈور علیٰ کے ہاتھ میں پہونچ گئی تو وہ حق کو باطل کی کثافتون سے پاک و منزہ کر دیں گے۔ اس کے باوجود بھی وہ حضرت سے شدید کینہ و دشمنی رکھتا تھا۔ وہ کہتا: علیٰ کا خلیفہ ہونا میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسند ہے۔

داستان شجاعت

پسراں بند کے جنگی کارناموں کا کہیں پتہ نہیں۔ نہ دور جہالت میں نہ دورانِ نبوت میں البتہ جنگ صفين میں امیر المؤمنینؑ کے سامنے شرمناک طریقے سے عریاں ہونے اور مالک اشتر سے فرار ہونے کا شوت ملتا ہے، لوگ اس پر تمثیلی شعر کہتے ہیں۔ عتبہ، حارث بن نصر، ابو فراس، زانی، عبد الباقی وغیرہ نے اشعار کہے ہیں۔ اگر وہ واقعی بہادر ہوتا تو دفاع کرتا، مکاری میں شرمگاہ عریاں نہ کرتا، اپنے بیٹے عبد اللہ سے کہتا کہ خبردار اعلیٰ سے بچ کر رہنا۔ (۲) عبد البر نے استیحاب میں اس کو بہادران عرب اور دلیران قوم میں شمار کیا ہے۔ این منیر کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر معاویہ نے خطا کی تو تقدیر نے خطانہیں کی، یہ سمجھلو کر معاویہ اور عمرو نے کوئی مکاری نہیں کی، عمرو وہ بہادر تھے کہ جنہوں نے اپنی شرمگاہ سے جنگ کی، تکوار سے نہیں۔ عمرو کی اس بزدلی کے لئے اب ذرا این ججر کا فقرہ سنئے کہ رسول خدا نے عمرو کی معرفت و شجاعت کی

وجہ سے اپنے سے قریب رکھا تھا۔ (۱) اب ہم کیا پوچھیں کہ رسول خدا نے کب اس منافق کو اپنے سے قریب کیا تھا؟

امیر المؤمنینؑ اور عمر و جنگ صفين میں

عمرو عاص کو صحابی حضرت علیؑ حرث بن نظر شمشی سے شدید نفرت تھی، ان سے تمام شامی بھادر ڈرتے تھے۔ انہوں نے سات شعروں میں عمرو کو علیؑ کا مقابلہ کرنے کے لئے للاکارا۔ عمرو یہ سن کو بولا: میں علیؑ سے ضرور مقابلہ کروں گا خواہ بزار بار موت ملے۔ جب علیؑ سے سامنا ہوا تو علیؑ نے نیزہ سے حملہ کیا، یہ دیکھ کر عمر و ننگا ہو گیا، علیؑ نے منہ پھیر لیا۔ حضرت کی یہ شرافت ضرب الشیل ہو گئی۔ (۲)

الا امامۃ والسياسة (۳) میں ہے کہ عمر نے معادیہ کو بزرگی کا طعنہ دے کر علیؑ سے مقابلہ کیا اور اپنی شرمگاہ عربیاں کی اور سعودی کے مطابق معادیہ نے عمرو کو تمدیدی تھی۔ ایک دن علیؑ نے میدان میں معادیہ کو للاکارا کہ بلا وجہ لوگوں کا خون ناچن بہرہ رہا ہے۔ ہم لوگ آپس میں جنگ کر کے فیصلہ کر لیں۔ عمر نے کہا کہ علیؑ نے انصاف کی بات کہی۔

معادیہ نے کہا: میں زندگی کا دھوکہ نہیں کھاؤں گا، بخدا! جس نے علیؑ کا سامنا کیا زمین خون سے لال ہو گئی۔ ایک دن علیؑ نے مالک اشتر کے ساتھ بر جز پڑھ کر حملہ کیا اور آخری صفت میں پہنچ گئے اتنے میں بر بن ارطا اپنی خول سے ڈھکا ہوا بہرآیا، وہ پہچان میں نہیں آ رہا تھا علیؑ نے نیزہ سے حملہ کر کے زمین پر دے پٹکا۔ اچانک بر نے اپنی شرمگاہ عربیاں کر دی اور علیؑ نے منہ پھیر لیا تو وہ بھاگا۔ مالک اشتر نے عرض کی: امیر المؤمنینؑ! یہ تو دشمن خدا بر تھا۔ آپ نے فرمایا: چھوڑو میں عربیاں شرمگاہ کی حرکت کے بعد کیا ماروں۔ (۴)

ایک دن معادیہ نے عمرو کو عربیاں شرمگاہ کرنے کا طعنہ دیا۔ عمر نے کہا: آپ مجھے طعنہ دے رہے

۱۔ الا صابة ح ۲۳ ص ۲۷

۲۔ کتاب صفين ص ۲۲۲، ۲۲۳ (ص ۲۲۲)؛ شرح ابن الہیجہ ح ۶۰ ص ۱۱۰ (ج ۲۶ ص ۳۱۲)

۳۔ الا امامۃ والسياسة ح ۱ ص ۹۱ (ج ۱ ص ۹۵)

۴۔ شرح ابن الہیجہ ح ۶۰ ص ۱۱۰

بیں اور علی کی لکار پر خود آپ کی سانس پھول رہی تھی، گھکھی بندھ گئی تھی۔ معاویہ نے کہا: چھوڑ و بھی علی سے بھاگنا غار نہیں۔ (۱)

معاویہ و ععرو

ایک دن معاویہ کے دربار میں عمر و آیا تو معاویہ ہستے ہستے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ عمر نے کہا: آپ کو بھی کیوں آئی؟ جواب دیا: مجھے اس وقت تمہارا اور علی کا مقابلہ یاد آگیا۔ عرو نے کہا کہ آپ مجھے ملامت کر رہے ہیں جب کہ آپ کی بھی گھکھی بندھ گئی تھی، بخدا! آپ اگر مقابلہ کرتے تو آپ کا خاندان ستم ہو جاتا۔ (۲) ہم سب انتقام کے طلبگار ہیں۔ آپ کے دادا عتبہ، بھائی حظله اور پچاشہر کو علی نے بدر میں قتل کیا، ولید اور ابن عامر کے باپ اور پیچا کو قتل کیا ہلکہ کو جنگ جمل میں قتل کیا اور مروان کو تو مردار ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

معاویہ نے کہا کہ اب انتقام کا طریقہ یہی ہے کہ علی کے ٹکڑے کردا لو۔

مالک اشتر اور ععرو و جنگ صفين میں

معاویہ کو جنگ صفين میں مالک اشتر کی وجہ سے بھی سخت پریشانی تھی۔ مروان سے کہا کہ قبیلہ "بحصب والکلاعین" کو لیکر اس پر نوٹ پڑو۔ مروان نے کہا کہ عمر و کو بھی بلا بھجتے۔ عمر و آیا تو تھوڑی دیر تک توک جھوک ہوئی لیکن جب معاویہ کے کہنے پر کہ میں نے تم کو سب پر مقدم کیا ہے تو عمر نے لڑنے کا ارادہ کر لیا۔ جب مالک کی نظر عمر و پر پڑی تو فرمایا کہ کاش میں عمر و کو پا جاؤں۔ میں نے نذر زمانی ہے کہ اس کو قتل کر کے اپنا کلیجہ بھندرا کروں گا۔ میں اکثر جوش نفرت میں سوچتا ہوں کہ اس کی لاش چیل کوں کو کھلا دوں۔ عمر نے مالک کا رجز سن کر گھبراہٹ کا مظاہرہ کیا اور بولا: کاش! میں جانتا کہ مالک کے ساتھ کیا

۱۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲۲ ص ۳۰۵)

۲۔ یعنی کی الحسان والساوی، ج راس، ص ۲۸ (ص ۵۲)

برتاو کرو۔ یہ سنتے ہی مالک اس کے سر پر پتھی گئے اور وہ منہ چھپا کر بھاگ گیا۔ (۱)

ابن عباس اور عمرہ

ابن عباس اکثر عمرہ کوتاڑتے رہتے تھے۔ موسم حج میں، دوسرے موقع پر معاویہ کے ساتھ دین پیچنے کا طعنہ، جنگ صفين میں شرمگاہ عربیان کرنے کا طعنہ اور عقل کے مارے جانے کا طعنہ دیتے رہے۔ (۲)

عبداللہ مرقال اور عمرہ

صفین میں معاویہ کو ہاشم بن عتبہ سے سخت اذیت پہنچی۔ ان کے صاحبزادے عبد اللہ کو پابزر نجیر عراق سے بلوایا۔ عمرہ نے انہیں قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ کر عبد اللہ نے عمرہ سے کہا: اے حرائی کے بنے! یہ سب صفين میں کیوں نہیں کہا، میں نے تو تجھے لکارا تھا تو کالی لوٹیا کی طرح گھوڑے کی پیشے سے چپکا ہوا تھا۔ اگر معاویہ مجھے قتل کرے گا تو تو ایک لاک سو اس جوان کو قتل کرے گا۔

عمرہ نے کہا: یہ با تسلی چھوڑو تو کار کے لئے تیار ہو جاؤ۔ عبد اللہ نے کہا: بکواس کئے جاؤ تم وہی ہو کر آسائش میں انشتھے ہو اور جنگ میں شرمگاہ کھول کر اپنی جان بچاتے ہو۔ معاویہ نے عبد اللہ کو ڈانٹا: اے بے مادر! چپ نہیں رہے گا!

عبد اللہ بھی دہاڑے: اوہند کے جتنے! مجھے دھمکی دیتا ہے، میں تجھ کو بھی وہ کہوں گا کہ پانی پانی ہو جائے گا یہ کر معاویہ خندے ہو گئے اور بولے: بھتیجے! اس کروا اور آزاد کرنے کا حکم دیا۔ عمرہ نے اصرار کیا کہ اسے قتل کر دیتیجے ورنہ کل آپ کو پریشانی ہوگی اور پشیمانی ہوگی۔ معاویہ نے کہا: میں نے عنود بخشش کو وراشت میں پایا ہے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کے قتل سے صفين کی تلاشی ہو جائے گی۔ البتہ اس کا باپ

۱۔ کتاب صفين ص ۲۲۳، (ص ۲۲۰)، شرح ابن القیدیح، ج ۲، ص ۲۹۰ (ج ۸۰ ص ۸۰)

۲۔ البیان والضیف، ج ۲، ص ۲۲۹، (ج ۲ ص ۲۰۶)، العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۰۳، (ج ۳ ص ۱۳۶)، شرح ابن القیدیح، ج ۱، ص ۱۹۶، (ج ۲ ص ۲۷۷)

میرے خلاف انگارہ تھا، ہمارے نیزوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ (۱)

درس دین و اخلاق

اربابِ حقیقت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ عمر و کی پوری زندگی برائیوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ خفیٰ چستی، حیلهٴ گری، مکاری، خیانت، بدکاری، بد عهدی، جھوٹ اور کینہ تو زی کا پیشتراء تھا، یہ باقیں نفاق کی علامت ہیں، حدیث رسولؐ کی روشنی میں یہ باقیں ایمان سے دور کر دیتی ہیں۔ (۲) بے شمار احادیث نبوگی کی روشنی میں عمر و عاص کے نفاق کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس سے زمین میں فساد پھیلانے والوں کو سبق لینا چاہئے۔

وفات

صحیح ترین روایت کے مطابق عمر و عاص سنہ ۶۳ ہجری شب عید غطر میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گیا۔ اس کے علاوہ بھی روایات ہیں۔ لگ بھگ ۹۰ سال عمر پائی۔ عجیل کے مطابق ۹۹ سال عمر پائی۔

یعقوبی لکھتا ہے کہ مرتبے وقت بیٹے سے کہا:

”اگر تیرا باپ جنگ ذات اللالسل میں مر جاتا تو اچھا تھا، مجھ سے ایسی حرکات ہوئیں ہیں کہ پیش رب کوئی دلیل وجہت کام نہ آئے گی، پھر اپنی دولت فراوان کی طرف دیکھ کر کہا کہ کاش! یہ دولت اونٹ کے میکنی کی طرح ہوتی، کاش! میں سال قبل ہی مر گیا ہوتا، میں نے معاویہ کی دنیا بنائی اور اپنا دین بر باد کر لیا، دنیا کو مقدم کر کے آخرت سے ہاتھ دھونا پڑا، صلاح و بدایت سے دور ہوا، موت قریب آگئی ہے شاید میری موت کے بعد معاویہ میری دولت چھین لے اور تم لوگوں کے ساتھ بر اسلوک

۱۔ کتاب صحنیں ص ۱۸۲، مروج الذهب ج ۲ ص ۵۹، ۵۷، ۵۵: شرح نجف البلاعی ج ۲ ص ۶۷، ۶۱: کامل بردج اص ۱۸۱

۲۔ صحیح بخاری (ج اص ۲۱)، صحیح مسلم (ج اص ۹۲)، سشن ابی داؤد (ج اص ۱۱۱)، سشن ترمذی (ج ۵۵ ص ۲۰)، سشن نسائی (ج ۶ ص ۵۲۵)، سشن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۲۰) اور احمد (ج ۲ ص ۵۹۲)، بیاز، طبرانی (ج ۱۰ اص ۲۲۷)، ابن حیان (ج اص ۳۲۲)، ابو یعلی (ج ۵ ص ۳۲۷) اور یعنی (ج ۲ ص ۲۸۸) وغیرہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

کرے۔ (۱)

ابن عبد البر لکھتا ہے کہ عمر و مسٹر مرگ پر تھا تو ابن عباس ملنے آئے۔ مزاج پر کسی کی۔ جواب دیا: میں محوس کر رہا ہوں کہ دنیا آباد کر کے دین بر باد کیا، جسے آباد کیا اسے تباہ کرنا چاہئے تھا اور جسے تباہ کیا اسے آباد کرنا چاہئے تھا تبھی نجات ہوتی۔ اگر کفار ادا کیا جا سکتا ہو تو ضرور کرو۔ ممکن ہوتا تو ان ممالک سے بھاگ جاتا، اب زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں نہ اور پر چڑھ سکتا ہوں اور نہ یچے اتر سکتا ہوں۔

ابن عباس نے کہا: اب پچھتائے سے کوئی فائدہ نہیں، تہہارا تو آخرت پر ایمان ہی نہیں تھا۔ عمر نے کہا: اب جبکہ میں ۸۸ رسال کا ہو گیا ہوں تو مجھ سے رحمت خدا سے مایوس کر رہے ہو۔ خدا یا! ابن عباس مجھے تیری رحمت سے مایوس کر رہے ہیں تو مجھ سے جو چاہتا ہے لے لتا کہ مجھ سے راضی ہو جائے۔ ابن عباس نے کہا کہ افسوس یا آرزو بعدی ہے، تم پرانا کے بد لے نیا لینا چاہتے ہو۔ یہ سن کر عمر و عاص نے کہا کہ اے ابن عباس! تم مجھ سے کیا چاہتے ہو جب بھی کوئی بات کہتا ہوں تم مجھے اللہ جواب دیتے ہو۔ (۲)

عبد الرحمن بن ثماہہ کہتا ہے کہ عمر و عاص اپنے آخری وقت رومنے لگا۔ اس کے میئے عبد اللہ نے پوچھا: کیوں رورہے ہو، کیا موت سے ڈر گئے؟ کہا کہ موت کے بعد کے حالات سے ڈر رہا ہوں۔ اس نے تسلی دی: آپ تو صحابی رسول ہیں، شام فتح کیا۔ عمر بولا: اس سے بڑھ کر تو میں تو حید کی گواہی دیتا ہوں، میری تین حالت تھی: ابتداء میں کافر اور وہ مرن رسول تھا۔ اس وقت مرنا تو دوزخ میں جاتا۔ پھر رسول کی بیعت کی تو حیاد ارتھا اور موت آتی تو اسید جنت کی تھی۔ پھر حکومت مل گئی اور ایسے معاملات میں پھنس گیا کہ مجھ نہیں معلوم تھا کہ فرع ہو گایا یا نقصان۔ مر نے کے بعد مجھ پر کوئی نہ روئے، نہ جنازہ کی مشایعیت کرے۔ میرا بند کفن مضبوط باندھنا، میں اختلافی شخص ہوں اچھی طرح مٹی سے ڈھانپنا۔

اہم نکتہ: عمر کے باپ کا نام اکثر نے عاصی لکھا ہے۔ حضرت علی اور مالک اشتر کے رجز میں عاصی ہی ہے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ہ ۹۸، ر ۹۸ (ج ۲۲۶ ص ۳۲۲)

۲۔ استیعاب، ج ۲، ہ ۹۳۱، ر ۹۳۶ (نمبر ۱۹۳۱)

محمد حمیری

بِحَقِّ مُحَمَّدٍ قُلْوَا بِحَقِّ
فَانِ الْأَفْكَرْ مِنْ شَيْمِ اللَّنَامْ
إِبْعَدْ مُحَمَّدٍ بَابِي وَ امِي
رَسُولُ اللَّهِ ذَى الشَّرْفِ التَّهَامِي
الْيَسْ عَلَى افْضَلِ خَلْقِ رَبِّي
وَ اشْرَفْ عِنْدِ تَحْصِيلِ الْاَنَامْ
”تَهَمِّيْنَ مُحَمَّدَ كَعَنْ كَا دَاسْطَرْ اَجْ نَعِيْ بُولُو۔ کَيْوَنْكَه اَتَهَامْ طَرَازِيْ بِرَبِّي خَلَصَتْ هَے۔ کَيْا مُحَمَّدَ كَه بَعْدَ، انْ
پَرْهَارَے ماں باپْ قَرْبَانْ! جَوْ خَدَاهَ كَرَسُولْ اُورْ صَاحِبْ مَجْدُ وَ شَرْفُ ہَیْ، عَلَى تَمَامِ تَخْوِقَاتِ رَبِّي اَفْضَلْ
اوْرَنَادِرَه رُوزَگَارِ لوْگُوْنَ مِنْ شَرِيفَ تَرِينَ نَبِيْسَ ہَیْ؟“

حق بات تو یہ ہے کہ ان کی ولایت ہی ایمان ہے پھر بھل باتوں سے مجھے کیا سرد کار! انہیں کے
ہارے میں اطاعت رب ہے اور بیمار دلوں کی شفا عت ہے۔ ابو الحسن علیؑ ہمارے امام ہیں، ان پر ہمارے
ماں باپ قربان! وہ حرام سے پاک و پاکیزہ ہیں، راہ ہدایت کے امام ہیں، خدا نے انہیں کے ذریعے
حلال و حرام کو چھوایا۔ اگر میں ان کی محبت میں جان دے دوں تو یہ گناہ نہیں ہے، ان کے دشمن تمام عمر
روزہ نماز کریں پھر بھی جہنم میں جائیں گے۔ خدا گواہ! اس امام عادل کے بغیر کوئی نماز و روزہ مقبول
نہیں۔ اے امیر المؤمنین! آپ پر پورا اعتماد و بھروسہ ہے، آپ کے درخشاں اطہیان بخش حصار سے
وابستہ ہوں، یہ میرا قول، میرا دین ہے۔ اے رب امیں آخری سانسوں تک اسی بات پر جمار ہوں گا، علیؑ
کے دشمن سے بیزار ہوں، ان کمینی نسل کے لوگوں سے بھی بیزار ہوں جنہوں نے علیؑ سے جنگ کی، لوگ
غدریم میں ان کا خدا اور سولؓ کی طرف سے امام متعین ہونا بھول گئے، جو لوگ ان پر کچڑا چھال رہے ہیں
ان کے برخلاف علیؑ فضائل کا سمندر ہیں، میں ان سے بھی بیزار ہوں جو علیؑ کو چوتھا خلیفہ مانتے ہیں کیونکہ

علیٰ مرتبے کے لحاظ سے مقدم ہیں اور جب علیٰ کے ہاتھ میں شمشیر آبدار ہو تو باطل شکن ہیں۔

شعری تبع

اس قصیدے کو حموینی نے نقل کیا ہے۔ (۱) وہ جید ترین سند کے ساتھ ہشام بن احمد سے ان کے باپ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک دن طراح طائی، ہشام مرادی اور محمد بن عبد اللہ حمیری معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ معاویہ نے ایک ہزار کی تھیلی نکال کر اپنے ہاتھ میں رکھ لی اور کہا: اے شاعر ان عرب! تم لوگ علیٰ کے بارے میں صرف حق بات کہنا جس کی بات سب سے اچھی ہو گی اسے یہ تھیلی عنایت نہ کروں تو حرب کا بیٹا نہیں۔ یہ سن کر طراح اور ہشام مرادی نے حضرت علیٰ کی نعمت میں تقریریں کیں۔ معاویہ نے کہا: بیٹھ جاؤ تمہاری نیت سے خدا و اقفال ہے۔ اس وقت عمرو عاص نے اپنے جگری دوست حمیری سے کہا: تم کچھ کہو لیکن حق ہی بولنا۔ حمیری نے متذکرہ قصیدہ سنایا تو معاویہ نے تھیلی اسے دیتے ہوئے کہا: تو اپنی بات میں سچا ہے۔

شاعر کے حالات

”محمد بن عبد اللہ حمیری“، عمرو عاص کے رفقی کا در تھے۔ میرے خیال میں یہ انہیں عبد اللہ بن محمد حمیری کے صاحبزادے ہیں جنہیں معاویہ نے دیوان خاتم کا انچارج اور قاضی بنایا تھا۔ چھیاری نے ان کا متذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ معاویہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دیوان خاتم ایجاد کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ معاویہ نے عمرو بن زیر کو ایک لاکھ درهم دینے کی گورنر عراق کو تحریر لکھی، عمرو نے اسے دولاکھ کر دیا، جب زیاد نے حساب دیا تو معاویہ نے کہا کہ میں نے تو ایک لاکھ کی تحریر لکھی تھی، پھر انہوں نے ایک لاکھ عمرو کے وصول کرنے کا حکم دیا اور دیوان خاتم ایجاد کی، قاضی عبد اللہ بن محمد کو انچارج بنایا۔ (۲)

قوی احتمال یہ ہے کہ متذکرہ اشعار انہیں عبد اللہ کے ہیں، تذکرہ نگاروں کو باپ بیٹے میں اشتباہ ہو گیا ہے۔

عند لیبان غدیر

دوسرا صدی ہجری

- ۱۔ کیت بن زید اسدی
- ۲۔ سید اسماعیل بن محمد حمیری
- ۳۔ عبدی سفیان بن مصعب کوفی

ابوالستہل کمیت

نفی عن عینک الارق الھجوغا
 دخیل فی الفؤاد یهیج سقما
 و تو کاف الدموع علی اکتاب
 ترقرق اسحاما دراً و سکاً
 لفقد ان الخضارم من قریش
 ”شب بیداری نے تیری آنکھوں کی نیندیں اڑادیں ہیں اور دل میں آنسو بھرے درد انگیز غموں
 نے بسیرے لئے ہیں کہ خوشیاں بھولی بھری چیزیں بن گئی ہیں۔“

دل میں اندوہ کی فروانی سے آنسوؤں کا ساون بھاودوں جاری ہے، دنیا بھر کے غم سائے ہوئے
 ہیں، آنسوؤں کی بارش یوں ہو رہی ہے جیسے بڑے بڑے ڈول سے پانی اوٹڈیلا جا رہا ہو۔ یہ سب اس
 لئے ہے کہ قریش کے تین بہادر اور بہترین شفاقت کرنے والے کی شفاقت کو کھو دیا ہے۔“

لدى الرحمن يصدع بالمثلاني و كان له ابو حسن قريعا
 ”وہ رسول اکرمؐ کے مثانی خواں اور ان کی طرف سے ابو الحسن (حضرت علیؑ) برگزیدہ و رئیس
 ہیں۔“

خطوط افی مسرته و مولا
 الى مرضاته خالقه سریعاً
 و اصفاه النبی علی اختیار
 بما اعیاء المرفوض له المذیعا
 ”مولانا (علیؑ) اپنی مسرتوں سے گریزان اور اپنے خالق کی خوشنودی کے حصول میں کوشش ہیں۔“

رسولؐ نے انہیں اس طرح منتخب فرمایا کہ ان سے بدکنے والوں کے سامنے علیؑ کو زانو پر کھلیا۔“

و يوم الدّوح دوح غدير خم ابیان لـه الولایة لـو اطیعا

ولـکن الرـجال تبـاعـوـهـا فـلم اـرـمـلـهـاـ خـطـرـاـ مـبـعـا

”ہـائـے وـہـ درـخـتوـںـ کـےـ جـہـنـڈـ کـاـ دـاـنـ،ـ غـدـیرـ خـمـ کـےـ کـھـنـےـ درـخـتـ حـضـرـتـ عـلـیـ کـیـ ولاـیـتـ آـشـکـارـ کـیـ گـئـیـ۔ـ

کـاـشـ اـسـ کـیـ اـطـاعـتـ بـھـیـ کـیـ جـاتـیـ!ـ لـیـکـنـ لوـگـوـںـ نـےـ بـیـانـ ولاـیـتـ توـڑـدـیـ۔ـ مـیـںـ نـےـ آـیـاـ خـطـرـنـاـکـ سـوـدـاـنـہـیـنـ دـیـکـھـاـ۔ـ

فـلمـ اـبـلـغـ بـهـاـ العـنـاـ وـلـکـنـ اـسـاءـ بـذـاـکـ اوـلـهـمـ صـبـعـا

”مـیـںـ انـ لوـگـوـںـ پـرـ لـعـنـتـ توـنـہـیـںـ بـھـیـجـتاـ لـیـکـنـ پـہـلـےـ خـصـ نـےـ بـوـیـ بـرـیـ حرـکـتـ کـیـ۔ـ

فـصـارـ بـذـاـکـ اـقـرـبـهـمـ لـعـدـلـ الـىـ جـوـرـ وـاحـفـظـهـمـ مـضـبـعـا

”اـسـ سـےـ قـرـیـبـ تـرـ دـوـرـ سـےـ خـصـ سـےـ جـوـ رـگـدـاـنـیـ اـوـرـ سـتـرـانـیـ مـیـںـ اـسـ کـاـ قـرـیـبـ تـرـینـ اـوـرـ اـسـ کـیـ کـارـسـتـانـیـوـںـ کـاـ مـحـافـظـتـھـاـ (وـہـ بـھـیـ جـاتـیـ کـےـ اـسـ گـھـاثـ لـگـاـ)۔ـ

اضـاعـوـاـ اـمـرـ قـائـدـ هـمـ فـضـلـوـاـ وـ اـقـوـمـهـمـ لـدـیـ الـحـدـثـانـ رـيـعا

تـنـاسـوـاـ حـقـهـ وـ بـغـواـعـلـيـهـ بـلـاتـرـةـ وـ کـانـ لـهـمـ قـرـيـعا

”جوـانـ کـےـ قـائدـ اـوـرـ حـادـثـوـںـ مـیـںـ ثـابـتـ قـدـمـ اـوـرـ بلـندـ تـرـ تـھـےـ،ـ انـ لوـگـوـںـ نـےـ انـ کـےـ حقـ کـوـ فـرـماـوـسـ کـرـکـےـ بـخـاـوتـ کـیـ اـوـرـ اـپـیـ باـطـلـ پـرـتـیـ کـاـ گـھـوـتـ دـیـاـ)۔ـ

فـقـلـ لـبـنـیـ اـمـیـةـ حـیـثـ حـلـوـاـ وـ انـ خـفـتـ المـهـنـدـ وـ الـقطـیـعـا

اـلـاـفـ لـدـھـرـ کـنـتـ فـیـهـ هـدـانـاـ طـائـعـاـ لـکـمـ مـطـیـعـا

اجـعـالـ اللـّهـ مـنـ اـشـبـعـمـوـهـ وـ اـشـبـعـ مـنـ بـجـوـرـ کـمـ اـجـیـعـا

”مـیـ اـمـیـہـ اـوـرـ انـ کـےـ اـقـمـارـ سـےـ کـہـ دـوـاـرـ چـھـمـیـںـ اـپـیـ تـکـوارـ اـوـ رـتـازـ بـانـےـ کـاـ ذـرـہـوـ.

ہـاـںـ!ـ مـیـںـ بـیـزـارـ ہـوـںـ اـیـسـےـ زـانـےـ سـےـ جـسـ مـیـںـ تـہـارـیـ اـطـاعـتـ کـےـ لـئـےـ جـبـوـرـآـ مـادـہـ ہـوـنـاـ پـڑـاـ ہـےـ.

خـدـاـ سـےـ بـھـوـکـارـ کـھـےـتـےـ تمـ نـےـ سـیرـ کـیـاـ اـوـرـ جـھـےـتـمـ نـےـ بـھـوـکـارـ کـھـداـ سـےـ سـیرـابـ وـ شـارـابـ رـکـھـےـ.

و يلعن فذا امته جهارا
اذا ساس البريه و الخليعا
بمرضى السياسه هاشمي
يكون حيالاته ربها
”اور خدا عنت کرے اس جوئے کے پہلے نمبر (معاویہ) پر اور عاق شدہ چھوکرے (ولید بن عبد
الملک) پر جنہوں نے بھار آفریں ہائی سیاست کے برخلاف لوگوں پر حکومت کی“۔

و ليشافي المشاهد غير نكس لتفويض البرية مستطينا
يقيم امورها ويذب عنها ويترك جد بها ابداً مريعاً
”بنی هاشم میدان جنگ میں شیر مرد تھے، جنہیں دنیا میں کوئی پچھاڑنے والا نہ تھا اور امت کی اصلاح
اور ان کے دفاع کے سلسلے میں موزوں ترین اور خلک سالی کے موسم میں ابد آثار نعمت فراوان تھے“۔

نغمہ کیت پر تحقیقی نظر

یہ اشعار ہاشمیات کیت کے تابندہ قصائد کا تکڑا تھے جو صاحب حدائق دردیہ کے مطابق پانچ سو
ستاکی (۵۸۷) اشعار پر مشتمل تھے، لیکن علم دشمنوں نے اس کی اشاعت طبع میں خیانت کا مظاہرہ
کر کے پیشتر حصہ حذف کر کے غارت گری کی ہے۔ یہی مجرمانہ حرکت دیوان حسان، دیوان فرزدق،
دیوان ابو نواس کے ساتھ بھی کی گئی ہے، اب تو اس کے آثار بھی مت گئے ہیں۔ کاش! کوئی محقق ان
مجرمانہ حرکتوں کی نقاب کشاںی کرتا۔

یہ قصیدہ ۱۹۰۲ء میں لیدن میں طبع ہوا تھا جس میں پانچ سو چھتیں (۵۳۶) اشعار تھے۔ استاد محمد
شاکر خیاط کی شرح کے ساتھ پانچ سو ساتھ (۵۲۰) اشعار اور استاد رافعی کی شرح کے ساتھ پانچ سو
اٹتا لیس (۵۲۸) شعری باقی رہ گئے ہیں۔ ترتیب کا پہلا شعر یہ ہے:

من لقلب متیم مسٹھام غیر ماصبوا و لا احلام
مطبوعہ لیدن میں ایکسو تین (۱۰۳) اور شرح رافعی میں ایکسو دو (۱۰۲) شعر ہیں۔ جس کا پہلا شعر ہے:
طربت و ماشوقا الی البيض اطراب و لا لعب منی و ذو الشیب یلعب

مطبوعہ لیدن کی ترتیب شاکر میں ایک سو چالیس (۱۲۰) اور شرح رافعی کے ساتھ ۱۳۸ اشعار ہیں، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

أَنِي وَمِنْ أَيْمَنْ أَبْكِ الظَّرْبُ مِنْ حَيْثُ لَا صَبْوَةٌ وَلَا رِبْ
مطبوعہ لیدن میں (۱۳۳) اور شرح خیاط میں ایک سو تین (۱۳۲) شعر اور شرح رافعی میں (۷۸)
شعر ہیں اور طبع لیدن کا وہ قصیدہ جو اس شعر سے شروع ہوتا ہے:

الْأَهْلُ عَمْ فِي رَايَهِ مَسَأَمَلُ وَهَلْ مَدْبُرُ بَعْدِ الْإِسَانَةِ مَقْبِلُ
خیاط کے بیہاں ایکسو گیارہ (۱۱) شعر اور رافعی کے بیہاں (۸۹) شعر ہیں۔
اور جس کا مطلع "طربت و هل بک من مطرب" ہے مطبوعہ لیدن میں، شرح خیاط میں
تینیں (۳۳) شعر اور شرح رافعی میں اٹھائیں (۲۸) شعر درج ہیں۔

اور جس قصیدہ کا شعر "نفی عن عینک الا رق الھجوغا" ہے مطبوعہ لیدن میں ۱۲۰ اور شرح
خیاط میں اکیس (۲۱) شعر ہیں اور رافعی میں صرف انیں (۱۹) ہی شعر ہیں۔

اور جس کا مصرع "سل الھموم لقلب غیر متبول" سے شروع ہوتا ہے، مطبوعہ لیدن میں
خیاط کے بیہاں سات (۷) شعر اور رافعی کے بیہاں پانچ (۵) شعر ہیں۔

اور لیدن کے مطبوعہ قصیدہ "اهوی علیما امیر المومین و لا" میں خیاط کے
بیہاں سات (۷) شعر ہیں، اس میں رافعی نے ایک شعر حذف کر دیا ہے۔

قصیدہ فاسیہ، قافیہ اور فونیہ کے چھ شعروں میں رافعی نے دو شعروں کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔
ہم نے جس غدری یہ عینیہ کو بیہاں نقل کیا ہے، وہ وہی ہے جسے اوپرین مرتبہ ترتیب دیا گیا تھا۔ بعد
کے تمام تصاویر ہاشمیات کو نقل کر کے بعض دوسرے تصاویر بھی زیر بحث لاکیں گے۔

قصیدہ عینیہ ہاشمیات

شیخ مفید نے معنی مولا پر مشتمل رسائل میں فرمایا ہے کہ کیت ان شعراء میں سے ہیں جن کے اشعار

کو معنی مولا کی تفہیم کے سلسلے میں قرآن سے استشہاد کیا گیا ہے اور اہل علم ان کی فصاحت، لغت شناسی اور نظم پر ان کی مکمل اقتدار کا لکھ پڑھتے ہیں:

و يوم الدوح دوح غدير خم ابان له الولاية لواطیعا
حدیث غدیر سے حضرت علیؑ کی امامت واجب قرار پاتی ہے اور لفظ مولا سے ان کی اسلامی قیادت ثابت ہوتی ہے۔ اگر لفظ مولا کے متذکرہ معنی کی وضاحت نہ ہوتی تو کیت جیسا ادب و زبان کا شہباز بھی اس معنی میں استعمال نہ کرتا۔ کیونکہ اگر یہ بات کیت کے لئے جائز ہوتی تو دوسرے کے لئے بھی جائز ہوتی اسی طرح اگلے پچھلے لوگوں کے لئے بھی پھر تو لغت کا حقیقی مفہوم ہی فوت ہو کر رہ جاتا اور لغت شناسی صرف معنی حقیقی ہی میں محدود ہو کر رہ جاتی۔ (۱)

کراجکی بند خود ہناد بن سری (۲) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنینؑ کو خواب میں دیکھا کہ آواز دے رہے ہیں: اے ہناد! میں نے عرض کی: لبیک یا امیر المؤمنینؑ! فرمایا: ”ذر اکیت کانغہ تو سناؤ“۔ (۳)

”و يوم الدوح دوح غدير خم“ میں ایک ایک شعر پڑھنے لگا اور حضرت ”ہاں اذ را آگے“ بھی فرماتے رہے۔

پھر آنحضرت نے فرمایا: اے ہناد! سنو۔ میں نے عرض کی: میرے آقا فرمائیے آپ نے یہ شعر پڑھا:

ولم ارمثل ذاك اليوم يوماً وله ارمثله حقا اضياعا
ابوالفتح اپنی تفسیر میں کیت کا بیان نقل کرتے ہیں:

۱۔ رسالہ فی معنی المولی، مطبوع در مصنفات شیخ منید (ج ۸ ص ۱۸)

۲۔ بخاری علاوه بہت سے محدثین نے ان سے روایتیں نقل کی ہیں، نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے، ابو حاتم نے (الجزع و الشدریل ج ۹ ص ۱۱۹، نمبر ۵۰۱) میں تصدیق کی ہے۔ ۳۵۰ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۳ میں وفات پائی۔ تہذیب العہد یہ بح ۱۱۴ (ج ۱۱ ص ۶۲، ۶۳ نمبر ۱۰۹)

۳۔ تفسیر ابوالفتح، ج ۲، ص ۱۹۳ (ج ۲ ص ۲۸۰)

۴۔ کنز القواید ص ۱۵۳

میں نے امیر المؤمنین کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا: ذرا پتا قصیدہ عینیہ تو سناؤ۔ میں گنگنا نے لگا:

و یوم الدوح دوح غدیر خم ابان لہ الولایہ لو اطیعا

حضرت نے فرمایا: تم نے مج کہا، پھر خود اس طرح شعر پڑھا:

ولم ار مثل ذاک الیوم یوما ولم ار مثله حقا اضیعا

اس کی روایت سیدنے کی ہے۔ (۱) عقیل نے جموئی کی منہاج الفاضلین اور ابن جوزی کی مرأت

الزمان سے نقل کیا ہے، سبط بن جوزی نے اپنے شیخ ”عبد بن صافی موصی“ اور دوسرے سے اس کی روایت کی ہے۔ (۲)

مرزا بنی لکھتے ہیں: بنی امية کے بھی انک ترین زمانے میں بھی کیت کامد ہب ”تشیع اور مدح الہ
بیت“ تھا۔ (۳)

ان کا شعر ہے:

فقل لبني امية حيث حلوا و ان خفت المهنـد القطـيـعا

اجاع اللـهـ من استبعـتموه و اشـبعـ من بـجـورـكـم اـجيـعا

روایت کی گئی ہے کہ پانچویں امام حضرت محمد باقرؑ کے سامنے جب کیت نے یہ قصیدہ پڑھاتو آپ
نے دعائے خیر فرمائی۔

”بیاضی عاملی“ فرزند کیت کا بیان نقل کرتے ہیں: میں نے رسول خدا کو خواب میں دیکھا۔

آنحضرت نے فرمایا: ذرا مجھے اپنے بابا کا قصیدہ عینیہ سناؤ۔ میں پڑھنے لگا: ”و یوم الدوح دوح

غدیر خم“ رسول خدا بہت روئے، فرمایا: تیرے باب نے مج کہا: خدا اس پر رحمت نازل کرے۔ خدا

کی قسم! ”لم ار مثله حقا اضیعا“ ایسا حق کا زی�اد کبھی نہ دیکھا گیا۔ (۴)

۱۔ درجات الرفیع (ص ۵۷۹)

۲۔ تذكرة الخواص (ص ۲۰۲-۲۲۲)

۳۔ صراحت مستقیم (ج ۱ ص ۳۱۰)

۴۔ بجم الشراء صفحہ ۳۲۸ (ص ۳۲۹)

ہاشمیات

مسعودی نے مروج الذہب میں ہاشمیات کر کیت کی شعری کاوش تھا یا ہے۔ (۱)

ابو الفرج اور سید عباسی نے قصائد کیت ہاشمیات کو ان کے بہترین نقشیں ترین اشعار بتائے

ہیں۔ (۲)

آمدی اور ابن عمر بغدادی نے کہا ہے کہ شاعر الہمیٹ کیت کے مشہور اشعار، نقشیں ترین شعری کاوش

ہیں۔ (۳)

سنوبی کہتے ہیں: کیت عہد اموی کا بہترین شاعر تھا، ہاشمیات اس کے بہترین اشعار ہیں، وہ لغات عرب اور اس کے ماحول پر پورا عبور رکھتا تھا، اپنے بہترین اشعار میں اس نے مدح الہ بیت کے پھول کھلائے ہیں۔ (۴)

ابو الفرج اصفہانی (۵) نے محمد بن علی نوqلی کی روایت نقل کی ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ کیت نے اپنے اشعار ”ہاشمیات“ کہے تو پہلے چھپایا پھر وہ فرزدق بن غالب کے پاس آئے اور کہا: ”اے ابو فراس! آپ خانوادہ مصر کے بزرگ ہیں اور شاعر ہیں۔ میں آپ کا سمجھج کیت بن زید اسدی ہوں“۔ فرزدق نے کہا کہ تم نے سچ کہا، تم میرے سمجھے ہو اپنی ضرورت بیان کرو؟ کیت نے کہا کہ میں نے کچھ اشعار کہے ہیں جاہتا ہوں کہ آپ کو سناؤں اگر اچھے ہوں تو آپ کی اجازت سے نظر کروں، برے ہوں تو چھپاؤں، آپ مجھ سے زیادہ چھپانے کے مستحق ہیں۔

فرزدق نے کہا کہ تم داشتمد ہو، مجھے یقین ہے کہ تمہاری شعر بھی تمہارے عقل کے مطابق ہوں گے

۱۔ مروج الذہب، ج ۲، ص ۱۹۳ (ج ۳۲ ص ۲۵۳)

۲۔ الاعانی، ج ۲، ص ۱۳۳ (ج ۷ ص ۲) (ج ۷ ص ۲)؛ معاہد الحصیں، ج ۲، ص ۲۶ (ج ۳ ص ۹۳ نومبر ۱۳۸)

۳۔ المؤلف والخلف ص ۰۷۰ (نمبر ۵۷)؛ خلیفۃ الادب ج ۱ ص ۱۳۳

۴۔ تعلیف بر جاخط، البیان و التمیین جاخط، ج ۱، ص ۲۵

۵۔ الاعانی، ج ۱۵، ص ۱۲۲ (ج ۷ ص ۳۰)

سنا جو کچھ کہا ہو۔

کیت نے مصرع پڑھا: طربت و ما شوقا الی الیبیض اطرب
”میں خوش ہوں لیکن یہ خوشی ان کے شوق کے اجالوں کی نہیں ہے۔“

فرزدق نے کہا: ”بھیج پھر کس خوشی میں؟“

کیت نے آگے پڑھا: لا لعبا منی و ذو الشیب یلعب؟!
”مجھے کھیل کو دکا بھی شوق نہیں خالانکہ بوڑھا بھی کھیل کو دکو پسند کرتا ہے۔“
فرزدق نے کہا: میاں یہ تو تمہارے کھینے کو دنے کے دن ہیں۔

کیت کا ترجم آگے پڑھا:

ولم یلهنی دار ولا رسم منزل ولم یتظر بنی بنان مخضب
”مجھے گھر اور منزل کی رسم نے بھی خوشی کا تحفہ نہیں دیا اور نہ حتائی الگلیوں نے شاد کام کیا۔“
فرزدق نے پوچھا: بھیج پھر تمہیں کس نے سرو رکیا ہے؟

کیت نے کہا:

و لا السانحات البارحات عشية امر سليم القرن ام مراغضب
میری یہ خوشی و شوق صح و شام پرندوں کے سعد و خس اڑاں پر بھی نہیں۔
فرزدق نے کہا: میاں! اب زیادہ مت اڑاڈ (یہاں بھی کر دو)۔

کیت نے کہا:

ولکن الی اهل الفضائل التقى و خیر بنی حواء و الخير يطلب
”مجھے خوش کیا ہے، ارباب فضائل و تقویٰ و محاسن اور بہترین مخلوقات کی طلب نے۔“
فرزدق بولا: وہ کون سے لوگ ہیں؟ بابا! اذرا جلدی بتاؤ۔

کیت نے کہا:

الى النفر الیض الذى بجهنم الى الله فيما نابنى اقرب

”وہ ایسے تابندہ چہروں والے افراد ہیں جن کی محبت کے واسطے سے میں تقرب خداوندی ڈھونڈتا ہوں۔“

فرزدق چیخ پڑا: انہیں مجھے مطمئن بھی کر دو۔ وہ کون لوگ ہیں؟
کیت کا ترجم بلدا آہنگ ہو گیا:

| | |
|------------------------------|-----------------------------|
| بنی هاشم رهط النبی فائی | بهم و لهم ارضی مرارا و اغضب |
| خفضت لهم منی جناحی مودة | الی کیف عطفاہ اہل و مرحب |
| و کنت لهم من هولاء و هولاء | مجاعلی انى اذم و اغضب |
| و ارمی و ارمی بالعداوة اهلها | وانی لاوذی فیهم و ائونب |

”وہ نبی ہاشم اور خاندان رسول ہیں، میری تمام خوشی صرف انہیں کے لئے ہے اور میر ا تمام غصہ ان کے دشمنوں کے لئے ہے، ان کی مودت میں میرے شانے بچکے ہوئے ہیں، ان کی عطفت و مہربانی، شائستگی اور نوازش پر سوجان سے عاشق ہوں، میں ان کی محبت میں کسی ندمت اور غصہ کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ دشمنوں نے میری عدالت میں مجھ پر نشانہ بازی بھی کی، میں نے ان پر نشانہ بازی کی، اب تو میں ان کی سرزنش و آزار میں گرفتار ہوں۔“

فرزدق نے پیچھے ٹھوکی: بیتچے! اپنے اشعار کی نشر و اشاعت کر دو۔ ہاں! خوب اشاعت کرو۔ خدا کی قسم! خانوادہ مصر کے تم بہترین شاعر ہو، تم نے اگلے پچھلے تمام لوگوں کو مات دیدی ہے۔ (۱)

رجال کشتی میں ابو الحسن عبد اللہ بن مردان جوانی کا بیان ہے کہ ہمارے درمیان ایک انتہائی شریف اور نیک شخص تھا سے ہاشمیات کیت کے اشعار یاد تھے، لوگ اس سے اشعار سنتے تھے، ان شعروں پر اس کی بڑی گہری نظر تھی لیکن پچیس سال سے ان شعروں کا پڑھنا چھوڑ دیا تھا۔ پھر وہ پڑھنے لگا تو لوگوں نے پوچھا: کیا تم نے انہیں پڑھنا چھوڑ نہیں دیا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں! میں نے پڑھنا چھوڑ دیا تھا لیکن مجھے خواب میں بشارت ہوئی اور دوبارہ پڑھتے رہنے کی تاکید کی گئی۔ پوچھا گیا: کیا خواب دیکھا

۱- مرودج الذہب، ج ۲، ص ۱۹۲ (ج ۳ ص ۲۵۲)، محاہد لتصییح عبایی ج ۲، ص ۲۶۱ (ج ۳ ص ۹۵-۹۲ نومبر ۱۹۸۷)

تھا؟ کہنے لگا: میں نے خواب دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے، محشر میں لوگوں کو ان کا نامہ اعمال دیا جا رہا ہے
مجھے دیا گیا تو میں نے کھول کر دیکھا اس میں لکھا تھا:

”بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ ان دوستانِ علیٰ کے نام جو جنت میں داخل ہوں گے“۔ میں نے پہلی سطر میں دیکھا ایسا ہی تھا، دوسری تیسری میں دیکھا ایسا ہی تھا اور چوتھی سطر میں دیکھا تو کیت بن زید ہی کا نام تھا۔ اسی خواب کے بعد ہی دوبارہ کیت کے اشعار پڑھنے لگا۔ (۱)

بغدادی لکھتا ہے: خالد قسری کو جب کیت کے نہرے قصیدے ”الاحییب عننا یامدینا“ کی خبر ہوئی تو اس نے عہد کر لیا کہ خدا کی قسم! میں اسے قتل کئے بغیر نہیں رہوں گا، اس کے بعد اس نے اتنا ہی حسین و جمیل تیس کنیزیں خریدیں اور انہیں قہانہ ہاشمیات کیت یاد کروائے اس کے بعد اس نے بردہ فروشی کے ذریعے مخفی طور سے ہشام بن عبد الملک کے یہاں پہنچوادیا۔ اس نے خرید لیا۔ ایک دن ان کنیزوں نے ہشام کے سامنے کیت کے قصیدوں کو گانا شروع کیا۔ ہشام نے والی عراق خالد قسری کو لکھا کہ کیت کا سر قلم کر کے میرے پاس بھیج دے۔ خالد نے کیت کو گرفتار کر کے زندان میں ڈال دیا۔ کیت نے زندان میں اپنی بیوی کو بلوایا اور اس کا نقاب اوڑھ کر خود فرار ہو گیا۔ خالد کو معلوم ہوا تو اس نے کیت کی بیوی کو سزا دینی چاہی، بنی اسد کے لوگوں نے گھیراؤ کرنے کے خالد سے کہا: ٹھیک ہے اس عورت نے دھوکا دیا ہے لیکن تم اس کو سزا نہیں دے سکتے۔ خالد ڈر گیا اور اسے بھی آزاد کر دیا۔ (۲) اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔

شعابی کہتا ہے کہ مجھے خوارزمی کی بات بدی اچھی لگی: ”حولیات زہیر، اعتدراۃ نابغۃ، بحیات خطیبۃ، ہاشمیات کیت، جری و فرزدق کی نوک جھونک، خمیات ابونوواس، زهدیات ابو عتماعیہ، مراثی ابو تمام، مدائح بصری، تشییبات ابن مخزون، روضیات صنوبری، لطائف کشاجم اور زیورات حنفی پڑھنے کے بعد بھی جو شخص بھر پور شاعر نہ ہو سکے اس کی جوانی غارت ہو جائے اور اس کی عمر دراز نہ ہو۔“ (۳)

۱۔ رجال کشی ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۲۸۷ نمبر ۲۶۷)

۲۔ ثمار القلوب ص ۱۷۱ (ص ۱۸۰ نمبر ۲۸۸)

۳۔ خزلۃ الادب، ج ۱، ص ۲۷۱ (ج ۱ ص ۱۸۰ نمبر ۲۸۸)

بہت سے شعراء نے ہاشمیات کیت کو تفسی کیا ہے۔ ان میں شیخ ملا عباس زیوری بغدادی، علامہ شیخ محمد سادوی، سید محمد صادق آل صدر الدین کاظمی خاص طور سے لائق ذکر ہیں۔ استاذ محمود رفیع مصری نے ہاشمیات کی شرح کرتے ہوئے قیمتی مقدار اور حالات زندگی کے ساتھ شائع کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہاشمیات کیت بہترین کلام، نفس شعری کاوش اور آہنگ و ترنم کا حسین ترین سرمایہ ہے۔ اس کی شرح استاذ محمد شاکر خیاط نابلسی نے بھی کی ہے۔

میکریہ ہاشمیات

من لقلب متیم مستھام غیر ماصبوا و لااحلام

”اس سرگزشت و حرست زده دل میں عشق و آرزو کے سوا کچھ بھی نہیں۔“

کیت کا غلام صاعد کہتا ہے: ہم لوگ حضرت ابو جعفر امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کیت نے یہ قصیدہ پڑھا تو امام نے دست دھانڈ کر کے فرمایا: ”خدایا! کیت کی شخصش فرمًا۔“ (۱) نصر بن مراجم کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا، آپ کے پہلو میں بیٹھا ایک شخص یہی قصیدہ پڑھ رہا تھا: ”من لقلب متیم مستھام۔“ میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب ملا: یہ کیت بن زید اسدی ہے۔ نصر کا بیان ہے کہ رسول اللہؐ نے کیت سے فرمایا: خدا مجھے جزاۓ خبر دے اور اس کی بڑی تعریف کی۔ (۲)

رجال کشی میں زرارہ سے روایت ہے: میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں موجود تھا، کیت داخل ہوئے، میرے سامنے انہوں نے اپنا قصیدہ ”من لقلب“ پڑھا، جب وہ پڑھ پکھے تو حضرت نے کیت سے فرمایا: جب تک تم ہماری مدحت سراۓ کرتے رہو گے جب تک میں کی تائید سے سرفراز ہو گے۔ (۳)

۱۔ الآنفی، ج ۵، ص ۱۲۳ (ج ۷، ص ۲۷)

۲۔ الآنفی، ج ۵، ص ۱۲۳ (ج ۷، ص ۲۹)، الحاہر لتصحیح ج ۲، ص ۲۷ (ج ۳، ص ۵۹ نمبر ۱۳۸)

۳۔ رجال کشی ص ۱۳۶ (ج ۴، ص ۲۶۷ نمبر ۳۶۶)

یونس بن یعقوب سے روایت ہے کہ کیت نے صادق آں محمدؐ کی بارگاہ میں یہ شعر پڑھا:
 اخلص اللہ فی هوا اغرا ق نزعا و ما تطیش سهام
 امام نے فرمایا: "فما اغرق نزعا" کے بجائے "قد اغرق نزعا" کہو۔
 "نداد عالم مجھے عشق میں خلوص عطا کرے، میں کمان کوختی سے نہیں کھینچتا اور میرا تیر خطا بھی نہیں
 کرتا۔"

امام نے اصلاح فرمائی: "قد اغرق نزعا" کہو۔ (یقیناً کمان تیزی سے کھینچتا
 ہوں) (۱) مناقب ابن شہرآشوب میں ہے کہ کیت نے عرض کی: حضور کو مجھ سے زیادہ شعری بصیرت
 ہے۔ (۲)

مسعودی کہتا ہے: کیت مدینہ میں آیا تو بارگاہ امام محمد باقرؑ میں بھی حاضری دی۔ ایک رات امام
 نے اس سے قصیدہ پڑھنے کی فرماش کی، وہ اپنا نیمیہ پڑھنے لگا:

وقتيل بالطف غودر منهم بین غوغاء امة و طفام
 "اور وہ منتقل کر بلا جس کو ذليل امت نے دغادی اور ہنگامہ کیا۔"

امام رودیئے اور فرمایا: اے کیت! اگر ہمارے پاس دولت ہوتی تو تمہیں ضرور عطا فرماتے لیکن ہم
 تم سے وہی کہتے ہیں جو حسان سے رسولؐ نے فرمایا تھا: "جب تک تم ہماری مدح میں ڈوبے رہو گے
 جب تک لکی تائید سے سرفراز ہو گے۔"

کیت وہاں سے نکل کر عبد اللہ بن حسن کی خدمت میں آئے، وہاں بھی قصیدہ پڑھا، انہوں نے کہا:
 اے ابو استھل! مجھے اپنی زمینداری سے چار ہزار درہم ابھی ملا ہے یہ اس کی تحریر ہے۔ یہاں موجود تمام
 لوگوں کو گواہ بنا کر میں اسے تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔

کیت نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ پر قربان! مدح اہل بیت کے سوا جتنے بھی میرے شعر ہیں

۱۔ رجال کشی، ج ۱۳۵، ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۳۶۱ نمبر ۱۳)

۲۔ مناقب ابن شہرآشوب (ج ۲ ص ۲۲۲)، اعلام الورثی طبری، ج ۱ ص ۱۵۸ (ص ۲۶۵)

ان کی غرض حصول دنیا تھی لیکن آپ حضرات کی مدح صرف خدا کے لئے کی ہے جسے خدا کے لئے کہا ہے میں اس کا دنیاوی اجر نہیں چاہتا۔ (۱)

عبداللہ نے بہت زیادہ اصرار کیا تو کیت نے اسے لے لیا اور چلا گیا۔ کچھ دن کے بعد عبد اللہ کی خدمت میں پھر آیا اور کہا: فرزند رسول! امیرے ماں باپ آپ پر قربان! امیری ایک حاجت ہے۔ پوچھا: کیا ہے؟ تمہاری ہر حاجت پوری کرنے پر آمادہ ہوں۔ کیت نے پوچھا: کوئی بھی حاجت؟ کہنا! ہاں! جو بھی حاجت ہو پوری کروں گا۔ کیت نے وہ قبلہ عبد اللہ کی خدمت میں واپس کرتے ہوئے کہا: اسے واپس لے لجئے اور زمینداری کی آمدی کو اپنی ضرورت پر خرچ کیجئے۔ ناچار انہوں نے لے لیا۔

اس کے بعد عبد اللہ بن جعفر کے پوتے "عبداللہ بن معاویہ" اٹھے، اپنے ہاتھ میں چڑے کی تھیلی لئے ہوئے چار غلاموں کے ساتھ میں ہاشم کے گھروں میں آئے۔ ان سے کہا کہ اے بنی ہاشم! کیت نے دنیاداروں کی مدح سے منہ موز کر تمہاری مدح میں اشعار کہے ہیں اور اپنی جان کو نبی امیہ کے خandroں میں جھونک دیا ہے لہذا تم سے جو کچھ ہو سکے اس کی قدر دافنی کا مظاہرہ کرو، یہ سن کر تمام بنی ہاشم کے خandroں نے اپنے حوصلے کے مطابق اس تھیلی میں درہم و دینار اور ثیلینا شروع کیا۔ عورتوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی پیسے دیئے، یہاں تک کہ اپنے زیور بھی اتنا کر دے دیئے، ایک لاکھ درہم و دینار ہو گئے، عبد اللہ وہ تھیلی لئے ہوئے کیت کے پاس آئے اور کہا: اے ابوالستبل! ہم نے استطاعت بھر پوچھی جمع کی ہے۔ تم جانتے ہو کہ ہم اپنے دشمنوں کی حکومت میں زندگی گزار رہے ہیں، جو کچھ ہے تمہارے سامنے ہے تم دیکھ رہے ہو کہ عورتوں نے مجھی اپنے زیور دے ڈالے ہیں، اسے لے لوا اور اپنی ضرورت میں خرچ کرو۔ کیت نے کہا: میرے ماں باپ قربان! یہ بڑی پاکیزہ دولت ہے، لیکن میں نے صرف خوشنودی خدا کے لئے اشعار کہے ہیں۔ آپ سے انصاف کا طلبگار ہوں انہیں واپس کر دیجئے، جب بہت اصرار کے بعد بھی کیت نے قول نہیں کیا تو عبد اللہ نے کہا۔ اگر تم قول نہیں کرتے تو میری رائے میں ایسے اشعار کہو جس پر لوگ تم سے برہم ہو جائیں تاکہ اس طرح ایسا فتنہ اٹھے کہ جس کے نتیجے سے کچھ بہرہ مند

ہو سکو۔ اس وقت کیت نے اپنی قوی نازش پر مشتمل قصیدہ کہا۔ اس میں نصر بن نزار، ربیعہ بن نزار اور اباد و انمار کے خاندانوں کے فضائل نظم کئے گئے اور انہیں تحطیبوں پر فضیلت دی، اس کی وجہ سے سیمانوں اور نزاریوں میں مٹھن گئی۔ اس قصیدے کا پہلا شعر ہے:

الاحیت عنایا مدينا و هل ناس يقول مسلمينا

مناقب ابن شهر آشوب میں ہے کہ ہمیں خبر پہنچی ہے کہ جب کیت نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں ”من لقلب متیم مستهم“ کا قصیدہ پڑھا تو امام نے کعبہ کی طرف رخ کر کے تین بار فرمایا: خدا! ای کیت پر حرج فرمادا اور اسے بخش دے۔ پھر فرمایا کیت یہ ایک لاکھ درہم ہے، میں نے اپنے خاندان کے لوگوں سے تمہارے لئے جمع کیا ہے۔ کیت نے عرض کیا: نہیں، خدا کی قسم! ہرگز نہیں۔ کوئی نہ جانے کہ میں نے آپ سے کچھ لیا ہے یا ہاں تک کہ خدا میری کفالت کرے، میں میں اتنا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی قیص عطا فرمائیں افرادی فرمائیں۔ امام نے قیص عطا فرمادی۔ (۱) عباسی نے لکھا ہے کہ امام نے روپیہ اور کپڑے اور دنوں منگوایا۔ کیت نے عرض کی: خدا کی قسم! اگر مجھے دنیا پسند ہوتی تو کسی دنیادار کے پاس جاتا، نہیں ہرگز نہیں، خدا میری کفالت کرے گا۔ کوئی نہ جانے کہ آپ سے روپیہ لیا ہے۔ صرف اپنا کپڑا اعتایت فرمادیتھے۔ اس نے روپیہ اپس کر دیا اور قیص رکھلی۔ (۲)

بغدادی نے غلام کیت ”صالح“ کا پیان نقل کیا ہے کہ ہم کیت کے ساتھ علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کیت نے عرض کی: میں نے آپ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے۔ امید ہے کہ رسول خدا میری شفاعت فرمائیں گے۔ پھر قصیدہ پڑھنا شروع کیا: ”من لقلب متیم مستهم“ جب قصیدہ ختم ہوا تو امام نے کہا: ہم تمہارا بذلہ دینے سے عاجز ہیں، لیکن نہیں، ہم اتنے بھی ناتوان نہیں ہیں، خدا تمہارا بذلہ دینے پر عاجز نہیں۔ خدا! ای کیت کو بخش دے۔ پھر اپنے اور اپنے خاندان کے خرچ کے لئے مخصوص چار ہزار درہم نکال کر دیا اور فرمایا: اے ابو الحسن! اے لے لو۔ کیت نے عرض کی: آپ اگر درہم کا چھٹا

۱۔مناقب ابن شهر آشوب، ج ۵، ج ۱۲ (ج ۲۳ ص ۲۱۲-۲۱۳)

۲۔ معاہد الحسین ج ۲، ج ۲۷ (ج ۲۳ ص ۹۶)

حصہ بھی عطا فرماتے تب بھی بہت بڑی عنایت ہوتی لیکن اگر مناسب خیال فرمائیں تو اپنے جسم مبارک کا کپڑا عنایت فرمادیں تاکہ میرے لئے تمکہ ہو۔ امام اندر تشریف لے گئے اور کپڑا اس اکیت کو دیا اور فرمایا: خدا یا! زمانہ تیرے رسولؐ کے خانوادہ کو فراموش کر چکا ہے۔ ایسے میں کیت نے فراموش شدہ حقوق کی نشاندہی کی اسے سعادت و شہادت سے سرفراز فرماد۔ دنیا میں بھی اجر دے اور آخرت میں بہترین جزا عطا فرم۔ میں اس کے حسن سلوک کا بدلہ نہیں ادا کر سکا ہوں۔ کیت کا بیان ہے کہ میں نے امام کی دعاؤں کو اپنے وجود میں محسوس کیا۔ (۱)

محمد بن کنسہ کہتا ہے کہ جب رہشام کے سامنے کیت کا یہ شعر پڑھا گیا:

”آل محمد کی محبت کی وجہ سے بیگانوں کا قریب اور رشتہ داروں کے مختلف اتهامات کا نشانہ ہنا ہوا ہوں۔ اپنے موقف میں جانا پچانا شخص ہو گیا ہوں، اب خدا ہی سے تمکہ وقت کا طلبگار ہوں۔“
اس نے حملہ کر کہا: اس ریا کارنے اپنے کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ (۲)

قصیدہ باشیہ ہاشمیات

و طربت ما شوقا الی البیض اطرون ولا لعبا منی و ذو الشیب یلغب
”میں شاداں ہوں لیکن میری شادمانی حسینوں کی محبت میں نہیں، نہ مجھے کھیل کو دکا شوق ہے
حالانکہ بوڑھے بھی کھیل کو دپندر کرتے ہیں۔“

ابوالفرج، ابراہیم بن سعد اسدی کا بیان نقل کرتا ہے کہ میں نے اپنے باب سے نادہ فرماتے تھے:
میں نے رسولؐ کو خواب میں دیکھا، انہوں نے فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: عرب ہوں۔ فرمایا:
جاننا ہوں، عرب کے کس قبیلہ سے ہو؟ میں نے عرض کی: قبیلہ بنی اسد سے۔ آپ نے فرمایا: قبیلہ بنی اسد
بنی خزیر سے ہو؟ ہماری ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: کیت کو پچانتے ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں

۱۔ خزانۃ الادب، ج را، ص ۶۹ (ج ۱۳۵ ص ۱۳۵)

۲۔ الآنفی، ج را، ص ۱۵ (ج ۱۷ ص ۱۲۷) (۳۶)

اے خدا کے رسول! اوہ میرے بچا اور میرے قبیلے کے فرد ہیں۔ پوچھا: اس کے اشعار یاد ہیں؟ میں نے ان کا قصیدہ ”طربت و ماشوقا الی البیض اطرب“ پڑھنا شروع کیا۔ جب میں نے یہ شعر پڑھا: میرے والی صرف اہل بیت رسول ہیں اور مجھے صرف انہیں سے راہ و رسم بھی ہے۔

رسول نے فرمایا: جب صحیح ہوتی کیت کو میر اسلام پہنچانا اور کہنا کہ خداوند عالم نے اس قصیدے کی بدولت تجھے بخش دیا۔ (۱)

آنگانی (۲) میں دعبل کا بیان ہے: میں نے رسول کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا: تمہیں کیت سے کیوں نفرت ہے؟ میں نے عرض کیا: حضور! عام شاعروں کی طرح صرف شعری نوک جھوٹک ہوتی ہے۔ فرمایا: اب ایام مت کرنا۔ کیا اس نے یہ حسین شعر نہیں کہا:

فلا زلت فيهم حيث يتهمنوني ولا زلت في اشياعكم القلب
 بلا شبه خداوند عالم نے اسی شعر کی برکت سے اس کی بخشش کی ہے۔ دعبل کہتا ہے کہ یہ خواب دیکھنے کے بعد اس پر طعن سے میں نے زبان روک لی۔
 متذکرہ شعر کو اس شعر کے بعد:

وقالوا ترابی هواه و زایه بذالک ادعی فیهم و القب
 کیت کے دیوان سے مصری مطابع نے حذف کر دیا ہے۔

سیوطی نے شرح شواہد المغنى میں بحوالہ ابن عساکر لکھا ہے کہ قبیلہ بنی اسد کے افراد کہتے تھے کہ ہمیں ایسی فضیلت حاصل ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اس فضیلت کا حامل نہیں، ہمارے ہر گھر میں کیت کی برکت دوراثت ہے کیونکہ اس نے رسول خدا کو خواب میں ”طربت و ماشوقا“ کا قصیدہ سنایا۔ رسول خدا نے دعا دی کہ تجھے اور تیری قوم کو برکت عطا کی گئی۔ (۳)

۱۔ آنگانی ج ۱۵، ص ۱۲۳ (ج ۷، ص ۲۹)؛ معاہدہ لفظیں، ج ۲، ص ۲۷ (نمبر ۱۲۸)

۲۔ آنگانی ج ۱۵، ص ۱۲۳ (ج ۷، ص ۲۹) ۲۸-۲۹

۳۔ شرح شواہد ص ۱۳ (ج ۱ ص ۳۸ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۳ ص ۷۵۹)

شرح شواہد المغزی میں بحوالہ ابن عساکر یہ بھی ہے کہ کوفہ میں جو بھی متذکرہ قصیدے کی روایت نہیں کرتا تھا اسے باشی نہیں سمجھا جاتا۔ (۱) درجات الرفیعہ میں ہے کہ اسے شیعہ نہیں سمجھا جاتا۔ (۲) سیوطی بحوالہ ابن عساکر کہتے ہیں کہ کیت جس زمانے میں درویشی کی زندگی گزار رہے تھے ایک بار رسولؐ کو خواب میں دیکھا فرمایا: تمہیں کس بات کا ذرہ ہے؟ کیت نے عرض کی: بنی امیہ کا خوف ہے۔ پھر یہ شعر

پڑھا:

الْمَتَرْنِيْ مِنْ حُبَّ الْمُحَمَّدِ
أَرْوَحُ وَأَغْدُ وَخَائِفًا أَتَرْقَبُ
كَيْا آپ نہیں دیکھتے کہ آل محمدؐ کی محبت میں صحیح و شام خوف اور اپنے بچاؤ کی زندگی گزار رہا ہوں۔

رسولؐ نے فرمایا: ”اپنے کو ظاہر کر دو، خدا کی طرف سے دنیا و آخرت میں امان ہے۔“ (۳)
نیز سیوطی (۴) لکھتے ہیں: ابن عساکر نے جاظظ کا قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے شیعوں کی طرف سے کیت نے احتجاج کیا ہے۔ اس کا شعر ہے کہ

فَانْهَى لَمْ تَصْلِحْ لِحِي سَوَاهِمْ
يَقُولُونَ لَمْ يُورُثْ وَلَوْ لَا تَرَاهُ
لَقَدْ شَرَكَتْ فِيهَا بَكِيلُ وَارْحَبُ
”اگر وہ لوگ اپنے سواؤ کی میں صلاحیت خلافت نہیں سمجھتے تو سن لیں کہ یقیناً رسولؐ کے ذوی القربی سب سے زیادہ مستحق اور حقدار خلافت تھے۔ وہ کہتے ہیں: رسولؐ نے وارث نہیں بنایا اگر وارث نہیں بنایا تو دوسرے قبائل کو بھی ناپ تول میں حصہ دار بنانا چاہئے۔“

شیخ مفید نے جاظظ کے اس قول کا جواب دیا ہے کہ کیت سے قبل خود زمانہ تیغبر سے متصل زمانے

۱۔ شرح شواہد ص ۱۳ (ج اص ۳۹ نمبر ۶) بحوالہ تاریخ ابن عساکر ج ۱۳ ص ۶۰۱

۲۔ درجات الرفیعہ (ص ۵۶۷)

۳۔ شرح شواہد المغزی، ص ۱۳ (ج اص ۳۸ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۳ ص ۵۹۸) ہنچھر تاریخ ابن عساکر ج ۲۱ ص ۲۱۳

۴۔ شرح شواہد المغزی ج ۱۳ (ج اص ۳۸ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۳ ص ۵۹۹) ہنچھر تاریخ ابن عساکر ج ۲۱ ص ۲۱۵

میں شیعوں نے احتجاجات کئے ہیں۔ شاید جا حظ کو اس کا پتہ نہیں یا شاید اپنے اس قول سے زمانہ رسول میں شیعوں کے وجود سے انکار کرنا چاہتا ہے لیکن تاریخ اس کی اس گستاخی کا منہ توڑ جواب دے گی۔ صحابہ و تابعین کے اشعار بھرے پڑے ہیں جبکہ ابھی کیت کا نطفہ بھی قرآنیں پایا تھا۔ ان میں خزیرہ ذوالشہادتین، عبد اللہ ابن عباس، فضل ابن عباس، عمران یاسر، ابوذر، قیس بن سعد، ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب، عبد اللہ بن ابی سفیان بن حارث بن عبد المطلب، زفر، نجاشی، جریر و عبد الرحمن وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (۱)

امیر المؤمنین کے خطبوں اور خطوط کو کتب تاریخ میں دیکھا جاسکتا ہے جن سے شیعوں کے استدلال کا پتہ چلے گا۔ شیخ مفید کے مطابق کیت نے فقط امیر المؤمنین کے ارشاد کو قلم کیا ہے۔ اس کے بعد بھی شیعوں نے انہیں نقل کیا ہے، ان مقولات کا جنہیں پتہ ہے ان پر جا حظ کا درود غ واضح ہے۔ (۲)

قصیدہ لامیہ ہاشمیات

الاَهْلُ عَمْ فِي رَايِهِ مُتَأْمِلٌ وَهُلْ مُدْبِرٌ بَعْدِ الْإِسَانَةِ مُقْبَلٌ
”کیا کوئی کوردل اتنا فکر مند ہے اور کیا کوئی اپنی تباہ کاریوں کے بعد حق کی طرف واپس آنے والا ہے؟“

ابوالفرن نے ابو بکر حضری سے روایت کی ہے کہ ایام تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجه) میں کیت نے امام محمد باقرؑ سے ملاقات کی۔ کیت نے عرض کی: قربان جاؤں میں نے کچھ شعر کہے ہیں انہیں آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ امام نے فرمایا: اے کیت! ان دونوں یاد خدا کرو، کیت نے اصرار کیا تو امام نے اجازت دی، اس نے شعر پڑھا:

يصيّب به الرامون عن قوس غيرهم في آخر اسدى له الغى اول

۱۔ الفصول المقارنة، ج ۲، ص ۸۳، (ص ۲۳۲)

۲۔ الفصول المقارنة، ج ۲، ص ۸۵، (ص ۲۳۳)

”انہوں نے دوسروں کی لکمان میں رکھ کر اس کی طرف تیر چھوڑا۔ اس آخری پر لعنت جس نے اول کے لئے بنا ہی کی فضاسازگاری کی۔“

امام نے فرمایا: خدا یا کیت کو بخش دے۔ (۱)

محمد بن ہلال، کیت کے ساتھی کا بیان ہے کہ ہم کیت کے ساتھ بارگاہ صادق آل محمد میں داخل ہوئے۔ اس نے کہا: قربان جاؤں، کچھ اشعار پڑھوں؟ فرمایا: یہ مقدس ایام ہیں، اس نے کہا: یہ اشعار آپ کی شان میں ہیں۔ فرمایا: پڑھو۔ پھر امام نے گھر پر کھلوا دیا تو عورتیں بھی جمع ہو گئیں۔ جب متذکرہ شعر پڑھا تو آواز گریہ بلند ہوئی۔ امام نے دست دعا بلند کرتے ہوئے فرمایا: ”خدا یا کیت کے اگلے پچھلے اور ظاہر و باطن آنکھ بخش دے، اسے اتنا دیدے کہ خوش ہو جائے“۔ (۲)

بغدادی نے روایت کی ہے کہ جب اس نے امام حسینؑ کے متعلق یہ اشعار پڑھے:

”گویا کہ حسینؑ اور ان کے جامع الفھائل ساتھی گرد اگر وہیں، اپنی تواروں سے سرفروشی پر آمادہ ہیں۔ رسول اللہؐ ان کے درمیان سے غائب ہیں اور ان کا فقدان ہی لوگوں کے لئے دردناک صیبیت بن گئی، تہائی کی وجہ سے جس کی ندو کرنا ضروری ہے اس سلسلے میں حسینؑ سے زیادہ کسی کو مستحق نہیں پاتا۔“ (۳)

امام نے دست دعا بلند کر کے متذکرہ دعا فرمائی اور لباس واکیب ہزار دینار عطا فرمایا۔ کیت نے عرض کی: خدا کی قسم! مجھے دنیا کی محبت ہوتی تو دنیادار کے پاس جاتا لیکن مجھے آخرت پسند ہے۔ میں صرف برکت کے خیال سے لباس لے لوں گا، دینا نہیں لوں گا۔

آنکنہ میں ہے کہ ہشام کو خالد بن عبد اللہ سے کچھ بخش ہو گئی تھی۔ لوگ خالد سے کہتے تھے: ہشام تجھے معزول کرنا چاہتا ہے۔ ایک دن ہشام کے محل میں ایک رقصہ پڑا۔ جس میں یہ اشعار تھے:

۱۔ الْأَغْنَىٰ ح ۱۵۱ ص ۱۲۶ (ح ۷۱ ص ۳۳)

۲۔ الْأَغْنَىٰ ح ۱۵۱ ص ۱۲۳ (ح ۷۱ ص ۲۶)، العَابِدُ لِصَمِيمٍ، ح ۷۲، ص ۲۷ (ح ۳۲ ص ۹۶ نومبر ۱۹۸۸)

۳۔ خزانۃ الادب، ح راء، ص ۲۰، ح ۷۱ (ح ۱۳۵)

”ہمارے سامنے برق پیکی اور وہ جنگ بھڑکانے کے لئے پھرے تھا قاب میں ہے۔ میں اس سے خوف زده ہوں، دیگر جنگ جب تک پر سکون ہے، جوش میں نہیں آتی ہے تمام لو اور اسے خندنا کرنے کی کوشش کرو، جنگ اپنے انعام سے پہلے خندنی نہیں ہوتی، دوسروں کے قابوں میں جانے سے پہلے نزی برتو، شورش سے قبل اس کے تدارک کی سنبھل کرو، ابھی مجھے چارہ گر سمجھتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ چارہ گری خود ہی کرنے لگیں، رزمیز بانخت جنگ کی خبر دیتی ہے، اگرچہ ہوشمند پر بھی واضح نہیں“۔ (۱)

ہشام نے تمام دربار کے ہوشمندوں کو حجج کر کے شعر پڑھوا لیا اور پوچھا کہ یہ کس شاعر کا اسلوب ہے، پڑھ لگاؤ۔ سب نے بیک زبان کہا کہ یہ بھج کیت بن زید اسدی کا ہے۔ ہشام نے جیرت سے کہا: ارسے یہ کیت ہے جس نے مجھے خالد بن عبد اللہ سے ڈرایا ہے۔ ہشام نے خالد کو خط لکھ کر یہ اشعار اس کے پاس بھیجے، خالدان دنوں واسط میں تھا اس نے کوفے کے حکمراں کے پاس خط لکھ کر تاکید کی کیت کو قید کرلو، پھر اپنے دوستوں سے کہنے لگا: یہ شخص می ہاشم کی مدح اور بنی امية کی بحکومت ہے ذرا اس کے اشعار میرے سامنے پیش کرو، لوگوں نے کیت کا قصیدہ لا میرے سنایا۔ جس کا پہلا شعر ہے:

الأهل عم فی رایہ فتأمل و هل مدبر بعد الاستانة مقبل

خالد نے اس قصیدہ کو ہشام کے پاس بھج دیا اور لکھا کہ یہ کیت کے اشعار ہیں اگر ان اشعار میں اس نے حق بات کی ہے تو وہ یقیناً چاہے۔ ہشام نے خط پڑھا تو غصے میں سرخ انگارہ ہو گیا۔ جب یہ شعر پڑھا:

فی ساسة هاتوا النام من جوابکم ففيکم لعمری ذو افانيين مقول

”اے حکومت کے زمامدار! میرے سوالوں کا جواب دو، میری جان کی قسم! تمہارے درمیان ہر فن مولا حضرات بھی ہیں“۔

تو انہائی مشتعل ہو کر خالد کو خط لکھا کہ کیت کے ہاتھ میہر کاٹ کر قتل کرو اور اس کا گھر برپا کر دو۔ خالد نے خط پڑھا، اسے کیت کے خاندان سے جھکڑا مول لیتا گرائ گزر رہا تھا۔ وہ لوگوں کے

سامنے خط کو بلند آواز سے پڑھنے لگا۔ جس میں کیت کی رہائی واضح تھی اور کہا کہ امیر المؤمنین نے مجھے خط لکھا ہے لیکن مجھے کیت کے خاندان سے جھگڑا ناپسند نہیں۔ پھر کیت کا نام بلند آواز سے لیا۔ عبد الرحمن بن عتبہ بن سعید نے اس کا مطلب سمجھ لیا۔ ایک تیز رفتار سواری پر اپنے غلام کو بیٹھا کر کہا: اگر تم نے کوفہ جا کر کیت کو بقید زندگی یہ خبر پہنچا دی تو تم خود آزاد ہو اور یہ سرخ خمیر تمہاری ملکیت۔ تمہیں اس کے علاوہ بھی انعام و اکرام سے نوازوں گا۔

وہ غلام رات دن مسلسل سفر کر کے واسطے کوفہ آیا۔ زندان میں ہنچ کر جنگی کی طرح کیت سے ملا اور تمام واقعہ کی خبر دی۔ کیت نے کسی کو ہنچ کر اپنی بیوی جو اس کی چچیری بہن بھی تھی بلا سمجھنا اور ناکید کر دی کہ اپنے کپڑے بھی ساتھ لیتی آئے۔ کیت نے بیوی سے کہا: اپنے یہ کپڑے مجھے پہنداو۔ اس نے اپنی اسی کیا اور ہر طرف سے جائزہ لے کر کہا: تمہارے بالوں کے سواب کوئی اشتباہ نہیں، جاؤ خدا کی پناہ میں۔ کیت یہ شعر پڑھتا ہوا زندان سے نکل گیا:

”کتوں کی سمعی اور ان کے شکار کے برخلاف میں زندان سے یوں فرار ہو گیا جیسے ابن مقبل کی کمان سے تیر۔ میرے جسم پر عورتوں کے کپڑے ہیں لیکن اس کے اندر اپنی ہوتی تکوار جیسا حوصلہ ہے۔“
اس موقع پر خالد کا خط کوفہ کے فرمان روایہ کے پاس پہنچا کہ ہشام کے حکم کے مطابق کیت کو قتل کر دے اور اس کا گھر بردا کر دے۔ جب اس فرمان کے اجراء کے لئے قید خانہ میں سپاہی گئے تو وہاں عورت کو پایا جو کہہ رہی تھی کہ اس قید خانے میں صرف میں ہوں، کیت فرار ہو گیا ہے۔ حکمران نے خالد کو سارا ما جرا اللہ مارا، خالد نے جواب دیا کہ اس شریف عورت نے اپنی جان ہتھیلی پر کھکھلے چھپرے بھائی کی حمایت کی ہے، اسے آزاد کرو۔ جب یہ خر Sham میں اور کلبی کو پہنچی تو اس نے کیت کے قید سے فرار ہونے کو ظم کرتے ہوئے ”اسود بیانا حیریا“ کی ہاںک لگائی۔ کیت نے اس مہل آنک کا اس قدر راثر لیا کہ تین مو شعر پر مشتمل تصدیہ میں امیہ کی جو میں لکھ مارا، جس کا پہلا مصرع ہے: ”الا حیثت عننا یا مدیننا“
آغانی (۱) لکھتا ہے کہ خالد بن عبد اللہ قسری نے قصائد کیت ”ہاشمیات“ کو حسین و جیل کنیزوں کو

یاد کر کے ہشام کی خدمت میں تھوڑا پیش کر دیا۔ اس قصیدے میں بنی امیہ کی بحبوہ ہے جس کا پہلا شعر ہے:

فیارب هل الا بک النصر یبتغی و یارب هل الاعلیک المعمول

کیت نے اس قصیدے میں زید بن علی اور ان کے فرزند "حسین بن زید" کا مرتبہ اور بنی ہاشم کی مدح و ستائش کی ہے۔ جب ہشام نے اس قصیدہ کو سنا تو غصے میں خالد کو تم دے کرتا کید کر دی کہ کیت کے ہاتھ چیر کاٹ ڈالے جائیں۔

آبان بن ولید نے کیت کے پاس غلام کو تیز رفتار سواری دے کر کہا کہ اگر تم نے اس خبر کو کیت تک پہنچا دیا تو خدا کی راہ میں آزاد کر دیئے جاؤ گے (تفصیل آگے کے بیان ہوگی)۔ کیت نے غدری کے متعلق اشعار بھی کہے ہیں:

"علیٰ مومنوں کے امیر ہیں، ان کا حق خدا کی جانب سے تمام مسلمانوں پر لازم ہے، یقیناً رسول اللہ نے ان کے حق کے متعلق جو سفارش کی ہے وہ حق تمام حقوق میں شریک ہے۔ ان کی تزویج صدیقۃ سے ہوئی، جن کا کوئی ہم پاپی نہیں ہے، سوائے بتول مریم عذر اکے۔ مسجد کی طرف لوگوں کے بنائے ہوئے تمام دروازے بند کر دیئے گئے سوائے علیٰ کے دروازے کے، ان کا دروازہ بند نہیں تھا۔ اور غدری کے دن ان کی ولایت تمام عربی و عجمی لوگوں پر واجب قرار دی ہے۔" (۱)

شاعر کے حالات زندگی

"ابو لستہل کیت بن زید بن حمیس بن خالد بن وہیب بن عمرو بن شعیب بن مالک بن سعد بن ثعلبہ بن دودان بن اسد بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار"۔

ابوالفرج کے خیال میں کیت عظیم شاعر، ماہر لغات تھا۔ اسے تاریخ عرب پر عبور تھا۔ وہ مصر کا جمیب زبان شاعر اور مخطاطینوں پر متعصب تھا۔ شعراء کے عیوب سے آگاہ، ایام روزگار کے نشیب و فراز اور کشاکش حیات سے آشنا تھا۔ اس نے بنی امیہ کے زمانے میں زندگی بسر کی اور بنی عباس کا زمانہ نہیں

دیکھ سکا، ان سے پہلے ہی گزر گیا۔ کیت کا ہائی تیغ معروف تھا۔

معاذ ہراء سے پوچھا گیا: سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ اس نے سوال کیا: جامی دور کا شاعر یا اسلامی دور کا؟ کہا: پہلے جامی دور کا بیان کرو۔ معاذ نے کہا: امراء القیم، زہیر، عبید بن الاء الرض۔ پھر پوچھا گیا: اسلامی دور کے شعراء میں کون ہے؟ معاذ نے جواب دیا: فرزدق، جریر، انطل، راعی۔ اس سے پوچھا گیا: اے ابو محمد! تم نے کیت کا نام کیوں نہیں لیا؟ معاذ نے جواب دیا کہ وہ تو اگلوں اور پچھلوں میں سب سے بڑا شاعر تھا۔ (۱)

گزشتہ صفحات میں فرزدق کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ اس نے کیت سے کہا تھا: خدا کی قسم! تم تمام

گزرے اور آئندہ لوگوں میں سب سے بڑے شاعر ہو۔

کیت کے شعروں کی تعداد آغانی اور معابر لتصصیں کے مطابق (۵۲۸۹) ہیں۔ (۲)

کشف الطعون میں بحوالہ عيون الاخبار نقل ہوا ہے کہ کیت کے پانچ ہزار سے زیادہ قصیدے ہیں جسے صحنی نے جمع کیا اور ابن سکیت نے مرتب کیا ہے۔ بعض شعراء نے اس کے شعر کو ابو محمد عبد اللہ بن سعیجی معرفہ بہ ابن کناسہ (متوفی ۷۰۰ھ) سے نقل کیا ہے اور ابن کناسہ نے جزی ابو موصل اسدی اور ابو صدق اسدی سے نقل کیا ہے۔ اس سے متعلق ایک کتاب بھی بنام ”سرقات الکبریت من القرآن“ (سرقة مراخذ معانی القرآن) ہے جو کیت کے لئے باعث افتخار ہے (لکھی ہے)۔ (۳)

اشعار کیت کے راوی ابن سکیت بھی ہیں۔ انہوں نے اپنے استاذ نصران سے اور انہوں نے ابو حفص عمر بن ابی بکر سے اشعار کیت کی روایت کی ہے۔

ابن ندیم کے مطابق شعر کیت کے عامل ابوسعید حسن بن حسین سکری متوفی ۷۱۵ھ اور ابن عساکر کے مطابق ندیم شعر محمد بن انس ہیں۔ (۴) یاقوت حموی نے ابن عبدہ نتاب کا بیان نقل کیا ہے کہ کیت

۱۔ آغانی، ج ۱۵، بیں ۱۱۵، ۱۲۷ (ج ۷، اص ۳۵، ۳)

۲۔ آغانی (ج ۷، اص ۳۱)؛ معابر لتصصیں ج ۲، بیں ۳۱ (نمبر ۱۳۸)

۳۔ کشف الطعون (ج اص ۸۰، ۸)؛ عيون الاخبار شاکری ج اص ۷۷

۴۔ نہرست ابن ندیم بیں ۱۰۳، ۱۰۵، ۲۲۵، ۲۷۹ (بیں ۷۸، ۷۹، ۱۷۱)؛ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، بیں ۲۲۹ (ج ۱۳، اص ۶۰۳)

کے قصیدہ نزاریہ نے ماہرین انساب عرب کو موقع معلومات فراہم کی ہے۔ جب مجھے یہ معلوم ہوا تو میں نے کیت کے تمام اشعار جمع کئے، تاریخ عرب کی ترتیب میں مجھے اشعار کیت نے مدد کی۔ (۱)

کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ کیت میں دل ایسی خصلتیں تھیں جو دوسرے کسی شاعر میں نہیں تھیں۔ وہ خطیب بنی اسد، فقیر شیعہ، حافظ قرآن، بلند حوصلہ، خوش خط کاتب، جگہ الونب شناس، تشیع کا اولین مناظر (کیت سے قبل بھی شیعوں میں مناظر ہوئے ہیں)، بنی اسد کا بے مثل تیرانداز، بے باک شہسوار، اور دیندار تھے۔ (۲)

عدنانیوں کے خلاف اس کی عصیت مستقل تھی۔ شعرائے یمن سے اس کی شعری نوک جھوک تمام عمر چلتی رہی۔ اس کے نجی پر دعبل وابن عینیہ نے اس کی وفات کے بعد جواب میں سنہر اقصیدہ لکھا ہے۔ ابو زفراء نصری نے بھی اس کا جواب دیا ہے۔

کیت اور حکیم اور کلبی کے درمیان مناظر و مفاخرہ برابر چلتا رہا۔

فائدہ

حکیم اور کلبی بنی امیہ کا زلہ خوار دمشق میں رہتا تھا، پھر کوفہ منتقل ہو گیا۔ ایک شخص عبد اللہ بن جعفر کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کی شان میں حکیم اور کلبی نے بھجو یہ اشعار کئے ہیں۔ عبد اللہ نے کہا کہ کچھ یاد ہو تو پڑھو۔ اس نے کہا: ”ہم نے زید کو درخت خرم پر چھانی دیدی اور کسی مہدی کو ہم نے دار پر نہیں دیکھا۔ تم عثمان کا مقابلہ علی سے حماقت کی بیاند پر کرتے ہو۔ عثمان تو علی سے بہتر اور پاکیزہ تھیں۔“

عبد اللہ نے کپکیا تے ہاتھ بلند کر کے بد دعا کی: خدا یا! اگر یہ جھوٹا ہے تو اس پر کسی کتے کو مسلط کر دے۔ حکیم اور ایک رات کو فی میں آیا اور اسے شیر نے چاڑھایا۔ (۳)

۱۔ مجم الادباء، ج ۱، ص ۳۰۵ (ج ۳۲ ص ۸)

۲۔ خزانۃ الادب، ج ۲، ص ۶۹ (ج ۱ ص ۱۳۲)، شرح الشوابد، ص ۱۲ (ج ۱ ص ۲۸ نمبر ۶)

۳۔ مجم الادباء، ج ۲، ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۲۳۸)

کیت کی مذہبی زندگی

ایک محقق، کتب و سیر میں واضح روشنی پاتا ہے کہ یہ مردمیدان وفا، خانوادہ رسانیت کی محبت میں اپنے مادی فوائد کا کبھی حریص نہ رہا، نہ اس نے چاپلوسی اور خوف میں صلد و انعام حاصل کیا، نہ شعری کاؤشوں کا بدلہ لکھنے سکوں کو قرار دیا، نہ عہدہ اور رتبہ حاصل کرنے کی فکر کی، ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟ کیون کہ دعیل کے بقول:

”ان کا مال غنیمت دوسروں میں تقسیم ہو گیا اور ان کے ہاتھ خالی رہ گئے۔ انہیں کی طرح شیعہ بھی الگ تحمل رکھے گئے، اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے، گویا وہ ناقابل معافی جرم کے مرتبک ہوئے تھے۔“

اگر کسی دیندار کو دنیا یا دولت حاصل کرنے کی فکر ہوتی تو اموی حکومت کے سامنے حاضر ہونا پڑتا۔ جو ناجائز طریقہ سے اقتدار پر قابض تھے۔ ایسی صورت حال میں کیت جیسے مردمیدان وفا سے امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ مردم آزار نی امیہ کی ذیوڑھی پر حاضر ہوتے، جنہوں نے سترانی اور خوف و دہشت کی وجہ سے بیانوں کی خاک چھاننے پر مجبور کیا تھا۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا دل صرف آل محمد سے وابستہ تھا۔ دوسروں سے قطعی بے تعلق تھا کیونکہ ان کا اعتقاد تھا کہ آل محمد بارگاہ خداوندی میں اس کی نجات کا ذریعہ ہیں اور ان کی مودوت ظفیم اجر رسانیت ہے۔

صغرانے بصاری الدرجات میں جابر کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی حاجت پیش کی۔ آپ نے فرمایا: ہمارے پاس درہم نہیں ہے، اتنے میں کیت داخل ہوئے۔ عرض کی: میں قربان جاؤں! کچھ آپ کی شان میں شعر پڑھوں؟ اجازت ملی تو ایک قصیدہ پڑھا، اپام نے غلام سے فرمایا: کمرے سے درہموں کی تھیلی لا کر کیت کو دیدو۔ کیت نے عرض کی: قربان جاؤں! دوسرا قصیدہ پڑھوں؟ اجازت ملی تو قصیدہ پڑھا اور غلام پھر حکم پا کر درہموں کی تھیلی لایا۔ تیسرا بار بھی اجازت لے کر قصیدہ پڑھا اور اسی طرح درہموں کی تھیلی ملی۔ کیت نے عرض کی: قربان جاؤں، میں نے یہ قصیدے دنیا حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ خداور رسولؐ سے صلد پانے کے لئے کہے ہیں اور یہ کہ آپ کا

میرے اوپر یہ حق تھا جسے ادا کیا۔ امام نے غلام سے فرمایا: ان درہموں کو داپس کرے میں رکھ دو۔ میں نے عرض کی: قربان جاؤں، آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ ہمارے پاس درہم و دینار نہیں اور آپ نے کیت کو تیس ہزار درہم عطا کر دیئے (مناقب میں ہے کہ پچاس ہزار)۔ آپ نے فرمایا: کمرے میں جا کر دیکھ لو، میں داخل ہوا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ امام نے ارشاد فرمایا: ہم نے جو کچھ تم پر ظاہر کئے ہیں اس سے کہیں زیادہ چھپا یا ہے۔ (۱)

صاعد کہتا ہے: ہم کیت کے ساتھ فاطمہ بنت الحسین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ”یہ ہم الہیت کا شاعر ہے۔ پھر آپ نے سخن میں شیرینی گھول کر کیت کو پلایا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ تیس ہزار دینار اور ایک سواری کیت کو مرحمت کی جائے۔ کیت نے آنسو بھر کر کہا: ہر گز نہیں، خدا کی قسم! میں آپ حضرات سے دنیا کے لئے محبت نہیں کرتا۔“ (۲)

نی ہاشم نے کیت کو جن عظیم القابات و احترام سے نوازا، وہ انہیں زندہ و جاوید بنانے کی ضامن اور اس کے خلوص و لالیت، قوت ایمانی، صفاتے نیت، حسن عقیدت، دینی رسوخ، استغفار، علوہمت اور شاہراہ مودت میں ثبات و صدق مقاول کی گواہ ہے۔ اس کا سید جماعت سے عرض کرنا: لا والله! میں نے صرف اس لئے آپ کی مدح کی ہے کہ یہ رسولناگی شفاقت کا وسیلہ بن سکے۔ امام محمد باقرؑ سے عرض کرنا کہ میری غرض حب دنیا نہیں بلکہ خداور رسولؐ سے اس کا صدق طلب کرنا ہے اور یہ آپ کا میرے اوپر حق تھا۔ امامین صادقین کی خدمت میں عرض کرنا کہ خدا کی قسم! اگر میری غرض دنیا ہوتی تو کسی دنیاوار کے پاس جاتا، میں نے آخرت کے لئے آپ کی مدح کی ہے۔ عبد اللہ بن حسن بن علی سے کہنا کہ میں نے صرف خدا کی خوشنودی کے لئے مدح کی ہے، میں آپ سے کچھ نہیں لوں گا۔ عبد اللہ بن جعفر سے کہنا کہ میری مدح صرف خدا کے لئے تھی، آپ سے مال نہیں لوں گا۔ فاطمہ بنت حسین سے کہنا کہ خدا کی قسم! میں آپ حضرات سے دنیا کے لئے ہر گز محبت نہیں کرتا۔ یہی شیعوں کا نقطہ نظر سلف و خلف میں جاری رہا اور وہ اسی

۱۔ بصائر الدر جات (مس ۶۷ حدیث ۵) مناقب ابن شہر آشوب، ج ۵، ص ۱۷ (ج ۲۳ ص ۲۰۳)
 ۲۔ الاعانی، ج ۱۵، ص ۱۲۳ (ج ۱۷ ص ۲۷)

رویہ پر باتی رہے۔ بارگاہ علوی سے ان کی واٹگی مادی کے بجائے روحانی رہی ہے۔ یہی روح تمام شیعہ و جعفری میں موجود ہوتا چاہئے کیونکہ یہی شعار تشیع ہے، عمل کرنے والوں کو ایسا ہی عمل کرنا چاہئے۔

انہم مخصوصین اور معززین میں ہاشم اصرار کر کے جائزہ و انعام دینا چاہئے ہیں، اس کی قدر دانی فرماتے ہیں، عزت و احترام کے ساتھ پاس گزاری کے احساسات کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ یہی امام سجاد کا ارشاد ”تمہارے مدحیہ اشعار کا بدله دینے سے ہم عاجز ہیں، لیکن خدا عاجز نہیں“۔ یہ کیت کی خاصان خدا سے شدید وابستگی کا واضح ترین ثبوت ہے۔ کیت نے سید سجاد کا چار لاکھ درہم و اپس کردویا اور آپ کے بدن مبارک کا کپڑا برکت کے خیال سے رکھ لیا۔ امام محمد باقرؑ کے انعام کو ایک بار ایک لاکھ اور دوسری بار پچاس ہزار و اپس کردویا، صرف قبیل طلب کی۔ کیت نے امام صادقؑ کے ایک ہزار دینار و اپس کردویے، صرف بدن کا لباس برکت کے خیال سے قبول کیا۔ عبد اللہ بن حسن نے زمینداری کا بیشد عطا کر دیا تھا، غاجزی کے ساتھ اسے واپس کر دیا جو چار ہزار دینار کے مقابل تھا۔ عبد اللہ بن جعفر نے میں ہاشم سے جو پکھ درہم دینا فرما، ہم کیا تھا سب کو واپس کر دیا۔ یہ تمام باتیں گواہ صادق ہیں کہ کیت کا درج آں محمدؑ اور مودۃ میں مجی جان سے گزر جانا اور ایثار نفس، ملحسانہ تھا۔ اس کا مطبع نظرِ محض الہ بیت سے تولیا اور دشمنان اہلیت سے تمرا تھا اور یہ محض خدا و رسولؐ کی خوشنودی کے لئے اس کی شعری کاوشیں دینیاداری کے لئے نہیں تھیں بلکہ چند روزہ زندگی کے بجائے ابتدی زندگی کے لئے اجرت کی طلبگار تھیں۔ وہ اپنی زبان کی تکوار کے ساتھ بنی امیہ کے سامنے ڈالنے ہوئے ہیں۔ خود کو موت کے منہ میں جھوک دیتے ہیں، اپنا خون پیش کرتے ہیں۔ خالد قسری نے کیت کے قتل کا ارادہ کیا تو کنیزیں خرید کر انہیں قصاص نہ ہاشمیات یاد کر دیے۔ ہشام نے سن کر کہا: اس ریا کارنے اپنے قتل کا سامان کر لیا اور خالد کو قتل اور زبان کاٹنے کا حکم دیدیا۔ اس طرح کیت نے اپنی وہ جوانی جس میں ہاشمیات کی تخلیق کی تھی۔ خوف اور گوشہ گمانی میں گزاری لیکن حق کی لکار کے ساتھ آل محمد ﷺ کے مقصد کی اشاعت کرتا رہا۔ جب اس کی شعری کاوشوں کا شہرہ ہوا تو امام محمد باقرؑ سے میں امیہ کی مدح کی اجازت طلب کی تاکہ اپنی جان کی حفاظت کر سکے۔ امام نے اسے اجازت دیدی۔ اس کا ثبوت ابو الفرج کی آغانی سے ملتا ہے۔ وہ کیت

کے بھائی ورد بن زید کا بیان نقل کرتا ہے کہ کیت نے مجھے امام محمد باقرؑ کی خدمت میں بھیجا تاکہ میں حضرت سے عرض کروں کہ کیت سے جو بنا اور جو بھی میں آیا ان جام دیا۔ اب اسے اجازت مرحت فرمائے کہ میں اسیہ کی مدح کرے۔ امام نے فرمایا: وہ آزاد ہے جو چاہے کہے، تب کیت نے قصیدہ رائی کہا:

فَالآن صرت إلى أميّة وَ الامرُورُ إلَى المصائرِ

اور حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت نے پوچھا: تو نے یہ شعر کہا ہے: ”فالآن صرت“۔ اس نے کہا: ہاں! میں نے ہی کہا ہے لیکن خدا کی قسم! فقط اپنی جان بچانے کے لئے کہا ہے، میں آپ کے فضائل سے واقف ہوں۔ امام نے فرمایا: اگر تم یہ صفائی نہ بھی دو تو تمہارے لئے توقیہ جائز ہے۔ (۱)

رجال کشی میں درست بن منصور سے روایت ہے کہ میں امام موسی بن جعفرؑ کی خدمت میں تھا، کیت بھی شرفیاب ہوا تو امام نے اس سے پوچھا: تم نے یہ شعر کہا ہے: ”فالآن صرت“؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! لیکن خدا کی قسم! میں اپنے ایمان سے پھر انہیں ہوں میں آپ کا دوستدار اور آپ کے دشمن کے لئے برہنہ تکوار ہوں۔ میں نے صرف بطور توقیہ کہا ہے۔ فرمایا: اگر تم نہ بھی کہتے تو توقیہ میں شراب خوری بھی جائز ہے۔ (۲)

قابل توجیہ:

میرا خیال ہے کہ روایت میں امام مذکور حضرت صادق آل محمد ہوں گے کیونکہ کیت کا انتقال ۱۴۲۶ھ میں امام موسی بن جعفرؑ کی ولادت سے دو یا تین سال قبل ہوا ہے اسی طرح ابو الفرج کا راوی درست بن منصور بھی امام محمد باقرؑ کے زمانے کا راوی نہیں ہے۔

کیت اور دعاۓ ائمۂ

واضح بات ہے کہ نفوس قدیسیہ اور مشیت الہیہ کے ترجمان حضرات کی دعاویں میں جسے نوازا گیا ہو وہ

۱۔ آغازانی، ج ۱۵، ص ۱۲۶ (ج ۷ ص ۳۳، ۳۵)

۲۔ رجال کشی، ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۳۶۵) (نمبر ۳۶۲)

کوئی بھی ہولازی طور سے دیندار اور خیر و صلاح سے آراستہ ہو گا۔

اس کی دینداری مسلم اور دنیاداری سے اس کا اقطاع قطعی ہو گا جس طرح کمیت کو دعاوں سے نواز آگیا ہے ایسے کم ہی افراد کیجئے میں آئے ہیں۔ رسول اکرمؐ اور آپؐ کے فرزندوں نے زیادہ دعائیں دی ہیں۔ حدیث پیاضی کے مطابق رسول خدا نے رحمت کی دعا دادی۔ نصر بن حرام کے مطابق دعا نے رحمت کے ساتھ تعریف کی۔

سیوطی کے مطابق رسول خدا نے فرمایا: ببور کست و بورک قومک ”تو اور تیری قوم مبارک ہے“۔ امام زین العابدینؑ نے دعا دی: ”خدا یا! اسے حیات سعید و موت شہید اور جزاۓ عاجل عطا فرما۔“ امام محمد باقرؑ نے کئی موقوعوں اور اہم مقامات پر مثلاً ”ایام التشریق“ میں منی میں کعبہ کی طرف رخ کر کے مغفرت کی دعا دادی اور فرمایا: ”تمہیں روح القدس کی تائید حاصل رہے۔“

شیخ ابو القاسم خرازی کی کتاب ”کفاية الالاثر“ (ص ۲۳۸) میں خود کیت کا بیان ہے میں اپنے آقا امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی: فرزند رسولؐ امیں نے آپؐ کی مدح میں کچھ شعر کہے ہیں پڑھنے کی اجازت دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ ایام الحبیض ہیں۔ میں نے عرض کی: یہ اشعار خاص آپؐ ہی کے لئے ہیں۔ تب آپؐ نے اجازت دی۔ میں نے پڑھنا شروع کیا:

”مجھے زمانے نے رلایا بھی اور ہنسایا بھی اور زمانے کے تو رنگ ہی زالے ہیں۔ میرا گریہ ان فو افراد پر ہے جو نیوں میں دھوکے سے قل ہوئے اور سمجھی بے کفن ہیں۔“

امام محمد باقرؑ اور صادقؑ آملیؑ محدث دنوں ہی روئے گے۔ پس پرده کنیروں کے روئے کی آوازیں آرہی تھیں۔ جب میں نے یہ شعر پڑھا:

”اور میرا گریہ بونقل کے چھ بہادروں پر ہے پھر ان کے مولا نیک شعاعیٰ پر جن کا ذکر بیجان انگیز اور غم ناک ہے۔“

امام نے روئے ہوئے فرمایا: ”کوئی بھی شخص میرا ذکر کرے یا میرا ذکر نہ کرے اور اس کی آنکھ سے ہو گم کے برابر بھی آنسو نکل جائے تو خدا اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا اور اس کے یہ آنسو جنم کے

لے جا بین جائیں گے۔ پھر میں نے یہ شعر پڑھا:

من کان مسرو رأ بما مسکم او شامتا يوما من الان

ف قد ذلتكم بعد عز فما ادفع ضيما حين يغشاني

مير ابا تھوڑ کفر مایا خدا یا کیت کے گزشت و آئندہ گناہ بخش دے۔ جب میں نے یہ شعر پڑھا:

متى یقوم الحق فيکم متى یقوم مهديکم الشانى

”کب آپ کی طرف سے حق کا قیام ہوگا اور کب آپ کا وسر امہدی قیام کرے گا؟“

فرمایا: بہت جلد انشاء اللہ بہت جلد!! پھر ارشاد فرمایا: اے ابو مستحب! یقیناً ہمارا قائم ذریت صیئن کا نواں فرزند ہے، کیونکہ بعد رسول نبی ابارة امام ہیں، بارہواں امام قائم ہے۔ میں نے پوچھا: میرے آقا! وہ بارہ امام کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: پہلے حضرت علیؑ ان کے بعد حصہ پھر حسینؑ پھر علیؑ بن حسینؑ پھر میں میرے بعد یہ (جعفر صادقؑ کی طرف اشارہ کیا) میں نے پوچھا: ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا: موئی، موئی کے بعد ان کے فرزند علیؑ پھر محمد بن علیؑ اور علیؑ کے بعد حصہ اور ان کے بعد فرزند حصہ جن کی کنیت ابوالقاسم ہے، وہ دنیا کو عدل و انصاف سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اور ان کی وجہ سے شیعوں کے لیے خندے ہوں گے۔ میں نے پوچھا: فرزند رسول اول! وہ کب خروج کریں گے؟ آپ نے فرمایا: رسول اُ سے بھی تھی پوچھا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کی مثال قیامت کی ہے، اچاک آئے گی۔

کیت کی فضیلت کا اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام صادقؑ آل محمدؑ نے زمانہ حجؑ میں کعبے کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا کی: خدا یا کیت کے گزشت و آئندہ، مخفی و علایی گناہ بخش دے، اے اس قدر عطا کر دے کہ یہ خوش ہو جائے۔ اس دعا کی اجا بت کا پتہ ابو براہیم سعد اسدی کے خواب سے چلتا ہے کہ رسولؐ نے انہیں کیت کو سلام پہنچانے کا حکم دیا یعنی یہ کہ خدا نے اسے بخش دیا ہے۔ اسی طرح رسولؐ نے عمل کو منع کیا کہ کیت پر کچھ نہ اچھا لے کیونکہ خدا نے اسے بخش دیا ہے خود کیت کا قبیلہ بنی اسد رسولؐ کی دعا کو محسوس کرتا تھا جس میں کیت اور اس کے قبیلے کے مبارک ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ قبیلہ کے افراد

کہتے تھے کہ نہیں وہ فضیلت حاصل ہے کہ دوسرے کسی قبلے کو نہیں، نہیں کیت کی برکت و راثت میں ملی ہے۔ (۱)

قطب الدین راوندی کی خرائج و جرائی کے مطابق امام محمد باقرؑ نے کیت کے متعلق جو دعا کی تھی اس کی اجا بت کا اندازہ ہوتا ہے کہ جب دشمنان آل محمدؐ نے کیت کو بہلا کرنا چاہا اور وہ فرار ہوا تو راستے میں شیر نے کیت کا راستہ روکا وہ جدھر جانا چاہتا شیر ادھر سے راستہ روک لیتا۔ وہ گویا اشارہ کر رہا تھا کہ واپس جائیے تا کہ دشمنوں سے نجات ملے۔ (۲)

معاہدات تصمیں کے مطابق مستہل کایا ہے کہ طویل عرصے تک کیت نے روپیشی کی زندگی برکی، اسے یقین ہو گیا کہ اب تعاقب و تلاش میں کمی واقع ہو گئی ہے تو ایک رات نبی اسد کے پچھے لوگوں کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا ساتھ میں غلام صاعد بھی تھا۔ وہ بخوبی تھا۔ اسی کے سہارے راستے طے کر رہا تھا جب پوچھی تو اس نے آواز دی جوانو! تم لوگ بھی سوجاہ، ہم سو گئے تو وہ اٹھ کر نماز پڑھنے لگا تھوڑی دری کے بعد دور سے کسی کو آتا دیکھ کر ہم لوگ لرزنے لگے۔ کیت نے پوچھا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے جواب دیا: ہماری طرف کوئی آرہا ہے۔ اس نے نگاہ اٹھائی اور کہا کہ بھیڑ یا ہے، اپنا چارہ تلاش کر رہا ہے۔ وہ بھیڑ یا آیا اور ایک گوشے میں لیت گیا، ہم نے اس کے کھانے کے لئے اوٹ کا گوشت ڈال دیا اس نے کھالی پھر پانی دیا جسے اس نے پی لیا۔ جب ہم چلنے لگے تو وہ غرانے لگا۔

کیت نے کہا: اسے کیا ہو گیا ہے؟ کیا ہم نے اسے کھانے کو نہیں دیا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا کیا چاہتا ہے؟

شاید یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہم لوگ غلط راستے پر ہیں۔ پھر ساتھیوں سے کہا کہ وہ اتنی جانب چلو، یہ دیکھ کرو وہ بھیڑ یا خاموش ہو گیا۔ ہم لوگ شام تکچھ کرنی اسد اور نبی تمیم کے بیہاں روپیش ہو گئے۔ (۳)

۱۔ شرح شوہید المغافل (ج ۱ ص ۲۸۶ نمبر ۶)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱ ص ۵۹۷ نمبر ۱۷۳)

۲۔ الخرائج و الجرائی

۳۔ معاہدات تصمیں ج ۲، ص ۲۸۶ نمبر ۱۷۳

یہ واقعہ کیت کے کرامات و فضائل میں ہے۔ اسے نفسانی برتری اور مکارم اخلاق بھی کہہ سکتے ہیں، ان باتوں سے کیت کی جو تصویر ہمارے ذہنوں میں ابھرتی ہے وہ اس کی روحانی برتری کا ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ کیت کی دانش و فقہ و ادب، تہذیبی لطافت، حماسہ، ہمت، بلاغت و فصاحت، بلند نظری، عظیم اخلاق، حوصلہ مندی، دین خالص، واقعی تشیع و صلاح محض، رشد و سداد اور دیگر فضائل بے شمار ہیں۔

کیت اور یزید بن عبد الملک

کیت کے فرزند تمیش کا بیان ہے کہ میرے باپ یزید بن عبد الملک سے ملاقات کرنے اکثر جاتے تھے۔ ایک دن ملنے گئے تو سلامۃ القسی نامی کنیت اس کے سامنے خریداری کے لئے پیش کی گئی۔ یزید نے کہا: اے ابو الحسن! اس کنیت کو بچنے کے لئے لا یا گیا ہے، کیا میں خریدلوں؟ کیت نے کہا: ہاں، خدا کی قسم! اے امیر! یہ بے مثال ہے۔ ضرور خرید بچنے۔ اس نے کہا: ذرا اس کی شعروں میں مدح کرو تاکہ رائے ٹھہر سکے۔ کیت نے چار شعر کہے:

”یہ حسن میں دو پھر کا سورج ہے، آنکھیں سرخ انگارہ ہیں، شاداب، زرمتن، شیریں سخن، کھینے والی، بڑی سرین والی ہے۔ اپنے ناز و ادا کو سپید دانتوں اور بر جتہ گوئی سے آ راستہ کر رکھا ہے۔ اے عبد مناف کے فرزند! تخلیقی اعتبار سے انتہائے آرزو ہے اس لئے نصیحت قبول کرو۔“

یزید نے ہنس کر کہا: اے ابو الحسن! میں نے تمہاری نصیحت قبول کی اور بہت سا انعام دیا۔ (۱) جس زمانے میں خالد بن عبد اللہ القری کو فوج کا حاکم تھا اس کے اور کیت کے درمیان بہت سے واقعات پیش آئے۔ ایک دن لوگ اس کی معزولی کا چرچا کر رہے تھے، اتنے میں وہ گزار، کیت نے یہ شعر پڑھا:

اراها و ان کا نت تحب کانها سحابة صيف عن قليل
”اپنے عہدے سے انتہائی وابستگی کے باوجود بھی دیکھ رہا ہوں کہ یہ بہت جلد موسم گرما کے بادل کی

طرح بکھر جائے گا۔

خالد سن کرو اپس چلا گیا اور کہنے لگا نہیں، ہرگز نہیں بکھروں گا، جب تک تمہارے اوپر تازیانے نہ
بر سالوں۔ پھر حکم دیا: برہنہ کر کے سوتازیانے مارے جائیں، پھر آزاد کر دیا۔ (۱)

کیت کی شوخی

ایک بار فرزدق اس کی طرف سے گلنگتا تا ہوا گزر۔ کیت ابھی پچھا۔ فرزدق نے اس سے کہا: کیا
تم پسند کرو گے میں تمہارا باپ بن جاؤں؟ کیت نے کہا: میں چاہتا ہوں تم میری ماں بن جاؤ۔ فرزدق
بھونپکا ہو گیا۔ اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: ایسی کڑی مجھ پر کبھی نہ پڑی تھی۔ (۲)

کیت کی ولادت و شہادت

کیت سنہ ۶۰ ہجری میں پیدا ہوئے (جس سال امام حسین کی شہادت واقع ہوئی) اور دنیا میں نیک
اور پسندیدہ ترین زندگی گزاری۔ وہ راہ جس سے خداوند عالم خوشنود ہو، انہوں نے لوگوں کو اس راہ
راست کی تلقین کی۔ یہاں تک کہ امام زین العابدین کی دعا کی برکت سے شہادت سے سرفراز ہوئے۔
ان کے خون پاک کی گمراں خدا کی آنکھیں تھیں۔ کوفے میں حادثہ شہادت پیش آیا۔

سنہ ۱۲۶ ہجری میں مروان بن محمد کے زمانہ حکومت میں ان کی موت کا سبب حجر بن عبد الجبار کے
بیان کے مطابق یہ ہے کہ جعفریوں (مغیرہ بن سعید اور ان کے چھ ساتھی جو الوصفاء کے نام سے معروف
تھے) نے خالد قسری کے خلاف بغاوت کی۔ وہ بے خبر منبر پر خطہ پڑھ رہا تھا اچانک شلوار پوشوں
(قباہین) نے نعرہ لگانا شروع کر دیا: ”لبیک جعفر، لبیک جعفر“۔ خالد یہ سن کر منبر پر بدحواس ہو گیا، بغیر یہ
سمجھے کہ کیا کہہ رہا ہے، چلایا: مجھے پانی پلاو۔

۱۔ الاغانی ح ۱۵، ص ۱۱۹ (ج ۷ ص ۱۷)

۲۔ الاغانی ح ۱۵، ص ۱۲۳ (ج ۷ ص ۲۶)

لوگوں نے جعفریوں کو گرفتار کر کے مسجد میں آگ میں جلا دالا۔ جب خالد عراق سے معزول ہوا اور یوسف بن عمرو حکمران ہوا تو اس سے کمیت ملاقات کی غرض سے گئے اور اس کے سامنے زید بن علی کے مرشید کے اشعار پڑھے۔ پھر یہ دو شعر پڑھے جس کا مفہوم ہے ”جس وقت خالد بدحواسی میں پانی مانگ رہا تھا اور اس کے مقتول فریاد کر رہے تھے اس وقت تو نہیں تھا۔“

اسی وقت وہ آٹھ سپاہی جو یوسف کے سر پر کھڑے ہوئے تھے، انہیں خالد سے شدید ربط تھا۔ اپنی تکاروں کے ساتھ کمیت پر ٹوٹ پڑے، پیٹ میں تکوار اتار دی اور انہوں نے کہا: بغیر اجازت، امیر کے سامنے شعر پڑھتا ہے، وہیں مسلسل خون بہتار ہا اور کمیت مر گئے۔ (۱)

سچھل کا بیان ہے کہ میں اپنے باپ کے سرہانے موت کے وقت پہنچا وہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو فرمایا: خدا یا! آل محمد، خدا یا! آل محمد، خدا یا! آل محمد۔ پھر فرمایا: بینا کاش! میں نے زنان بنی کلاب کی بھوننے کی ہوتی، میں نے ان پر کیا کیا اتهامات لگائے۔ میں ہر رات سوچتا تھا ”کہیں میرے اور پرستارے نٹوٹ پڑیں“۔ پھر فرمایا: میرے لعل! ا روایت میں وارد ہے کہ پشت کوفہ پر خندق کھودا جائے گا اور مردوں کو قبروں سے نکال کر دوسری قبروں میں دفن کیا جائے گا مجھے پشت کوفہ میں دفن نہ کرنا، جب میں مر جاؤں تو مقام مکران میں پر دخاک کر دینا۔ کمیت کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا۔ وہ اس مقام پر دفن ہونے والے پہلا شخص ہیں اور آج بھی وہ جگہ ”مقبرہ نبی اسد“ کے نام سے معروف ہے۔ (۲)

۱۔ الْأَغْنَى، ج ۱۵، ص ۱۲۱ (ج ۷، ص ۲۲)

۲۔ الْأَغْنَى، ج ۱۵، ص ۱۲۰ (ج ۷، ص ۳۲)؛ معاوِدُ التصْبِيحِ، ج ۲، ص ۱۳۱ (ج ۳، ص ۰۶۰، نمبر ۱۲۸)

سید حمیری

(۱)

یا بائیع الدین بدنسیاہ لیس بہذا امر اللہ
 ”اے دنیا کے بد لے دین بیچنے والے! اس بات کا خدا نے حکم نہیں دیا ہے۔ تو علی وصی رسول سے
 کیوں کینہ رکھتا ہے، جبکہ احمدؐ ان سے خوشنود راضی تھے۔ وہی جسے احمدؐ نے غدریخ کے دن کھڑے ہو کر
 نام لے کر پکارا اور صحابہ آپ کے گرد اگر دتھے، پھر فرمایا: یہ علی ابن ابی طالبؓ اس شخص کے مولا ہیں جس کا
 میں مولا ہوں۔

پس اے آسان والے! اے دوست رکھ جو اے دوست رکھے اور اے دشمن رکھ جو اے دشمن
 رکھے۔

(۲)

”اور جب کہ غدریخ میں خداوند عالم نے تاکید کے ساتھ فرمایا: اے محمدؐ! کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں
 کے سامنے تقریر کرو۔ اور ابو الحسن (علیؑ) کی امامت کا لوگوں کے درمیان اعلان کر دو کہ وہ ہادی ہیں اور
 اگر تم نے انہیں نصب نہ کیا تو گویا کا تبلیغ انجام ہی نہ دیا۔

اس وقت رسولؐ نے علیؑ کو بلا یا اور لوگوں کو بلا یا۔ تقدیق کرنے والوں اور جھلانے والوں کے
 درمیان بلند کر کے اپنے بعد ہر مہذب انسان کے لئے علیؑ کی ولایت کا اعلان کر دیا۔ اب کسی غیر مہذب کو
 ولی سمجھنا مناسب نہیں۔ علیؑ کے ایسے مناقب ہیں کہ ان کا کچھ حصہ بھی بے ہنگم افزاد ہزار کوششوں کے

باوجو نہیں پاسکتے۔ میں آل محمد سے محبت کرتا ہوں اور ہر اس شخص سے جوان سے محبت کرتا ہے، ہمارا دینی شعار ہے کہ جو آل محمد کے بجائے دوسروں سے محبت کرتے ہیں ہمیں وہ پسند نہیں۔

ایسا شخص مرنے کے بعد وزخ میں جائے گا اور حوض کوثر پر رسول خدا کے سامنے حاضر نہیں ہو سکتا اور اگر جنپنے کی کوشش کرے گا تو ہنکا دیا جائے گا جس طرح یہاں، خارش زدہ اونٹ ڈھڈا مار کر جنڈ سے نکلا جاتا ہے تاکہ اس کی بیماری دوسروں تک سراپا نہ کر سکے۔

جس وقت احمد اور ان کے وصی کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو میرا دل زمین سے فضاوں کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے، میرا دل ان دونوں کے شوق میں یوں سلگتا ہے کہ بس پر دہ پھٹا اور پسیاں پھر پھر زانے لگتی ہیں۔

یہ عظیم اللہ ہے جسے خدا اپنے جس بندے پر چاہتا ہے موبہت فرماتا ہے اور اس کی توفیقات میں اضافہ کر دیتا ہے، جسے یہ عظیم نہیں ملتا اس پر توفیقات کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ خدا جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت کر دیتا ہے، اس کے پاس علم الکتاب ہے اور وہ علم ہے جسے ابھی لکھا بھی نہیں گیا ہے۔

قصیدہ ندوہ کے نام سے معروف یہ قصیدہ ۱۱۲ رشروع پر مشتمل ہے۔

شریف مرتفعی علم الهدی ”وانصب اب حسن لقومک انه“ کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لفظ ”النصب“ صرف معنی امامت و خلافت ہی کے لئے مناسب ہے، محبت و فخرت مراد نہیں ہو سکتے۔ پھر چوتھے شعر میں ”جعل الولاية“ کے متعلق کہتے ہیں کہ اس میں امامت کا واضح اشارہ موجود ہے کیونکہ رسالت کے بعد امامت ہی قرار دی گئی ہے۔ مفہوم محبت و فخرت اس وقت بہر حال حاصل تھے، بعد وفات اس کی چند اس خصوصیت نہیں رہ جاتی۔ حافظ نتاب بناج الحلی حسینی (متوفی ۱۱۰ھ) نے بھی اسی قصیدے کی شرح کی ہے۔

(۳)

سید حمیری اپنے باپ محمد سے خطاب کر کے کہتے ہیں:

”اے محمد! خدا نے خالق الاصلاح سے ڈر و اصلاح کے بعد دینی فساد کا ارتکاب نہ کرو۔ کیا تم محمد کے بھائی اور صی پر دشام طرازی کرتے ہو؟ اور اس کے بعد بھی اپنی کامرانی و نجات کی امید لگائے بیٹھے ہو۔

افسوں! قطعی بعید بات ہے۔ تم سے عذاب اور ملک الموت قریب ہیں۔

ان کے متعلق رسول نے بہترین وصیت غدری کے دن واضح الفاظ میں فصاحت کے ساتھ فرمائی، اچھی طرح سمجھ لو ”جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں“، واضح اشاعت و اعلان تھا۔ یہ میرا قرض ادا کرنے والے ہیں اور یہ اسی طرح تمہیں راہ راست کی ہدایت کرنے والے ہیں، جس طرح میں تمہاری ہدایت و فلاح کا ذمہ دار تھا۔

تم نے میری ماں کو جو بہت کمزور تھیں بہکا دیا اور انہیں گراہ و گستاخی پر آمادہ کر دیا کہ وہ نشان ہدایت، امام اور وارث نبی پر سب و شتم کرتی ہے۔ ڈر ہے کہ تم دونوں پر ایسا عذاب نازل ہو گا جس کے زور لئخت پھاڑوں کو بھی زمین بوس کر دیں گے۔

اے میری ماں اور اے باپ! خدا سے ڈر و ارجمند کا اعتراض کرو اور نجات کی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو۔

ان شعروں کی روایت مرزا بنی نے کی ہے۔ ان میں سید نے اپنے اباضی مسلک کے والدین کو تشیع اور محبت اہل بیت کی دعوت دی ہے اور امیر المؤمنین پر سب و شتم سے روکا ہے۔ (۱)

(۲)

”اگر میں محمد مصطفیٰ کی وصیتیں اور یوم غدری کے تائیدی عہد کی حفاظت نہ کروں تو گویا میں ہدایت کے بد لے گراہی خریدنے والا اور دین اسلام قبول کرنے کے بعد یہودی و نصرانی ہوں۔

مجھے قبیلہ تمیم و عدی سے کیا سر دکارا! میرے تو ولی نعمت خدا کی طرف سے آل احمد ہیں۔ میں آل محمد پر صلوuat پڑھ کے اپنی نماز تمام کرتا ہوں، اگر تشهد میں صلوuat و دعائے پڑھوں تو نماز کامل ہی نہیں ہو گی۔

۱۔ اخبار السید الحیری (ص ۱۵۵)

میری مودت، خیرخواہی اور نصرت کی تمام توانایاں انہیں کے لئے تا عمر وقف ہیں، جب سے مجھ کو سید پکارا جاتا ہے۔ یقیناً اگر کوئی شخص اس خانوادے کی محبت پر سرزنش کرتا ہے تو وہ جھلانے کے قابل ہے۔

اگر تو چاہے تو چند روزہ سایہ غم اختیار کر، ورنہ خود داری کر، تاکہ محفوظ و پسندیدہ رہ سکے۔

اس قصیدے کے پچیس (۲۵) اشعار ہیں۔ ابو الفرج نے بیان کیا ہے کہ ابو خلال عسکری، عقبہ بن سالم سے ملنے آیا۔ وہاں سید بھی موجود تھے۔ عقبہ نے سید کو انعام دینے کا فرمان جاری کیا۔ ابو خلال جو قیلے کا بزرگ تھا کہنے لگا کہ اے امیر! تم نے ایسے کو انعام دیئے جانے کا حکم دیا ہے جو دھڑ لے سے ابو بکر و عمر پر لعنت بھیجا ہے۔ عقبہ نے کہا: مجھے تو اس کا پتہ نہیں، میں نے تو قدیم مراسم کی رعایت میں انعام دیا ہے، اس کے علاوہ اس کے دل میں ایسے خاندان کی محبت ہے جس کی رعایت ہم سب پر ضروری ہے۔ ابو خلال نے کہا: اگر وہ سچا ہے تو کہنے کہ ذرا ابو بکر و عمر کی مدح کرے تاکہ اس کے متعلق تشیع کی غلط فہمی کا ازالہ ہو سکے۔ عقبہ نے کہا: انہوں نے خود ہی آپ کی بات سنی ہے اور چاہیں تو مدح کر سکتے ہیں۔ یہن کر سید نے متذکرہ قصیدہ پڑھا، پھر غصے میں اٹھ گئے۔ ابو خلال نے عقبہ سے کہا: اے امیر! مجھے سید سے بچائیے۔ عقبہ نے کہا: صحیک ہے، لیکن آئندہ ان کو چیزیں کی کوشش نہ کرنا۔ (۱)

(۵)

”مجھے تم لوگ بڑی ملامت کرتے ہو کہ میں ہدایت کے امام اور سردار سے عشق کرتا ہوں“۔

اسی قصیدہ میں وہ فرماتے ہیں:

”جس دن رسول خدا نے سخت چلچلاتی دھونپ میں درختوں کے سائے میں کھڑے ہو کر فرمایا: اے مسلمانو! یہ میرا خلیل ہے، وزیر و اورث اور میرا چیز ابھائی ہے، آگاہ ہو جاؤ! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے، پس میرے عبد کی رعایت کرو۔ علیؑ کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ بن عمران کو ان کے پیارے بھائی (موسىؑ) سے تھی۔“

(۶)

”صحیح دم آں فاطمہ پر بارش ہوتی اور آنسوؤں کے سیلان جاری ہوتے۔“

آگے کہتے ہیں:

”دوپھر کے وقت ان لوگوں نے غدیر خم میں رسول خدا کا ارشاد سننا کہ فرمائے تھے: تمہارے نفوس پر تم سے زیادہ با اختیار کون ہے؟ سب نے بیک زبان کہا: (حالانکہ بہت زیادہ لوگ تھے) آپ ہمارے مولا ہیں اور ہمارے نفوس پر با اختیار ہیں اور آپ ہمیں ڈرانے والے ہیں۔ تب فرمایا: یقیناً تمہارا ولی میرے بعد علیٰ ہے، یہ میرا وزیر یا تو تمہارا ہادی ہے۔ یہ میرا وزیر یہ میری حیات میں اور میری موت کے بعد ہے۔ میرے بعد خلیفہ اور امیر ہے۔ پس اے خدا! جو اس سے دوستی رکھئے تو اسے دوست رکھ اور موت کے وقت مرتلوں سے ہمکنار فرماؤ اور جو اس سے نفرت و عناد کا مظاہرہ کرے اس سے نفرت کر اور موت کے وقت اس کو ذلتوں سے دوچار کر۔“

(۷)

”ہاں! خدا کی بے انتہا حمد، اسی سے مخصوص ہے جو ولی ستائش اور رب غفور ہے۔ اس نے مجھے تو حیدر کی طرف ہدایت فرمائی اور میں درخشاں و خالص تو حیدر پرست ہو گیا۔“

آگے فرماتے ہیں:

”اسی وجہ سے علیٰ کو ان کے پروردگار نے خیر الامم کا وصی و مد دکار منتخب فرمایا، پس رسول نے غدیر خم میں قیام فرمایا، سامان سفر اتارا گیا اور سفر دکا گیا، شاخصیں کاٹ دالی گئیں، پالان شتر کے منبر پر تشریف لے گئے اور عظیم اجتماع میں بلند آواز سے چھوٹے بڑے کو خطاب فرمایا، علیٰ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دن چڑھے، ان کی طرف اشارہ کیا۔

ہاں! جس کا بھی میں مولا ہوں اس کے یہ مولا ہیں۔ یہ حقیقی فصل ہے، کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ سب نے کہا: ہاں! پھر فرمایا: غائب و حاضر بھی اس کے گواہ رہیں، تم میں جو یہاں حاضر ہے غائب تک صحیح و بصیر پروردگار کو گواہ بنا کر یہ پیغام پہنچا دے۔

پھر خدا کے حکم سے سب انہوں اور علیؑ کی امامت پر بیعت کرو۔ سب نے ان سے مصافحہ کر کے تعیل حکم کی۔ رسولؐ ان کے انکار کو محسوس کر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: خدا یا! اس کے دوست کو دوست اور اس کے دشمن کو دشمن رکھ، جو اسے چھوڑ دے تو بھی اسے چھوڑ دے، جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر۔ پس تم دعوتِ مصطفیؑ کو کیجا پاتے ہو۔ قبول کیا گیا یا ملما میٹ کر دیا گیا؟ اے ثانیِ مصطفیؑ! میں آپؐ سے اور جو لوگ غدرِ ختم میں موجود تھے، ان سے محبت کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ نبی امینؑ نے آپؐ کے بارے میں واضح اعلان کیا۔ جو لوگ آپؐ سے عداؤت رکھتے ہیں وہ جہنم میں جھونک دئے جائیں گے اور وہ بہت براثٹ کھانا ہے۔

(۸)

ایک قصیدہ ”قف بالدیار و حیهنه دیار“ میں کہتے ہیں:

”علیؑ وہ ہیں جنہوں نے محمد رسول خدا کی جوتیاں ٹالکیں تاکہ خداراضی ہو۔ ان کے بارے میں خیر الورثی نے بلند اور واضح اعلان جس میں کوئی ڈھکا چھپا انداز نہیں تھا۔ فرمایا: یہ میراوصی ہے اور میرا جانشیں ہے، تم اس کے ساتھ نادانی مت بر تو درنہ کا فر ہو جاؤ گے۔ انہوں نے علیؑ کے لئے گھنے درختوں کے دون عظیم خطبہ ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم کی وحی کا اظہار فرمایا۔“

(۹)

قاضی بصیرہ سوار بن عبد اللہ کو معلوم ہوا کہ سید حمیری نے تشقق علیہ حدیث طیر کے متعلق قصیدہ کہا ہے:

”جب یہ خبر زبان زد ہوئی کہ طاری مشوی رسول خدا کی خدمت میں ہدیہ کیا گیا ہے، اس خبر کی اولین بار ابا ان نے انس سے روایت کی، قیس نے بھی سفینہ کا قول نقل کیا وہی سفینہ جو بے ہنگم اور لپھر آدی تھا۔ انجام کاریہ ہوا کہ سفینہ را راست پا گیا اور انس نے خیانت کی اور انساف کا برداشت نہیں کیا، سردار کائنات اور از روئے قرآن مولا کی تردید کا مظاہرہ کیا پس آسمان والے نے اسے ہدایت سے باز رکھا اور چہرے پر برص کے داغ نمایاں کر دیئے۔“

قاضی سوار نے جھنگلا کر کہا: اس شخص نے کسی صحابی کو بھی نہیں بخشا، سب کو شعری نہ مت میں تازا ہے اور سید کو قید کرنے کا حکم دیا۔ اس وقت میں ہاشم اور شیعوں نے اس سے کہا کہ خدا کی قسم! اگر تم نے سید کو رہانہ کیا تو ہم قید خانہ توڑ کر انہیں آزاد کر لیں گے۔ جو شاعر تمہاری مدح کرتا ہے تو تم اسے انعام دیتے ہو اور جو آل محمدؐ کی مدح کرتا ہے اسے قید کرتے ہو۔ سوار نے سید کو آزاد کر دیا تو سید نے اس کی بھوکی:

”ذرابے شرم اور بھکلو سوار ابوثلمہ سے کہہ دو کہ میں نے حدیث طیر کے متعلق کوئی خلاف آثار بات نہیں کہی ہے۔ تو نے خود اس کی روایت کی ہے۔ علیؑ کا حالت جنابت میں مسجد کے اندر آنا جانا واضح بات ہے آپ کے علاوہ سب کو وحی کے ذریعے نکال باہر کیا گیا۔ علیؑ، حسینؑ، حسنؑ، پاک نہاد، صاحب کسانہ فاطمہؓ سے محبت کرو۔ یہ افراد کرم و امیار کا پیکر تھے۔ ان سے نفرت رکھنے والا جنم واصل ہوگا۔ ان کیستہ تو زوں کی پیچان خود آسان والا متعین کر دیتا ہے کہ وہ ہمیشہ ذمیل رہیں۔
اسے سڑا تو ان (جہنمیوں) کا سردار ہے، تجھ پر ہر طرح پھٹکار ہے۔

تو اس کی نہمت کرتا ہے کہ سرور کائنات نے تمام پاک اور نیک لوگوں کے درمیان اپنا بھائی بنایا۔ اس کے متعلق خم میں بلند آواز سے اعلان فرمایا جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ”جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔“ تم اس کا انکار نہ کرو، میرے بعد اس کی پر بھروسہ کرو اور سراب کے پیچھے مت بھاگو۔ (۱)
سید نے قاضی سوار کی موت کے بعد اس کی یوں بھوکی: (۲)

”اے وہ جس نے کل سوار کی لاش کو اس کے گھر سے جہنم تک پہنچایا! اس کی روح پا کیزہ نہ ہو۔ اس کا ڈھانچہ ہزار ذلتوں کے ساتھ دادی دوزخ میں ڈال دیا گیا۔ میں نے خدا نے رحمن کی طرف سے قاضی سوار کے بارے میں حیر تناک حکم کو نافذ ہوتے دیکھا کر لے جاؤ اس کو۔ خدا نے رحمن کی لعنت تیرے اوپر اے خدا نے یکتا کی دنیا میں بدترین زندگی گزارنے والے۔

۱۔ اعیان الشیخہ (ج ۳۱۵ ص ۳۱۵)

۲۔ الاغانی (ج ۷ ص ۲۸۸) میں ان میں سے پانچ اشعار قتل کے گئے ہیں۔

اے امیر المؤمنین سے بعض رکھنے والے! حالانکہ رسول نہ آنے ان کے بارے میں بغیر انکار کے بروز غدر ی رب کے سامنے فرمایا تھا: جس کا میں ظاہر و پوشیدہ مولا ہوں یہ میرا بھائی، میرے تمام امور کا وصی، میرا جانشین اور نصیحت مانے والوں کا مولا ہے۔ اے پورا دگار! جو اس سے نفرت کرے تو اس سے نفرت کر اور بھڑکتی جہنم کی آگ میں جھوک دے۔ اے سوارا! تو نے بلاشبہ علی سے عداوت کی۔ جس اے جہنم! پکڑ لے سوارکو۔

(۱۰)

”ام عمر دی کی قیام گاہ لوئی میں دریانی ہے اس جگہ کی نشانیاں بھی ملیا میٹ ہو چکی ہیں۔ پوندے وہاں سے دھشت کے مارے کناروں سے گزر جاتے ہیں اور درندے بھی کانپ اٹھتے ہیں۔

اس جگہ سانپوں کو بھی موت کا ذر ہے، اپنے زہر سمیت پھن اٹھائے ہوئے ہیں، اس گھر کے نشانات میں صرف یہ ہے کہ سرخ سانپ کنڈلی مارے ہوئے ہیں۔ بھیاں کم رات میں وہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس کی دلیری و مہر بانی کے وہ انداز یاد آگئے۔ پوری رات رو تے گزر گئی۔ اروی کی محبت میں اندیشوں نے میرے دل کو ڈسا ہوا یا سلگتا ہوا بنا دیا ہے۔ مجھے حیرت ہے اس گروہ پر جو بے مقام سر زمین پر احمد مجتبی کی خدمت میں حاضر ہوا۔

ان لوگوں نے رسول سے کہا کہ اگر آپ مناسب بھیں تو ہمیں بتا دیں کہ جب آپ وفات پا جائیں اور ہم سے جدا ہو جائیں تو ہم کس کو انتہائے آرزو اور فریادرس بھیں۔ ان کے درمیان ایسے افراد بھی تھے کہ جنہیں اقتدار کی طمع تھی۔ آپ نے فرمایا: اگر ہم اس فریادرس کی نشاندہی کر دیں تو بھی ممکن ہے کہ تم وہی کرو جو ہاروں کے بعد گوسالہ پونجے والوں نے ان سے جداگانی اختیار کرنے کی حرکت کی تھی۔ اس لئے اس کا بیان نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ رسول نے جو کچھ فرمایا اس میں عظیمی اور سننے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

اس کے بعد خداوند عالم کی طرف سے فرمان قطعی پہنچا جس کو نظر انداز کرنے کی محاجاش نہیں تھی

جس کی اب تک تم نے تبلیغ نہیں کی وہ تبلیغ کر دو، خدا ان لوگوں سے تم کو محفوظ رکھے گا۔
 اس وقت رسول خدا جو ہمیشہ حکم پر در دگار کی طرف متوجہ رہتے تھے کھڑے ہوئے اور علیٰ کا ہاتھ اپنے
 ہاتھ میں لے کر بلند کر کے سب کے سامنے ظاہر کیا اور خطبہ فرمایا۔
 بلند کرنے والا اور بلند ہونے والا دونوں ہاتھ کس قدر بزرگ تھا۔
 جس وقت آپ خطبہ فرمار ہے تھے فرشتے آپ کے گرد اگر دتھے اور خداوند عالم گواہ تھا اور سن رہا
تھا۔

جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے۔ وہ لوگ اس اعلان پر نہ راضی ہوئے نہ قناعت کی۔
 اور ایک قوم گمراہ ہو گئی اور اس نے حکم مانتے میں ڈنڈی ماری گویا ان لوگوں کی ناک کٹی ہوئی ہے۔
 یہاں تک کہ وہ لوگ رسول کو قبر میں چھپا کر پڑے تو یہ فرمان صائع کر چکے تھے۔ گزرے کل میں جو
 کچھ کہا گیا تھا اور جس کی نصیحت کی گئی تھی اس کو نقصان کے بد لے بچ دیا جس میں انہیں کوئی فائدہ بھی نہ
پہنچا۔

(علامہ امینی کے مطابق قصیدہ ۵۷ شعروں پر مشتمل ہے۔ مفتی محمد عباس صاحب کی "موجہ کوثری
 شرح قصیدہ حمیری" میں ۵۰ اشعار ہیں۔ یہ کتاب مترجم کی لائبریری "مکتبہ میثار شعور" میں موجود ہے۔
شاہد)

شعری تتبع

فضل رستان کہتے ہیں میں حضرت جعفر بن محمد (چھٹے امام) کی خدمت میں ان کے چچا زید کی
 تعریت پیش کرنے حاضر ہوا اور شعر سید حمیری پڑھنے کی اجازت مانگی:
 "اور قیامت میں لوگ پانچ جنزوں تلے ہوں گے ان میں چار ہلاک ہوں گے۔ اس کا قائد
 گوالاہ" (ادان) "فرمون قاصتوں سے بھر پوراں امت کا سامری ہے اور دین سے تیر کی طرح نکل جانے
 والے نیم اور تیر و تار چھرے والے بندے ہوں گے اور ایک جنزو اداہ ہو گا کہ اس کے قائد کا چہرہ ابھرتے
 سورج کی طرح ہو گا۔"

میں نے در پر وہ نالہ دشیوں کی آواز سنی، امام نے پوچھا: یہ اشعار کس نے کہے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ سید نے۔ فرمایا: خدا اس پر رحمت نازل کرے۔ میں نے کہا: قربان جاؤں! وہ شراب پیتے دیکھا گیا ہے۔ فرمایا: خدا اس پر رحمت نازل کرے، خدا ہر وابستہ علیٰ کے گناہ بخشن دے گا۔

یقیناً دوستدار علیٰ کا اگر ایک قدم پھسلتا ہے تو دوسرا اپات عطا کرتا ہے۔ (۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھ سے پوچھا تو میں نے بتایا کہ سید کے اشعار ہیں اور ان کی وفات کی خبر دی آپ نے دعاۓ رحمت فرمائی۔ میں نے کہا: وہ شراب پیتا ہے۔ فرمایا: دوستدار علیٰ کو گناہوں کا خطرہ نہیں، وہ بخشن دیا جائے گا۔ (۲)

حافظ مرزا بانی نے اخبار سید (ص ۱۹۵) میں فضیل عی سے نقل کیا ہے کہ آپ (امام) زید کے غم میں رورہ تھے اور فرماتے جاتے تھے: خدا زید پر رحمت نازل کرے، وہ عالم و صدقوں تھے، اگر انہیں نیکیوں کے پھیلانے کا موقع ملتا تو بڑے کام ہوتے اور حق حقدار تک ضرور پہنچتا۔ میں نے فری سید سنا نے کی اجازت مانگی تو فرمایا: ذرا اٹھرو۔ اور پر وہ کردیا تاکہ دوسرانہ آسکے، تب اجازت دی۔ میں نے قصیدہ عینیہ سنایا۔ میں نے پس پر وہ اہل حرم کے روئے کی آواز سنی۔ امام نے فرمایا: اے اس اعمل! تیرا شکریہ۔ میں نے عرض کی: مولا! وہ بازاروں میں شراب پیتا تھا۔ فرمایا: ان جیسے لوگ توہ کر لیتے ہیں خدا کے لئے مغفرت مشکل نہیں۔ ہمارے شاعرومداح کی مغفرت مشکل نہیں۔ کشی نے بھی تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے۔ (۳) ابو الفرج نے زید بن موسی بن جعفر کا خواب نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ کے سامنے ایک سفید پوش آدمی کھڑا تھا میں نے اسے پوچھا نہیں۔ رسولؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے سید! اپنا قصیدہ عینیہ سناؤ۔ میں نے پورا قصیدہ یاد کر لیا۔

۱۔ الاغانی، ج ۷، ص ۲۵۱ (ج ۷ ص ۲۷۲)

۲۔ الاغانی، ج ۷، ص ۲۳۱ (ج ۷ ص ۲۶۱)

۳۔ رجال کشی، ج ۲، ص ۱۸۳ (ج ۲ ص ۷۰ نمبر ۵۰۵)

ابو اسماعیل کا بیان ہے کہ زید بن موسیٰ خوش آواز تھے لیکن اس قصیدے کو تزمم سے نہیں پڑھتے تھے، اس روایت کو حافظ مرزا بنی نے اخبار سید میں نقل کیا ہے (۱)۔ آغاز میں ابو داؤد مسند کا خواب نقل ہے کہ رسولؐ نے سید کو قصیدہ عینیہ سنانے کا حکم دیا، جب وہ اس شعر کو پڑھ رہے تھے ”قالوا له لو شنت اعلمتنا“ تو رسولؐ نے سید حیری کا ہاتھ تھام کر فرمایا: بخدا میں نے انہیں آگاہی دیتی تھی۔ (۲)

شریف رضی نے زید بن موسیٰ کا خواب نقل کیا ہے کہ ایک بلند جگہ پر رسولؐ اور علیؑ بیٹھے ہیں اور حیری اپنا قصیدہ عینیہ سنارہے ہیں۔ رسولؐ نے ”قالوا له لو شنت“ پر حضرت علیؑ کو سکرا کردیکھا اور تمکن با رفرمایا: کیا میں نے منتبہ نہیں کر دیا تھا۔ (۳)

علامہ مجلسی نے سہل بن ذیبان کا بیان کا نقل کیا ہے کہ ایک روز میں امام ضامن عائشؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے شب گزشت کا خواب بیان فرمایا کہ میں گنبد خضرا میں پہنچا وہاں رسولؐ موجود تھے، داکیں باکیں حسنؑ و حسینؑ اور سامنے حضرت علیؑ و فاطمۃؓ بیٹھے تھے۔ رسولؐ کے سامنے ایک شخص قصیدہ عینیہ پڑھ رہا تھا۔ رسولؐ نے مجھے دیکھ کر خوش آمدید کہا اور علیؑ و فاطمۃؓ و حسنؑ و حسینؑ کو سلام کرنے کا حکم دیا۔ میں نے تعمیل حکم کی تو فرمایا: میرے شاعر و مداد کو بھی سلام کرو۔ میں نے انہیں بھی سلام کیا، جب حیری نے ”وجہہ کالشمس تطلع“ پڑھا تو رسولؐ علیؑ و فاطمۃؓ بھی رونے لگے۔ جب ”قالوا له لو شنت“ پڑھا تو رسولؐ نے ہاتھ بلند کر کے فرمایا: خدا! تو گواہ رہتا میں نے تبلیغ کروی تھی کہ فریادرس علیؑ کی ذات ہے۔ جب حیری قصیدہ سنائچے تو رسولؐ نے مجھ سے فرمایا: اس قصیدے کو یاد کرو اور میرے شیعوں کو یاد کرنے کی تاکید کرو۔ ان سے کہہ دو جو بھی اس کا درد رکھے گا اس کے جنت کی ضمانت میں دیتا ہوں۔ رسولؐ نے مکر مجھے قصیدہ سنایا یہاں تک کہ مجھے یاد ہو گیا۔ (۴)

۱۔ آغازی ج ۲۵ ص ۱۵۷ (ج ۲۷ ص ۲۷۱)

۲۔ آغازی ج ۲۹ ص ۱۵۹ (ج ۲۹ ص ۲۹۹)

۳۔ خصائص الائمه (ص ۲۵-۲۲)؛ خصائص امیر المؤمنین (ص ۱۱-۹)

۴۔ بخار الانوار ج ۱۱، ص ۱۵۰ (ج ۳۲ ص ۳۲۲-۳۲۸)

علامہ امین فرماتے ہیں: یہ خواب قاضی شہید (نور اللہ شوستری) نے رجال کشی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (۱) مطبوع رجال کشی میں یہیں ہے شاید اصل نسخہ میں رہا ہو جس سے قاضی نے نقل کیا تھا۔ یہ واقعہ رجال ابو علی میں عيون الاخبار صدوقؑ سے نقل ہے۔ (۲)

اس کے علاوہ تفہیق المقال، اعيان الشیعہ، ریاض الجنتی اور ریاض الصالب میں بھی ہے۔ (۳)

اس قصیدہ کی مندرجہ ذیل علماء نے شرح کی ہے:

۱۔ شیخ حسین بن جمال الدین خوانساری (متوفی ۹۹۹ھ)

۲۔ مرتضیٰ علی خاں گلپاںگانی شاگرد علماء محلی

۳۔ محمد قاسم ہزارجرسی متوفی بعد از ۱۱۱۲ھ، اس قصیدہ کی شرح کا نام "تحفۃ احمدیہ" ہے، جو نجف

اشرف میں موجود ہے۔

۴۔ بہاؤ الدین ابن تاج الدین اصفہانی معروف بـ فاضل اصفہانی (متوفی ۱۱۳۵ھ)

۵۔ محمد حسین قزوینی (متوفی قرن ۱۲)

۶۔ صالح بن محمد برغانی

۷۔ مرتضیٰ احمد رضا قرقجید اغنی تبریزی، ان کی شرح ۱۱۳۰ھ میں شائع ہوتی۔

۸۔ مفتی محمد عباس (متوفی ۱۱۳۰ھ) اس کا مطبوعہ نسخہ مترجم کے پاس موجود ہے۔

۹۔ مولیٰ حسن بن محمد ابراہیم بن مقتشم اردکانی (متوفی ۱۱۳۱ھ)

۱۰۔ شیخ بخش علی یزدی حائری (متوفی ۱۱۳۰ھ)

۱۱۔ مرتضیٰ افضل علی بن مولیٰ عبد الکریم ایری و اغنی تبریزی (متوفی ۱۱۳۲ھ) مؤلف حدائق العارفین

۱۲۔ شیخ علی بن علی رضا خوئی (متوفی ۱۱۳۵ھ)

۱۔ رجال المؤمنین صفحہ ۳۳۶ (ج ۱، ص ۵۰۹-۵۰۸)

۲۔ تفہیق المقال، ج ۱، ص ۱۳۳ (ص ۱۲۲)

۳۔ تفہیق المقال، ج ۱، ص ۵۹ (ج ۱، ص ۱۳۳)؛ اعيان الشیعہ ج ۱۲، ص ۱۷۰؛ ریاض الصالب (ص ۹۷-۹۷۵)

۱۳۔ سید انور حسین ہندی متوفی (۱۳۵۰ھ)

۱۴۔ سید علی اکبر بن سید رضی رضوی تی (متولد ۱۳۱۰ھ)

۱۵۔ حاج مولی علی تحریری مؤلف و قائل الایام

کچھ شعراء و علماء نے اس کا شخص بھی لکھا ہے ان میں "شیخ حرماتی، شیخ عبدالغنی، شیخ حسن محلی الحنفی"
اور سید علی نقی القوی ہندی، "لاق ذکر ہیں۔"

(۱۱)

حاصل مطلب:

"مجھے ملامت کرنا شروع کیا اور بولا کہاں تک شعر کہتے رہو گے؟ اس شرارت سے باز آؤ۔ میں
نے کہا: ایسا نہ کہو اور خلل دماغی میں نہ رہو کہ میں بہترین عمل سے بازا جاؤں گا۔
 بلاشبہ میں حیدر کراڑ کا دوست اور بھی خواہ ہوں اور جوان سے منہ موڑے، میں اس سے گریزان
ہوں۔

علیٰ جو مبارہے میں نفس رسول تھے۔ خدا کی صلوات ہوان پر، وہ زیر کسامہ رسول کے بعد دوسرے
شخص تھے۔ نیز پیغمبر نے فرمایا: قرآن واللہ بیٹھ کوتم لوگوں کے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں۔ کاش!
تمہیں معلوم ہوتا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا برتاڈ کرو گے۔

کئے سے واپس ہوتے ہوئے حاجیوں کے ساتھ تم میں پہنچے اور جبریل تبلیغ ولایت کے لئے
خدمت پیغمبر میں آئے۔ پس رسول اُتر پڑے اور پالان شتر کے منبر پر جا کر علیٰ کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا
کہ یہ میرا نمائندہ اور تم لوگوں کا نکیہ گاہ ہے، پھر دو انگلیوں کو جوڑ کر فرمایا: ہم اور یہ اس طرح ہیں، علیٰ جیسا
پاکیزہ تمہیں ڈھونڈنے سے نہ ملے گا۔ پھر علیٰ کا ہاتھ پکڑ کر پورا بلند کیا اور فرمایا: اس کی بیعت کرو اور اپنے
امور اس کے حوالے کر دو تاکہ لفڑی سے محفوظ رہو۔ کیا میں تمہارا مولا نہیں ہوں؟ پس یہ علیٰ تمہارا ہبہ
ہے اور خدا اس پر گواہ ہے۔ خدا یا! جو حیدر کو دوست رکھے اسے تو دوست رکھو اور جو اسے دشمن رکھے تو اس
کا دشمن ہو جا۔ خدا یا! گواہ رہنا کہ جبریل جو کچھ پیغام لائے تھے میں نے اسے پہنچا دیا اور سستی نہیں کی۔

اس کے بعد لوگوں نے علیؑ کی بیعت کی، تہنیت پیش کی، بُخْ بُخْ کہا۔ حالانکہ ان کے سینوں میں کینہ بھرا ہوا تھا۔

جو علیؑ سے پیزار ہے اس سے کہہ دو کہ تم نے ان میں کیا دیکھا جوان سے منھ موڑے ہو اور پوچھو کہ کیوں ان سے روگردال ہو؟“

(۱۲)

حاصل مطلب:

”مجھے سمجھاؤ تو آخر کس وجہ سے دوسروں کو علیؑ پر فضیلت دیتے ہو؟ جبکہ فخر کائنات احمدؓ نے خدیر خم کے دن لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر تقریر میں فرمایا کہ خداوند عالم نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے: یہ دین جو ابھی مکمل نہیں ہوا ہے علیؑ کی وجہ سے کمال کو پہنچنے گا۔ وہ تمہارا مولا ہے جو انہیں مولانا نے اس پر تف ہے۔ وہ میری شمشیر برہنہ، میری زبان و میرا ہاتھ ہے، وہ ہمیشہ میرا یاد و مد و گار ہے، وہ میرا منتخب بھائی، اس کی محبت قیامت کا بہترین سرمایہ ہے، میرا نور اس کا نور اور وہ میرا جزو ہے، وہ میرا جانشین اس کا ہر حکم ماننا لازم ہے، اس کی بات میری بات ہے اور اس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ میرا زمانہ رحلت نزد یک آیا وہ لازمی طور سے تمہارا رہبر ہو گا۔ وہ میرا چیز ابھائی، جانشین اور میری دعوت پر پہلا لبیک کہنے والا اور باب علم ہے۔

ان باتوں سے دشمنوں پر پھٹکار پڑنے لگی اور انہوں نے روگردانی کی۔“

(۱۳)

”خدا اور اس کی نعمتوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں: انسان اپنے کہنے کا جواب دہے کہ علی بن ابی طالب خدا کے عادل خلیفہ ہیں۔ انہیں رسولؐ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لیکن یہ کہ مجرم صدقی کے بعد کوئی نبی نہیں ہے لیکن وہ علم خدا سے بھر پور جانشین ہیں، جس علم پر عمل کرنا چاہئے۔ گھنے درختوں کے دن سرور کائنات کھڑے ہوئے اور لوگوں سے فرمایا: ”جس کا میں رہبر ہوں اس کے یہ علیؑ رہبر و مولا ہیں،“ لیکن لوگوں نے آپس میں سازش کر لی۔ کہ علیؑ کو اس منصب سے الگ رکھا جائے اور ان کی سرداری

تلیم نہیں کی جائے۔“

(۱۴)

پیغمبر اسلام نے گھنے درختوں کے درمیان بروز غدرِ خم کھڑے ہو کر فرمایا: ”جس کامیں مولا ہوں یہ علیٰ اس کاموا لے ہے۔ خدا یا تو گواہ رہتا“۔ یہ فقرہ کئی بار دہرا�ا۔

سب نے کہا: ہم نے سنا اور اطاعت کی اوزاس فقرے کو دہراتے رہے۔

بزرگان قوم نے علیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر علیٰ کی سرداری پر یوں تہذیت پیش کی: ”مبارک ہو یا علیٰ! آپ موننوں کے مولا ہو گئے“۔ حرث کی بات ہے کہ بھر بھی سب گمراہ ہو گئے۔

جن لوگوں نے علیٰ کی بیعت کی تھی دراصل انہوں نے خدا کی بیعت کی تھی لیکن آخر ہوا کیا؟

انہیں لوگوں سے جب علیٰ نے گواہی مانگی تو انہوں نے گواہی نہیں دی اور کیوں اس کھوٹ (انس) نے علیٰ کے قسم دینے کے باوجود جواب میں کہا: ”میں بوڑھا ہو گیا ہوں، کچھ یاد نہیں“۔ علیٰ نے فرمایا: ”جوہ نے پر ایسی بلا نازل ہو گی کہ عمامہ بھی نہ چھپا سکے گا“۔

آخری شعر میں مقامِ رحیم میں مناشدہ کی طرف اشارہ ہے (قسم دے کر کسی چیز کے بارے میں سوال کرنے کو مناشدہ کہتے ہیں)۔ اس کی تفصیل جلد اول میں گزر چکی۔

(۱۵)

۲۲، اشعار کامل:

”یہ خاموش خرابے اور یہ گونگے آثارِ صنادید کس کے ہیں۔ ہاں اے موزی! جو علیٰ کی بدگوئی سے بازنہیں آتا، میں بہت جلد ہی علیٰ کے فضائل سن کر تھے درد میں بنتا کروں گا چاہے تو مانے چاہے نہ مانے۔ میں علیٰ کی تتفیص کرنے والوں کے خلاف علیٰ کی مدد کرتا ہوں۔ علیٰ کی نہمت کرنے والا مجھ پر حاوی نہیں ہو پاتا۔ میرے نزدیک علیٰ محبوب رسول تھے۔ اے نہمت کرنے والے! اپنی نہمت بند کرو اور جان لے کر علیٰ نائب رسول، چھیرے بھائی اور مصلی و مودود تھے، علیٰ وہ امام ہیں کہ ہر حیات تاریکی میں روشنی پھیلائی، صاحبِ حوض، مجرموں کی پناہ گاہ، قسمِ جنت و نار ہیں۔ لہذا جہنم سے کہہ دو کہ اس کو اپنی پیٹ میں

لے اور اسی کو چھوڑ دے، جہاں دشمنوں میں سے جو بھی تجھ سے نزدیک ہواں کو اپنے شعلوں میں جلا کر بسم کر دے اور جو ہمارے گروہ والے ہیں، ان کو نہ چھیڑے کہ اگر ایسا کیا تو ظلم کرے گی کل۔ آخرت میں خدا علیٰ کو بلا کر خلعت پہنانے گا۔ اے دشمن علیٰ! اگر اس دن جب علیٰ کا تقرب و رضا و اشع ہو گا تو دیکھے گا کہ وہ امام، محمد مصطفیٰ کے ساتھ حوض کوٹر پر کھڑا ہے۔ علیٰ امیر المؤمنین ہیں، ان کا حق ہر مسلمان پر واجب ہے۔ رسول نے ان کے متعلق وصیت کی اور ہر ماں غنیمت میں ان کا حصہ رکھا۔ ان کی رفیقة حیات صدیقۃ مانند بتوں مریم ہیں۔ انہیں رسول نے وہی نسبت دی ہے جو ہاروں کو موٹی سے تھی۔ ان کی ولایت رسول نے ہر عرب مردوں پر نام لے کر واجب قرار دی۔ گھنے درختوں کے سائے میں واضح الفاظ میں اعلان کیا، جس نے غدرِ خم کی بات نہ مانی وہ گمراہ ہوا، جس دن امر ولایت علیٰ میراث انہیں پرداز ہوئی۔ دین کے حکم ہونے کی سفارش فرمائی۔ (قصیدے میں بیالیں (۲۲) اشعار تھے)۔

حافظ مرتضیٰ بانی کے مطابق سید نے یہ قصیدہ فرقہ ابااض کے رئیس عبداللہ ابااض کے پاس بھیجا کیونکہ وہ علیٰ کی تنقیص کرتا تھا اور سید کو منصور کے ذریعہ قتل کرنے کی دھمکی دیتا تھا۔ فرزند ابااض قصیدہ دیکھ کر خخت برہم ہوا۔ وہ قصیدہ تمام فقہا و قرآن کو نقل کر کے سمجھ دیا، سب نے منصور کی خلافت میں حاضر ہو کر کہا کہ سید سلف کو گالیاں دیتا ہے۔ عقیدہ رجعت کا قائل ہے اور امامت کو تیرے خاندان سے مخصوص نہیں سمجھتا۔ منصور نے ان علماء سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کہر ہے ہیں؟ سید نے کہا: میں اصحاب پر رحمت کی دعا کرتا ہوں۔ ذرا آپ بھی ابن ابااض سے کہنے کے علی، عثمان و طلحہ و زیر پر صلوٰت پڑھے۔ منصور نے ابااض سے کہا ابااض نے صلوٰت پڑھنے میں پچھا بہت دکھائی۔ غصے میں منصور نے اس کو بہت مارا اور نکال باہر کر دیا۔ پھر قید خانے میں ڈال دیا اور اس کے تمام حمایتی افراد کو تازیانہ لگانے کا حکم دیا اور سید کو پانچ سو درہم انعام کا حکم دیا۔ (۱)

(۱۶)

”میری قوم نے پیغمبر مصطفیٰ اور بہتر خلوقات کو پالیا اور کچھ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے غدرِ خم کے

درختوں کے سائے میں اعلان ولایت کا انکار کر دیا۔

وہ اعلان تھا: ”اے لوگو! جس کا میں مولا ہوں اور جس پر میرا حق ہے یہ علیٰ بھی اس کا حقی مولا ہے۔ کیا فرمان خیبر نے ان کے دل پر اڑ کیا؟ ارے واه! وہ تو انگاروں پر ٹوٹ رہے ہیں۔“

(۱۷)

”ہاں! بلاشبہ وہ صیت جو نذرِ خم میں خداۓ رحمان کی طرف سے بزبان رسول و اخی الفاظ میں بیان کی گئی وہ نسلی حام و سام کے لئے مفید تھی۔ بلند آواز میں علیٰ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: جس کا میں مولا اور سرپرست ہوں یہ میرا بھائی اس کا سرپرست و مولا ہے۔ میری بات پر دھیان دو۔ تمام مجھے امندڑ پڑا اور علیٰ کو مبارکباد پیش کی، اس مجھ میں تو ایک صاحب نے بہت ہی بڑھ جڑھ کر حصہ لیا اور یوں آواز دی: اے علیٰ! آپ میرے اور تمام مومنوں کے مولا و سرپرست ہو گئے۔ پھر لوگوں نے کیوں سرکشی کی، علیٰ کا حق کیوں چھین لیا؟ علیٰ تو نبی کی روادوسواری کے وارث تھے۔

(۱۸)

کیا وہ آسمان ہدایت کے ستارے اور ابدی عزت کی علامت نہیں ہیں....؟
اے گرامی میں جھکنے والے! امیر المؤمنین امام ہیں۔

رسول نے انہیں خذرِ خم میں لوگوں کے سامنے بلند آہنگ فرمایا.....

ابن مخزون نے ”طبقات الشراء“ میں حکایت کی ہے کہ کسی نے ایک حال کو دیکھا کہ بھاری گھر
اٹھائے ہوئے چلا جا رہا ہے۔ اس نے پوچھا: اس میں کیا ہے؟ بولا: سید حمیری کے قصائد میں۔ (۱)

(۱۹)

”میری جان رسول“ کے اس دن پر قربان جب جبرئیل نے نازل ہو کر فرمایا: ”اگر آپ نے ولایت کی صریحی تبلیغ نہ فرمائی تو کار رسالت ہی انجام نہ دیا۔“ پس رسول نے قبیل حکم الہی میں کھڑے

ہو کر فرمایا: آج روز غدریم سے قبل تمہارا مولا کون تھا؟ سب نے کہا: آپ تھے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ کے سلسلے میں ہماری خیرخواہی فرمائی۔

آپ نے فرمایا: میری جانب سے یہ علیٰ تمہارا مولا ہے۔ اس حقیقی پیغام کے بعد اب تم اس کے دوست ہو جاؤ۔ یہ تم سب سے زیادہ نیک، دانشمند اور سابق الایمان ہے۔ اسے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔

(۲۰)

”دن چڑھے جب تک رسولؐ اپرنازل ہوئے حالانکہ لوگ تیزی سے سرگرم سفر تھے۔ کہا کہ تبلیغ امر ولایت کرو یعنی، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو کار رسالت ہی انعام نہ دیا۔ یہ سن کر رسولؐ اور بھی لوگ اتر پڑے۔ کچھ درختوں کے سامنے میں پالان شتر کے نمبر پر صاف و بلند آواز میں فرمایا: ہاں! جس کا میں مولا ہوں اس کا یہ مولا ہے، اچھی طرح سمجھو لو۔ اس جمع میں ایک شخص نے اپنے پاس موجودش قی سے کہا: بد قسمی سے لوگ لغزش اور فتنہ و فساد میں جتنا ہوں گے۔ رسولؐ تو علیٰ کا بازو تھام کر پیغام الہی سنائیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ لوگوں کو رسولؐ پر اعتناء نہیں تھا۔ پھر وہ ہون کیسے ہو گئے؟“

(۲۱)

”میں اپنی تمام دل بیکی پائے وہی پر نچحاور کرتا ہوں، علیٰ کے سوا دوسرے سے عشق نہیں رکھتا۔ رسولؐ نے مجھے ان کی محبت کی طرف دعوت دی اور میں نے قبول کیا ہے۔ میں علیٰ کے دشمنوں کا دشمن اور ان کے دوست کا دوست ہوں۔

غدریم میں رسولؐ نے کھڑے ہو کر بلند آنکھ اعلان فرمایا: ہاں! میری وفات کے بعد یہ علیٰ تمہارا مولا ہے، اس فرمان کو غیر عرب و عرب سب کو سمجھاؤ۔

(۲۲)

”رسولؐ نے غدریم میں دن چڑھے ولایت علیٰ کی سفارش کی، کاش! ان کی وصیت کو مان لیا جاتا۔

رسول نے آواز دی: خدا کے بندو! میری بات سنو! کیا میں تمہارا مولا نہیں؟ سب نے کہا: آپ ہمارے مولا اور ہمارے نعمتوں پر ہم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پھر علیؑ کو بلند کر کے تیز آواز میں فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کے ابو الحسنؑ مولا ہیں، اے خدا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ۔

(۲۳)

محمد نبیر میں کھڑے ہوئے اور بلند و موثر آواز میں عرب و عجم سے جو آپ کا حلقو کئے ہوئے تھے،

فرمایا:

ہاں! جس کا میں مولا ہوں، اس کے یہ علیؑ مولا و سردار ہیں۔

خدا یا! اس کے دشمن کو دشمن اور دوست کو دوست رکھ۔ (۱)

حالات زندگی

نام اسماعیل بن محمد بن یزید بن وداع حمیری۔ لقب سید اور لکنیت ابو ہاشم، ابو عامر۔

ابو الفرج اور دوسرے مورخین نے ان کا نسب یزید بن ربیعہ مفرغ سے ملا یا ہے جنہوں نے زیاد اور اس کے بیٹے کی بھجوکی اور سنی امیہ سے نبی پیغمبرؐ پر اعتراض کیا تھا۔ نتیجے میں عبد اللہ بن زیاد نے انہیں قید کر دیا۔ معاویہ نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ (۲)

مرزا بانی نے ان کو یزید بن وداع کی طرف منسوب کیا ہے، وہ کتاب اخبار الحمیری میں لکھتے ہیں: سید کی ماں خدہ اس سے تھی، سید کے باپ جب اس قبلیے میں قیام پذیر تھے ایک عورت سے جو یزید بن ربیعہ مفرغ کی بیٹی تھی شادی کر لی تھی۔ شاعر مذکور کو کوئی لڑکا نہیں تھا۔ اس سے پوری اعتبار سے سید کی یزید بن مفرغ کی جانب نسبت دینے میں اشتباہ کیا ہے کیونکہ سید اس کے نواسے تھے۔ (۳)

۱۔ اعيان الشيعه (ج ۳ ص ۲۲۰)

۲۔ آنفی ج (۷ ص ۲۲۸)

۳۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۵۱)

مرزا بنی نے مجم شعراء میں سید کے یہ اشعار نقل کئے ہیں:

”میں مرد تمیری ہوں، میرے دادا ”رعین“ اور ماں ”ذویزن“ ہیں۔ میں ابو الحسن ہادی علیہ السلام کی محبت کی وجہ سے قیامت میں نجات کا امیدوار ہوں۔“

ان کی کنیت ابو ہاشم تھی لیکن شیخ الطائف نے ابو عامر لکھی ہے۔ (۱) تھپن ہی سے ان کا لقب سید تھا۔

رجال کشی میں ہے کہ صادق آل محمد نے فرمایا: ”ماں نے تیر انام سید رکھا اور اسی وجہ سے تھوڑہ کو سیادت کی توفیق مل تو سید اشعراء ہے۔“ (۲)

اس سلسلے میں ان کے اشعار بھی ہیں:

”مجھے فخر ہے کہ امام نے مجھ سے ایک بار فرمایا: تیر خاندانی نام سید صحیح ہے، تو سید اشعراء ہے اگر تو خاندان الہمیت کی مدح کرے تو دنیاوی شعراء میں کوئی تیر مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ دولتمندوں کی ستائش کرتے ہیں اور تیری مدح الہمیت مغلصا نہ ہے، پس تھجے مبارک ہو کہ تو حوض کوثر پر رسول خدا سے اس کا صلہ پائے گا۔“

سید کے والدین

آنکنی کے مطابق سید کے والدین ابا ضمیر مذهب (۳) تھے، عبد اللہ بن ابا ضمیر خارجی کے گروہ سے وابستہ تھے، ان کا مکان بصرہ کے غرفہ بن ضمیر میں تھا۔ سید کا بیان ہے کہ اس غرفے میں امیر المؤمنینؑ کو بہت گالیاں دی گئی ہیں۔ جب ان سے پوچھا گیا: تم شیعہ کیسے ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا: اچاک محب پر رحمت خدا منڈ پڑی۔

سید ہی کا بیان ہے کہ جب ان کے والدین کو شیعہ ہونے کی خبر ہوئی تو انہیں قتل کرنے کا تھیر کر لیا۔

۱- رجال کشی متفہ ۱۸۶ (ج ۲۷ ص ۵۰۷-۵۰۸) نومبر ۱۹۷۸ء (ص ۱۳۸)

۲- رجال کشی متفہ ۱۸۶ (ج ۲۷ ص ۵۰۷-۵۰۸) نومبر ۱۹۷۸ء (ص ۱۳۸)

۳- ابا ضمیر خارج کا وہ فرقہ ہے جو عبد اللہ بن ابا ضمیر کی ہجرتی کرتا ہے، انہوں نے مردان بن محمد کے زمانے میں خرون کیا تھا، وہ اپنے مخالفین کو کافر کہتے تھے۔ انہوں نے حضرت علیؑ پر بھی کافر کافتوی دیا تھا۔

وہ بھاگ کر عقبہ ابن مسلم ہنائی کے بیان پہنچ اور تفصیل بتائی، عقبہ نے سید کو گھر میں پناہ دی۔ سید وہیں رہے جب ان کے والدین مر گئے تو اپنے گھر گئے۔ (۱) مرزا بانی نے اسماعیل بن ساحر سے روایت کی ہے کہ ایک دن اسماعیل بن ساحر سید کے ساتھ ناشستہ کر رہے تھے، سید نے بیان کیا کہ اس گھر میں امیر المؤمنین کو بڑی گالیاں دی گئی ہیں۔ انہیں ساحر نے پوچھا: کس نے گالیاں دیں؟ جواب دیا: میرے والدین نے، وہ اباضی تھے۔ پوچھا: تم کیسے شیعہ ہو گئے؟ فرمایا: رحمت خداوندی اچانک مجھ پر امند پڑی۔ (۲)

مرزا بانی نے ایک ثقہ روایت خود ان خوار سے کی ہے کہ سید ان کے پاس شکایت لئے آئے کہ اکثر راتوں میں میری ماں مجھے جگا کر کہتی ہے: ذرتی ہوں کہ شیعہ ہونے کی وجہ سے تو وزخ میں جائے گا۔ کیونکہ تو اہل ہبہ کا دوستدار ہے، ان سے نہ دنیا طے گی نہ آخرت۔ میری زندگی اجیرن ہو گئی ہے، اب کبھی اس کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ ایک قصیدہ بھی اس سلسلے میں ہے۔ (۳)

"میں اس خاندان (اہل بیت) سے وابستہ ہوں جن کی ولایت مؤمنین کے لئے ناگریز ہے۔ میرے بھائی اور میری ماں مجھے سرزنش کرتے رہتے ہیں، مجھے گمراہی کا طعنہ دیتے ہیں۔ اگرچہ عروتوں کی اخلاقی آفت سرزنش ہی ہے، وہ کہتی ہے کہ تو اپنے خاندان اور مسامیوں سے جدا ہو گیا ہے، لوگ تھے سے اچھوت کی طرح پر ہیز کرتے ہیں، تم ان کے دین میں عیب نکالتے ہو اور وہ تمہارے دین میں اس سے زیادہ عیب نکلتے ہیں اور تمہیں سرزنش کرتے ہیں۔ میں نے کہا: مجھے چھوڑو، خاتمہ خدا کے حاجیوں کی قسم! خانوادہ اہلبیت کے سوا دوسرے کی ستائش میں نہیں کر سکتا۔ مجھے ہب آں محمدؐ سے روکتی ہے جبکہ وہ تقریب خدا کا ذریعہ ہیں اور ان کی محبت نماز کی طرح ہے اور آں محمدؐ کی محبت نماز کے بعد لا زی ترین چیز ہے۔

مرزا بانی (۲) کا کہتا ہے کہ مجھ سے محمد بن عبد اللہ بصری نے بیان کیا، انہوں نے محمد بن زکریا علانی

۱۔ الاغانی، ج رے، ج ۲۲۰ (ج ۲۲۹ ص ۲۲۹)

۲۔ اخبار السید الحبیری (ص ۱۵۲)

۳۔ اخبار السید الحبیری (ص ۱۵۲)

۴۔ اخبار السید الحبیری (ص ۱۵۲)

سے اور انہوں نے عبایہ بنت سید سے روایت کی ہے، عبایہ نے کہا کہ میرے والد نے میان کیا کہ بچپن میں والدین سے علیٰ کی نعمت سن کر میں گھر سے نکل پڑا اور مسجد میں رہنے لگا۔ دن دن بھر بھوکار ہتا، جب بھوک پیاس پر بیان کرتی تو مجبوراً گھر آ کر کھانا کھالیتا۔ جب کچھ بڑا ہوا اور کچھ بوجھ آئی اور شاعری شروع کی تو اپنے والدین سے کہا: آپ کے حقوق میرے اوپر ہیں، ان حقوق کے مقابلے میں میری حاضری ناجائز ہے، آپ علیٰ کو گالیاں نہ دیجئے مجھے اس سے دکھ ہوتا ہے، مجھے عاق ہونا پسند نہیں۔ وہ اپنی گمراہی پر مجھے رہے تو چلا آیا اور یہ اشعار لکھیجیے:

”اے محمد! خالق الاصلاح سے ڈردا اور اپنی جاہی و بر بادی دین کے صلاح سے آراستہ کرو کیا تم
برادر رسول خدا اور وحی رسول کو گالیاں دیتے ہو اور پھر اپنی نجات کی امید بھی رکھتے ہو.....؟ (یہ قصیدہ
گزر چکا ہے)۔

جب والدین نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا، تو امیر عقبہ بن مسلم کے پاس بھاگ آیا، اس نے پناہ دی اور ایک گردے کر میرا گزار میعنی کر دیا۔

مرزا بانی لکھتے ہیں: سید حیری نے ساتھا کہ نماز صحیح کے بعد ان کے والدین علیٰ کو گالیاں دیتے ہیں تو یہ اشعار کہے:

”میرے والدین پر خدا العنت کرے اور انہیں جہنم میں ڈال دے۔ ان کا معمول ہے کہ نماز صحیح
کے بعد باب شہر علم علیٰ کو گالیاں دیتے ہیں، وہ نیک ترین اور بہترین انسان پر لعنت سمجھتے ہیں، جب سے
انہوں نے ان الیں بیٹ سے نفرت شروع کی جو بھائے کائنات کے ذمہ دار اور عادل ترین انسان ہیں،
اسی وقت وہ کافر ہو گئے تھے۔ محمد و آل محمد پر صلوٰت ہو۔“ (۱)

عظمت سید اور ان کے تذکرہ نگار

احترام و محبت اہلیت شیعوں کی علامت ہے کیونکہ خدا اور رسول نے ان کو محترم قرار دیا ہے۔

۱- فوات الوفیات ابن شاکر، ج ۱، ص ۱۹ (ج اص ۱۸۸۷ء) پر بھی یہ روایت موجود ہے۔

چنانچہ شیعہ دیکھتے ہیں کہ اہلیت کرام نے سید کی بڑی تعظیم و توقیر کی ہے، انہیں مقرب بارگاہ قرار دیا، کیونکہ سید نے نشر فضائل آل محمدؐ میں سعی کی اور نعمہ محدث کے ذہر لگادیے۔ اگر انہیں مدح اہلیت کا دنیادی صلوات تو رد کر دیتے تھے کیونکہ وہ صرف ادائے اجر رسالت اور آل محمدؐ سے وابستگی کی غرض سے شعر کرتے تھے، چنانچہ وہ اپنے والدین سے بھی لڑ گئے۔ یہ باقی مجاہے خود مجزہ ہیں، اسی وجہ سے شیعہ اس دن سے آج تک سید کا احترام کرتے ہیں۔

ابن عبدربہ کہتے ہیں کہ سید ممتاز ترین شیعہ تھے۔ ان کے لئے بطور اظہار عظمت مسجد کوفہ میں مخصوص منصب چھائی جاتی تھی۔ شیخ الطائف طوی نے جعفر بن عفان طائی کا بیان نقل کیا ہے کہ آپ ممتاز ترین شیعہ ہیں اور میں آپ کا حاشیہ برداران سے وابستہ بہت سے واقعات مثلاً حدیث انقلاب شراب و شیر، داستان قبر، گویاں سید کی بازیابی وغیرہ کرامتیں ان کی عظمت کا ثبوت ہیں۔ امام ان سے شعر سننے کی فرمائش کرتے۔ (۱)

ابوالقرن لکھتے ہیں کہ دربان امام نے کہا کہ سید اذن باریابی چاہتے ہیں، امام نے اجازت دی اور گھر پر مhydrat کو بلالیا پھر شعر سننے کی فرمائش کی۔ وہ پڑھنے لگے۔ قبر حسین پر جا کر ان پا کیزہ استخوانوں سے کہو... (۲)

راوی کا بیان ہے کہ امام بہت روئے گھر سے صدائے گریہ سنائی دے رہی تھی۔ امام نے فرمایا: سید بس کرو۔ سید رک گئے۔ (۳)

کچھ سچے خواب بھی ہیں جس سے سید کے تقرب بررسالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ابوالقرن نے ابراہیم بن ہاشم عبدی کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول گو خواب میں دیکھا کہ سید اپنا قصیدہ ”اجدہ باکی فاطمہ البکور“ سنارہ تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے اس خواب کو طوں کے ایک آدمی سے سنایا، میں نے کہا کہ مجھے اس میں مشک تھا۔ کل رات خواب دیکھا کہ ایک شخص خدمت رسالت میں یہی قصیدہ سنارہ تھے۔

۱۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۸۹ (ج ۲۳ ص ۱۰۲)

۲۔ ثواب الاعمال ص ۸۳

۳۔ الاغانی، ج ۷، ص ۲۶۰ (ج ۷ ص ۲۲۰)

میں خواب سے بیدار ہوا اور محبت علی دل میں رانخ ہو گئی۔ (۱)
یہ خواب سید حمیری کی کرامت، بلندی مرتبہ، حسن عقیدت، خلوص نیت اور نہب کی پاکیزگی کا
ثبوت ہے۔

سید حمیری کی عظمت کے پیش نظر کچھ دانشوروں نے ان کے حالات پر مستقل کتابیں تالیف کی
ہیں۔ جن میں چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ ابو احمد عبد المهر رحلودی

۲۔ شیخ صالح بن محمد صراحتی

۳۔ ابو بکر محمد بن سعید

۴۔ ابو بیضی احمد بن ابراہیم بصری

۵۔ ابو عبد اللہ احمد بن عبد الواحد بن عبدون

۶۔ ابو عبد اللہ محمد بن عمران مرزا بنی

۷۔ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن عیاش جو هری

۸۔ اسحاق بن محمد بن احمد بن ابان خنجری

۹۔ فرانسی مستشرق، بر بیرونی فیوار۔ (۲)

ادبی و شعری عظمت

سید عرب کے تین ممتاز ترین شعراء میں ایک تھے جنہیں جامی عہد اور اسلامی دور میں منتخب شمار کیا
گیا ہے۔ وہ تین یہ ہیں: سید، بشار، ابوالغماہیہ۔ ابوالفرج کہتے ہیں کہ میں نے ان تین شعراء سے زیادہ
مکمل ترین شاعر نہیں دیکھے۔ مرزا بنی کہتے ہیں سید سے زیادہ جدید اور کثیر الشعر میں نہیں جانتا۔

۱۔ ابوالفرج کی الآلغانی، حجر، ص ۲۲۶ (ج ۱ ص ۲۲۶)

۲۔ نہرست نجاشی صفحہ ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۴۱۰، ۴۴۱۱، ۴۴۱۲، ۴۴۱۳، ۴۴۱۴، ۴۴۱۵، ۴۴۱۶، ۴۴۱۷، ۴۴۱۸، ۴۴۱۹، ۴۴۱۰۰، ۴۴۱۰۱، ۴۴۱۰۲، ۴۴۱۰۳، ۴۴۱۰۴، ۴۴۱۰۵، ۴۴۱۰۶، ۴۴۱۰۷، ۴۴۱۰۸، ۴۴۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۲، ۴۴۱۰۱۳، ۴۴۱۰۱۴، ۴۴۱۰۱۵، ۴۴۱۰۱۶، ۴۴۱۰۱۷، ۴۴۱۰۱۸، ۴۴۱۰۱۹، ۴۴۱۰۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۰۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۳، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۴، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۵، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۶، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۷، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۸، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۹، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۱، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۱۲، ۴۴۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱۰۱

عبداللہ بن اسحاق ہاشمی کہتے ہیں: میں نے سید کے دو ہزار قصیدے جمع کئے میرا خیال تھا کہ اب سید کا کوئی کلام باقی نہیں رہ گیا لیکن ایک شخص کو سید کے اشعار پڑھتے دیکھا، اسے بھی جمع کر لیا، پھر یہی واقعہ پیش آیا۔ آخر تجھ آکر جمع کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ ابو عبیدہ سے پوچھا گیا: سب سے پر گوشاعر کون ہے؟ بولا: سید و بشار۔ حسین بن ضحاک کہتے ہیں کہ سید کے انتقال کے بعد مروان بن الی خود سے بحث چھڑ گئی۔ مجھے سید و بشار کے سب سے زیادہ اشعار یاد تھے۔ فانم، دراق کا بیان ہے عمر و بن نعیم کے یہاں ارباب فہم کے مجھ میں سید کے اشعار میں نے نہیں: ”القرف رسمًا بالثوابين قد و نور“۔ کیا تو یہیں کے خرابوں کو پہچانتے ہو؟

وہ لوگ بے تحاشا داد دیتے رہے، جعفر سنتے رہے، پوچھا: کس کے اشعار ہیں؟ میں نے کہا: سید حمیری کے۔ سب نے کہا: وہ بہترین شاعر بلکہ شاعر اعظم ہے۔ زبرین بن بکار کے بچانے کہا: اگر سید حمیری کا یہ قصیدہ منبر پر پڑھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اس کے تمام اشعار میں کوئی حرج نہیں۔ ” بلاشبہ آیت تلمیز جس دن نازل ہوئی۔ وہ عظیم دن تھا خدا نے اہل کساء کو اس فضیلت سے مخصوص فرمایا“۔

حسین بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک دیہاتی جریر کو بہترین شاعر مانتا تھا۔ اس نے جریر کے اچھے اشعار نہیں۔ میں نے اس موضوع پر سید کے اشعار نہیں۔ وہ بولا: کس کے اشعار ہیں؟ واللہ یہ تو میرے شاعر سے بہت اچھا ہے۔ (۱)

اسحاق بن محمد نے عقی سے سنا کہ اس دور میں سب سے اچھا شاعر سید ہے، اس نے اصرار کر کے قصیدہ لامیہ سنا: ” هل عند من احبيت تنويل “۔ اس میں وہ کہتا ہے: ” اقسم بالله و آلانہ “ (ترجمہ گزر چکا)۔

عقی نے سن کر کہا: واه ماشاء اللہ! یہ شعروں کو یہجان میں لانے والا ہے۔ (۲)

۱۔ الاغانی، ج ۷، ص ۲۲۹ (ج ۷، ص ۲۵۸، ۲۵۹)

۲۔ الاغانی، ج ۷، ص ۲۳۷ (ج ۷، ص ۲۶۷)

ان تمام باتوں سے قبل خود صادق آل محمد کا تعریفی نقرہ کرتے سید اشعراء ہے، ان کے لئے مدح الہیت بیت، نفسانیت اور لطافت کی سند ہے اور ہماری تعریف سے باہر۔ فبلخی نے انہیں امام ششم و هفتم کا شاعر کہا ہے۔

خاصان خدا کی بھرپور مدح

سید بلند ہمت اور اعلام کلمۃ الحق کے حریص تھے۔ وہ اپنی تمام ترتوانا نیاں مدح الہیت میں صرف کرنے، ایمان کی تقویت کے لئے فدا کاری و جانبازی میں فرد فرید تھے، وہ خاصان خدا کی مدح کر کے مردہ دلوں کو زندہ کرتے رہے اور دشمنان آل محمد کی تتفیص میں سرآمد شعراہ تھے۔ انہیں کا شعر ہے:

”اے رب ایں مدح علیٰ صرف تیری خوشنودی کے لئے کرتا ہوں پھر مجھ پر حم فرما۔“ (۱)

اس کی شعری صداقت کے سلسلے میں خود اس کا خواب ہی اہم ثبوت ہے۔

ابوالفرج اور مرزبانی خود سید سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے خواب میں رسولؐ کو ایک دیران باغ میں دیکھا۔ جہاں صرف ایک بلند درخت تھا۔ کافوری زمین میں کہیں درختوں کا نام دنشان نہ تھا۔ رسولؐ نے سید سے فرمایا: جانتے ہو یہ کس کا ہے۔ میں نے عرض کیا: نہیں، اے خدا کے رسولؐ! آپ نے فرمایا: یہ امراء القیس بن حجر کا درخت ہے۔ اس کو اکھاڑ کر اپنے یہاں لگاؤ اور خوب سینپھو۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر میں ابن سیریس کے پاس آیا اور تعبیر پوچھی۔ اس نے کہا: کیا تم شعر کتے ہو؟ کہا: نہیں۔ بولا: بہت جلد تم اشعار کہو گے، لیکن وہ اشعار صرف مدح الہیت میں ہوں گے۔ سید بیہضہ ہی مدح الہیت اور نذرت دشمنان آل محمد میں سرگرم رہے۔ موصی نے ان کے لئے ۲۳۰۰ روا اشعار جمع کئے اور خیال کیا کہ سب مرتب ہو گئے۔ اسی طرح اشعار ملتے رہے اور تھک آ کر جمع کرنا چھوڑ دیا۔ (۲)

سید نے اعمش سلیمان بن مہران سے فضائل علیٰ سنے اور باہر آ کر انہیں نظم کرڈا۔ ایک دن سید

۱۔ سورہ الاصمار (۲۹۳)

۲۔ الاغانی، ج ۷، ج ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۵۶ (ج ۷، ج ۲۵۶)

امراء کوفہ کے پاس گھوڑے پر سوار خلعت زیبا پہنے کناسہ کوفہ میں آئے اور بولے: کوفہ والو! اگر کوئی امکی فضیلت ہے میں نے نظم نہ کیا ہو سناؤ تو یہ خلعت و سواری تمہیں دیوں گا۔ لوگ فضائل سناتے رہے اور یہ شعر سناتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے روایت بیان کی کہ ایک دن امیر المؤمنین لباس زیب تن فرمائے تھے، نعلین پہننا چاہتے تھے کہ اچاک عقاب نے نعلین اٹھا کر جھٹک دیا اس میں سے سیاہ سانپ نکلا اور سوراخ میں گھس گیا۔ اس وقت علی نے نعلین پہن۔

سید نے اس پر شعر نہیں کہا تھا۔ پھر ذرا سوچ کر یہ اشعار سنائے۔

”الا ياقوم للعجب العجائب“ اے قوم! کس قدر حرمت انگیز ہے، حسین کے باپ علی کے نعلین کا واقعہ۔ (اس میں نیس تین ادا اشعار ہیں)۔ (۱)

سید حمیری نے تمام خلعت و سواری اس شخص کے حوالے کر دی اور کہا: بھی! میں نے اس سلسلے میں شعر نہیں کہا تھا۔

ابوالفرج نے سلسلہ سند کے ساتھ نقل کرتے ہوئے سانپ اور نعلین کا واقعہ لکھا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اس قسم کا واقعہ رسول نہ آسے بھی منسوب ہے۔

ابن معتر طبقات میں کہتے ہیں: سید احادیث و اخبار کو نظم کرنے میں استاد تھے۔ تمام فضائل علی کو نظم کرڈا۔ ذکر علی سے خالی مغلولوں کو دریا اور ذکر علی سے بھر پوری اس کو زندہ کر دیتے تھے۔ (۲)

حسن بن علی بن حرب کی روایت ہے کہ میں ابو عمر و اور ابو العلاء کے پاس بیٹھا ہوا سید کے متعلق گفتگو کر رہا تھا، اتنے میں سید آگئے۔ تھوڑی دیر تک کھوروں اور انگوروں کا تذکرہ ہوتا رہا، سید اٹھ کر جانے لگے تو ہم نے کہا: ابوہاشم کہاں چلے؟ جواب دیا: جہاں ذکر آل محمدؐ کے علاوہ کوئی بات ہو وہاں میں نہیں رہتا۔

جہاں رسولؐ اور صی ر رسولؐ کا تذکرہ نہ ہو وہ بزم ہی پلید ہے۔ (۳)

۱۔ الاغانی، ج ۷، ص ۲۵۷ (ج ۷، ص ۲۷۷)؛ اخبار السید (ص ۱۷)

۲۔ طبقات الشرائع، ج ۷، ص ۲۶۶-۲۶۷ (ج ۷، ص ۲۸۶)

۳۔ الاغانی، ج ۷، ص ۲۶۷ (ج ۷، ص ۲۸۶)

رواۃ حفاظ شعر سید

- ۱۔ ابو داؤد سلیمان بن سفیان (متوفی ۲۲۳ھ)۔ (۱)
- ۲۔ اسماعیل بن ساہر۔ (۲)
- ۳۔ ابو عبیدہ عمر بن منی۔ (متوفی ۲۱۰ھ) (۳)
- ۴۔ سدری۔ (۴)
- ۵۔ محمد بن زکریا غلابی (متوفی ۲۹۸ھ)۔ (۵)
- ۶۔ جعفر بن سلیمان خشی بصری (متوفی ۲۱۸ھ)۔ (۶)
- ۷۔ یزید بن محمد بن عمر بن مذعور تیمی۔ (۷)
- ۸۔ فضیل بن زیر رسان کوفی
- ۹۔ حسین بن ضحاک۔ (۸)
- ۱۰۔ حسین بن ثابت
- ۱۱۔ سید حمیری کی بیٹی عباسہ وہ سید کے اشعار کی تصحیح کرتی تھیں۔ دو بیٹیاں اور تھیں جنہیں سید کے دو سو سے زیادہ قصیدے یاد تھے۔ سدری کہتے ہیں کہ سید کی چار بیٹیاں تھیں جنہیں چار چار سو قصیدے یاد تھے۔ (۹)

۱۔ الْأَعْنَانِ ح (۲۲۱)؛ رجَالُ كُشِّي ص ۲۰۵ (ج ۲۲۰۸ نمبر ۵۷)

۲۔ الْأَعْنَانِ ح (۲۲۹) (۲۲۹)

۳۔ لسانُ الْمُبِيرِ ان ح اصل ۲۳۷ (ج اصل ۲۸۸ نمبر ۱۳۵۹)؛ الْأَعْنَانِ (ج ۲۵۵) (۲۵۵)

۴۔ طبقات بن مختوم (ص ۳۲)

۵۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۵۶)

۶۔ الْأَعْنَانِ (ج ۲۵۶)؛ لسانُ الْمُبِيرِ ان ح اصل ۲۳۷ (ج اصل ۲۸۸ نمبر ۱۳۵۹)

۷۔ الْأَعْنَانِ (ج ۲۹۲)؛ اخبارُ السید (ص ۱۵۶)

۸۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۵۲)

۹۔ طبقات ابن مختوم (ص ۳۶)

- ۱۲۔ عبد اللہ ابن اسحاق ہاشمی۔ (۱)
 ۱۳۔ موصیٰ کے پچھا۔ (۲)
 ۱۴۔ حافظ ابو الحسن دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ)۔ (۳)

سید کامنڈ ہب

سید حمیری عرصے تک کیسانی رہے۔ (۲) وہ محمد بن حنفیہ کی امامت و غیبت کے قائل رہے اس سلسلے میں ان کے اشعار بھی ہیں۔ پھر امام جعفر صادقؑ کی برکت سے حق سعادت نصیب ہوئی، منصور کے محل اور کوفہ میں نزول اجلال یا حج کے موقع پر امامؑ کی ملاقات سے تمام کیسانیت رفع و فتح ہو گئی۔

عبد اللہ ابن معتز، شیخ صدقۃ، حافظ مرزا بانی، شیخ مفسید، کشی، مروی، ارٹیلی جیسوں نے ان کے مذہب کی نشاندہی کی ہے جبکہ ان میں سے کسی ایک کی گواہی کافی تھی۔ ان کے نصوص یہ ہیں۔ ابن معتز کہتے ہیں: سید پہلے کیسانی تھے محمد حنفیہ کی رجعت کے قائل تھے۔ (۵) ان کے مشہور قصیدے کا شعر ہے:

حتیٰ متی و الی متی المدى بابن الوصی و انت حی ترزو
 امام جعفر صادق علیہ السلام سے مکہ میں ملاقات کے دوران امام نے تمام شبہات دور کئے اور وہ اپنے عقیدے میں ثابت و استوار ہوئے۔ اس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

- ۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۵۳) (ج ۷ ص ۲۵۶)
 ۲۔ الآغاٰنی (ج ۷ ص ۲۹۶) (ج ۲۰۰ ص ۲۰۰)؛ تاریخ بغداد (ج ۲۵ ص ۲۵)؛ تذکرۃ الحفاظ (ج ۳ ص ۲۰۰) (ج ۲۳ ص ۹۹) (نمبر ۹۹۵)
 ۳۔ وفيات الاعیان (ج ۳ ص ۲۹۶) (نمبر ۳۳۲)؛ تاریخ بغداد (ج ۲۵ ص ۲۵)؛ تذکرۃ الحفاظ (ج ۳ ص ۲۰۰) (ج ۲۳ ص ۹۹) (نمبر ۹۹۵)
 ۴۔ مختار بن ابی عبید کے پیروکار کیسانیت کہتے ہیں، اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مختار کا لقب کیمان تھا جیسا کہ شیخ نے اپنی رجال ص ۸۲ (ج ۲۳ ص ۲۰۰) پر تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے انہیں کہا: یا کیس یا کیس۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کیمان ان کے پولیس افسر کا نام تھا، جس کی کیفیت ابو عمرہ تھی جیسا کہ شیخ اپنی رجال (ج ۳ ص ۲۳۲) (ج ۲۰۰) (نمبر ۳۳۲) میں اور انہیں حرم نے الفصل (ج ۳ ص ۹۲) میں لکھا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ کیمان، امیر المؤمنین کے غلام تھے جنہوں نے انتقام خون حسین کے لئے مختار کو ابھارا تھا کشی کے بقول یہاں کے رازدار اور مشیر تھے۔

- ۵۔ طبقات اشراء، ج ۷ (ص ۳۳) (ج ۷ ص ۲۳)

تجعفرت باسم الله و الله اکبر
و ایقنت ان الله يعفو و يغفر
و يثبت مهما شاء ربی بامرہ
يمحو و يقضی فی الامور و يقدر
شیخ صدوق فرماتے ہیں:

سید عقیدہ غیبت میں گراہ تھے۔ محمد حنفی کی غیبت کے قائل تھے۔ صادق آل محمد سے ملاقات کر کے علامات امام پوچھی۔ امام نے فرمایا: غیبت حق ہے لیکن وہ بارہویں امام کے لئے مخصوص ہے۔ محمد حنفی تو مر گئے۔ میرے والد امام چخمن کے دفن میں موجود تھے۔ سید نے یہ کرانے پنے مذہب سے توبہ کی۔ وہ محمد حنفی کے معاملے میں غلوکرتے تھے، غیبت کے قائل تھے۔ عرصے تک یوں ہی گراہ رہے پھر خدا نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ذریعے احسان فرمایا اور جہنم سے نجات دی۔ میں نے ان میں امامت کی نشانیاں دیکھ کر سمجھ لیا کہ امام برحق وہی ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا: فرزند رسول اغیثت کی احادیث کس کے لئے ہیں؟ امام نے فرمایا: میرے چھٹے فرزند اور تمہارے بارہویں امام کے لئے، بخدا اور ضرور ظہور کریں گے اور دنیا کو عدل و داد سے بھر دیں گے۔ انہوں نے امام صادق سے من کرتوبہ کی اور ایک طویل قصیدہ جس کا مصرع ہے:

”ولما رأيت الناس في الدين قد غروا“ کہا۔ پھر دوسرا قصیدہ ”ایسا را کبا نحو المد
نية جسرة“ کہا۔ (۱)

مرزاپی کہتے ہیں سید بلاشبہ کیسانی تھے ان کا عقیدہ تھا کہ محمد حنفیہ قائم مہبدی ہیں اور وہ حال
رضوی میں کہیں قیام پذیر ہیں۔ (۲) اس سلسلے میں الشعار بھی ہیں:

يَا شَعْبَ رَضْوَى مَا لَمْنَ بَكْ لَايْرِي وَبَنَا إِلَيْهِ مِن الصَّابَةِ اولَقِ
حَتَّى مَتَى وَالى متى وَ كَمِ الْمَدِي بَابِنَ وَالوَصِيِّ وَ انتَ حَى تَرْزُقَ
اَن لَامِلَ اَن اَرَاكَ وَ اِنْسَنِي مِنْ اَن اَمُوتَ وَ لَا اَرَاكَ لَا فرقَ

۱۔ کمال الدین ص (۲۰) (ص ۳۳)

۲۔ اخبار سید حسیری ص ۱۶۳

جب مذہب حق اختیار کیا تو کہا:

تجعفرت باسم الله و الله اکبر و ایقنت ان الله یعفو و یغفر
جو سمجھتا ہے کہ سید کیسانی تھے وہ جھوٹا اور ان پر طعن کرتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں
دعادی ہے اور ان کی تعریف کی ہے۔ امام سے کہا گیا وہ شراب پیتا ہے۔ امام نے فرمایا: اگر سید کا ایک
قدم پھسلتا ہے تو دوسرا جم جاتا ہے۔

عبد بن صہیب کی حدیث ہے امام نے دعا دی۔ کہا گیا: آپ اسے دعا دے رہے ہیں حالانکہ وہ
شراب پیتا ہے۔ عمر والیہ علیہ السلام دیتا ہے، رجعت کا قائل ہے۔
فرمایا: میرے والد (امام محمد باقر) حضرت علی بن الحسین سے روایت کرتے ہیں کہ وہ متدار
الہمیت نہیں مرتے مگر یہ کہ توبہ کئے ہوئے۔ پھر راحمایا اور مصلی سے سید کا توبہ نامہ دکھایا۔ (آن غافل
میں بھی سیکی بات تھوڑے الفاظ کے اختلاف سے موجود ہے) (۱)۔
جس میں یہ شعر تھا:

یاراکبا نحو المدینہ حسرة غدا فرة یبطوی بها كل سب
”اے وہ جو بزرگ اور سخت کوش اونٹ پر سوار ہو کر بیابان سے گزر رہا ہے۔“

خلف الحادی سے روایت ہے: اہواز سے کچھ تھنے آئے تھے۔ ان کی تہنیت کے لئے میں حاضر
ہوا۔ فرمایا: بلاشہہ ابا حمیر (۲) میرے راہنمائیں، انہوں نے مجھے حقیقی مذہب عطا کیا۔ وہ مجھے ہیش
سر زنش کرتے رہے اور آرزو رکھتے تھے کہ ان کا مذہب اختیار کرلوں میں نے انہیں لکھا کہ میں آپ کا
مذہب اختیار کرتا ہوں اور شعر ”یاراکبا“ لکھ بھیجا۔ ایک دن فرمایا: اگر مذہب امامیہ اختیار کر لیا ہے تو کچھ
اشعار کہو، میں نے یہ شعر پڑھے:

عجبت لکر صروف الزمان

.....

۱۔ الاغانی، ج ۷، بی، ۱۷۷ (ج ۷، ص ۲۹۷)

۲۔ ابوحییر، عبد اللہ بن نجاشی اسدی، منصور کی طرف سے اہواز کے گور زندہ۔

آپ نے سجدہ شکر کیا اور کہا: "الحمد لله الذي لم يذهب حبي لک باطلا" خدا کا شکر
کہ میری دوستی تیرے بارے میں باطل نہیں تھی۔ پھر یہ انعام جسے دیکھتے ہو مرحمت فرمایا۔
خلف الحادی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے ان سے "عجبت لکر صروف الزمان" "شروع کام مطلب پوچھا:

"مجھے حیرت ہے انقلاب زمانہ اور معاملہ ابو خالد پر۔ علی بن الحسین نے جواب پنے بچا محمد حنفیہ کی
امامت کی تردید کی۔ مجرم اسود نے واضح گواہی دی جس طرح قرآن گواہی دیتا ہے کہ علی میرے امام ہیں۔
پس میں نے ادھرا دھر کی بات سے ہاتھ اٹھایا۔"

انہوں نے کہا: صادق آل محمد نے بیان فرمایا کہ ابو خالد کا بیٹی محمد حنفیہ کی امامت کے قائل تھے۔
وہ کابل سے مدینہ آئے اور سننا کہ محمد حنفیہ حضرت علی ابن الحسین کو "اے سردار" کہہ کے خطاب
کرتے ہیں۔ پوچھا:

آپ انہیں سردار کہتے ہیں حالانکہ وہ آپ کو سردار نہیں کہتے۔ جواب دیا کہ وہ مجھے مجرم اسود کے پاس
لے گئے اور گواہی مانگی۔ میں نے مجرم اسود کی گواہی سنی کہ اے محمد! امامت کو علی ابن الحسین کے حوالے کر دو
کیونکہ وہ اس کے سزاوار تر ہیں۔

مرزا بانی نے سید کے عقیدے پر مشتمل یہ اشعار بھی لکھے ہیں:
میں امامت کے متعلق صحیح عقیدہ حاصل کر کے سلامتی پا گیا۔ میں جعفری ہو گیا۔ خدا نے محبت دور کی
۔ میں نے کہا: حسین کے بعد علی ابن الحسین امام ہیں وہ ستوں اسلام ہیں۔ مجھ پر خدا نے حقیقت ظاہر کی۔
اب خدا سے انعام تک باقی رہنے کا امیدوار ہوں تاکہ قیامت کی نخیلوں کے دن اسی عقیدے کے ساتھ
ملاقات کروں۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ایک کیسانی شاعر ابو ہاشم اسماعیل حمیری تھے کیمانیہ مذہب پران کے اشعار
بہت ہیں:

الا حسی مقیم شعب رضوی و اہد لہ بمنزلہ السلایا

لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام کی وضاحت حق کے بعد مذہب امامیہ اختیار کیا اور ان کی امامت کے قائل ہو گئے (۱) اور کہا:

تجعفرت باسم الله والله اكبر

سہی بات اپنی کتاب الارشاد میں بھی لکھتے ہیں۔ (۲)

مناقب ابن شہر آشوب میں داؤ درقی سے روایت ہے کہ سید حیری کو معلوم ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے انہیں کافر کہا ہے۔ انہوں نے آکر پوچھا: سیدی! آپ نے مجھے کافر کہا ہے؟ حالانکہ میں آپ سے والہامِ محبت اور آپ کے دشمنوں سے بہت نافرست کرتا ہوں۔ فرمایا: کیا فائدہ چونکہ تم اپنے امام زمانہ کو نہیں پہچانتے اس لئے کافر ہو۔ پھر ان کا ہاتھ پڑا اور کمرے میں لے گئے۔ ایک قبر تھی جس پر دو رکعت نماز پڑھ کر ہاتھ مارا۔ قبر ٹھکانہ ہوئی ایک ٹھنڈا امام نے پوچھا: تم کون ہو؟ کہا: میں محمد حنفیہ ہوں۔ پوچھا: میں کون ہوں؟ کہا: آپ جیہے زمان امام وقت جعفر بن محمد ہیں۔ اس کے بعد سید باہر آئے اور لغہ سرا تھے: "تجعفرت باسم الله فيمن تجعفر"۔ (۳)

اخبار سید میں ہے کہ سید سے مومن طاق کا مناظرِ محمد حنفیہ کے ہارے میں ہوا مومن طاق غالب آگے تو یہ اشعار کہے: ترکت ابن خولہ لاعن قلی "میں نے پسر خولہ (محمد حنفیہ) کو چھوڑ دیا بغیر کسی کہنے و عناد کے۔ کیونکہ میں ان کے خانوادہ کا دوستدار اور غیبتوں کے محافظ صادق آل محمد کا شیخ ہوں۔ کیونکہ وہ ہاشمی نسب اور خداۓ رازق کے نور ہیں۔ ان کے واسطے سے تمام مخلوقات دولت مند ہوتی ہے اور بولنے والوں کو طاقت کلام ملتی ہے۔ میں نے ان کا دین اختیار کر لیا کیونکہ ایسا نادان نہیں ہوں جو ہدایت واضح ہونے کے بعد حیر و ایجاد میں کو مانے (شیخین کی طرف اشارہ ہے)"۔

طاق نے کہا: شاباش! اب ہدایت و بلوغ سے سرفراز ہوئے خروجت سے بہرہ مند ہوئے۔

امام جعفر صادق کے متعلق ان کے چودہ اشعار اور بھی ہیں:

۱۔ فصول عقارہ م ۹۳ (ص ۲۲۳)

۲۔مناقب ج ۲، م ۳۲۲، ج ۳۲۳ (ج ۳ ص ۲۲۶)

۳۔ الارشاد (ج ۲ ص ۲۰۶)

”میں ابو عبد اللہ کی مدح کرتا ہوں۔ وہ جوان مرد، سبط محمد، ریسمان حکم ہیں۔ ان کے جلال سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔ سخاوت کے درمیان، خلوقات کے خالی پیالے بھرنے والے اتحاد سمندر، بندے ان کے ہاتھ سے جام لیتے ہیں اور تمام شہر یہ راب ہوتے ہیں۔ دست راست ابر باراں کی طرح ہے۔ زمین ان کی میراث اور لوگ عام طور سے ان کے عیال ہیں۔ اے محترم جنت خدا، زعیم اللہ، وصی مصلحتی کے فرزند، کمال محمد کے آئینہ دار، آپ بنت رسول کے فرزند اور حق کا نمونہ ہیں۔ آپ اسی نور کی ضیا اور اسی روحا نیت کا جلال ہیں، بعد مرگ نجات اور گمراہی کے بعد پدایت آپ کے اختیار میں ہے۔ میری تعریف آپ کے فضائل کا دسوال حصہ بھی نہیں بن سکتی۔“

ارٹی لکھتے ہیں کہ سید حمیری کی سانی مسلک تھے جو رجعت محمد حفیظ کے قائل تھے۔ جب صادق آل محمد کی معرفت ہوئی تو مذہب امامیہ اختیار کیا۔ اس مسلمے میں مشہور اشعار ہیں۔ ان کے مذہب حقد کے یہ اشعار واضح ثبوت ہیں:

”رسول و آل رسول پر سلام۔ جب تک کبوتروں کی آواز گوچی رہے۔ کیا وہ آسمان کے ستارے اور عزت جاوید کی علامت نہیں ہیں؟ اے سرگشته گمراہی! امیر المؤمنین امام ہیں۔ رسول خدا نے پروز غدرِ خشم لوگوں کے سامنے ان کی امامت کا اعلان کیا، دوسرے امام حسن ہیں مشاعر و کعبہ کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ تیرے امام حسن جو بلاشبہ تاریکیوں میں اجا لے ہیں۔ چوتھے علی ہیں سب بقاۓ دین و دنیا۔ پانچوں میں محمد جن سے خدار ارضی بلند مرتبہ ہیں۔ (۱)

چھٹے وہ امام ہیں جو آسمان ہدایت کے پدر تمام ہیں، ساتویں موئی ہیں عظیم افراد بھی جن سے قریب ہونے کی تاب نہیں رکھ سکتے۔ آٹھویں امام علی ہیں جن کی قبر طوس میں ہوگی، پارش رحمت الہی ہیں۔ محمد زکی وہ صاحب شمشیر نویں امام ہیں اور باغی انہیں نظر انداز کریں گے۔ دسویں علی وہ حکم ستوں ہیں کہ کہ ان کے فتدان سے گریہ کناں ہوگا۔ گیارہویں امام حسن ہیں جن کے وجود نور بخش سے کمال کی چوٹیاں ضیابار ہوں گی۔ بارہویں محمد ذکی، قائم آل محمد ہیں جن کی طرف سب پناہ پکڑیں گے۔

سہی ہماری آسانش بہشت کی امید ہیں اور میں خبیث کے زیر سایہ ہوں والسلام۔

سید اور غیر شیعہ

سید اساعیل الہمیت کے دشمنوں کا ذرا بھی احترام نہ کرتے انہیں پوری تو اتنا یوں کے ساتھ وحکا کار دیتے تھے۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔

۱۔ محمد بن سہل حیری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: سید کشتی سے اہواز جا رہے تھے۔ ایک شخص نے ان سے علی کے معاملے میں تفصیلی مناظرہ اور مقابلہ کیا۔ رات ہوئی تو وہ شخص پیشاپ کرنے کے لئے کشتی کے کنارے پہنچا۔ سید نے پانی میں ڈھکیل دیا۔ ناخدا نے شور مچایا۔ یہ شخص ڈوب گیا۔ سید نے کہا: چھوڑ دیجی اسے میری بد دعا لگ گئی ہے۔ (۱)

۲۔ سید اہواز میں تھے۔ زیر کی پوتی کا عقد اساعیل بن عبد اللہ بن عباس سے ہو رہا تھا۔ سید نے ہنگامہ کی آواز سنی۔ پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے شادی کا واقعہ سنایا۔ انہوں نے تم شعر کہہ ڈالے:

”ہمارے سامنے ایک خیر پر قبہ میں دہن گزری۔ وہ زیر کے خاندان کی لڑکی تھی۔ جس نے حرمت کعبہ کو حلال کیا تھا۔ اسے ایک عظیم بادشاہ کے یہاں لوگ لئے جا رہے تھے۔ کبھی دونوں میں میں نہ ہو گا، دُبْن غارت ہو جائے۔“

آگے ایک خرابے میں دہن قضاۓ حاجت کے لئے گئی اور سانپ نے اسے ڈس لیا اور وہ مر گئی۔ سید نے کہا: اسے میری بد دعا لگ گئی۔ (۲)

۳۔ عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ بن اساعیل بن جعفر سے مردی ہے کہ اہل بصرہ طلب باراں کے لئے گھروں سے باہر نکلے۔ سید بھی جبکہ وردہ کے ساتھ عماد پہنے گھر سے نکلے۔ ردا میں پر کھست رہی تھی اور وہ گنگا نہ رہے تھے:

۱۔ الاغانی (ج ۷ ص ۲۷۲)

۲۔ الاغانی (ج ۷ ص ۲۷۰)

”اے بادل ان ناصبوں پر پھر کی بارش کر۔ ایک قطرہ آب بھی نہ برسانا یہ بھی خاندان الہمیت کے دشمن ہیں۔“ (۱)

۷۔ ابو سلیمان ناجی کا بیان ہے کہ ایک دن مصوّر کے ولی عہد، مہدی نے قریش کو انعامات دینے کے لئے دربار سجا یا۔ میں ہاشم سے شروع کیا۔ تھوڑی دیر میں سید نے حاجب کو ایک رقد تھایا کہ اس میں امیر کے لئے صحیح ہے۔

اس میں یہ اشعار تھے:

”محمد نامی اہن غباں سے کہہ دو کہ میں عدنی کو ایک کوڑی بھی نہ دینا اور میں تمیم کو بھی محروم کر دینا۔ یہ دونوں خاندانِ ماضی و مستقبل کے بدترین لوگ ہیں۔ وہ عطا دبخش کا احسان نہیں مانیں گے۔ بد لے میں تمہاری ذمہت کریں گے انہیں امامت پر دکرو گے یا ذمہ داری سونپو گے تو خیانت کریں گے۔ صلوٰہ انعام روک لو، انہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور ظلم و ستم روک رکھا۔ انہوں نے رسول کے پچھا اور فخر مریم دفتر رسول کو میراث سے روک لیا تھا اور ناحق امر خلافت پر قبضہ جمالیا تھا۔ اتنا ہی پاپ کافی ہے۔ جب رسول کا شکر کران نعمت نہ کیا تو دوسرے کا کیا کریں گے، خدا نے محمدؐ کے ذریعہ ان پر منت و احسان کیا اور ان کی ہدایت کی، انہیں خوراک و پوشک عطا فرمائی لیکن انہوں نے وہی رسول کو رنجیدہ کیا اور مقصد اسلام میں زہر گھول دیا۔“

مہدی نے خط پڑھا اور اپنے کاتب ”معاویہ بن سیار“ کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ صلح و انعامات بند کرو۔ اتنے میں سید آگئے۔ مہدی نے ہس کر کہا: میں نے آپ کی بات مان لی اب بھی انعام نہ دوں گا۔ (۲)

۵۔ سوید بن حمدان بن حصین کہتے ہیں کہ میرے پاس سید کی بہت زیادہ آمد و رفت تھی۔ ایک دن میری بزم سے اٹھے ہی تھے کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا: آپ لوگ بادشاہ کے یہاں محترم ہیں۔ اس لئے اس (سید)

۱۔ الآنفل (ج ۷ ص ۲۷۰)

۲۔ الآنفل (ج ۷ ص ۲۶۳)

کے ساتھ نہ رہا تجھے۔ یہ شرابی اور سب صحابہ کا قائل ہے۔ جب یہ خبر سید کوٹی تو سوید کو خط لکھا: اے فرزند حسین! میں نے تم سے حارث ہدافی کی حدیث حوض سنائی تھی۔ اگر تم کو قیامت میں حوض کوثر سے ایک گھونٹ بھی مل گیا تو بڑی نعمت پا گئے۔ میرا گناہ صرف یہ ہے کہ خبر کے بھگوڑے کا تذکرہ کیا۔ اگر میں اس مرد کا تذکرہ کرتا کہ وہ مرحب سے یوں بھاگا جیسے چھتری سے بھاگتا ہے تو تمہارا ذلیل ندیم میری بات پر ناک بھوں چڑھاتا۔ اس نے مجھے رہبر ہدایت، فاروق امت (علیٰ) کی دوستی پر سرزنش کی ہے عقربیب میں اس کی دارٹی چھیل دوں گا کیونکہ وہ مکاری کی گواہی دیتا ہے۔

سوید کہتے ہیں: بخدا اس بھوکے بعد اس مرد کے سمجھی دوست الگ ہو گئے اور سید کے دوست ہو گئے۔ (۱)

۶۔ معاذ بن سعید حمیری کا کہنا ہے کہ سید گواہی دینے کے لئے قاضی سوار کے سامنے آئے۔ سوار نے کہا: تم ہی اساعیل بن محمد حمیری ہو؟ پوچھا: کیوں؟ کہا: تم سب صحابہ کے قائل ہو۔ سید نے کہا: خدا نے مجھے اولیاءِ خدا کی دشمنی سے نجات دیتی ہے اور میرا یہ شعار ہمیشہ رہے گا۔ پھر انپی چگہ سے اٹھ گئے۔ سوار دھڑا: اٹھ جاؤ رافضی۔ تو پچھی گواہی نہیں دے گا۔ باہر آ کر سید نے یہ اشعار پڑھے:

”اے سوار! تیرا باپ رسول کے چھپور کا بیٹا تھا اور تو ابو ججد رکان واسہ ہے اور میں تیرے برخلاف گرا ہوں اور پاپوں سے پیزار ہوں۔“

ایک کاغذ پر لکھ کر سوار کے پاس بھجوادیا۔ سوار یہ پرچلے ہوئے ابو جعفر منصور سے شکایت کرنے بڑے پل پہنچ گیا۔ سید اس سے پہلے پہنچ کر منصور کو قصیدے سنانے لگے:

”اے منصور، اے امین خدا، اے بہترین حکمراں! بلاشبہ سوار بدترین قاضی ہے، وہ عثمانی ہے، جمل کامانے والا اور تمہارا نافرمان ہے۔ اس کے دادا نے رسول کا چھپور جایا تھا اور رسول کو پس دیوار سے مزاجیہ انداز میں بلا تا۔ مجھے اس کے شرے سے بچائیے۔ وہ ہمارے درمیان سرکشوں کی سیرت کا پرچار کر رہا ہے میں نے اس کی بھوکی ہے اور بھوکرنے والا مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے۔“

منصور نے کہا: تو میں نے تمہیں قاضی معین کیا۔ اب جس طرح سوار کی بھوکی ہے اپنی تعریف میں اشعار کہو۔ سید چکنے لگے:

”میں خاندان حمیر سے ہوں۔ جوان مردوں کا شریفوں کا خاندان۔ بخدا! میں کسی خاندان کی ستائش نہیں کرتا صرف بنی ہاشم کی تعریف کرتا ہوں کیونکہ وہ حقی ہیں۔ ان کے احسانات ہم پر ہیں اگرچہ کافران احسانات کا انکار کرتے ہیں۔“

اسے احمد! آپ کی وجہ سے ہم پر رحمتوں کی بارش ہوتی ہے۔

جزءہ، جعفر طیارہ جو بہشت میں پرواز کرتے ہیں۔ یہ ہمارے امام و بادی ہیں۔ انہوں نے گمراہی کی تیرہ فضاوں میں شنگروں اور جباروں کے ماحول میں ہدایت کی۔ ہم نے اسی خاندان سے بصارت و بصیرت پائی۔ یہ علی بن ابی طالب ہیں فاتح خیر، خندق میں عمرو کے قاتل۔“

اس کے علاوہ قاضی سوار اور سید کی نوک جھونک کی دوسری داستانیں بھی ہیں، جو رئیسی کہتا ہے: ہم منصور کے ساتھ بڑے بل پر بیٹھتے تھے۔ وہاں سوار بھی تھا سید نے یہ اشعار سنائے:

”لاشریک خدا نے تمہیں دنیا دین کی حکومت عطا کی ہے تمہاری سلطنت خاقانِ چین، امیرِ ترک اور بادشاہ ہند کا احاطہ کر سکتی ہے۔“

قصیدہ ختم ہوا تو منصور بنسا۔ سوار نے کہا: بخدا! یہ جو کچھ کہہ رہا ہے دل سے نہیں کہہ رہا ہے۔ یہ دوسروں سے دوستی اور آپ سے عداوت رکھتا ہے۔ سید نے کہا: بخدا! یہ جو ٹوٹا ہے۔ میں آپ کی کچی تعریف کر رہا ہوں۔ آپ کی مہربانی دیکھ کر حسد سے جل بھی رہا ہے۔ آپ کی محبت میرے رُگ دریشہ میں ہے اور یہ مردِ جاہلیتِ داہل میں آپ کے خاندان کا دشمن رہا ہے۔ یہ آیت اس کے دادا کے لئے اتری تھی: ﴿أَنَّ الَّذِينَ يَنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْعَجَزَاتِ أَكْفَرُهُمْ لَا يَعْقُلُونَ﴾^(۱) ”بے شک جو لوگ آپ کو جھروں کے بیچھے سے آواز دیتے ہیں ان کی اکثریت کچھ نہیں سمجھتی ہے۔“^(۲) منصور نے کہا:

۱۔ (مجرات) ۲

۲۔ تفسیر خازن، ج ۲، ص ۲۷۱ (ج ۲ ص ۱۶۵)

تم نے تھیک کہا۔ سوارنے پانسہ پھینکا: حضور یہ رجعت کا قاتل ہے، شیخین کو گالیاں دیتا ہے۔ سید نے کہا: ہاں میں مطابق قرآن رجعت کا قاتل ہوں۔ آیت ہے: ﴿و يوْم يَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا كُلُّهُمْ يَكْذِبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يَوْمَ عَوْنَى﴾ (۱) اور اس دن ہم ہرامت میں میں سے وہ فوج اکٹھا کریں گے جو ہماری آئتوں کی تکنیک بیب کیا کرتے تھے اور پھر الگ الگ تقسیم کر دئے جائیں گے۔ اور دوسرا جگہ فرماتا ہے: ﴿وَحَشْرَنَاهُمْ فَلَمْ تَغَدِّرْ مِنْهُمْ أَحَدًا﴾ (۲) اور ہم سب کو اس طرح جمع کریں گے کہ کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر دوبار ہو گا۔ ایک عام اور دوسرا خاص۔ اسی کو خدا نے فرمایا ہے: ﴿رَبَّنَا امْتَنَنَّا إِثْنَيْنِ وَاحِدِينَ فَاعْتَرَفْنَا بِذِنْبِنَا فَهَلْ إِلَى خُروْجِنَا مِنْ سَبِيلٍ﴾ (۳) ”وہ لوگ کہیں گے: خدا! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندگی عطا کی تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا ہے تو کیا اس سے فتح نہ کے کی سبیل ہے۔“

پھر ایک آیت میں ہے: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمُ الْوُفُورُ حَذَرُ الْمَوْتَ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوْتَوْا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾ (۴) ”کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل پڑے موت کے خوف سے اور خدا نے انہیں موت کا حکم دے دیا اور پھر زندہ کر دیا۔“ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ ملکروں کو خدا حشر میں چیونی کی طرح محشور کرے گا (۵) نیز فرمایا ہے: جو کچھ بتی اسراائل میں گزرا وہی میری امت میں بھی پیش آئے گا یہاں تک کہ سخن، خف و قدف بھی۔ (۶) حدیفہ کہتے تھے: بخرا! اس امت کے افراد قریب ہے کہ سور اور بندر کی شکل میں سخن ہو جائیں۔ (۷) اس طرح عقیدہ رجعت قرآن و سنت کے مطابق ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم اس قاضی

۱۔ (کعب ر۷۲) ۲۔ (نحل ۸۳)

۳۔ (غافر ۱۱) ۴۔ (بقرہ ۲۲۳)

۵۔ ترغیب والترہیب ج ۳ ص ۲۲۵ (ج ۳ ص ۵۶۷ حدیث نمبر ۳۰)، سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۶۵ حدیث ۲۲۹۲)، تفسیر الوصول ج ۳ ص ۱۵۱ (ج ۳ ص ۱۸۲ حدیث ۵)

۶۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۵۰۳ (ج ۲ ص ۱۳۵۰ حدیث نمبر ۳۰۶۲)

۷۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۳۸۹ (ج ۲ ص ۱۳۳۳ حدیث نمبر ۳۰۲۰)، الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۷ (ج ۳ ص ۱۱)

سوار کو کتا، بندر یا سور کی شکل میں محسوس فرمائے گا کیونکہ یہ جبار، ملکبر اور کافر ہے۔

منصور قیقبہ لگا رہا تھا اور سید گنگناہر ہے تھے:

”ایک عادل حکمران کے سامنے سوار سے میری ٹھن گئی۔ اس کی تمام باتیں مہل تھیں۔ وہ اپنے خاندانی داغ دھونے سے قاصر تھا۔ میری محنت اور سوار کی غلط گوئی منصور پر واضح ہو گئی۔ وہ آسمان والے اور نور بخش رسولؐ سے نفرت کرتا ہے اور اس امام سے بھی نفرت کرتا ہے جو تمام بہتر لوگوں میں بہتر ہے۔ انہیں گالیاں دیتا ہے۔ وہ ارباب مودت پر ظلم و تم کے ساتھ حکومت کرتا ہے۔ خدا نے اس کی ریا کاری واضح کر دی۔ وہ بہوت ہو کے رہ گیا۔“

منصور نے کہا: اے سید! چھوڑ وہی سوار کو۔ سید نے کہا: امیر المؤمنین! پہل کرنے والا زیادہ پانی ہوتا ہے۔ منصور نے سوار سے کہا: بات محتول ہے۔ انہیں چھیر دے گے تو ہوسنو گے۔ (۱)

سید نے سوار کی ذمہ میں یہ اشعار بھی کہے ہیں:

”اس امام سے کہہ دو جس کی اطاعت جہنم سے نجات دیتی ہے۔ اے بہترین مخلوق! آپ قاضی سوار کی تقاضاوت میں مدد نہ کریں۔ وہ غبیث رائے، عیوب کا پلنڈہ، ملکبر اور ظالم ہے۔ اس کے سامنے کوئی گواہی دینے آتا ہے تو یہ تکبر سے دیکھتا بھی نہیں اگر آپ اسے نوکری نہ دیتے تو بھوک مر جاتا۔“

اتنے میں سوار آگیا، منصور دیکھ کر ہنسنے لگا۔ بولا: تم نے ایسا بن معاویہ کے معاملے میں فرزدق کی ٹوہی کا واقعہ سنائے۔ پھر تم سید سے صدر کیوں ہوتے ہو اور حکم دیا کہ سید اس وقت سوار سے مغذرت کر لیں۔ سید نے مغذرت کی تو اس نے مسترد کر دیا۔

یہ دیکھ کر سید گنگناہنے لگے:

”اس وقت میں نے بنی غبر کے نابکار سے مغذرت کی لیکن اس نے مسترد کر دیا۔ میں نے اپنے نفس کی ملامت کی۔ بس کرو۔ کیا تمہارے جیسا آزاد مرد ایک غبری سے مغذرت کرے گا۔ اے سوار! تمہارے باپ نے رسولؐ کا چھر چ رایا تھا اور تمہاری ماں ابو جذر کی بیٹی ہے اور میں گمراہوں کے زعم میں

رافضی ہوں۔”

سید کو معلوم ہوا کہ سوار نے کچھ لوگوں کو اس بات کی گواہی دینے پر آمادہ کیا تھا کہ سید نے چوری کی ہے۔ اس طرح وہ سید کا ہاتھ کاٹنا چاہتا تھا۔ سید نے ابو جعفر سے شکایت کی۔ اس نے سوار کو بلا کر فرانش کر سید پر جائز و ناجائز حکومت نہ کرو۔ پھر کبھی سوار نے ان سے چھیڑ چھاڑنیں کی۔ (۱)

۷۔ اسماعیل بن ساحر سے مردی ہے کہ خانوادہ بنی دارم کے دو آدمی باہم مناظرہ کر رہے تھے کہ رسول کے بعد سب سے بہتر کون ہے۔ طے پایا کہ اس درمیان جو شخص سب سے پہلے آجائے اسی سے فیصلہ کرایا جائے۔ اتنے میں وہاں سید آگئے وہ دونوں انہیں پہچانتے نہیں تھے۔ جو علی کو برتری دے رہا تھا۔ کہنے لگا: میں اور یہ باہم بحث کر رہے ہیں کہ بعد رسول کون بہتر تھا۔ میرا خیال ہے کہ علی بن ابی طالب سب سے بہتر ہیں۔

سید نے سب کی بات کاٹ کر کہا: اور یہ حرامزادہ کیا کہتا ہے۔ تمام حاضرین ہنسنے لگے۔ وہ دوسرا آدمی چپ ہی ہو گیا، حکمی بندھ گئی۔ (۲)

۸۔ جاہظ کتاب الحیوان میں لکھتے ہیں کہ سید جنگ جمل میں مسلمانوں کی خوزیری پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت عائشہ کو اس میں تشبیہ دیتے تھے جو اپنے بچے کو کھا جائے۔ ان کا شعر ہے:
”ہودج میں بیٹھ کر بد بخنوں کے ساتھ آئیں بصرہ تک۔ ان کا عمل بالکل اس میں کا ساتھ جو اپنے بچے کھا جائے۔“ (۳)

شوخی طبع

ابوالفرج وغیرہ نے سید کی شوخی و لطافت طبع کے بہت سے واقعات لکھے ہیں، انہیں جمع کیا جائے تو

۱۔ الآنفی (ج ۷ ص ۲۸۲ - ۲۸۱)

۲۔ الآنفی، ج ۷، ص ۲۳۱، ر ۷ (ج ۷ ص ۲۶۱) ملقات الشراہ ابن معز من مترجم، ر ۷ (ص ۳۲)

۳۔ جاہظ کی کتاب الحیوان، ج ۱، ص ۹۱ (ج ۱ ص ۱۹۷)

پوری کتاب تیار ہو جائے۔ یہاں چند نقل کیا جاتا ہے:

۱۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ میں پران قیس کے یہاں گیا وہ دشمن علی "حسن بن یمار" کی روایت نقل کر رہے تھے۔ میں وہاں سے سید حاسید کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کہا: ذرا جختی لا و در نہ اپنی باقی مبھول جاؤں گا۔ میں نے جختی حوالے کی۔ انہوں نے اس پر تین شعر تحریر فرمائے:

"پران قیس اور صلت بن دینار کی روایتوں پر ایک لقرہ بغیر گوشت کا استوپیش کرنے کا جی چاہتا ہے وہ فلاں کی فلاں سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔" (۱)

۲۔ ایک بزم میں سید اپنے اشعار سنارہ ہے تھے اور لوگ متوجہ نہیں تھے، جھلا کے انہوں نے تین شعر پڑھ دالے:

"خدا یا! میرا قیمتی ادب گدھوں، بکر یوں اور گایوں نے صالح کر دیا، یہ میری باقی مبھول سنتے، آخر کیے نہیں گے، کیا جانور کبھی انسانوں کی باقی میں سکتے ہیں، جب تک وہ خاموش ہیں انسان ہیں اور جب بولتے ہیں تو پانی اور درخت کے مینڈک کے مانند ہو جاتے ہیں۔" (۲)

۳۔ ایک سفر میں سید کا ساتھ ایک ایسی عورت سے ہو گیا جو خارجی اور نسل عمر سے تھی۔ اس نے چکتے ہوئے کہا: میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ سید نے کہا: تب تو ام خارجہ کے نکاح کی طرح ہو جائے گی، بغیر حضور ولی و شہادت۔ (۳) وہ ہنسنے لگی بولی: آپ ہیں کون؟ سید نے چھ شعر پڑھ دائے جس میں اپنا تعارف تھا۔ کہنے لگی: میں بمحظی یہ تو بڑی عجیب بات ہو گئی۔ راضی اور اباضی کیے مجتمع ہو سکتے ہیں۔ جواب دیا: میرا مدد ہب نہ پوچھو۔ مجھ سے حسن ظلن رکھو، پھر اپنی خواہش انگیز کر دو، بولی: کہیں شادی چوری چھپے بھی ہوتی ہے۔ جواب دیا: تو پھر متھ کر ڈالو، جسے کوئی نہ جانے۔ کہنے لگی: یہ تو زنا کی بہن ہے۔

۱۔ الاغانی، ج رے، ج ۲۵۰ (ج ۷ ص ۲۷۳) ۲۔ الاغانی (ج ۷ ص ۲۷۳)

۳۔ نکاح ام خارجہ: یہ اس شکل کی طرف اشارہ ہے جسے کسی کام میں جلد بازی کے وقت استعمال کیا جاتا ہے۔ ام خارجہ کا نام "عمرہ بنت سعد بن عبد اللہ بن قدار بن شبلہ" تھا، اس کے پاس جب کوئی شادی کا پیغام دیتا تھا وہ فوراً قبول کر لیتی تھی، اس نے متعدد شوہروں سے جیسے زائد بچے پیدا کئے۔

سید سمجھانے لگے: ”معاذ اللہ“ خدا نے آیت میں فرمایا ہے: ﴿فَمَا أَسْتَمْعِتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَاتُوهُنَّ
أَجُورُهُنَّ فِرِيضَةٌ وَلَا جَنَاحٌ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفِرِيضَةِ﴾
بولی خدا سے خیر کی طلبگار ہوں اور تمہارے قیاس پر بھروسہ کر کے کرتی ہوں۔ سید نے رات اسی
کے ساتھ گزاری، جب یہ خبر اس کے خاندان والوں کو ہوئی، اسے مارڈا نے پرآمادہ ہو گئے، تو نے کافر
سے نکاح کیوں کیا۔ اس نے انکار کیا۔ کیونکہ کہ انہیں متعدد کی خبر ہتھی۔ اس نے متعدد کی مدت میں سید کا پہلو
جی بھر کے گرم کیا۔ (۱)

۳۔ علی بن مغیرہ کا بیان ہے کہ میں سید کے ہمراہ عقبہ بن مسلم کے گھر کے سامنے کھڑا تھا، سلمان بن
علی بھی ساتھ تھا۔ سلیمان بن علی نے سید کو چڑھایا: عصر حاضر کے بہترین شاعر کا شعر ہے:
محمد خیر من يمشي على قدم و صاحباه و عثمان بن عفانا
”تمام لوگوں میں بہتر تھے محمدؐ ہیں اور ان کے دونوں صحابی (ابو بکر، عمر) اور عثمان بن عفان“۔ سید
اچھل پڑے نہیں، سب سے اچھا شاعر ہے جس نے یہ تین شعر کہے ہیں:
”اگر عقل کے اندر ہے ہو تو قریش سے پوچھو کہ سب سے زیادہ ثابت قدم کون تھا؟ جو سب سے
زیادہ عالم تھا، حليم ترین تھا، سب سے زیادہ سچا تھا۔ اگر وہ حق بولیں گے اور حد سے کام نہیں لیں گے تو
کہیں گے کہ ابو الحسن سے بہتر یہ لوگ نہیں تھے۔“

پھر سلیمان سے کہا: تم تو ہائی ہو، شریف خاندان سے ہو، اپنا شریف خاندان چھوڑ کر ملامتی خاندان
کیوں پکڑ لیا۔ مغلول کو فاضل پر برتری دے رہے ہو۔ میں امیر المؤمنین سے تمہاری شکایت کروں گا۔
وہ جوان شرمندہ ہو گیا، بھاگتے ہی بیٹی۔ (۲)

۵۔ سید اہواز گئے، وہاں کا حاکم ابو بھیر بن سماک اسدی ان کا گھر ادوات تھا۔ جس نے ایک غلام
بیزید بن مذعور کو صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ سید کے اشعار سنانا تھا۔ ایک رات سید اپنے دوستوں سے

۱۔ الآنفی (ج ۷ ص ۲۸۳، ۲۸۵)

۲۔ الآنفی ج ۷ ص ۲۸۵

مژگشتی کے لئے نکلے، خوب شراب کا دور چلا، واپس ہونے لگئے تو گشتی پولیس نے پکڑ کر بیتل بھیج دیا۔ سید نے سولہ شعروں پر مشتمل ایک نظم یزید بن مزعور کو لکھ لیتی ہے کہ ابو بحیر کو سنادے، اس میں قید ہونے کی تفصیل اور دشمنوں کے طعن کا تذکرہ تھا۔ یزید نے وہ نظم ابو بحیر کو سنائی تو سخت متوجہ ہوا، جیلر کو بلا کر فوراً آزاد کرنے کا حکم دیا لیکن سید اس شرط پر آمادہ ہوئے کہ گزشتہ رات میرے ساتھ جس قدر مجرم گرفتار ہوئے ہیں سب رہا کئے جائیں۔ جیلر نے ابو بحیر سے تفصیل کی۔ ابو بحیر نے کہا: شکر ہے کہ تمام قیدیوں کو آزاد کرنے کی فرماش نہیں کی۔ سب کو آزاد کر دو، جب سید ابو بحیر کے پاس آئے تو فرماش کرنے لگا: تم نے بد معاشوں کے ساتھ شراب پی اور نتیجہ جو کچھ ہوا میرے لئے سخت انداز گئیں ہے۔ سید نے مغذرت کی اور پھر مزے سے کچھ دن رہے۔ (۱)

۶۔ ابو الفرج نے حاتم بن قبیصہ کی روایت لکھی ہے کہ سید نے ایک محدث سے یہ روایت سنی کہ رسول ﷺ میں تھے اسی وقت حسن و حسین آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ حضرت عمر نے یہ دیکھ کر کہا کہ کتنی اچھی اور فرماس بردار سواری ہے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں، سید فوراً واپس ہوئے اور گیارہ شعروں میں یہ واقعہ نظم کر دیا۔ (۲) طبقات ابن معزز میں آٹھ شعر ہیں لیکن واقع نہیں ہے۔ (۳) مرزا بانی کے یہاں چھ شعر ہیں۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ سید کے ان اشعار میں ان احادیث کی طرف اشارہ ہے جنہیں طبرانی اور ابن عساکر نے ابو ایوب سے نقل کیا ہے۔ ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں: میں خدمت رسول ﷺ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حسن و حسین آغوش رسول ﷺ میں کھیل رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ ان سے محبت فرم رہے ہیں؟ فرمایا: کیوں نہیں یہ دونوں میری دنیا کی خوشبو ہیں۔ (۴)

جاہر سے مردی ہے کہ میں خدمت رسول ﷺ میں آیا تو دیکھا کہ حسین پشت رسول ﷺ پر سوار ہیں۔ میں

۱۔ الاعانی ج ۲ ص ۲۹۱

۲۔ الاعانی، ج ۲، ج ۲۵۹، ج ۲۷۸ (ج ۲ ص ۲۷۸)

۳۔ طبقات ابن معزز ص ۸ (ج ۲ ص ۲۵)

۴۔ بیکر (ج ۲ ص ۱۵۶): تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ج ۲۱۳، ج ۲۵ (ج ۲ ص ۲۲)

نے کہا: بڑی اچھی سواری ہے، فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ رسولؐ چوپائیوں کی طرح چل رہے تھے۔ (۱)

دوسرے شعر میں اشارہ ہے اس روایت کی طرف جس کی طبرانی نے روایت کی ہے کہ ہم لوگ خدمت رسولؐ میں تھے کہ امام ایکن نے اطلاع دی کہ حسینؑ گم ہو گئے ہیں۔ وہ چاشت کا وقت تھا۔ چیخ برؓ نے بھی فرمایا: انہواد میرے فرزندوں کو تلاش کرو۔ ہر شخص ایک طرف نکل گیا۔ میں بھی رسولؐ کے ساتھ چلا، ایک پہاڑ کے دامن میں دیکھا کہ حسینؑ بظاہر ہو کر سور ہے ہیں اور ایک سانپ پھن نکالے حلقت کے ہوا ہے۔ رسولؐ تیزی سے سانپ کی طرف بڑھے، سانپ بھی آپ کی طرف بڑھا، پھر سوراخ میں گھس گیا، رسولؐ نے دونوں کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور کہا: میرے ماں باپ تم پر فدا ہو جائیں، تم دونوں خدا کے نزدیک کتنے معزز ہو۔ پھر دونوں شانوں پر سوار کر کے چلے۔ میں نے کہا: کتنی اچھی سواری ہے۔

فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں، ان کے باپ دونوں سے بہتر ہیں۔ (۲)

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ عمر نے دونوں کو کاندھے پر سوار دیکھ کر کہا: کتنی اچھی سواری ہے۔

فرمایا: کتنے اچھے سوار ہیں۔ (۳)

سلیمان بن ارتق سے مردی ہے کہ میں سید کے ہمراہ ابوسفیان بن علا کے گھر کی طرف سے گزرا، وہاں چوپاں جی تھی۔ ایک داستان گو کہنے لگا کہ روز قیامت ایک پلے میں رسولؐ کے اعمال اور دوسرے تمام امت کے اعمال رکھے جائیں گے، مگر رسولؐ کے اعمال کا پلہ بھاری ہو گا۔ پھر فلاں کو لا کر ان کے اعمال تو لے جائیں گے وہ بھاری رہے گا۔ پھر فلاں کو لا جائیں گے وہ بھی۔ سید نے ابوسفیان سے کہا: یہ تو صحیح ہے کہ اعمال رسولؐ کا پلہ بھاری رہے گا لیکن یہ دونوں اپنی بدعماں میں تمام امت کی بداعمالیوں پر بھاری ہیں کیونکہ جو شخص غلط رسم جاری کرتا ہے اس پر جتنے لوگ عمل کرتے ہیں اس بدعماں

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۰۷ (ج ۳ ص ۵۱۲)

۲۔ سیوطی کی الجامع الکبیر، متوال از کنز العمال، ج ۲، ص ۱۰۶ (ج ۱۳ ص ۲۶۶ حدیث نمبر ۲۸۵)

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۳ ص ۲۹۵)

کے تمام اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ (۱) سلیمان کا بیان ہے کہ کسی میں ہمت نہ تھی کہ سید کا جواب دے سکے۔ (۲)

۸۔ محمد بن کثرا سے مردی ہے کہ کوفے کے ایک افسر نے سید کو وعدنی چادر تھنہ میں بھیجی، سید نے لکھ بھیجا:

”تمہاری ردا پہنچی شکر یہ، لیکن کتنا اچھا ہوتا کہ اس کے ساتھ جامہ بھی ہوتا۔“

افسر نے ایک خلعت اور ایک بہترین گھوڑا سید کے پاس بھیجا اور کہا: یہ خلعت سید کی سرزنش میں کی اور ہماری محبت میں اضافے کا باعث بنے گی۔ (۳)

۹۔ مرزبانی حرش بن عبد اللہ بن فضل سے نقل کرتے ہیں کہ منصور نے سید کو بلوا کر کہا: میرے لئے جو قصیدہ میکیہ کہا ہے سنا و، مؤلف نے یہاں فوشہ درج کیے ہیں:

”ادھر ادھر کی بات چھوڑ و صرف نبی باشم کے بارے میں بات کرو، وہی خدا کا توسل ہیں۔ اے نبی باشم! تمہاری محبت و قربت ہر چیز سے بہتر ہے، تم سے خدا نے باب ہدایت کھولا اور تم پر ختم کرے گا۔ لوگ تمہاری محبت پر مجھے ملامت کرتے ہیں حالانکہ وہی لاائق ملامت ہیں۔ مجھ پر شدید وابستگی کا الزام ہے۔ میرا یہ گناہ فرعون کے گناہ سے بھی بڑا سمجھتے ہیں۔ آج ان کی ملامت ہے کل آپ کی عطاوت ہو گی۔ میں علی الرغم اپنی ستائش تمہاری بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔“

منصور نے کہا: تم نے ہماری مدح میں حسان کا انداز اختیار کیا، میں سمجھتا ہوں کہ تمام ہاشمیوں پر تمہارا حق ہے اور اتنی تعریف کی حقیقتی کی کی نہیں کی تھی۔ (۴)

۱۰۔ مرزبانی نے جعفر بن سلیمان سے روایت کی ہے کہ منصور نے سید کو بلا کر یہ قصیدہ سننے کی

۱۔ سن ابن ماجہ راص ۹۰ (ج ۱ ص ۵۷ حدیث نمبر ۲۰)، سلم (ج ۵ ص ۲۲۸)، ترمذی (ج ۵ ص ۳۲ حدیث ۱۵۱ آنکہ اکتاب الحلم) اور سنانی (ج ۲ ص ۳۰ حدیث ۲۲۳۵) وغیرہ نے بھی اس کی روایت کی ہے۔ (بیسے مندرجہ ج ۵ ص ۳۸۲ حدیث ۱۸۱ آنکہ اکتاب الحلم)

(الزروائد ج ۱ ص ۱۶۸)

۲۔ الاغانی، ج ۷، ص ۱۲۷ (ج ۷ ص ۲۹۰)

۳۔ اخبار سید حیری (ص ۱۵۸)

۴۔ الاغانی (ج ۷ ص ۲۹۰)

فرمائش کی:

پندرہ شعروں کا حاصل مطلب:

”معاویہ و عثمان نے اسی حکومت قائم کی تھی کہ اس کا ختم کرنا سخت پریشانی کا سبب تھا۔ مضافاً اس نے یزید کا عذاب بھی تھوڑا دیا۔ خدا بھی امیہ کو خوار کرے انہوں نے بڑے تم روزار کے، ان پر بدجتنی سوار ہو گئی، میں امیہ بنی باشم کی حکومت پر نالاں تھے حالانکہ ان کی حکومت پر اسلام نالاں تھا۔ تم عم رسول کے خاندان سے ہو، وارث چیخبر ہو۔ میں تمہاری فضیلت سے آگاہ اور خیر خواہ ہوں“۔

منصور کھانا کھا رہا تھا، غوش ہو کر لقمہ سید کے منھ میں ڈالنے لگا۔ بولا: شکر خدا کے ساتھ تمہاری ستائش کا شکر یہ ادا کرتا ہوں، خدا جزاۓ خیر دے۔ گھوڑا، غلام و کنیز اور ایک ہزار درہم انعام دیا۔ نیز ایک ہزار ماہوار وظیفہ مقرر کیا۔ (۱)

۱۱۔ اسماعیل بن ساحر بیان کرتا ہے کہ میں سید اور ابو دلامہ کو شراب پلا رہا تھا، سید پتیتے پتیتے مست ہو گئے، آنکھیں بند کر لیں۔ اتنے میں ابو دلامہ کی بد صورت بیٹی آگئی، ابو دلامہ متی میں اسے آغوش میں لے کر ناپتے ہوئے یہ شعر پڑھنے لگے:

”تجھے ماوری عیین مریم نے دودھ نہیں پلایا اور نہ قمان حکیم نے پروش کی“۔

سید نے آنکھیں کھول کر حیرت سے دیکھا اور یہ شعر پڑھا:

”لیکن تیری بدترین ماں نے تجھے دودھ پلایا اور کینے باپ نے پروش کی“۔ (۲)

۱۲۔ شیخ طویّ کی روایت محمد بن جبل کوفی سے ہے: سید حمیری اور جعفر بن عفان طائیٰ میرے بیہاں آئے، سید نے کہا: او کینے! تو نے آل محمد کے بارے میں یہ شعر کہا ہے:

ما بال بیتکم یخرب سقیفہ و تبابکم من ارذل الا ثواب

بولا: میں نے کیا برا کہا ہے؟ سید نے جھاڑا: مدح کرنا نہ آئے تو چپ رہا کرو، کیا آل محمد کی یونہی

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۶۲)

۲۔ سان المیران، ج ۱، ص ۳۲۸ (ج اص ۹۷۸ نمبر ۱۳۵۹)

مدح کی جاتی ہے لیکن یہ تمہاری غلطی نہیں تمہاری شریعت کی غلطی ہے۔ ذکر یوں مدح کی جاتی ہے:
حاصل مطلب:

”خدا اور اس کی نعمتوں کی قسم اور انسان اپنے کہے کا ذمہ دار ہے۔ بلاشبہ علی بن ابی طالب تقویٰ شعار و پاک نہاد ہیں۔ وہ تمام امت سے افضل امام ہیں۔ ان کی حق گفتاری میں باطل کاذرا بھی شاید نہیں ہوتا۔ وہ میدان جنگ میں اپنے حریف بہادر پر نیزوں سے ثوٹ پڑتے ہیں۔ اس شیر بیشتر کی طرح جس کے پیچے اس کے سامنے پڑے ہوں، ان پر شب بدر جبریل و میکائیل ہزار ملائکہ کے ساتھ اس طرح نازل ہوئے ہیسے باعیل پرندے آسمان سے حافظت کعبہ کے لئے نازل ہوئے تھے۔ پھر سلام کیا۔ یہ ہے ان کی باعظت مدح“۔

اور کہا: اس طرح مدح کی جاتی ہے۔

تیرے اشعار تو پوچ ہیں۔ جعفر نے سید کا سرچوم کر کہا: اے ابوہاشم! آپ میرے راہنماء ہیں اور میں آپ کا پیر و داتا نہ۔ (۱)

خلفاء عصر

سید نے بنی امية اور بنی عباس کے پانچ پانچ خلفاء کا زمانہ ذکر کیا۔ بنی امية کے پانچ یہ ہیں: ہشام بن عبد الملک، سید اس کے ابتدائی زمانے میں پیدا ہوئے۔ ولید بن زید، زین الدین ولید، ابراہیم بن ولید، مروان بن محمد، بنی عباس میں، سفارح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون رشید۔

مرزبانی لکھتے ہیں: جب ہارون رشید خلیفہ ہوا تو لوگوں نے کہا کہ سید رافضی ہیں۔ سید بلوائے گئے جواب دیا کہ اگر رافضی اسے کہتے ہیں جو بنی ہاشم سے الفت رکھے اور دوسروں پر مقدم قرار دے تو میں عذر نہیں کروں گا۔ اس کے علاوہ میرا کوئی عقیدہ نہیں۔ پھر یہ اشعار پڑھے:

”کارواں چلاتا آنکھوں میں آنسو آگئے، شاید کوچ کے وقت میں مست و مدد ہوش تھا، قاتلے میں

حوریں اور غرالاں سوار تھے، جب ٹھہریں تو دیکھا کر سر میں والی، چاند اور زرم شاخوں کی طرح تھیں۔“

آگے کہا:

”علیٰ، ابوذر، مقداد، سلمان، عباس، عمار، ابن عباس سب ایک دوسرے کے بھائی تھے اور بھی مقبول بارگاہ الہی، علم و حق کے نمائندے تھے، خالق نہیں۔ میں اسی دین کو اہمیت دیتا ہوں۔ جس کی حقانیت حق و برہان کی روشنی میں بالکل واضح و آشکار ہے۔ سلطنت کے بارے میں میرے عقیدے کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کیونکہ تو زروں کو میں پہچانتا ہوں۔ ان کے گناہ نہیں بخشنے جائیں گے، اور ایسا کیوں نہ ہو اس لئے کہ بہت ساری تیکیاں اسی ہیں جنہیں لوگ برا سمجھتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے بر عکس ہے۔ کتنوں نے آل محمدؐ کے ساتھ احسان فراموشی کی، ان کی محبت، ایمان اور بغض، نفاق و کفر ہے، وہیں اسی کو رفض خیال کرتے ہیں پس مجھے ان کے راضی کرنے جانے پر ذرا بھی پرواہ نہیں۔“ (۱)

سید کا حلیہ

سید حمیری گندم گول اور نازک خوش اندام تھے، دانت اجلہ تھے، بال بھرے بھرے، خوبصورت کشادہ جبیں، بڑے شیریں گفتار اور خوش بزم تھے، بات کرتے تو سارا جمع ان کی باتوں میں ڈوب جاتا۔

شیان کہتا ہے کہ سید میرے پڑوی تھے وہ سیاہ فاموں سے بھی گھل مل جاتے، سید کے بغل سے بدبو آتی تھی۔ ایک دن سید نے سیاہ فام سے کہا: تمہارے ہونٹ اور آنکھیں سیاہ ہیں۔ اس نے جواب دیا: تمہارے بغل سے بھی تو بدبو آرہی ہے، یہ کن کر سید گنگلنے لگے:

”جس دن رباح (نام غلام) کو پہچا اس کے سیاہ لب سپرد کر دیئے، آؤ اپنی ناک میری آغوش میں دے دو کیونکہ تمہاری ناک بدترین ہے اور میرے بغل بھی بدترین ہیں۔“ (۲)

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۶۳)

۲۔ الاغانی، ج ۷، ص ۳۳۱، ج ۷، ص ۲۵۱، ۲۸۹، ۳۳۱، امالی شیخ طوی، ص ۳۲۳ (ص ۲۲ حدیث نمبر ۱۲۹۳)

ولادت اور وفات

سید کی ۵۰۰۰۰۰ میں عمان میں ولادت ہوئی (۱) اور اپنے اباضی و خارجی سلک والدین کے زیر سایہ بصرہ میں پرورش پائی۔ عقل و شعور پختہ ہوئے تو والدین سے بیزار ہو کر عقبہ بن مسلم کے یہاں والدین کے مرلنے تک پناہ لی اور ان کی جاندار کے وارث ہوئے، پھر کوفہ آ کر اعمش سے حدیث کادرس لیا۔ اس طرح بصرہ و کوفہ آمد و رفت ہوتی رہی۔

رمیلہ بغداد میں وفات ہوئی، ہارون رشید کا زمانہ تھا۔ قدر مسلم ہی ہے۔ ان کا کفن رشید نے اپنے بھائی کے ذریعہ بھیجا، ان کی نماز جنازہ علی بن مہدی نے شیعی طرز پر پانچ تکبیروں میں پڑھائی۔ قبر کو رشید کی ہدایت کے مطابق مسٹح بنایا گیا۔ مضافات کرخ میں ایک باغ میں پرد خاک کیا گیا، تاریخ وفات ۳۷۴ ہے (۲) قاضی نوراللہ شوستری نے اور ابن حجر نے ۸۷۴ ہجی نقل کی ہے۔ (۳) ابو الفرج، ابن جوزی نے ۹۷۴ ہجی کھمی ہے۔ (۴)

مرزبانی (۵) کہتا ہے کہ ابن ابی حرون کا بیان ہے کہ سید کی حالت احتصار کے وقت، میں بغداد میں ان کے سرہانے تھا۔ انہوں نے غلام سے کہا: میں مر جاؤں تو بصریوں کے مجتمع میں چلے جانا اور میری سوت کی اطلاع کرنا۔ میرا خیال ہے کہ دو ایک سے زیادہ نہیں آئیں گے پھر کو فیوں کے پاس چلے جانا اور ان سے میرے یہ اشعار نہ دینا:

حاصل مطلب:

”کوئے والو! میں بچپن سے آج ستر سے اوپر اس عمر تک تمہارا شیفۃ رہا ہوں، تمہاری دوستی اپنے اوپر حکم خدا کی طرح لازم سمجھی کیونکہ تم وصی مصطفیٰ اور حسینؑ سے شدید محبت رکھتے ہو، علیؑ وہ امام ہیں جن

۱۔ لسان المیزان، ج ۱، ص ۳۳۸ (ج اصل ۳۸۸ نمبر ۱۳۵۹)

۲۔ اخبار سید حیری (ص ۱۵۲)

۳۔ مجلس المؤمنین (ج ۲ ص ۱۵۱)؛ لسان المیزان (ج اصل ۳۸۸ نمبر ۱۳۵۹)

۴۔ الختم (ج ۹ ص ۲۳۹ نمبر ۹۶۱) ۵۔ اخبار سید حیری (ص ۱۷۰ - ۱۷۹)

سے نجات کی امید ہے جہنم کی بھڑکتی آگ سے جوان کے دشمنوں کے لئے بھی ہے۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ جب اس دنیا سے قبر میں جاؤں تو صرف تم ہی لوگ پار چہ سفید اور کم قیمت کفن میں دفن کرنا۔ غیر افراد خاص طور سے بصرہ والے، بدربی، معاندو ناصی میری شیعج جنازہ نہ کریں۔ کیونکہ ان کے زن و مرد بدترین مخلوقات ہیں۔

امید ہے کہ میں نے جو پاک نفس لوگوں کی مدح کی ہے اس کی وجہ سے خدا مجھ پر رحم کرے اور دوزخ سے نجات دے۔

یہ کرو فے والے میری طرف لپک کر حکیم کہتے آئیں گے۔

سید مرے تو غلام نے ایسا ہی کیا۔ فقط تین بصرے والے کفن و عطر لے کر آئے لیکن کوفے والے ٹوٹ پڑے، ستر کفن، ہمراہ لئے آئے، ہارون نے اپنے بھائی کے ہاتھوں کفن بھیجا تھا اس لئے سب کافن واپس کر دیا گیا۔ علی بن مہدی نے کفن رشید پہنایا، پانچ حکیموں کی نماز پڑھی اور مطح قبر میں دفن کر کے واپس گیا۔ (۱)

سید کا حادثہ مرگ جادو ان کرامت حقی جو صفحہ تاریخ کی زینت بنی رہے گی۔

بیشرا بن عمار کہتا ہے کہ میں رملہ بغداد میں ہنگام مرگ موجود تھا۔ سید نے ایک شخص کو فے کے قصابوں کے بیہاں بھیج کر اپنی موت کی اطلاع دی۔ وہ شخص راستہ بھول کر چماروں کی طرف پہنچ گیا۔ وہاں سید کی نمدت کی جاری تھی اور گالیاں دی جا رہی تھیں وہ کوئیوں کی طرف آیا اور انہیں وفات کی اطلاع دی وہ بھی کفن لئے ہوئے آئے، جب بھی آگئے تو سید نے ایک اذیت ناک آہ کھپٹی اور چہرہ تارکوں کی طرح سیاہ ہو گیا، وہ بے ہوش ہو گئے، ہوش آیا تو چہرہ کعبہ و بیت کی طرف کر کے تین بار کہا:

”اے امیر المؤمنین! کیا آپ اپنے دوستدار کے ساتھ ایسا ہی برداشت کرتے ہیں؟ خدا کی قسم!

اچانک ان کی پیشانی سے سفید پسینہ نمودار ہوا اور پھیلنے لگا پھر پورا وجود چودھویں کا چاند ہو گیا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے کفن دفن کا انتظام کر کے بغداد میں سپردخاک کر دیا۔ (۲)

۲۔ الاعانی ج ۲۷ ص ۲۷۷ (ج ۲ ص ۲۹۷)

۱۔ اخبار سید حمیری (ص ۱۷۰، ۱۶۹)

ابوسعید ہروی کا بیان ہے: وقت موت سید کا چہرہ سیاہ ہونے لگا سید نے کہا: امیر المؤمنین! آپ اپنے دوستوں سے ایسا ہی برناڑ کرتے ہیں؟ پھر چہرہ چاند کی طرح چکنے لگا، اس کے بعد وہ یہ شعر پڑھنے لگے:

حاصل مطلب:

”میں اسے دوست رکھتا ہوں جو وقت مرگ بھارت دے کر اپنے دوست کو ہنسا دیتا ہے۔ جب ان کا دشمن مرتا ہے تو جہنم کی راہ دکھادیتا ہے۔ اے ابو الحسن! میری جان دمال دعیال تم پر قربان، تم صلی مصطفیٰ اور ان کے چچیرے بھائی ہو۔ میں تمہارے دشمن سے شکنی رکھتا ہوں اور وہ تھکارتا ہوں، تمہارا دوست کا مران اور دشمن مشرک ہے۔ مجھے ملامت کرنے والے نے ملامت کی تو میں نے کہا: سخت نادان ہو، خدا تیرا دشمن...“ (۱)

حسین بن عون کہتے ہیں: حالت احتضار میں سید کی عیادت کو گیا۔ تمام اعزہ و ہمسائے موجود تھے۔ کچھ عثمانی بھی تھے، سید خوش شکل اور کشاورہ زو تھے، اچاک ان کے چہرے پر سیاہ نقطہ ظاہر ہوا۔ پھلیتے پھلیتے پورا وجود سیاہ ہو گیا۔ یہ دیکھ کر عثمانی خوش ہوئے اور تمام شیعہ اداس ہو گئے۔ تھوڑی دری میں وہیں سفید نقطہ ظاہر ہوا اور پھلیتے لگا۔ پھر تمام وجود چودھویں کا چاند ہو گیا۔ سید نے اور یہ اشعار پڑھے:

”جو لوگ سمجھتے ہیں کہ علیٰ اپنے محبت کو ہلاکت سے نہیں بچاتے وہ جھوٹے ہیں۔ بخدا! میں جنت عدن میں داخل ہو گیا اور خدا نے میرے تمام گناہ معاف کر دیئے۔ آج علیٰ والوں کو بھارت دے دو کہ مرتے دم تک علیٰ سے محبت کرو۔“

پھر ایک ایک کر کے تمام ائمہ کے نام گنائے۔ اس کے بعد کہا: اشہد ان لا الہ الا اللہ حقا، اشہد ان محمدًا رسول الله حقا حقا و اشہد ان علیا امیر المؤمنین حقا حقا، اشہد ان لا الہ الا اللہ۔

پھر آئیں پھر انگلیں جیسے ایک شعلہ خاموش ہو گیا یا پھر لٹاک گیا۔ (۲)

۱۔ رجال کشی ص ۱۸۵ (ج ۲ ص ۱۷۵ نمبر ۵۰۶)؛ امالي طوي ص ۳۱ (ص ۳۹ حدیث ۲۳)، بشارۃ المصطفیٰ (ص ۷۶)

۲۔ امالي شیع طوي، ص ۲۲ (ص ۶۲۷ حدیث ۱۲۹۳)؛ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۰ (ج ۳ ص ۲۵۸)، کشف الغم، ص ۱۲۳ (ج ۲ ص ۲۰)

علمی و تاریخی مہارت

جو بھی سید کے احتجاجات اور شعری مضامین یا مناظروں کو دیکھئے گا اسے ان کی وسعت مطالعہ، عقیق بصیرت اور فہم معانی قرآن و حدیث کا اندازہ ہو گا۔ وہ بخوبی سمجھ جائے گا کہ سید نے ولائے الہیت کے مظاہرے میں اپنی معرفت و سرشاری کو خوب خوب برنا ہے اور یہ چیز تقلید محض یا عدم واقفیت کی بنا پر نہیں حاصل ہو سکتی۔

اس کا کچھ نمونہ منصور کی بزم میں قاضی سوار کی نثار سے ہوتا ہے کہ عقیدہ رجعت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پوری طرح واضح کر دیا۔ اس کے علاوہ مرزا بنی لکھتے ہیں کہ ہشام کے زمانے میں سید حج کے لئے گئے۔ وہاں کیتی سے ملاقات ہو گئی انہیں سلام کر کے پوچھا: آپ ہی نے یہ شعر کہے ہیں:
 ”عمر ابو بکر نے فاطمہ سے جوفدک لے لیا تھا۔ میں نہیں کہتا کہ وہ کافر ہو گئے ہیں، خدا ہی جانتا ہے کہ قیامت میں وہ کیا عذر پیش کریں گے۔“

کیتی نے کہا: ہاں میں نے کہا ہے لیکن یہ تقریب میں کہا ہے، پھر یہ کہ میں نے اس میں یہ گواہی دے دی ہے کہ جو کچھ تصرف فاطمہ میں تھا اسے ہڑپ لیا ہے۔ سید نے کہا: اگر آپ دلیل نہیں دیتے تو میرے خاموش رہنے کی سمجھاں تھی لیکن آپ نے حق کے معاملے میں صریحی کوتا ہی کی ہے۔ رسول تو فرمائیں کہ فاطمہ میرا پارہ جگر ہے جس نے اسے اذیت دی مجھے اذیت دی، خدا کی قسم! فاطمہ کا غضب خدا کا غضب ہے۔ جسے رسول نے حکم خدا سے فاطمہ کے حوالے کیا تھا۔ امیر المؤمنین و حسین و ام ایکن نے گواہی دی تھی۔ آپ نے اس کی صریحی مخالفت کی، کیونکہ اس معاملے میں ابو بکر و عمر نے قطعی زیادتی کی تھی۔ خدا فرماتا ہے: ﴿لَيْسَنِي وَ يَرِثُ مَنْ آلَ يَعْقُوبَ﴾ (۱) پھر کہا: ﴿وَ وَرَثَ سَلِيمَنَ دَاؤِدَ﴾ (۲) یہ الحست ابو بکر کی خلافت کو نماز کی امامت سے ثابت کرتے ہیں۔ اس میں صرف اکیلی عائشہ کی گواہی مان لیتے ہیں لیکن فاطمہ و حسین و علی کی گواہی ندک کے بارے میں نہیں مانتے۔ فاطمہ جیسی خاتون سے ثبوت طلب کرتے ہیں اور پھر آپ جیسا شاعر اس قسم کا شعر کہتا ہے۔

آپ کیا کہتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جو مطالبه فاطمہ و علی و حسین کے بارے میں طلاق کی قسم کھائے۔ کیا اس کی طلاق ہو جائے گی۔ کیت نے کہا نہیں، کیونکہ وہ مطالبة حق تھا۔ اچھا ب فرمائے کہ وہ طلاق کی قسم کھائے کہ انہوں نے حق نہیں کہا۔ کہا کہ طلاق ہو جائے گی کیونکہ انہوں نے صرف حق ہی کہا۔ سید حجۃ پڑے: اب آپ اپنے نظر یے پر غور فرمائیے۔
کیت نے کہا: میں خدا کی بارگاہ میں تو بہ کرتا ہوں۔ اے ابوہاشم! آپ مجھ سے زیادہ عالم و فقیر ہیں۔ (۱)

ان کی قرآن و سنت پر بصیرت دینی، شہادت صادقہ اور بھرپور احاطہ بندی، ارشادات، عبور نصوص و تصریحات، واضح برہان کا اندازہ، حدیث غدیر، منزلت، تطہیر، رایت و طیر وغیرہ سے ہوتا ہے، انہوں نے دعوۃ ذوالعشیرہ پر مختلف انداز سے بیخ فکری احاطہ بندی کی ہے۔

”بابی انت و امی یا امیر المؤمنین“ میں سول اشعار ہیں۔ (۲)
ایک قصیدہ جس کا پہلا شعر ہے:

من فضلہ انه قد کان اول من صلی و آمن بالرحمٰن اذ کفروا (۳)
یا ایک قصیدہ: ”علی علیہ اوت الشمش مرہ“ سے بھرپور تاریخی احاطہ بندی کا اندازہ ہوتا ہے۔

داستان آغاز دعوت: حدیث، تاریخ اور ادب میں پہلی صورت:

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ فریقین کے ائمہ حدیث نے بغیر سند حدیث پر تلقید کے قبول کیا ہے۔
مورخین نے بھی اس کی صحت قبول کرتے ہوئے بطور ارسال مسلم اپنے صفات میں جگہ دی ہے۔ شعراء نے بھی رخصی نظم میں پر ویا ہے۔ آگے ناشی صیر کے حالات میں آئے گا۔

۱۔ اخبار سید حجیری (ص ۱۷۸)

۲۔ اعيان الشیعہ ج ۳ ص ۳۲۷

طبری کا متن حدیث یہ ہے (حذف سند کے ساتھ) : (۱)

حضرت علیؑ نے فرمایا:

جب آیہ ﴿وَإِنَّدُرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ نازل ہوئی رسولؐ نے مجھے بلا کر فرمایا: خدا نے مجھے قربانداروں کو کوڑا نے کا حکم دیا۔ میں نے پریشانیوں کے خوف سے چپ سادھی، دوبارہ جب تک آئے اور کہا: اے جو! اگر آپ حکم خدا بجانہ لائے تو خدا آپ پر عذاب کرے گا۔ ذرا تم ایک صاع طعام، ایک یکروپی کا گوشت اور ایک پیالہ دو دھراہم کر کے بنی عبدالمطلب کو جمع کروتا کہ ان سے گفتگو کروں اور حکم خدا کی تعیل کروں، میں حکم رسولؐ بجا لایا۔ اس دن چالیس افراد کم و بیش جمع ہوئے جن میں رسولؐ کے بچا ابو طالب، حمزہ، عباس وابولہب بھی تھے۔ رسولؐ نے طعام منگوایا۔ میں نے لا کر رکھ دیا تو رسولؐ نے گوشت کا ایک پارچہ تناول فرمایا اور نکڑے نکڑے کر دیا۔ پھر پیالہ میں با تھڑا والا اور کہا: بسم اللہ، کھاؤ، سب نے پیٹ بھر کھایا۔ میں صرف لوگوں کا ہاتھ ہی ظرف میں دیکھ رہا تھا، بخدا! اگر ایک ہی آدمی کھاتا تو اس کے لئے ناکافی تھا۔“

پیالے میں بھی بسم اللہ کر کے سب کے سامنے پینے کو بڑھایا حالانکہ وہ ایک آدمی کے لئے ناکافی تھا۔ جب رسولؐ خدا نے تقریباً شروع کی تو ابو لہب چلا یا: تمہارے صاحب پر جادو کر دیا گیا ہے۔ لوگ یہ سن کر متفرق ہو گئے، دوسرے دن رسولؐ نے فرمایا: اس شخص نے میری بات میں سبقت کر کے لوگوں کو متفرق کر دیا۔ کل کی طرح آج پھر انظام کرو۔ لوگوں نے پیٹ بھر کھایا۔ پھر دو دھ پینے کو کہا، سب نے سیر ہو کر پیا۔ رسولؐ نے فرمایا: اے فرزندان عبدالمطلب! میں عرب کے تمام جوانوں میں سب سے بہتر پیغام لایا ہوں، میں دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں، پس تم میں کون میرا ہاتھ بٹائے گا تا کہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان ہو۔ کسی نے جواب نہیں دیا اور میں کمنی کمزور پنڈلیوں کے باوجود بولا: میں ہوں یا رسول اللہ! آپ کا بوجہ بٹاؤں گا۔ رسولؐ نے میری گروں کپڑا کر فرمایا: یہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ تمہارے درمیان ہے، اس کی بات سنو اور اطاعت کرو، لوگ ہنتے ہوئے اور ابو طالب سے یہ کہتے

ہوئے انھیں گئے: تمہیں تمہارے بیٹے کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (۱)
 اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہیں، صرف ابو مریم پر تشبیح کا الزام ہے لیکن این عقده نے اس کی تعریف کی ہے۔ این تبیر نے اس حدیث کو وضیٰ کہا ہے، یہ اس کا تعصّب و غبار ہے، وہ عام طور سے مسلمانات کا انکار کرتا ہے۔ بات واضح ہے کہ وضیٰ اس لئے کہا ہے کہ اس میں فضائل الہدیۃ ہیں۔

دوسری، تیسرا صورت:

رسولؐ نے فرزندان عبد المطلب کو جمع کیا یا بلوایا، ان میں ایسے بھی تھے کہ پوری بکری اور بالٹی بھر دو دھرم کرجاتے تھے ان کے لئے سات سو گرام طعام کافی ہو گیا سب نے سیر ہو کر کھایا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

کھانا دیسا ہی تھا جیسے ابھی ہاتھ نہ لگایا گیا ہو۔ بھی حالت دو دھرم کی تھی۔ پھر فرمایا: اے فرزندان عبد المطلب! میں خاص طور سے تمہاری طرف اور عام طور سے تمام لوگوں کی طرف مسیوٹ کیا گیا ہوں، اس سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تم میں کون میری بیعت کرے گا کہ میرا بھائی، ساتھی اور وارث ہو۔ کوئی نداخلا۔ میں سب سے کس تھا۔ انھا۔ رسولؐ نے بخادیا۔ تین بار کہا۔ ہر بار میں ہی انھا۔ آخر میرا ہاتھ پکڑا لیا (یعنی بیعت انجام پذیر ہوئی)۔ (۲)

۱۔ بالفاظ طبری: جن دوسری کتابوں میں یہ روایت موجود ہے وہ یہ ہیں:

نقض اعتمانیہ (ص ۳۰۳): ابناء نجاء الاباسی (ص ۲۶، ۲۸): کامل ابن اشیر، ح ۲، ص ۲۲۳ (ج اص ۷۴ ص ۲۸): تاریخ ابو الفداء، ح ۱۱، شرح الشفا خفاہی ح ۲، ص ۳۷ (ج اص ۳۵ ص ۳۵): دلائل بنیتی (ج اص ۱۸۰، ۱۷۸)، تفسیر خازن، ص ۳۹ (ج ۳۲ ص ۳۷): جمع الجواجم منقول از کنز العمال ح ۲، ص ۳۹۲ (ج اص ۱۲۸ ص ۳۹۲ حدیث ۱۲۸، میں ۳۶۸۰۸، میں ۳۶۳۹۱)، شرح فتح البلاғہ ابن ابی الحدید، ح ۲، ص ۲۵۲ (خطبہ ۲۲۸)، تاریخ تمدن اسلامی، ح را، میں ۳۱، حیات محمد از استاد محمد یکل ص ۱۰۲۔

۲۔ مسند احمد، ح ۲، ص ۱۵۹ (ج اص ۷۴ حدیث ۱۳۷۵)، تاریخ طبری، ح را، ص ۲۱ (ج ۲ ص ۳۲۱)، تصاریف نسائی، ص ۱۸ (ص ۸۳ حدیث ۲۶، بنن نسائی ح ۵ ص ۱۲۵ حدیث ۸۳۵)، کفایہ ترمذی، ص ۲۹ (ص ۲۰۶)، ابن ابی الحدید، ح ۲، ص ۲۵۵ (ج اص ۱۲۰ خطبہ ۲۲۸)، جمع الجواجم منقول از کنز العمال ح ۲، ص ۳۰۸ (ج اص ۲۷ ص ۳۶۵۲ حدیث ۳۶۵۲)

امیر المؤمنینؑ سے مردی ہے: جب آئی ﴿و اندر عشیر تک الا قربین﴾ نازل ہوئی تو رسولؐ نے بنی عبدالمطلب کو بلا یا اور ان کے کھانے کا معمولی بندوبست کیا اور کہا: کھاؤ! بسم اللہ۔ سب نے سیر ہو کر کھایا۔ اس طرح دودھ کے ساتھ دادعہ پیش آیا۔ ابو لهب نے کہا: تمہارے صاحب پر جادو کا اثر ہے۔ بنیؓ نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب! میں تمہاری طرف ایسا پیغام لایا ہوں جو کوئی بھی نہیں لایا۔ میں تمہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت، خدا و قرآن کی صداقت کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ لوگ متفرق ہو کر تتر پڑھا کر گئے، دوسرے دن بھی بلا یا اور ابو لهب نے دیا ہی کیا۔ تیسرا دن بھی ایسا ہی کیا اور ہاتھ پڑھا کر کہا: میرے ہاتھ پر کون بیعت کرتا ہے کہ میرا بھائی، ساتھی اور ولی ہو میرے بعد۔ پس میں نے ہاتھ پڑھایا اور کہا: میں بیعت کرتا ہوں۔ حالانکہ میں کسی تھا اور کھانے کا انتظام میں نے کیا تھا۔ (۲)

چوٹھی، پانچویں صورت:

بعد ذکر صدر حدیث۔ رسولؐ نے فرمایا:

اے بنی عبدالمطلب! خدا نے مجھے تمام انسانوں کے لئے مبوعث فرمایا ہے اور تمہاری طرف خاص طور سے، پھر آیت پڑھی ﴿و اندر عشیر ک الا قربین﴾ میں تمہیں دو گلوں کی دعوت دیتا ہوں جو زبان پر آسانی سے جاری ہو سکتے ہیں لیکن میزان کے لئے گراں ہیں "لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ" گواہی دو، جو میری آواز پر لبیک کہے، میرا ہاتھ بٹائے وہ میرا بھائی اور صی، وارث اور میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ علیؑ نے کھڑے ہو کر کہا: میں ہوں اے رسول اللہ۔ فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ پھر بات دہرائی اور تیسری بار علیؑ کھڑے ہوئے اور کہا: میں ہوں اے خدا کے رسول! فرمایا:

۱۔ اس کی این مردویہ نے روایت کی ہے اور ان سے سیوطی نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے۔ ملاحظہ کریں (کنز العمال ج ۶، ص ۳۹۰ (ج ۱۳۹۱ھ ص ۲۵۶۲۳))

بیٹھ جاؤ، تم میرے بھائی، وزیر، وصی، وارث اور میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔ (۱)

قیس و معاوہ کی گفتگو سیم بن قیس ملائی نے نقل کی سے قیس نے کہا:

رسولخدا نے تمام فرزدان عبدالمطلب کو جمع کیا، ابوطالب اور ابوالہب کے ساتھ چالیس افراد
تھے، اس کا انقلام علی نے کیا تھا۔

رسولؐ نے آواز دی: کون اس بات کا امیدوار ہے کہ میرے بعد میرا بھائی، وزیر، وصی اور خلیفہ نیز ہر مومن کا ولی ہو؟ تمام قوم نے چپ سادھی، رسولؐ نے تین بار پکارا۔ میں نے کہا: خدا کے رسولؐ میں حاضر ہوں۔ رسولؐ نے میرا دہن دمیدہ فرماتے ہوئے علی کا سر آغوش میں لیا اور فرمایا: خدا یا! اس کے باطن کو دانش و فہم و فراست سے بھر دے۔ پھر ابوطالبؓ سے فرمایا: اے ابوطالب! آپ اپنے بیٹے کی بات مانیں اور اطاعت کریں، خدا نے اس کی حیثیت وہی قرار دی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ کے نزدیک تھی۔ (۲)

چھٹی، ساتویں صورت:

لخابی نے الکھف والبیان میں اپنی سند سے براء بن عاذب سے روایت کی ہے:
 جب آئی ”انذر عشیرت ک الا قریبین“ تا扎ل ہوئی، رسول خدا نے چالیس آدمیوں کے لئے
 گوشت و دودھ فراہم کیا۔ علیؑ سے دست گو سنند مانگا پھر سب سے کہا: بسم اللہ کرو خدا کی برکت سے! دس
 دس آدمی آتے رہے اور کھاتے رہے سب سیر ہو گئے، پھر دودھ کا بھرا ہوا پیالہ مانگا، خود منہ لگا کر سب کو
 پینے کا حکم دیا، سمجھی سیراب ہو گئے، ابوالہب نے کہا: اس کھانے میں اس شخص نے جادو کر دیا ہے۔ رسول
 اس دن خاموش رہے کچھ نہ بولے۔

۱۔ حافظ امین ابی حاتم اور حافظ بغوي سے امین تیسہ نے منہاج السنن (۲۰۸۰) میں پرروایت کی ہے اور ان سے طبی نے اپنی سیرت کی خاطر راجح (۳۰۷۴) (۲۸۶۱) میں نقل کیا ہے۔

۲۔ کتاب سلیمان بن قيس مکانی (ج ۲ ص ۷۹) حدیث (۲۶)

دوسرے دن بھی کھانے کے بعد لوگوں کو اندار فرمایا: میں خدا کی طرف سے بیش و نزدیک بنا کر بھیجا گیا ہوں، اسلام قبول کرو میری اطاعت کرو، تاکہ ہدایت پاؤ۔ پھر فرمایا: کون ہے جو میرے ساتھ موافقات برتبے، میرا بوجھ بٹائے اور میرا ولی، وصی و میرے خاندان سے میرے بعد خلیفہ اور میرا فرض ادا کرے۔

سب خاموش تھے، رسول نے بار بار فرمایا۔ اکیلے علیؑ نے فرمایا: میں آمادہ ہوں تیری بار خبر نہ فرمایا: ہاں! تم ہو۔ لوگ یہ کہتے ہوئے اٹھ گئے: اے ابوطالب! اپنے بیٹے کی اطاعت کرو، اسی کا حکم دیا گیا ہے۔ (۱)

غلبیؑ نے الکشف والبیان (شعراء ۲۱۳ کی تفسیر میں) ابو رافع سے روایت کی ہے کہ رسول نے فرمایا:

خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنے قراہداروں کو ڈراو اور تم لوگ میرے قراہدار ہو۔ ہر نبی مبعوث ہوتا ہے تو اس کے خاندان کی فرد اس کا بھائی، وزیر، وارث، وصی و خلیفہ ہوا۔ اب تم میں کون اٹھ کر میری بیعت کرتا ہے، تاکہ میرا بھائی و وزیر اور میرا وصی ہو، وہ میرے نزدیک ایسا ہی ہو گا جیسے موئیؑ کے لئے ہارون تھے، مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں ہو گا۔ سب چپ رہے۔

رسول نے فرمایا:

اگر تم نہ اٹھے تو یہ منصب تمہارے درمیان سے دوسروں تک چلا جائے گا اور تحسین پیشیابی ہو گی، آپ نے تمن بار فرمایا۔ علیؑ اٹھے اور آپ کی بیعت کی، ان کی دعوت کو قبول کیا۔ آپ نے علیؑ کا منہ کوولا۔ اپنا العاب دہن علیؑ کے منہ میں ڈالا پھر علیؑ کے سینہ پر پل دیا۔

ابولہب بولا: کیا بری چیز پھیرے بھائی کو دی ہے اس نے تمہاری دعوت قبول کی اور تم نے تھوک سے بھر دیا۔

رسول نے فرمایا: میں نے اسے علم و حکمت سے بھر دیا۔

۱۔ کفاری گنجی ص ۸۹ (ص ۲۰۵-۲۰۲) نظم در رامضان (ص ۸۳)

کتاب الشہید الحال الحسین بن علی (ص) ۹ تالیف حسن الجملطفی میں بھی وہی روایت نقل کی گئی ہے جو پوچھی صورت میں نقل کی گئی۔

کتاب محمد ص ۵۰ (ص ۲۷) تالیف توفیق حکیم میں ہے۔ رسول نے فرمایا: عرب میں مجھ سے بہتر دعوت کوئی نہیں لایا۔ خدا نے مجھے دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعوت پر مامور فرمایا ہے، پس کون میری مدد کر کے میرا بھائی، وصی اور میرا خلیفہ بنے گا؟
قریش: کوئی نہیں، کوئی نہیں۔

اعرابی: کوئی نہیں، کوئی نہیں۔ قبیلہ کا کتاب بھی مدد نہ کرے گا۔

علیؑ: یا رسول اللہؐ! میں آپ کی مدد کروں گا اور جس سے آپ جنگ کریں گے میں بھی اس سے جنگ کروں گا۔

مقدمہ رضی حفظہ اللہ علیہ اپنے قصیدہ علویہ کے حاشیہ پر لکھتا ہے:

کون میری دعوت پر جواب دے رہا ہے، جو میری مدد کرے گا، وہ میرا بھائی، وزیر اور خلیفہ میرے بعد ہو گا۔ فرزندان عبدالطلب میں سے سوائے علیؑ کے کسی نے جواب نہیں دیا حالانکہ وہ کسی تھے بولے: خدا کے رسول میں ہوں۔ رسول نے بخادیا۔ تین بار سیکھ کہا اور ہر بار علیؑ نے جواب دیا رسول نے کہا: بینہ جاؤ، تم میرے بعد میرے بھائی، وزیر، وصی، وارث اور خلیفہ ہو۔ تمام لوگ والپس چلے گئے۔

اس قصہ کو پچاس سے زیادہ شعروں میں نظم بھی کیا ہے جسے علامہ امیتیؒ نے درج فرمایا ہے (یہ شاعر غدیر ہیں، تذکرہ آئے گا) اس کا آخری شعر:

”علیؑ اول دن سے آخر تک رسولؐ کے ساتھ رہے۔“

اسکافی کا اعتراض

اسکافی اپنی کتاب میں پہلی صورت نقل کر کے تبرہ کرتے ہیں کہ کیا نا۔ سمجھ پچھا اور بے وقوف جوان

انظام طعام کر سکتا ہے۔ کیا پانچ یا سات سال کا بچہ اسرار نبوت کا امین ہوتا ہے۔ کیا علمند کے علاوہ بوڑھوں کے درمیان دعوت دی جاتی ہے۔ کیا رسول خدا اولایت الہی کا بارائیے ہاتھوں تھما سکتے ہیں، جو ابھی حد تکلیف تک بھی نہ چاہو چاہو۔ اسے بھائی، وصی، خلیفہ ہنا سکتے ہیں کہ وہ کیونہ تو زوں کی سختیاں بھگتے۔ (۱)

اگر علیٰ بچے تھے، تو دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتے کیوں نہیں تھے، اسلام لانے کے بعد کسی نے ان کو لہو و لعب میں مشغول کیوں نہ دیکھا، لوگ ان پر ازام لگاتے ہیں کہ ان کو ہوں دنیا تھی، بچپنا تھا۔ ہم تو اس کے برخلاف دیکھتے ہیں کہ اسلام کے لئے مصمم ارادے کے ساتھ کوشش ہیں۔ ان کی گفتار، محققانہ کردار سے آرائتھی، اپنی عفت و زہد سے اسلام کی تصدیق کی، رسول سے بہر حال وابستہ رہے۔ دنیا و آخرت میں ان کے امین و مالوف رہے۔ اپنی شہوت زیر کر لی تھی، ارمان اور نفس پر ثواب آخرت کی بھر پر چھاپ تھی۔ اپنے ایک ارشاد میں ابتدائے بعثت کے حالات بیان فرماتے ہیں۔ ”جب رسول نے درخت کو بلا یا۔ وہ جزسمیت حاضر ہو گیا۔ قریش بولے: یہ چالاک جادوگر ہے۔ علیٰ نے فرمایا: یا رسول اللہؐ میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ آپ کے مجزہ کی تصدیق کرتا ہوں۔ گواہی دیتا ہوں کہ: حکم خدا یہ درخت آپ کے نبوت کی تصدیق کیلئے آیا ہے۔“

کیا اس سے پائدار ایمان ہو سکتا ہے؟ لیکن عثمانیوں کی کیونہ تو زی اور جا حظ کے انحراف کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

حدیث پر مجرمانہ دست درازی

طبری اپنی تاریخ میں اس واقعہ کی تمام تفصیلات لکھنے کے باوجود اپنی تفسیر میں امامتداری کا ثبوت نہ دے سکے، انہوں نے روایت کو متن و سند کے ساتھ نقل تو کیا لیکن ارشاد رسولؐ کے اس حصے کو جو فضیلت علیؐ اور قبول دعوت سے متعلق تھا بطور اجمال بیان کیا۔ انہوں نے لکھا کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا: اس سلسلے

میں کون میرا باتھ بٹائے گا کہ وہ میرا بھائی اور ایسا ایسا ہو (ان یکون اخی و کذا و کذا) پھر ارشاد رسول کو نقل کرنے میں بھی خیانت کا مظاہرہ کیا، لکھتے ہیں: یہ (علی) میرا بھائی اور ایسا ایسا ہے (ان هدا اخی و کذا و کذا) (۱)

اس مجرمانہ دست درازی میں ابن کثیر نے بھی طبری کی پیروی کی ہے، تاریخ لکھتے وقت ابن کثیر کے پیش نظر تاریخ طبری تھی بلکہ اسی تاریخ پر ان کی تاریخ کا انحصار تھا، لیکن افسوس بالائے افسوس یہ ہے کہ طبری نے آدھا ہی رسول کا فخر نقل کیا ہے ابن کثیر تو تمام فقروں کو صاف، حضم کر گئے ہیں۔ (۲)

یہی شرمناک جرم محمد حسین یہیکل نے کیا ہے۔ لکھتا ہے :

”رسول پر وحی ہوئی ”انذر عشير تک الا قربین“ اور مومنین کے لئے شانہ جھکائیے اور کہہ دیجئے کہ میں نذر یعنیں ہوں، اپنی ماموریت کو ظاہر کیجئے اور مشرکین سے بچئے۔ رسول نے اپنے خاندان والوں کو بلا یا اپنی بات کہنی چاہی تو ابوالہب نے روز اتنا کا دیا۔ لوگ واپس چلے گئے، دوسرے دن رسول نے دعوت کی، لوگ کھانا کھاچکے تو رسول نے فرمایا: عرب والوں کے لئے مجھ سے بہتر کوئی بھی پیغام نہیں لایا، میں دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں، رب نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ تمہیں اس کی طرف دعوت دون، کون اس معاملے میں میرا باتھ بٹائے گا، وہ میرا بھائی، وصی اور خلیفہ ہو گا تمہارے درمیان۔ سب تتر بر ہو گئے لیکن علی جو بھی بالغ نہیں ہوئے تھے، بچے تھے، کھڑے ہوئے اور کہا: میں مددگار رہوں گا، جو آپ سے جنگ کرے گا میں اس سے لڑوں گا، لوگ ہنسنے لگے، بعض نے قہقہہ لگایا اور ابوطالب کی طرف دیکھا“۔ (۳)

اس نے شروع کا ارشاد رسول برائے علی کہ تم میرے بھائی، وصی، وغیرہ صاف، حضم کر دیا ہے۔ دوسرے اس عبارت کو علی کی طرف منسوب کر دیا ہے کہ میں آپ کا مددگار رہوں گا، جو آپ سے جنگ

۱۔ تفسیر طبری ج ۱۹ ص ۷۸ (مجلد ۱۱ ج ۹ ص ۱۲۲)

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲۳ ص ۲۵۱، راجحہ البدایہ و النہایہ ج ۲۳ ص ۲۰ (ج ۲۳ ص ۵۲)

۳۔ حیات محمد حسین (ص ۱۰۳)

کر بیگا میں اس سے جنگ کروں گا۔ کاش یہ کل مجھے اس کاماً خذہتا دیتے کہ کس موزخ یا محدث نے اسے لکھا ہے۔

چونکہ اس کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اسی لئے ۱۳۵۲ کے دوسرے ایڈیشن میں اسے حذف کر دیا ہے۔ (۱) وہ پہلے ایڈیشن میں صرف ابن کثیر وغیرہ کے معتقد کے ساتھ تعاون کرنا چاہتے تھے یا پھر لوگوں نے اسی خیانت پر سرزنش کی ہو گی یا ممکن ہے کہ مصری مکتبوں کا معیار ہی کمزور ہے۔

کچھ بھی ہو، خدا بیدار شور قائم رکھے، مجھے ان سادہ دل مسلمانوں پر افسوس ہوتا ہے، جو ایسی لجر کتابوں کے آب و تاب کے ساتھ طباعت پر فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ خاص طور سے مصریوں پر مجھے انتہائی افسوس ہے، یہ باطل کے ہاتھوں بکے ہوئے قلم ہیں۔

﴿قُلْ هَلْ نَبَاكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضلَّ سَعِيهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يَحْسِنُونَ صَنْعًا﴾

”پیغمبر! کیا ہم آپ کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دیں جو اپنے اعمال میں بدترین خسارہ میں ہیں، یہ لوگ ہیں جن کی کوشش زندگانی دنیا میں بہک گئی ہے اور یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ اچھے اعمال انجام دے رہے ہیں۔“ (۲)

عبدی کوفی

”غدیر خم میں جس وقت احمد پالان شتر کے منبر پر گئے تھے اس جہالت سے باز رہنے کی تاکید کی تھی، رسول کے گرد اگر دبیٹھے ہوئے توجہ سے سنتے ہوئے اصحاب سے فرمایا: اے علی! اٹھو کیونکہ مجھے مامور کیا گیا ہے کہ میں لوگوں کو تبلیغ کر دوں اور میں ہی اس کے لئے مناسب شخص ہوں، میں علی کو اپنے بعد امام وہادی کی حیثیت سے منصوب کرتا ہوں اور علی منصوب شدہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں، سب نے ہاتھ پھیلا کر اپری دل سے آپ کی بیعت کی حالانکہ سب کے دل پھرے ہوئے تھے، سب نے آپ کو نظر انداز کر دیا حالانکہ اس کی وجہ سے نہ تو آپ کی عطا کا ہاتھ رکا، نہ آپ کی گفتار کا اور نہ ہی کینہ و شک کی وجہ سے آپ نے جلد بازی کی۔

آپ اسلام کی چکلی کے وہ قطب تھے جس کے بغیر اسلام گردش کرہی نہیں سکتا تھا۔ آپ فضل و مرتبہ میں ان کے مثال نہیں تھے، نہ گھر اور گھرانے کی مشاہد تھی۔

اگر ان کے ہاتھ میں نیزہ تھا دیا جائے تو تم مقابل کی ہتھیں میں نیزہ تھر تھا نے لگے اور اگر آپ ذرا نیزہ کو تھکان دے دیں تو انہیں لرزتے کا نپتے بھاگتے ہی بنے، اگر جنگ کیلئے شمشیر نیام سے نکال لیں تو ان کی کھوپڑیاں ”خود“ سے چھپی ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو بچاتے پائیں۔

جس طرح خیر کے دن کسی بہادر کو بھی یہودیوں سے بھاگنے کے سوا چارہ نہ تھا، تب مصطفیٰ نے غصے میں علم کی سرگونی پر فرمایا: کل میں ایسے جوان کو علم دوں گا جسے خدا اور اشرف رسول دوست رکھتا ہوگا۔ آپ نے دوسرے دن علم کا نہ ہے پر لے کر دشمنوں کے ہجوم کا سامنا کیا، جہاں چمکتی تکواروں اور نیزوں والے آہنی زر ہوں میں لپٹے بہادر تھے، لمبے تر گلے گھوڑے اپنی تاپوں سے گرد اڑا رہے تھے، آپ نے

بڑی آسانی سے انہیں زیر کر لیا۔ اگر پیشہ دکھاتے تو یہ فتح ہرگز نصیب نہ ہوتی۔

آپ کے وہ فضائل ہیں جنہیں شمار کرنے والے اور لکھنے والے احاطہ کرنے سے قطعی عاجز ہیں جیسے رجعت مشکل کہ آپ نے نماز نہیں پڑھی تھی اور آفتاب چھپ گیا تھا اور آپ کے لئے یوں نکل آیا کہ جیسے آفتاب غروب نہیں ہوا تھا بلکہ بادل چھا گیا تھا۔

سورہ برآۃ کی خبر بھی حیرت ناک ہے، جو قریب و بعد سے پوشیدہ نہیں اور وہ شب بھرت غار کی بات کہ آپ آرام سے سور ہے تھے اور آپ کے علاوہ جو تھا اس پر خوف وہر اس چھایا ہوا تھا۔

آپ ہادی برحق کے بھائی مددگار ہیں، مظہر حق ہیں، آسانی کتابوں میں آپ کی ستائش ہے، رسول خدا کے پارہ جگر ہر آراء کے شہر ہیں اور ان کے نجیب فرزندوں کے باپ ہیں، ان فرزندوں کے جو رہ خدا میں جدوجہد کرنے والے، خدائی مددگار اور خدائی کام کرنے والے جن سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں، وہ گمراہی کی شب تاریک میں راستہ چلتے والوں کے لئے شہاب ثاقب ہیں۔

جب سے میں نے ان کی واٹگی کا اعلان کیا لوگ مجھے راضی کہنے لگے اور یہ لقب میرا بہترین نام ہو گیا ہے، آسان والے کی صلوٽ ہر لمحہ ان فاطمہ کے فرزندوں پر جو (مشکل کشا ہیں)، ان میں ایک زہر سے شہید کیا گیا اور دوسرا اپنے خون میں اغشناز میں گرم پر پڑا ہے اور اس عابد و زاہد پر صلوٽ، پھر باقر العلم جوان ہتھائے طلب سے قریب ہے اور امام حضرت صادقؑ اور ان کے فرزندوں کا ظلم پھر امام رضا اور امام جواد عابد و فعال اور پھر دونوں عسکری (امام علی نقی و حسن عسکری) پھر امام مهدی پر جو شرافت مآب، ہدایت کا جامِ زیرِ تن کئے ہوئے ہیں، زمین کو عدل و داد سے اسی طرح عبادیں گے جس طرح وہ علم دجور سے بھری ہوگی، نیز بذکاروں کا قلع قع فرمائیں گے، جنگ میں بے باک بہادروں کے قائد ہیں، برکشوں کی ناک رگڑیں گے، یہ لوگ اہل ہدایت ہیں، دین کو دنیا کے بد لے بیچنے والے نہیں، اگر ان کا کینہ آگ میں جھوک دیا جائے تو جہنم میں ایندھن کی ضرورت نہ رہے، اے صاحب کوثر اجو دشمنوں کو خندے پانی سے منع کریں گے، میں آپ کے عشق میں ملامت کی مصیبت میں پھنسا، پھر تو میں نے اپنے شعر و خطبہ کے داغ دشمنوں کی پیشانیوں پر لگا دیئے، میری محبت آپ کی محبت و تقوی ہے

حالانکہ میرے بہت سے دوست ہیں لیکن یہ دونوں دوست بہترین دوست ہیں، آپ قصیدہ عبدالکوفی کی داخلیت کو سنوار دیجئے، یہی میری عظیم اجرت ہے، میری فکر حیا و مہابیت کا جامہ پہن کر آپ کی طرف مائل ہو رہی ہے اور آپ سے فضل و ادب کی طلبگار ہے، میں نے اپنے نفس کو آپ کی مدح کی زحمت میں اس کی معرفت کے ساتھ بتلا کر لیا ہے کہ اس کی صیبیت میں راحت ہے۔ (۱)

ابن شہر آشوب نے عبدالکوفی کے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں:

”علی در میان خلق صرف محمدؐ کے بھائی ہی ہیں جب قریش نے شخون مارا تو علیؐ نے رسولؐ کے بستر پر سو کر جان بچائی، رسولؐ نے بھی اس کے بدالے میں میدان غدرِ خم میں علیؐ کو اپنی وزارت و خلافت کے لئے منتخب کر لیا۔“ (۲)

شاعر کے حالات

کثیت ابو محمد، نام سفیان بن مصعب عبدالکوفی ہے، خانوادہ آل محمدؐ کے شیدائی تھے، اپنی محبت و شعر کی وجہ سے مقرب اور صدق و اخلاق کی وجہ سے مقبول بارگاہ تھے، ان کے شعروں میں فضائل و مناقب امیر المؤمنین کا ترمیم موجود ہوا، مصاحب اہل بیت پر مشتمل مریئے بھی خوب کہتے تھے، انکی شاعری صرف خاصان خدا کیلئے مخصوص تھی۔

کلینیؐ کے مطابق صادق آل محمدؐ نے شعر نانے کی فرماش کی۔ (۳) خود عبدالکوفی کی روایت ہے کہ میں صادق آل محمدؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، امام نے گھروں سے کہا: ام فروہ سے کہو کہ مصاحب سید الشہداءؑ نے، ام فروہ پس پرودہ آ کر بیٹھ گئیں اور میں شعر نانے لگا:

فروجودی بد معک المسكوب

۱۔ راشعار پر مشتمل اس قصیدے کے ابتدائی ۲۳۹ راشعار کا ترجمہ والد علام نے نہیں کیا ہے، شاید اس لئے کہ ان کا تعلق غدیر یا فضائل اہل بیت سے نہیں تھا۔

۲۔ روضۃ الکافی (ج ۸ ص ۲۱۵ حدیث ۲۲۳)

۳۔ مناقب اس (ج ۱۸ ص ۲۵)

عورتوں کا شور گریہ بلند ہوا تو شہر والے جمع ہو گئے، امام نے ان سے کھلوا دیا کہ کوئی بات نہیں، پچھے بے ہوش ہو گیا تھا، اسی لئے عورتوں کا شور گریہ بلند ہوا۔ امام نے ابو عمارہ سے کہا: عبدی کا مرشیہ حسین پڑھو، میں نے پڑھا تو امام گریہ فرمانے لگے اور گھر سے بھی شور گریہ بلند ہوا۔ (۱)

طوی نے انہیں اصحاب امام صادق میں شمار کیا ہے۔ (۲) ان کی ارادت و مودت، خالص ولاء سے آراستہ تھی، چنانچہ امام نے شیعوں کو حکم دیا کہ اپنے بچوں کو شعر عبدی کی تعلیم دو۔ (۳) وہ امام سے مناقب الہ بیت سن کر نظم فرمایا کرتے تھے، اب ان بن عمر کی روایت ہے کہ میں صادق آل محمد کی بارگاہ میں حاضر تھا، اتنے میں عبدی آئے اور پوچھا:

قربان جاؤں، آئیہ ﴿وَ عَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرَفُونَ كَلَابِسِيْمَا هُم﴾ (۴) کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: اس سے مراد بارہ امام ہیں، انہیں پہچانے بغیر کوئی شخص بھی خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ پوچھا: اعراف کیا ہے؟ فرمایا: مشک کا تودہ جس پر رسول خدا اور ان کے اوصیاء قیام فرمائیں گے اور ہر ایک کو چہرہ دیکھ کر پہچان لیں گے، انہوں نے اجازت لے کر پھر یہ ایک قصیدہ کہا جس کا شعر ہے:

ایار بعهم هل فیک لی الیوم مریع و هل للیال کن لی فیک مرجع
”اے خاتہ محبوب! کیا آج کے دن میرے لئے اس میں جگد ہے اور راتوں میں تمہاری طرف بازگشت ہو سکتی ہے...؟“

آگے یہ تین شعر ائمۃ سے خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”آپ حضرات حشر و نثر اور جزا کے مالک ہیں اور آپ ہی پر ہول دن (قیامت) کی پناہ گاہ ہیں اور تمہیں اعراف ہو جو ایک خلک میلہ ہے، اس میں سے آپ لوگوں کی شخصیت کی خوبیوں پر بھکتی ہو گی آپ

۱۔ کامل الزیارات ابن قولویہ ص ۱۰۵

۲۔ رجال طوی (ص ۲۱۳ نمبر ۱۶۵)

۳۔ رجال کشی ص ۲۵۳ (ج ۲ ص ۷۰۳ نمبر ۲۸)

اس پر بیٹھے ہوں گے، آپ میں سے آنحضرت افراد عرش پر قیام پر زیر ہیں جسے فرشتے اپنے دوش پر اٹھائے ہوئے ہیں اور چار افراد میں پر ہدایت خلق فرمائے ہیں۔ (۱)

اس قسم کی روایات سے عبدالکوئی شعری عظمت کا اندازہ ہوتا ہے، وہ امام کے معتمد تھے لہذا ان کی وفاقت پر توقف نہیں کر سکتے جیسا کہ علامہ حلی نے غیر معتمد کہا ہے (۲) اور انہیں حسان کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ (۳) ان پر غلو کا الزام بھی عائد نہیں ہوتا جیسا کہ ابو عرب کشی نے ان کے شعر سے یہ نظریہ قائم کیا ہے۔ (۴) ہم نے تو ان کی شعری کاوش میں صحیح عقیدہ کا ہی اندازہ کیا ہے، ان کی ولایت ملخص اور ان کا تشیع ہر قسم کے کھوٹ سے پاک تھا، کیوں کہ ان کے ہم عصر اصحاب امام انہیں موافق سمجھتے تھے اور مخدود میں علماء نے انہیں علماء و فقہاء میں شمار کیا ہے، نشر فضائل آل محمد میں بلند ہمتی کا مظاہرہ کیا۔

علمی و دینی رسوم

جو بھی عبدالکوئی کی شعری جزالت و روانی، مٹھاں اور عظمت و استواری سے واقف ہے ان کی فتحیہ بھارت کی گواہی دے گا، سید الشراطہ حمیری جسے اشعر الشراء کہے اس کی عظمت کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ابو الفرج نے ابو داؤد کا بیان نقل کیا ہے: ایک بزم میں سید حمیری و عبدالکوئی جمع ہوئے، سید نے یہ شعر پڑھا:

انسی ادین بمادان الوصی به یوم الخربیه من قتل المحلینا
وبالذی دان یوم النہروان به و شارکت کفہ کفی بصفينا
”میں وصی رسول“ کے دین پر ہوں خریپہ کے جنگ جمل کے سلسلے میں اور جنگ نہروان میں بھی علیٰ
کے دین پر ہوں اور صفين کے سلسلے میں علیٰ کے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہے۔

عبدی نے کہا: تم نے غلطی کی، اگر علیٰ کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ شریک ہے تو گویا تم ان کے مثل ہو گئے، مشارکت کے بجائے ہاتھ کہنا چاہیے، تم امام کے تابع ہو شریک نہیں!!

۱۔ اعيان الشفید (ج ۲ ص ۲۶۸)

۲۔ رجال الحنفی (ص ۸۶)

۳۔ رجال کشی (ج ۲ ص ۷۰۲ نمبر ۷۳۸)

۴۔ تفتح القال (ج ۲ ص ۳۰)

اس واقعہ کے بعد سید اکثر کہتے ہیں: میں عبدی کے سواب سے بڑا شاعر ہوں۔ (۱)

جو شخص بھی عبدی کے شعر میں غور فکر کرے گا سے اپنی طرح معلوم ہو جائے گا کہ عبدی حدیثوں سے بھر پور استقادہ کرتے تھے۔ وہ دشوار اور نادر احادیث کو بھی نظم کرنے میں پوری طرح مہارت رکھتے تھے، ان کی بلند فکری کارپرچشمہ الیت عصمت و طہارت کی حدیثیں تھیں جن کا مشاہدہ ان کے اشعار میں کیا جاسکتا ہے۔

ولادت ووفات

ان کی ولادت ووفات کا پتہ نہ جل سکا، نہ اندازہ قائم کرنے کا تحقیقی ثبوت ہی فراہم ہوا کا لیکن صادق آمل محمد کے صحابی اور سید کے ساتھ اجتماع سے پتہ چلتا ہے کہ عبدی نے سید حمیری کے بعد بھی زندگی پائی، نیز عبدی کے واقعات ابو داؤد نے بیان کئے ہیں، ابو داؤد کی وفات ۲۳۰ھ (۲) یا کشی کے مطابق ۲۳۰ھ معین ہوتی ہے۔ (۳) کشی نے لکھا ہے کہ ابو داؤد نے ۷۰ سال زندگی پائی، اس طرح ان کی تاریخ ولادت بقول کشی ۱۱۰ھ اور بقول نجاشی ۱۱۵ھ معین ہوتی ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدی نے سید کے بعد بھی زندگی پائی۔ اس طرح اعیان الشیعہ کی تحقیق کے عبدی کی وفات لگ بھگ ۱۲۰ھ میں ہوئی، معیار تحقیق پر پوری نہیں اترتی۔ (۴)

شعری نمونہ

يعرفه سایر من كان روى

انا روينا في الحديث خبرا

فقال : كم عده تطليق الاما

ان ابن خطاب اتاه رجل

للامة؟ اذكره فاومني المرتضى

فقال : يَا حِيدَرَ كُمْ تَطْلِيقَة

۲۔ رجال نجاشی (ص ۸۲ نمبر ۲۸۵)

۱۔ الآغاني ب ۲۲ (ج ۷ ص ۲۹۳)

۳۔ اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۲۰۹ نمبر ۲۸۵

۳۔ رجال کشی (ج ۲ ص ۲۰۹ نمبر ۲۸۵)

باصبعیه فشی الوجه الی
سائلہ قال: اثستان وانشی
قال لہ: ہذا علی ذوالعلا

”میں نے ایک حدیث کی روایت کی جسے تمام راویوں نے بیان کیا ہے:
ایک شخص عمر بن خطاب کے پاس آیا اور پوچھا: کنیزوں کی طلاق کا عدہ کتنا ہے؟ انہوں نے علی سے
پوچھا: یا حیدر! کنیز کی طلاق کتنی ہے؟ آپ نے دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا، عمر نے سائل سے کہا کہ کنیز کا
عدہ دو طہر ہے، پھر پوچھا: انہیں پہچانتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، عمر نے اس سے کہا: یہ بلند مرتبہ علی ہیں۔“
”اور ایک روایت عکرم کی ہے جس میں کسی نے شک و شبہ ظاہرنہیں کیا ہے کہ ابن عباس کچھ لوگوں
کے درمیان سے گذرے جو علی کو گالیاں دے رہے تھے، وہ حیران ہو کر رونے لگے، انہوں نے غصہ میں
پوچھا: تم میں کس نے خدا کو گالی دی؟ سب نے کہا: معاذ اللہ۔ ابن عباس نے پوچھا: تم میں کس نے
رسول کو گالی دی اور ظلم و گستاخی کی ہے؟ سب نے کہا: معاذ اللہ۔ ابن عباس نے پوچھا: تم میں کس نے
فضل کا نتات علی کو گالی دی؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے علی کو گالی دی۔ اس وقت ابن عباس نے کہا:
بخاری میں نے رسول ﷺ سے سنا کہ جو شخص علی کو گالی دے اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی
اس نے خدا کو گالی دی پھر چپ ہو گئے۔“

محمد و صنوہ و ابنته و ابناہ خیر من تحفی و احتجدا

”محمد اور ان کے صنوہ شجرہ روایت کی شاخ“، ان کی بیٹی اور نواسے بہترین مخلوقات ہیں، ان پر خالق
کائنات اور رب مخلوقات کی صلوuat، خدا نے ان کو تمام لوگوں میں پاکیزہ، مرتضیٰ کر کے چین لیا اور مجتبی
بنایا، یہ پیش نہ ہوتے تو نہ آسان کاشامیا نہ ہوتا، نہ میں کافرش بچھایا جاتا، خدا ان کی خالص ولاء کے بغیر
کسی بندے کا عمل قبول نہیں فرمائے گا، ان کے ذکر کے بغیر نماز تمام نہیں، نہ دعا قبول... اگر یہ اشرف
کائنات نہ ہوتے تو جریل زیر کسانہ کہتے: کیا میں بھی آپ حضرات کے ساتھ شامل ہو جاؤں، انہوں

نے انتحار انداز میں فرمایا: ہاں! اگر کوئی بندہ خدا سے عبادت و تقویٰ کی حالت میں ملاقات کرے اور ولایت علیٰ نہ ہو تو تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے، بلاشبہ جریل امین نے زمین پر آ کر کرانا کاتسین سے کہا: پاک طینت علیٰ سے کبھی لغزش و خطانیں دیکھی اور نہ لکھی گئی۔ (۱)

تشریحات

عبدی کے پہلے واقعہ کو دارقطنی و ابن عساکر نے یوں نقل کیا ہے کہ دو مرد حضرت عمر کے پاس آئے اور طلاق کنیز کا مسئلہ پوچھا، حضرت عمر وہاں سے اٹھ کر ایک مرد اصلاح کے پاس جس کے گرد لوگ حلقہ کئے ہوئے تھے، آئے اور طلاق کنیز کا مسئلہ پوچھا، انہوں نے سراخا کر دیکھا اور دو انگلیوں سے اشارہ کر دیا۔ حضرت عمر نے ان دونوں سے کہا کہ طلاق کنیز دو ہے۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ! آپ امیر المؤمنین ہیں، ہم آپ کے پاس آئے تھے، آپ خود ان کے پاس چلے گئے اور ان کے اشارے پر مطمئن ہو گئے۔ انہوں نے کہا: جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ٹلی بن ابی طالب ہیں، میں نے رسول خدا سے سنائے کہ اگر سات آسمان و زمین کو ایک پلے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں ایمان علیٰ رکھا جائے تو ان کا پلہ گراں رہے گا۔ (۲) زختری کی روایت میں ہے کہ ان دونوں نے کہا: ہم آپ کے پاس آئے تھے، آپ خلیفہ ہیں، آپ نے اس مرد سے پوچھا، بخدا! اب کبھی آپ سے بات نہ کریں گے..... آخر حدیث۔

دارقطنی اور ابن عساکر سے تجھی نے نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن و ثابت ہے۔ زختری کے طریق سے خوارزمی، ہدافی، محبت طبری اور صفوری نے بھی نقل کیا ہے۔ (۳)

دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباس ناپینا ہونے کے بعد کچھ لوگوں کے درمیان سے گذرے جو

۱۔ اعیان الفہید (ج ۷ ص ۲۷۰)

۲۔ تاریخ دشمن (ج ۱۲ ص ۲۹۶) حالات امیر المؤمنین نمبر ۸۷

۳۔ کفار یا تجھی ص ۱۲۹ (ص ۲۵۸ باب ۲۲)، مناقب خوارزمی ص ۷۸ (ص ۱۳۰ حدیث ۱۳۵)، مودودۃ القریٰ (مودود رے)، الریاض الحضرۃ (ج ۱ ص ۲۳۳) (ج ۳ ص ۱۸۱)، نزہۃ الجالی (ج ۲ ص ۲۲۰) (ج ۲ ص ۲۰۷)۔

علق کو گالیاں دے رہے تھے، انہوں نے انگلی پکڑنے والے سے کہا: یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا: علق کو گالیاں دے رہے ہیں۔ ابن عباس نے کہا: مجھے دہاں لے چلو۔ وہ ابن عباس کو ان لوگوں کے پاس لایا، ابن عباس نے پوچھا: کس نے خدا کو گالی دی؟ سب نے کہا: معاذ اللہ! جس نے خدا کو گالی دی، وہ مشرک ہے۔ پوچھا: کس نے رسول گوگالی دی؟ سب نے کہا: معاذ اللہ! جس نے رسول خدا کو گالی دی وہ کافر ہے۔ ابن عباس نے پوچھا: کس نے علی بن ابی طالب کو گالی دی؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے علق کو گالی دی۔ اس وقت ابن عباس نے کہا: بخدا! میں نے رسول خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے علق کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی اور جس نے خدا کو گالی دی اس کو خدا اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔ واپس ہوئے تو غلام سے کہا: وہ کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے کہا: کچھ بھی نہیں! پوچھا: ان کا چہرہ کیسا تھا؟ غلام نے شعر پڑھا:

”ڈھیل پکلوں سے کن انگھیوں سے ذیل انداز میں آپ کو دیکھ رہے تھے۔“

ابن عباس نے کہا: قربان جاؤں! پھر پڑھو، اس نے کہا: میرے پاس یہی تھا۔ ابن عباس نے یہ

شعر پڑھا:

”یہ زندہ افراد مردوں کے لئے باعث نگ ہیں اور مردہ افراد اپنے پیش مانگان کے لئے نصحت ہیں۔“ (۱)

عبدی کا شعر:

محمد و صنوہ و ابنته و ابناہ خیر من تحفی و احتذا

تشریح:

ابو ہریرہ کی روایت ہے، رسول نے فرمایا: جب خدا نے ابو البشر آدم کو پیدا کر کے روح پھونکی تو آدم نے عرش کی وہنی جانب دیکھا، پانچ اشباح سر بر بجود تھے نور کے درمیان۔ آدم نے پوچھا: خدا یا! کیا

۱۔ ریاض محب طبری ج ۱ ص ۱۶۶ (ج ۳ ص ۱۰۰)؛ کفاری تجھی م ۲۷ (ص ۸۳، ۸۴، ۸۵ باب ۱۰)؛ فراہید حموئی باب ۵۶ (ج ۱ ص ۳۰۲)؛ حدیث ۲۳۱)؛ فضول ابن حبیب م ۱۲۶ (ص ۱۲۵)۔

۲۳۰

غدیر: قرآن، حدیث، اور ادب میں [ج ۲]

مجھ سے قبل بھی کچھ لوگوں کو خاک سے خلق کیا ہے، یہ اشباح مخکانہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ تیرے پانچ فرزند ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو تمہیں پیدا نہ کرتا، جنت و نار، عرش و کرسی، آسمان و زمین، فرشتے، جن و انس کسی کو پیدا نہ کرتا، میں محمود ہوں یہ محمد ہے، میں اعلیٰ ہوں یہ علی ہے، میں قادر ہوں یہ فاطمہ ہے، میں احسان ہوں یہ حسن ہے، میں محسن ہوں یہ حسین ہے۔

مجھے اپنی عزت کی قسم! کوئی بندہ میرے پاس ان سے ذرا بھی کینڈ لے کر آئے گا اسے جہنم میں جھوک دوں گا، اے آدم! یہ میرے منتسب بندے ہیں، انہیں پر نجات و ہلاکت کا انعام ہے، تمہیں ضرورت ہو تو انہیں سے متصل ہونا، پس پیغمبرؐ نے حدیث سفینہ فرمائی: مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینہ نوح من رکبها نجا و من تخلف عنہا غرق۔

اے فرائد جوئی، خطیب خوارزمی، مسدرک، تاریخ خطیب، طبرانی، ابو القیم، عبدالبر، محبت الدین طبری نے لکھا ہے۔ (۱) امام شافعی نے اپنے اشعار میں اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے:
 جب میں نے دیکھا کہ لوگوں کا نام ہب انہیں گمراہی کے سمندر میں لئے جا رہا ہے تو خدا کا نام لے کر کشتی نجات پر بیٹھ گیا، جواہل بیت مصطفیٰ ہیں اور مضبوط رسمی جوان کی ولایت ہے اسے مضبوطی سے تمام لیا۔ (۲)

عبدی کا شعر:

لَا يَقْبِلُ اللَّهُ لِعَبْدٍ عَمَلاً
حَتَّىٰ يَوَالِيهِمْ بِالْخَلَاصِ الْوَلَا
تَشْرِيعٌ

ابن عباس سے مرودی حدیث رسولؐ ہے: اگر کوئی شخص رکن و مقام کے درمیان حالت نماز و روزہ

۱- فرمایا سلطین باب ۱ (ج ۱۶ ص حدیث ۱): مناقب خوارزمی ص ۲۵۲ (ص ۳۱۸ ص حدیث ۳۲۰)؛ مسدرک حاکم ج ۲ ص ۱۵۱ (ج ۳ ص ۱۲۳ ص حدیث ۳۲۰)؛ تاریخ خطیب ج ۱۲ ص ۹۱؛ (المجمع الكبير ج ۳ ص ۳۵۵ ص حدیث ۲۶۳۶) ۲- رشیقۃ الصادقی ص ۲۳

میں مر جائے لیکن دشمن ابھیت ہو تو جہنم میں داخل ہو جائے گا۔ (۱)

اماں سان میں رسول خدا سے مروی ہے: اگر بندہ سات ہزار سال عبادت کر کے خدا سے اس حالت میں ملاقات کرے کہ دشمن علی ہو تو خدا تمام بھلائیوں سے محروم کر دے گا۔ (۲)

خوارزی نے روایت کی ہے کہ رسول نے علی سے فرمایا: اگر کوئی عمر نوٹ پائے، کوہ احد کے برادر سونا اتفاق کرے، پھر ہزار سال تک حج کرے پھر درمیان صفا و مروہ مظلوم قتل کیا جائے اور تمہارا دشمن ہو تو کبھی بوئے بہشت نہ سو سکھے گا۔ (۳)

رسول نے ام سلمہ سے فرمایا: اسے بیچانتی ہو؟ کہا: ہاں! یہ علی بن ابی طالب ہیں۔ فرمایا: ان کی خصلت میری خصلت، ان کا خون میرا خون ہے، یہ میرا گنجینہِ دانش ہے۔ سنو! گواہ رہنا کہ اگر بندہ ہزار سال تک رکن مقام کے درمیان عبادت کرتا رہے لیکن محبت علی نہ ہو تو اوندھے منھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ (۴)

تاریخ ابن عساکر میں جابر سے مروی ہے: اگر میری امت اس قدر روزہ رکھے کہ کثرت روزہ کی وجہ سے سوکھ کر لکڑی کے مانند ہو جائے، اتنی نمازیں پڑھے کہ کثرت رکوع کی وجہ سے اس کی کمرشل کمان ہو جائے لیکن تمہارا دشمن ہو تو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (۵)

عبدی کا شعر:

الابذ کر اہم ولا پیز کو الدعا
ولایتم لامراء صلاتہ

۱۔ متدرب حاکم (ج ۳ ص ۱۲۹) (ج ۳ ص ۱۲۱ حدیث ۱۲)؛ مجموع الادب (ج ۳ ص ۱۲۲) حدیث ۲۲۵؛ مجمع البشیر (ج ۹ ص ۲۷)؛ صواعق حر

ق ابن حجر (ص ۲۲۴)؛ عجب مارأیت (ص ۸)، الشرف الموند (ص ۹۶)، (ص ۲۰۱) روضۃ الصادقی (ص ۳۳)

۳۔ مناقب خوارزی (ص ۳۹) (ج ۱۰ ص ۲۷) حدیث (۲۰)

۴۔ کفاية الطالب (ص ۳۱۲ باب ۸۶)

۵۔ تاریخ دمشق (ج ۱۲ ص ۱۲۲)؛ کفایہ تنبیہ (ج ۹ ص ۱۷) (باب ر ۸۷)؛ مناقب مغازی (ص ۲۹۷) حدیث (۳۲۰)؛ فرمایہ حموی

باب نبراء (ج ۱۵ حدیث ۱۶)؛ شمس الاخبار (ص ۳۳) (منڈشس الاخبار (ص ۹۰))

اس سلسلے میں کتب فقہ و تفسیر میں بے شمار روایات ہیں کہ بغیر آل محمد پر صلوت کے نماز مقبول نہیں، ابن حجر (۱) نے ”ان الله و ملائکته“ کے ذیل میں اخبار صحیح نقل کی ہے:

جب رسول اسلام سے پوچھا گیا کہ آپ پر کیسے درود اسلام بھیجا جائے تو آپ نے اپنی آل کوشال کرنے کی تائید فرمائی، پھر ابن حجر کہتے ہیں کہ واضح دلیل ہے کہ اس آیت سے آل محمد پر صلوت بھی مامور الہی ہے اور آل محمد ان کے قائم مقام ہیں کیونکہ رسول پر صلوت کا مطلب ان کی اور ان کے آل کی تزیدی تضمیں ہے، اسی لئے زیرِ کساء آپ کی دعا تھی ”اللهم انهم مني وانا منهم فاجعل صلواتك وبركاتك ورحمتك و مغفرتك و رضوانك على وعليهم“ (۲) (خدایا ای یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں پس تو اپنی صلوات، برکت، رحمت، مغفرت اور رضوان قرار دے میرے اوپر اور اسکے اوپر۔ اور اس دعا کے قبول ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ رسول نے مومنین سے فرمائش کی ہے: میرے ساتھ ان پر صلوات پڑھو۔ آپ سے روایت ہے کہ لا تصلوا علی الصلوة البتراء (محمد پر دم کنی صلوات نہ پڑھو)۔ پوچھا گیا: دم کنی صلوات کیا؟ فرمایا: ”اللهم صل علی محمد“ کہہ کے خاموش نہ ہو جاؤ بلکہ آل محمد کو بھی شامل کرو، اس کے بعد شافعی کے دو شعر نقل کئے ہیں:

یا اهل بیت رسول الله جبکم فرض من الله في القرآن انزله

کفاكم من عظيم القدر انكم من لم يصل عليكم لاصلوة له

”اے الہمیت رسول خدا! تمہاری محبت خدا کی طرف سے فرض کی گئی ہے، تمہاری عظیم مزالت کے لئے یہیں کافی ہے کہ جو تم پر نماز میں صلوات نہ پڑھے اس کی نماز درست نہیں“۔ (۳)

ابن حجر کا بیان ہے: ممکن ہے شعر کا آخری جملہ ”لا صلوة له“ کا مطلب یہ ہو کہ نماز درست نہیں اس لئے پہلے شعر میں کہا ہے کہ تمہاری محبت فرض ہے یا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ نماز کامل نہیں!!

۱۔ صواعق ص ۸۷ (ص ۱۳۶)

۲۔ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۲۲۲ (ج ۲ ص ۳۵۵ حدیث ۲۲۰۶)

۳۔ زرقانی نے شرح المواصب ج ۲ ص ۷ پر اور ابن حجر کی نے صواعق حرقة (ص ۱۳۸)

ابن حجر صواعق میں کہتے ہیں کہ دارقطنی اور نیشنی کے حوالے سے حدیث نقل ہے: جو مجھ پر صلوٰت پڑھے اور آل کو چھوڑ دے وہ صلوٰت مقبول نہیں۔ یہ حدیث شافعی کے قول کو مستند بناتی ہے کہ اہلیت پر صلوٰت نماز کی طرح واجب ہے لیکن یہ ضعیف ہے۔ لہذا اس کا استناد اس تحقیق علیہ حدیث پر ہے: ”قولوا اللهم صل علی محمد وآل محمد“ اس میں ”قولوا“ امر ہے اور امر قول صحیح کے مطابق وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (۱)

امام رازی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آل محمد پر صلوٰت منصب عظیم ہے اس لئے اس کو خاتم تشهد قرار دیا گیا ہے۔ یہ عظمت، آل محمد کے سواد سرے کو حاصل نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حب آل محمد واجب ہے۔ پھر کہا ہے کہ اہل بیت پائچ باتوں میں رسول کے شریک ہیں:

۱۔ تشهد میں صلوٰت

۲۔ سلام

۳۔ طہارت

۴۔ تحریم صدقہ

۵۔ محبت (۲)

تفسیر نیشاپوری میں آیہ مودۃ کے ذیل میں لکھا ہے کہ آل محمد کے فخر و شرف کے لئے یہی کافی ہے کہ تشهد ناقص رہ جائے اگر ان پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔ (۳) ذخائر الحقیقی میں جابر کا قول ہے کہ اگر میں نماز میں آل محمد پر درود نہ پڑھوں تو اسے غیر مقبول سمجھتا ہوں۔ (۴)

قاضی عیاض نے شفایں ابن مسعود کی روایت لکھی ہے، رسول نے فرمایا: جو میری آل پر درود کے بغیر نماز پڑھے وہ نماز مقبول نہیں۔ (۵) خواجهی نے شرح شفایں تینی افادات فرمائیں ہیں۔ (۶) نیز اس سلسلے

(۱) تفسیر رازی ج ۷ ص ۳۹۱ (ج ۷ ص ۱۶۶)

۱۔ صواعق عمر قص (۱۳۹ ص ۲۲۲-۲۲۳)

۲۔ ذخائر الحقیقی ص ۱۹

۲۔ غرائب القرآن (جلد ۱ ج ۲۵ ص ۲۵)

۳۔ (شرح شفایں ج ۳ ص ۵۰۰-۵۰۵)

۴۔ الشفایف حقوق المصطفی (ج ۲ ص ۱۷۲)

میں مجھ بیشی میں بربریہ سے یہ فقرے نقل ہیں، رسول سے ہم نے پوچھا: سلام تو جان گئے، صلوٰت کیسے پڑھیں؟ فرمایا: یوں کہو "اللّٰهُمَّ اجْعِلْ صَلَوَاتَكَ وَبَرَكَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ كَمَا آلَ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَبْعِدٌ"۔ (۱)

عبدی کا شعر

وَإِنْ جَبْرِيلَ الْأَمِينَ قَالَ لِي عن ملکیہ الکاتبین مذداً
خَطِيبُ بَغْدَادِي عَمَارِ يَاسِرَ سَقَلَ كَرْتَهِ ہیں، رسول اسلام نے فرمایا: علی بن ابی طالب کے
دوں حافظ فرشتوں کے مقابلے فخر کر رہے تھے کہ انہیں علی پر متعین کیا گیا ہے کیونکہ جو کام موجب خشم
خدا ہوا سے خدا کی بارگاہ میں پیش نہیں کیا جاتا۔ دوسری روایت میں ہے: ہرگز پیش نہیں کیا جاتا۔ (۲)

عبدی کا شعر

وَلَا يَذَكُرُ الدُّعَاء.....

یہ اس طرف اشارہ ہے جسے دیلیمی نے اخراج کیا ہے کہ دعا جاپ میں رہتی ہے جب تک آل محمد
پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔ (۳) ابن حجر نے اسے صوات عن میں بھی لکھا ہے۔ (۴) طرانی نے اوسط میں
امیر المؤمنین سے روایت نقل کی ہے: ہر دعا جاپ میں رہتی ہے جب تک آل محمد پر صلوٰت نہ پڑھی
جائے۔ (۵)

۱- جمیع الرؤا نکح ج ۱۶۳ ص ۱۶۳

۲- تاریخ خطیب ج ۱۲ ص ۳۹؛ مناقب ابن مغازی ص ۱۲۷ حدیث ۱۶۸؛ مناقب خوارزمی ص ۲۵۱ (ص ۱۶-۳۱۵ ح ۳۱۵)؛
شمس الاخبار ص ۳۶ (ج ۱ ص ۹۷)

۳- المفردوس بتأثیر الخطاب ج ۳ ص ۳۵۵ ح ۲۷۵۲

۴- صوات عن عمر قدص ص ۱۳۸ (ص ۸۸)

۵- تاجم الاصطیح ج ۳۰۸ ص ۲۵۷

بیہقی، ابن عساکر اور شرح شفای خاقانی میں ہے کہ دعا و نماز زمین و آسمان کے درمیان متعلق رہتی ہے اور پر نہیں بلند ہوتی جب تک آل محمد پر صلوٰت نہ پڑھی جائے۔ (۱)

عبدی کا شعر

لَوْلَمْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْ وَطْنِ الْحَصَّا
وَقَالَ جَبْرِيلُ لَهُمْ تَحْتَ الْعَبَّا
اس میں صحیح و متواتر اور متفق علیہ حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ زیر کسائے جبریل و میکائیل کو رسول نے جگہ دی۔ (۲)

عبدی کے اشعار

”آل بُنْيَّ مَنَابُ وَفَضَائِلَ كَمَّا هُنَّ، كُورَدُوْنَ كُورُوشَنِيْ اُورَخَشَتَهَ حَالُوْنَ كَيْ دَنْجِيرِيْ كَرْتَهَ ہیں“
”یہ سبقت کرنے والے ہیں، ان کی ولایت خدا کی طرف سے قرآن میں واجب قرار دی گئی ہے، یہ صراط مستقیم ہیں، ان کی راہ پر چلنے والے رستگار اور کچھ ان سے مخفف ہیں۔ صدیقہ صدیق کے لئے خلق فرمائی گئی ہیں، جن میں شریفانہ مناسبت پائی جاتی ہے، یہ ایک دوسرے کے لئے چن لئے گئے تھے، تمام گندگیوں سے پاک تھے، ان دونوں کے نام عرش میں مقرب سطروں کے ساتھ مرقوم ہیں، خدا صدیقہ کے عقد کا ولی تھا اور جبریل خطبہ خوان تھے، ان کا مہر روئے ارض کا پانچواں حصہ تھا جو تمام عطا یا میں سب سے بہتر تھا، ان پر طوبی کے شاداب پھل شارکے گئے۔“ (۳)
”صادقون سے آئی ”کونوامع الصادقین“ کی طرف اشارہ ہے۔ تاریخ ابن عساکر وغیرہ میں جابر سے مردی ہے کہ رسول اسلام نے فرمایا: یعنی علیؑ کے ساتھ ہو جاؤ۔ (۴)

۱۔ شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۶، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵: شرح شفای خاقان ج ۳ ص ۵۰۶

۲۔ اسعاف الراغبین ص ۷۰: انوار الاصرار ج ۲ ص ۲۲۶

۳۔ اعيان الشيء (ج ۲ ص ۲۷۰)

۴۔ تاریخ دمشق ج ۲ ص ۷۳۰: کفایہ الطالب ص ۱۱۱ (ج ۲ ص ۲۳۶، باب ۶۲): درمنثور ج ۳ ص ۲۹۰ (ج ۳ ص ۳۱۶)

اور تذکرہ سبط ابن جوزی میں ہے کہ ابن عباس کہتے تھے: علیٰ سید الصادقین ہیں۔ (۱)

عبدی کا مصروف "السابقون الى الْوَغَابِ" میں آئی "السابقون السابقون" کی طرف اشارہ ہے جو حضرت علیٰ کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ ابن مردویہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حز قل مومن آل فرعون، جبیب نجار اور علیٰ کے لئے نازل ہوئی اور ہرامت کے سابق سے علیٰ افضل ہیں۔ ابو حاتم کے یہاں حز قل کے بجائے یوشع بن نون کا نام ہے۔ دیلیٰ نے عائشہ سے اور ابن ضحاک، طبرانی، ثعلبی، ابن مردویہ اور ابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کی ہے: سابق تین ہیں، مومنیٰ کے سابق "یوشع بن نون"، عیسیٰ کے سابق صاحب یاسین اور محمدؐ کے سابق علیٰ ہیں۔ (۲) ثعلبی میں ہے کہ یہ تینوں صدیق ہیں لیکن علیٰ افضل ہیں۔

کفاریٰ نجیٰ میں ہے: امتوں کے سابق تین ہیں جنہوں نے پلک جھپکنے کے برابر بھی شرک نہیں کیا: علیٰ، صاحب یاسین، مومن آل فرعون۔ یہ تینوں صدیق ہیں لیکن علیٰ سب سے افضل ہیں۔ یہ سند معتر اور لائق احتجاج ہے۔ (۳)

عبدی کا شعر:

فولاهم فرض من الرَّ حمان فی القرآن واجب

اس میں آیہ مودت (قل لا استلکم علیه اجر الا المودة فی القربی) کی طرف اشارہ ہے، جسے بے شمار محدثین و مفسرین نے لکھا ہے، ان کا احاطہ مشکل ہے۔ ان میں احمد بن حبیل، ابن منذر،

۱- تذکرۃ النحوں ص ۱۰ (ص ۱۶)

۲- الفردوس بما ثور الخطاب (ج ۲ ص ۳۲۱ حدیث ۳۸۶۶)؛ الحجۃ الکبیر (ج ۱ ص ۷۷ حدیث ۱۱۱۵۲)؛ مناقب ابن مغازلی (ص ۳۲۰ حدیث ۳۶۵)

۳- کفاية الطالب ص ۳۶ (باب ۲۲)، الدر المخورج ص ۱۵۳ (ج ۸ ص ۶)؛ الصواعق المحرقة ص ۲۷ (۲۵)؛ تذکرۃ النحوں ص ۱۱ (ص ۷۱)؛ ریاض العصرۃ ج ۱ ص ۱۵۳ (ج ۳ ص ۹۹)؛ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۲۔

ابی حاتم، طبرانی، ابن مارویہ، شعبی، ابو قیم، ابن مغازلی نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ آیہ مودت کے لئے پوچھا گیا کہ کس کی مودت واجب قرار دی گئی ہے؟ تو فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے بیٹوں کی۔ (۱) ابو عبداللہ ملا لکھتے ہیں کہ رسول اسلام نے فرمایا: میری رسالت کا اجر تھا رے خدا نے میرے الٰہ بیت کی مودت کو قرار دیا ہے اور میں کل قیامت میں تم سے اس کا سوال کروں گا۔ (۲)

جاہر کہتے ہیں کہ ایک اعرابی خدمت رسول میں آیا اور کہا: مجھے اسلام بتائیے؟ فرمایا: کہو "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، إِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" اعرابی نے کہا: کیا آپ مجھ سے اس کی اجرت بھی طلب کریں گے؟ فرمایا: صرف قرابینداروں کی محبت۔ پوچھا: میرے قرابیندار یا آپ کے قرابیندار؟ فرمایا: میرے قرابیندار۔ کہنے لگا: لایے میں آپ کی بیعت کروں۔ جو بھی آپ اور آپ کے قرابینداروں سے محبت نہ کرے اس پر خدا کی لعنت۔ رسول نے آمین کی۔ (۳)

ابو امامہ یاہلی کہتے ہیں: رسول اسلام نے فرمایا: خدا نے انبیاء کو مختلف درختوں سے خلق فرمایا اور مجھے ایک درخت سے، میں جڑ ہوں علی اس کی شاخ ہیں، فاطمہ اس کا پھول ہیں اور حسینؑ اس کے پھلن ہیں، جو بھی اس کی کسی ثہنی سے وابستہ ہو گیا نجات پا گیا اور جس نے نفرت سے منہ موڑا ہلاک ہو گیا اور اگر کوئی بندہ صفا و مروہ کے درمیان ہزار ہزار سال عبادت کرتا رہے اور ہم سے وابستہ نہ رہے تو اوندھے

۱۔ مناقب علی (ص ۱۸۷ حدیث ۲۶۳)، لجم الحکیم (ج ۱۱ ص ۳۵۱ حدیث ۱۲۲۵۹)، الکف و البیان تفسیر آیہ ۲۳ سورہ مناقب ابن مغازلی (ص ۳۰۹ - ۳۰۷ حدیث ۲۵۲)؛ خازن محبت طبری ص ۲۵؛ کشاف زخیری ج ۲ ص ۳۳۹ (ج ۲۲ ص ۲۲۰)؛ فرائد حموی (ج ۲ ص ۱۳ حدیث ۳۵۹ باب ۲)؛ مطالب رسول ص ۸؛ تفسیر رازی (ج ۲۲ ص ۱۶۶)؛ تفسیر ابوسعود (ج ۸ ص ۳۰)؛ مطبوع بر حاشیہ تفسیر رازی ج ۷ ص ۲۲۵؛ تفسیر ابو حیان ج ۷ ص ۵۱۶؛ تفسیر نفی ج ۲ ص ۹۹ و ۱۰۵ (ج ۲ ص ۱۰۵)؛ جمیع الرؤا ندج ص ۱۱؛ فضول المہمہ ص ۱۲ (ج ۲۷) کتابیہ مکتبی ص ۳۱ (ص ۹۱ باب ۱۱)؛ المواہب اللہ نیہ (ج ۲ ص ۳۵۸)؛ غرائب القرآن (مجلد ۱۱)؛ شرح المواہب زرقانی ج ۷ ص ۲۱، ۲۳؛ صوات عن محقرہ ص ۱۰۱، ۱۰۵، ۱۳۵ (ص ۲۲۲، ۱۷۰)؛ احیاء لمیت سیوطی مطبوع بر حاشیہ الاتحاف ص ۲۳۹؛ نور الابصار ص ۱۱ (ص ۲۲۷)؛ الاسعاف مطبوع بر حاشیہ نور الابصار ص ۱۰۵۔

۲۔ دیلیۃ الحجیدین ج ۵ ص ۱۹۹؛ خازن محبت طبری ص ۲۵؛ صوات عن محقرہ ص ۱۰۲، ۱۳۶ (ص ۲۲۸، ۱۷۱)

۳۔ کفایہ مکتبی ص ۳۶ (ص ۹۰ باب ۱۱)

منہ جہنم میں جائے گا۔ پھر آئی مودت کی تلاوت فرمائی۔ (۱)

احمد اور ابن الی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول نے آیہ "وَمَن يَقْرَفْ حَسَنَةً" کا مطلب آل محمد کی مودت کو بتایا ہے۔ (۲)

ابو الشخ ابن حیان نے اپنی کتاب "الثواب" میں واحدی کے طریق سے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے فرمایا: ہم آل حم، یہی صرف مومن ہی ہماری مودت کا تحفظ کرے گا، پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: قل لَا إِسْلَمُ كُمْ عَلَيْهِ أَجْزَاءُ الْمُوَدَّةِ فِي الْقُرْبَى۔ (۳)

ابوظفیل نے امام حسن کے خطبے کی حکایت کی ہے: حمد و شانے الہی، رسول، وصی رسول، صدیقین و شہداء پر صلوٰت کے بعد فرمایا: لوگو! تم سے ایسا شخص جدا ہو گیا جس سے اول و آخر میں کوئی بھی سبقت نہیں لے گیا، رسول نے علم عطا فرمایا اور جریل و میکائیل نے داکیں باسیں ان کی مدد کی اور خدا نے فتح عطا فرمائی۔ خدا نے ان کی روح اس رات قبض فرمائی جس رات وصی مومن کی روح قبض کی اور اسی رات روح کو بلند کیا جس رات عیشی کو بلند کیا تھا، یہ وہی رات ہے کہ خدا نے فرقان نازل فرمایا، بخدا انہوں نے سونا، چاندی کچھ نہ چھوڑا، اپنے بیت المال میں صرف سائز ہے سات سورہم ام کلثوم کے لئے خادم خریدنے کی غرض سے چھوڑا ہے۔

پھر فرمایا: "جو مجھے پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ سن لے، میں حسن بن علی ہوں۔ پھر آئی قرآنی تلاوت فرمائی: ﴿وَاتَّبَعَتْ مَلَةً آبَائِيْ ابْرَاهِيمَ اسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ (۳) میں اپنے

۱۔ تاریخ مدینہ دمشق ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۱۳۳)؛ شواهد التزیر میں حکایت (ج ۲ ص ۲۰۳ حدیث ۷۷)؛ کفایۃ الطالب ص ۷۸ (ص ۷۳ باب ۸۷)۔

۲۔ نظائر الصحابة (ج ۲ ص ۶۲۹ حدیث ۱۱۳)؛ احادیث مطبوع بر حاشیۃ الاتحاف ص ۲۳۹؛ مذاقب ابن مخازل (ص ۳۱۶)؛ الرغبة ص ۲۳؛ الرشف انسود ص ۹۵ (ص ۱۹۹)؛ الفصول ص ۱۲ (ص ۲۷)؛ صوات عن مجرم قدس ۱۰ (ص ۱۷۰) در مندرجہ ص ۷ (ج ۷ ص ۲۳۸)۔

۳۔ صوات عن مجرم قدس ۱۰ (ص ۱۷۰، ۲۳۸، ۱۷۱)؛ جواہر العقدین (ص ۲۳۸)۔

۴۔ (یوسف ۲)۔

آباء و اجداد ابراہیم، الحنفی، یعقوب کی پیر وی کرتا ہوں، میں فرزند بشیر و فرزند یحییٰ ہوں، میں فرزند نما سیدہ الہی ہوں، فرزند سراج منیر ہوں، میں فرزند رحمۃ للعالیین، میں اہل بیت کی فرد ہوں، جسے خدا نے اچھی طرح پاک کیا، میں اہل بیت کی فرد ہوں جسکی مودت فرض ہے اور خدا نے آیہ مودت نازل فرمائی۔

زندگی کے الفاظ ہیں: ”میں اہل بیت کی فرد ہوں جس کے بیہاں جبریل آتے جاتے رہے، میں اہل بیت کی فرد ہوں جس کی مودت ہر مسلمان پر فرض ہے اور ہمارے ہی بارے میں“ قل لا استکم علیه اجر الا المودة فی القربی ” و ”وَمَنْ يَقْرَفْ حَسَنَةً نَزِدُ لَهُ فِيهَا ” نازل ہوئی ہے اور آیہ ”وَمَنْ يَقْرَفْ حَسَنَةً“ میں اقتراض حسنة ہم اہل بیت کی مودت ہے۔ (۱)

تفسیر طبری میں ابو دیلم سے مردی ہے: سید جاذا سیر ہو کر دروازہ دمشق پر پہنچے تو ایک شخص نے کہا: اس خدا کا شکر جس نے تمہیں قتل کر کے فتنہ ختم کیا۔ سید جاذا نے فرمایا: کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ کہا: بہاں! فرمایا: کیا آں حم بھی پڑھا ہے؟ کہا: نہیں۔ فرمایا: کیا تم نے آیہ مودت نہیں پڑھی؟ بولا: کیا تم ہی رسول کے قرابدار ہو؟ فرمایا: بہا۔ (۲)

طبری نے اپنی تفسیر میں سعید بن جبیر اور عمرو بن شعیب سے روایت کی ہے کہ رسول خدا کے قرابدار سے مراد فاطمہ ہیں۔ ان دونوں راویوں کے علاوہ سدی سے ابو حیان نے اپنی تفسیر میں اور سیوطی نے درمنثور میں نقل کیا ہے۔ (۳)

خنزیر الدین رازی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ آں محمد وہی ہیں جن کا معاملہ رسول کے پر دے اور

۱۔ در لاسطین (ص ۱۳۸)؛ شرح ابن الہدی بیح ۳۲ ص ۱۱ (ج ۱۲ ص ۳۳ خطبہ ۳۱)؛ مجمع الزوائد ح ۹ ص ۱۳۶؛ الفصول ابن

صباغ ص ۱۶۶ (ص ۱۵۹، ۱۵۸)؛ کفایہ حنفی ص ۳۲ (ص ۹۳ باب ۱۱)؛ صوات عن محقرہ ص ۱۳۶، ۱۰۱ (ص ۱۷۰، ۲۲۸)؛ نزحة

المجالس ج ۲ ص ۲۳۱؛ ارفہ حصہ حضری ص ۲۲؛ قاتل الطالبین (ص ۲۲)، من رسائل (ج ۲۲)؛ حدیث (۸۳۰۸)

۲۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۶ (محلہ ۲۵۱ ص ۲۵)؛ تفسیر خلیل (تفسیر سورہ شورہ آیہ ۲۲)؛ تفسیر ابو حیان ج ۷ ص ۵۱۶؛ درمنثور ج ۲ ص ۷ (ج ۷ ص ۳۷۸)

۳۔ صوات عن محقرہ ص ۱۰۱ (ص ۱۷۰، ۲۸۸)؛ شرح المؤذب زرقانی ج ۷ ص ۲۰

۴۔ تفسیر طبری ج ۲۲ ص ۱۶، ۱۷

جس کا عقل شدید اور کامل تر ہو وہ آل ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فاطمہ، علی و حسنین کا تعلق رسول سے استوار ترین ہے اور جب یہ بات مسلم و متواتر طریقہ سے معلوم ہو گئی تو ان کا آل ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ (۱) منادی، حافظ زرندي سے روایت کرتے ہیں: تمام علماء و مجتهدین اور ہادیان برحق ولایت آل محمد سے سرشار ہیں کیونکہ خدا نے آئی مودت اتنا ردی ہے۔ (۲)

ابن حجر کہتے ہیں کہ ابوسعید خدری نے کہا: ”وقفوهם انهم مسئلون“ کامطلب ہے کہ ولایت علی پوچھی جائے گی۔ یہی واحدی کہتے ہیں کہ کیونکہ خدا نے حکم دیا کہ تمام لوگوں سے کہہ دیں کہ تبلیغ رسالت کا اجر صرف مودة القربی ہے، ان سے یہی پوچھا جائے گا، حق موالات اولیاء جس کی وصیت رسول نے کی تھی اسے ضائع کیا۔ (۳)

صوات عن میں ابن عربی کا شعر درج ہے: (۴)

رأیت ولائی آل طه فريضة على رغم اهل البعد يورثني القربا
فما طلب المبouth اجرا على الهدى بتبلیغه الا المودة في القربی
ابن صباح نے کسی کے اشعار لکھے ہیں: (۵)

هم العروة الوثقى المعتصم بها
مناقب فى شوري و سورة هل اتي
وفى سورة الاحزاب يعرفها التالى
و هم آل بيت المصطفى فوداهم
مناقبهم جائت يوحى و انزال
على الناس مفروض بحکم و اسجال
ايک دوسرے شاعر کا شعر ہے:

و هم القوم من اصفاهم الود مخلصا
تمسك فى اخراه بالسبب الاقوى
هم القوم فاقوا العالمين مناقب
محاسنهم تجلى و آثارهم تروى

۲۔ نقش در دراسات مسلمین ص ۱۰۹

۱۔ تفسیر رازی ج ۲۷ ص ۳۹۰ (ج ۲۷ ص ۱۶۶)

۳۔ صوات عن محقر قدس (۸۹) (۱۳۹)

۴۔ صوات عن محقر قدس (۱۰۰) (۱۷۰)

۵۔ الفصول میں (۲۸-۲۷) ص ۱۲

و طاعتهم وَ وَهُمْ تَقْوَىٰ

موالاتهم فرض و حبهم هدى
شبلنخی نے ابن حبیر کے اشعار لکھے ہیں: (۱)

علياً و سبطيه و فاطمة الزهراء
و اطلعهم افق الهدى ان جماز هر ا
و حبهم انسى الذخائر للآخرى
فاني ارى البعضاء في حقهم كفراً

احب النبي المصطفى و ابن عمه
هم اهل بيت اذهب الرجس عنهم
موالاتهم فرض على كل مسلم
و ما انا للصحاب الكرام لميفض

عبدی کا شعر

و هم الصراط فمستقيم فوقه ناج و ناکب
تلبی نے "الکشف والبيان" میں "اهدنا الصراط المستقيم" کے ذیل میں سلم بن حیان
کے توسط سے ابو ہریرہ کا قول نقل کیا ہے: "وَهُمْ وَآلُّ مُحَمَّدٍ كَارَاسِتَهُ"۔ (۲) ابن عباس کہتے ہیں: لوگو!
یوں کہو کہ ہمیں محبت الہ بیت کی ہدایت فرم۔ (۳)
فرائد حبوبی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے اس آیت "ان الذين لا يؤمنون بالآخرة عن
الصراط لناكبون" کے بارے میں کہا: ہم الہ بیت کی ولایت ہی صراط ہے۔ (۴)
مناقب خوارزمی میں ہے: صراط دنیا میں دوسرا آخرت میں۔ صراط دنیا علیؑ ہیں اور
صراط آخرت "پل صراط" ہے جو صراط دنیا کو پہچان لے گا وہ صراط آخرت سے آسانی سے گذر جائے گا،
اس کی وضاحت حدیث رسولؐ سے ہوتی ہے، فرمایا: پل صراط پر وہی ثابت قدم رہے گا جو میرے الہ
بیت واصحاب کی شدید محبت میں گرفتار ہو۔ (۵)

۱۔ تفسیر کشف والبيان تفسیر آیر ۶ الحمد

۲۔ سورا الابرار ۱۳ (۲۲۲-۲۲۳)

۳۔ تفسیر وکیع
قرآن مسلمین (ج ۲ ص ۳۰۰) حدیث (۵۵۶)

۴۔ کامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲ ص ۳۰۲ نمبر ۹۱)؛ صواعق عمر قصص ۱۱ (ص ۱۸۷)

جو نبی نے صادق آل محمد کا قول تقلیل کیا ہے: ”بم خیرۃ اللہ طریقتہ واضح اور صراط مستقیم ہیں۔“ (۱) جو خدا کے راستے مستقیم سے وابستہ ہوا اس نے راہ خدا کو پالیا، جیسا کہ ابو سعید نے حدیث رسول بیان کی میں اور اہل بیت درخت جنت ہیں، اس کی شاخ دنیا میں ہے جو اس سے وابستہ ہوا، راہ خدا پا گیا۔ (۲) عبدی نے صدیقہ کا لفظ استعمال کیا ہے یہ زبان رسول سے دیا گیا فاطمہ کا لقب ہے، حضرت علی نے فرمایا: رسول نے کہا: مجھے تمن باتیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ کسی کو بھی نہیں عطا ہو سکیں، میرے جیسا داماد کسی کو عطا نہیں کیا گیا، فاطمہ صدیقہ جیسی میری بیٹی تمہیں زوجہ ملی اور تمہیں حسن و حسین جیسے تھہارے صلب سے میرے فرزند عطا ہوئے، تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں۔ (۳)

عائشہ سے مروی ہے: میں نے فاطمہ سے زیادہ صادق لجھہ والی عورت نہیں دیکھی مگر یہ کہ انہیں کے والد جو انہیں کی طرح صادق الیجھ ہیں اور یہ انہیں کی بیٹی ہیں۔ (۴)

عبدی نے صدیق کا بھی لفظ استعمال کیا ہے جس سے مراد علی ابن ابی طالب ہیں اور آپ کا یہ مخصوص لقب ہے۔

ریاض محب طبری میں ہے کہ رسول نے آپ کا نام صدیق رکھا۔ (۵) بخندی نے کہا ہے کہ آپ کا لقب صدیق اکابر اور یحیوب الاممہ ہے، اس سلسلے میں بے شمار روایات ہیں:

۱۔ ابن نجاش و احمد نے مناقب میں ابن عباس سے مروی حدیث رسول لکھی ہے: ”صدیق تمن ہیں: حز قیل مومن آل فرعون، جبیب نجاش آل یسین، علی بن ابی طالب اور علی ان میں افضل ہیں۔“ (۶)

۱۔ فرانک لامبٹین (ج ۲۲ ص ۲۵۲) حدیث ۵۲۳ باب ۲۸

۲۔ شرف المبہة (ص ۱۵)

۳۔ ریاض الصفرۃ (ج ۲۰ ص ۲۰۲) (ج ۳۳ ص ۱۵۲)

۴۔ حلیۃ الاولیاء (ج ۲ ص ۳۲)؛ استیغاب (ج ۳ ص ۳۷۸ - ۳۷۷) (القسم الرابع ص ۱۸۹۶ نمبر ۴۰۵)؛ ذخیر العقی ص ۳۳، تقریب الاسانید و شرح ج ۱ ص ۱۵۰؛ مجمع الروائد ج ۹ ص ۲۰۱... یعنی کے بقول سارے راوی معتبر ہیں۔

۵۔ ریاض الصفرۃ (ج ۳ ص ۹۵ - ۹۶)

۶۔ مناقب علی (ص ۱۱۳) حدیث ۱۹۲)، محرفہ الصعلکیہ البیہقی (ج ۱ ص ۳۰۲)، تاریخ ابن عساکر (ج ۲ ص ۱۷۱)، ریاض طبری (ج ۳ ص ۱۵۳)، کتابیہ تنبیہ (ص ۲۲) (ص ۱۲۲) باب ۲۲)، کنز العمال (ج ۲ ص ۱۵۶) (ج ۱ ص ۱۰۱) حدیث ۲۳۸۹۷، صواعق ابن حجر (ص ۷۷) (۱۲۵)

۳۔ رسول نے فرمایا: یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا، قیامت میں سب سے پہلے مصائب کرے گا، صدیق اکبر اور اس امت کا فاروق ہے، حق و باطل میں فرق کرے گا، یہ یحوب المومنین ہے، یہ میری طرف آنے کا دروازہ ہے، میرا خلیفہ ہے میرے بعد..... (۱)

۴۔ ابن عباس سے اور ابوذر سے مروی ہے: میں نے رسول کو فرماتے تھا: یا علی! تم صدیق اکبر اور فاروق ہو، حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے۔ بعض میں یحوب المومنین کا بھی اضافہ ہے۔ (۲)
ابن الی الحدید نے ابو رافع کا بیان نقل کیا ہے: جب ہم ابوذر کو رنجہ جاتے ہوئے الوداع کہنے آئے تو انہوں نے مجھ سے اور میرے بھرا موجود تمام لوگوں سے کہا: جلد ہی قتہ ظاہر ہو گا خدا سے ذرنا اور اپنے بزرگ علی بن الی طالب کی پیری کرنا کیونکہ میں نے رسول کو فرماتے تھا: یا علی! تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے، آخرت میں سب سے پہلے مجھ سے مصائب کرو گے، تم صدیق اکبر، حق و باطل میں فرق کرنے والے فاروق، تم یحوب المومنین ہو، کافروں کا یحوب مال ہے، تم میرے بھائی، وزیر، پسمندگان میں بہترین، میرا وعدہ وفا کرنے والے ہو۔ (۳)

۵۔ رسول نے فرمایا: معراج میں مجھ سے رب نے فرمایا: اپنی امت میں کس کو خلیفہ بنائے آئے ہو؟ میں نے عرض کی: خدا یا تو جانتا ہے۔ خدا نے فرمایا: میں نے تھے رسالت کے لئے چن لیا، اپنے نفس کے لئے اصطافی کیا، تو میرا نبی ہے، میری بہترین مخلوق ہے۔ پھر صدیق اکبر، ظاہر، مطہر ہے میں نے تیری طینت سے خلق کیا، تیراوزیر بنا یا، وہ تیرے سبھیں، دونوں سید، دونوں شہید، دونوں ظاہر، دونوں جوانان جنت کے سردار کا باپ ہے، اس کی زوجہ تمام عالمیں کی عورتوں کی سردار ہے، تم درخت ہو علی شاخ ہے فاطمہ پی، حسنین پھل ہیں، ان دونوں کو طینت علیین سے پیدا کیا اور تمہارے شیعوں کو تم سے

۱۔ لمجم الکتب طبرانی (ج ۶ ص ۲۲۹) حدیث ۶۱۸۳؛ یعنی عدنی، کنز العمال (ج ۶ ص ۵۶) (ج ۱۱ ص ۶۱۶ ح ۳۲۹۹۰) کفار عجیب میں

۲۔ (ص ۷۷ باب ۲۲) مجمع الرواائد (ج ۹ ص ۱۰۲)؛ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲ ص ۱۳)

۳۔ ریاض محبت طبری (ج ۲ ص ۱۵۵) (ج ۲ ص ۹۶) بفرائد حموی باب ۲۲ (ج ۱۰ ص ۱۰۲) حدیث ۱۰۲؛ شمس الاحمار (ص ۳۵) (ج ۱۰ ص ۹۳)

۴۔ شرح نفع الملاجع (ج ۳ ص ۲۵۷) (ج ۱۳ ص ۲۷۸) خطبہ ۲۲۸؛ المواقف قاضی انجی (ج ۳ ص ۲۷۶) (ص ۳۰۹)؛ نزہۃ الجالس

صادری (ج ۲ ص ۲۰۵)

پیدا کیا، اگر ان شیعوں کی ناک پر تکوار سے بھی ضرب لگائی جائے تو بھی ان کی محبت میں اضافہ نہ ہوگا۔ میں نے پوچھا: خدا یا صدیق اکبر کون ہے؟ فرمایا: تیرابھائی علی بن ابی طالب۔ (۱)

۵۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: میں بندہ خدا، رسول کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں، میرے بعد یہ دعویٰ صرف جھوٹا ہی کرے گا، میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ (۲)

طبقات شعرانی میں ہے: علیؑ نے فرمایا: میں صدیق اکبر ہوں، میرے بعد جھوٹا ہی یہ دعویٰ کرے گا۔ (۳)

۶۔ معاذہ کہتے ہیں کہ علیؑ نے منبر بصرہ پر کہا: میں صدیق اکبر ہوں، میں ابو بکر سے قبل اسلام و ایمان لایا۔ (۴)

عبدی کا شعر

اسماہ ما قرن علی سطر بظل العرش راتب
خطیب بغدادی کی تاریخ میں ابن عباس سے مردی حدیث رسولؐ ہے کہ میں نے شب معراج

۱۔ شمس الاخبار میں (ج ۳۳ ص ۸۹)

۲۔ خاصائص نبی مسیح (ص ۲۵ حدیث رئیس)؛ مادرک حاکم ج ۳ ص ۱۱۲ (ج ۳ ص ۱۲۱ حدیث ۳۵۸۷)؛ سرفت ابو فیض (ج ۱ ص ۲۰۱)؛ شمس ابن ماجہ ج ۱ ص ۷۵ (ج ۱ ص ۳۳ حدیث ۱۲۰)؛ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۲ ص ۳۱۰)؛ کامل بن اشتر ج ۲ ص ۲۲ (ج ۱ ص ۲۸۳)؛ شرح نجیب البلاعی ابن الہدی ج ۱ ص ۷۵ (ج ۱ ص ۲۰۰ خطبہ ۲۲۸)؛ خازن طبری ص ۲۰؛ بریاض طبری ج ۲ ص ۱۵۵-۱۵۸ (ج ۳ ص ۹۶-۱۰۰)؛ فرمادہ جوئی باب نبیر ص ۳۹ (ج ۱ ص ۲۲۸ حدیث ۱۹۲)؛ جمع کنز العمال ج ۲ ص ۳۹۲ (ج ۱ ص ۱۲۲ حدیث ۳۶۲۸۹)

۳۔ طبقات شعرانی ج ۲ ص ۵۵ (ج ۲ ص ۶۰ نمبر ۳۱۵)

۴۔ معارف ابن قشیر ص ۷۳ (ص ۱۶۹)؛ خازن محبت طبری ص ۵۸؛ بریاض الصدر طبری ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۷ (ج ۳ ص ۹۵)۔
۵۔ شرح ابن الہدی ج ۳ ص ۲۵۷، ۲۵۸ (ج ۱ ص ۲۰۰، ۲۰۱ خطبہ ۲۲۸)؛ جمع الجواہر متعلق از کنز العمال ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۱ ص ۱۶۳ حدیث ۳۶۲۹۸)۔

باب جنت پر مکتوب دیکھا: "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ عَلَىٰ حَبِيبِ اللَّهِ وَالْحَسَنِ وَالْحَسِينِ صَفْوَةِ اللَّهِ فَاطِمَةُ خَيْرِ اللَّهِ" ان کے دشمن پر خدا کی لعنت۔ (۱)

عبدی کا شعر

کان الٰہ ولیہا و امینہ جبریل خاطب

اس شعر میں عقد فاطمہؑ علیؑ کی طرف اشارہ ہے، جابر بن سمرہ سے مردی ہے، رسولؐ نے فرمایا: لو گوا! یعنی بن ابی طالب ہے، کیا تم صحیت ہو کہ میں نے اپنی بیٹی کا عقد کیا ہے؟ اکثر اشراف قریش نے اس شادی کی خواستگاری کی لیکن میں نے خدا سے لوگائی۔ جبریل ۲۷ رمضان کو نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؐ! علیؑ تھیں سلام کہتا ہے تمام ملائکہ و روحانیوں، وادی اشیخ میں شجر طوبی کے نیچے جمع ہوئے ہیں، تم فاطمۃ علیؑ کا عقد پڑھ دو، میں نے خطبہ پڑھا خداوی ہے۔ (۲)

خطیب و غسانی عبد اللہ بن مسعود کی روایت نقل کرتے ہیں کہ عقد کی صحیح فاطمۃ کے بدن میں لرزہ پیدا ہوا۔ رسولؐ نے پوچھا: اے فاطمۃ میں نے تیرا عقداً بیسے مرد سے کیا ہے جو دنیا میں سردار اور آخرت میں صالح ہے، جب تھیں علیؑ کے حوالے کرنے کا ارادہ کیا تو خدا نے جبریل کو حکم دیا کہ آسمان چہارم پر پیشیں، فرشتوں نے صفائی کی، جبریل نے خطبہ پڑھا اور خداوند عالم نے علیؑ سے تمہارا نکاح کر دیا، پھر درخت بہشت کو حکم ہوا کہ آرائش وزیور سے بار آور ہو اور فرشتوں پر نچاہو کرے۔ ہر ایک نے زیادہ سے زیادہ نوٹے کی کوشش کی تاکہ روز قیامت اس پر نماز کرے۔ (۳)

ام سلمہ کہتی ہیں کہ فاطمۃ دوسری عورتوں کے مقابلے میں ناز فرماتی تھیں کہ میں پہلی عورت ہوں کہ جس کا عقد جبریل نے پڑھا۔ گنجی نے مذکورہ روایت نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث عالی السند ہے، ہم نے

۱۔ تاریخ خطیب ح اص ۲۵۹؛ مناقب خوارزی اص ۲۳۰ (ص ۳۰۲ حدیث ۲۹۷)

۲۔ کفایہ الطالب ص ۱۶۳ (ص ۳۰۰ باب ۷۹)

۳۔ تاریخ خطیب بغدادی ح ۲۳۹ ص ۱۲۹

اسے بہترین (اور کمترین سلسلہ سند کے ساتھ) نقل کیا ہے۔ (۱)

صفوری نزدیک مجلس ج ۲۲۵ ص ۲۲۵ پر لکھتے ہیں: جبریل نے رسولؐ سے بتایا کہ خدا نے رضوان کو حکم دیا کہ منبر کرامت بیت معمور پر نصب کرے، راحیل فرشتے کو حکم دیا کہ اس پر حمد و شانے الہی کرے۔ اس طرح میں نے سرورد و نشاط کے ماحول میں عقد زہرا پڑھا، جس کے الفاظ تھے: میں نے اپنی کنیز فاطمہ بنت محمدؐ کے ازویاج میں نسلک کیا اور فرشتوں کو اس پر گواہ بنایا، نیز اسے پارچہ حریر پر لکھ کر مہر مشک لگا کر رضوان کے حوالے کرتا ہوں۔

اس سلسلے میں بے شمار اخبار و روایات ہیں۔

عبدی کا شعر

والْمَهْرُ خَمْسُ الْأَرْضِ مُو هَبَةٌ تَعْالَى فِي الْمَوَاهِبِ

اس شعر میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جسے حموئی نے فائدہ میں نقل کیا ہے:

رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا: اے علیؑ! زمین خدا کے لئے بے وہ اپنے جس بندے کو چاہے عطا کرے، اس نے مجھے وحی فرمائی کہ میں عقد فاطمہ زمین کے پانچویں حصے کے مہر پر پڑھ دوں، اب جو شخص بھی تم سے دشمنی رکھے اس کے لئے زمین پر چلانا پھرنا حرام ہے۔ (۲)

عبدی کا شعر

وَنَهَا بِهَا مِنْ حَمْلٍ طَوْبَى طَبِيتٌ تَلِكَ الْمَنَاهِبِ

اس شعر میں بلال بن جمامہ سے مردی حدیث کی طرف اشارہ ہے:

ایک دن رسول خدا ہم لوگوں کے سامنے مسکراتے چہرے کے ساتھ تشریف لائے، آپ کا چہرہ

۱۔ کتابی گنجی ص ۱۵۶ (ص ۳۰۱ باب ۸۰): محب الدین طبری نے بھی ذخیر العقی عص ۳۲ پر نقل کیا ہے۔

۲۔ قرآن حموئی باب ۱۸ (ج اص ۹۵ ن ۶۲)

چاند کی طرح درخشاں تھا، عبد الرحمن بن عوف نے پوچھا: یا رسول اللہ ایسے نور کیا ہے؟ فرمایا: یہ اس بشارت پر وردگار کی وجہ سے ہے کہ میں اپنی بیٹی کا عقد اپنے بھائی اور اپنے ابنِ عم سے کر دوں، خازن جنت رضوان کو حکم ہوا کہ شجر طوبی کو بھائی، شجر طوبی سے عیین الہیث کے برابر پتے گرائے، ہر ایک میں جہنم سے نجات کا پروانہ درج ہے، جب قیامت میں فرشتے لوگوں کو بلا میں گئے تو ہر محبت الہیث کے ہاتھ میں وہ پروانہ ہو گا، اس طرح فاطمۃ علیٰ میری امت کو جہنم سے نجات دلانے والے ہیں۔ (۲)

ملاء عبد اللہ کی کتاب "سیرت" میں انس سے روایت ہے کہ ہم مسجد میں رسولؐ کے ساتھ یتھے تھے، آپ نے علیٰ سے فرمایا: یہ جبریل مجھے آگاہ کر رہے ہیں کہ میں تمہارا نماح فاطمۃ سے کر دوں، اس پر چالیس ہزار فرشتے گواہ ہیں، شجر طوبی کو حکم ہوا کہ یا قوتِ دموتی شمار کرے، حوروں نے ان یا قوت اور موتیوں کو طبق میں جمع کر لیا ہے، وہ انہیں قیامت میں ایک دوسرے کو تھنے میں پیش کریں گی۔ (۳)

عبدی کے اشعار:

"اے میرے سردار، اے فرزند علی، اے آل ط، اے آل صاد! تمہاری برابری کون کر سکتا ہے کیونکہ تم زمین پر خدا کے نمائندے ہو، تم ہدایت کے وہ ستارے ہو کہ خدا ہر ہر کو تمہاری طرف اشارہ کرتا ہے، اگر تم نہ ہوتے تو ہم گمراہ ہو جاتے، ہدایت گمراہی سے مشتبہ ہو جاتی، میں اپنی تمام عمر تمہاری محبت میں موالات کا دم بھرتا ہوں اور تم سے نفرت کرنے والوں کو دشمن رکھتا ہوں، میرا تو شر آختر صرف تمہاری محبت ہے اور یہ بہترین تو شر ہے اور اسی پنجی پر مجھے حشر میں بھروسہ ہے، تمہاری دوستی اور تم سے نفرت کرنے والوں سے برأت میرا عقائد ہے۔"

-
- ۱۔ تاریخ خلیف بغدادی (ج ۳ ص ۲۱۰)، اسد الغابہ (ج ۱ ص ۲۰۶) (ج ۱ ص ۲۳۲ نمبر ۳۹۲)، الفصول الحمہ (ص ۲۶)، مناقب خوارزی (ص ۳۳۲ حدیث ۳۶۱)، بصاعق محرقة (ص ۱۰۳) (ص ۱۷۳)، نزحة مجلس (ج ۲ ص ۲۲۵)، رغفة الصادی (ص ۲۸)
 - ۲۔ خازن محبت طبری (ص ۳۲)، ریاض محبت طبری (ج ۲ ص ۱۸۲) (ج ۳ ص ۱۳۰)، نزحة مجلس (ج ۲ ص ۲۲۳)
 - ۳۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۶۹)

عبدی کے یہ بھی اشعار ہیں:

”خدا کے حکم سے آسمان پر مہذب و طہور فاطمہ کا عقد کیا گیا، خدا نے فاطمہ کا مہر آباد و غیر آباد زمین کے پانچویں حصے کو قرار دیا پس یہ بہترین مرد اور وہ بہترین محظیہ اور مہر بہترین مہر ہے۔“ (۱)

عبدی کے یہ اشعار بھی ہیں:

”جس وقت فاطمہ گریاں اور نالاں خدمت پیغیر میں آئیں اور کہا کہ عورتیں مجھ پر طعن کر رہی ہیں کہ نبی نے تمہیں مفلس و فقیر کے حوالے کر دیا، رسول نے فرمایا: فاطمہ صبر کرو، خدا کا شکر بجالا د کرم نے علیٰ کی وجہ سے عظیم بزرگی پائی، حکم خدا سے جبریل نے آسمان پر بلند آواز سے پکارا اور فرشتے گرد آگئے، بیت المحور میں جمع ہو گئے، جبریل نے خطبہ پڑھا، حمد و شکرانے الہی بجالائے، خدا نے فرمایا: زمین کا پانچواں حصہ مہر فاطمہ ہے، بقیہ دوسری تخلوقات کا نہ ہے، اس وقت درخت طوبی نے مشک و عنبر حوروں پر شارکیا۔“

اذ انته البطل فاطم تبکی و توالي شهيقها والزفيرا
خطیب بغدادی نے فاطمہ کے گریاں و نالاں خدمت رسول میں آنے کا واقعہ لکھا ہے، این عباس کا بیان ہے کہ جب رسول نے فاطمہ کا کامح علی سے کیا تو فاطمہ نے کہا کہ آپ نے میرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو فقیر و مفلس ہے، رسول نے فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ خدا نے اہل زمین میں مجھے اور تیرے شوہر کو منتخب فرمایا ہے۔ (۲)

نزدۃ الجالس میں ہے کہ فاطمہ نے شب عروہ گریہ کیا، رسول نے وہ پوچھی تو عرض کی کہ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا پرست نہیں ہوں لیکن سوچتی ہوں کہ علیٰ آئیں گے اور پوچھیں گے کہ اپنے ساتھ کیا

۱-اعیان الشید (ج ۷ ص ۲۶۹)

۲-تاریخ خطیب ج ۳ ص ۱۹۵، مدرس حاکم ج ۳ ص ۱۲۹ (ج ۳ ص ۱۳۰ احادیث ۲۶۲۵)، مجمع الروايات ج ۹ ص ۱۱۲، مجمع الجواہر

سیوطی متنقل از کنز العمال ج ۲ ص ۳۹۱ (ج ۱۳ ص ۱۰۸ احادیث ۲۶۲۵۵)

لائي ہو؟

فرمایا: مطمئن رہو علی ہمیشہ راضی برقرار ہے ہیں۔ نزدیک ہی ایک یہودی لڑکی کی شادی ہوئی تھی، وہ دوستند تھی اور عورتوں کو شادی میں مدعو کیا تھا، انہوں نے لباس فاخرہ پہنے اور کہا کہ ذرا جل کے دفتر محمد کی تجاتی بھی دیکھیں، انہوں نے مدعو کیا تو جبریل جامہ بہشت لے کر آئے، فاطمۃ اسے پہن کر فخریہ انداز میں یہودی عورتوں کے درمیان پوچھیں، چاروں طرف نور پھیل گیا، عورتوں نے پوچھا: یہ لباس کہاں سے ملا؟ فرمایا: میرے والد ماجد نے دیا۔ پوچھا: تمہارے والد کہاں سے لائے؟ جواب دیا: جبریل سے۔ پوچھا: وہ کہاں سے لائے تھے؟ کہا: بہشت سے۔ یہ کہ تمام عورتیں مسلمان ہو گئیں۔ ان کے شہروں میں سے بھی جو مسلمان ہو گئے ان کے ساتھ عورتیں باقی رہیں جو مسلمان نہیں ہوئے ان سے عورتیں الگ ہو گئیں۔ (۱)

عبدی کے دو شعر:

کان یقول: بِا دُنْیَا غَرِی سوای فلست من الغرور

لَمْ تَشْتَمِلْ قَلْبَهُ الدُّنْيَا بِزَخْرَفَهَا بل قال غری سوای کل محتقر (۲)

ان دونوں شعروں میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس میں ضرار بن ضمرہ کنانی نے معاویہ کے سامنے اوصاف علی بیان کئے: میں نے علی کو ایک رات دیکھا کہ ریش اقدس ہاتھ میں لئے مارگزیدہ کی طرح ترپ رہے ہیں، فرماتے تھے: اے دنیا! کسی دوسرے کو دھوکا دے، افسوس میں نے تجھے تین طلاق دے دی ہے، اب رجوع کی گنجائش کہاں؟ تیری مدت کم، عیش مخترا اور خطرات بے اندازہ ہیں۔ (۳)

۱۔ نزدہ مجلس ح ۲۲۶ ص ۲

۲۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۶۹)

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ح اص ۸۲، استیاب (القسم الثالث ص ۱۰۸ نمبر ۱۸۵۵)، تاریخ ابن عساکر ح ۲۵ ص ۲۷۲، مجتسر

تاریخ دمشق ح ۱۱ ص ۱۵۸)

عبدی کے اشعار:

”جس وقت لوگ رسول کے دولت سر میں آئے اور پاک طینت علی، رسول کی جوتیاں ناٹک رہے تھے، پوچھا: اگر کوئی حادث واقع ہو جائے تو آپ کا جانشین کون ہوگا۔ جس کی طرف ہم رجوع کریں؟ رسول نے فرمایا: میرا وہ خلیفہ ہوگا جو میری جوتی ناٹک رہا ہے، پاک نفس، دانا اور پارسا ہے۔“ (۱)

شاعر نے اس میں حدیث اسلام کی طرف اشارہ کیا ہے، جنگ جمل کا واقعہ و نما ہوا تو امام سلمہ نے عائشہ سے کہا: تمہیں یاد ہے کہ ہم اور تم ایک سفر میں ہمراہ تھے، علیؑ کے ذمے رسول کی جوتیاں ناٹکے اور کپڑے دھونے کا کام پرداھا، اتنے میں تمہارے باپ اور عمر آئے، پیغمبرؐ سے کہا: ہم نہیں جانتے کہ کیا واقعہ پیش آئے، کاش ہم جانتے کہ آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟ رسول نے فرمایا: میں جانتا ہوں اگر تمہیں بھکھوادوں تو تم لوگ اس سے الگ ہو جاؤ گے جس طرح لوگ جانشینِ موٹی، ہاروٹ سے الگ ہو گئے تھے۔ وہ دونوں خاموش ہو گئے اور واپس چلے گئے۔ جب ہم تو اپس آئے تو تم گستاخ تھی، تم نے رسول سے پوچھا: آپ کا جانشین کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: میری جوتیاں ناٹکے والا۔ ہم تم باہر آئے تو علیؑ کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔ تم نے رسول سے کہا: وہاں تو صرف علیؑ ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہی میرا جانشین ہے۔ عائشہ نے کہا: ہاں! مجھے یاد آگیا۔ امام سلمہ بولیں: پھر علیؑ سے کیوں لڑنے پر آمادہ ہو؟ عائشہ نے کہا: لوگوں کی اصلاح کے لئے نکلی ہوں، خدا سے اجر کی امیدوار ہوں انشاء اللہ... امام سلمہ بولیں: اب تم جانو۔ (۲)

عبدی نے مدح علیؑ میں یہ اشعار کہے:

”اے وہ کہ فرشتے تھے سے والہانہ محبت کرتے ہیں، خدا سے انہوں نے زیارت کی خلکایت کی، خدا نے تیری شبیہ متعین کر دی کہ تیری زیارت کرتے رہیں۔“

پیدجیہ اشعار بھی ہیں:

۱۔ اعیان الغیعد (ج ۷ ص ۲۶۹)

۲۔ شرح ابن الہدی ج ۲ ص ۷۸ (ج ۶ ص ۲۱۸ خطبہ ۷۹)

”فرشتوں کی زیارت کے لئے خدا نے تیری تصویر متعین کر دی تاکہ فرشتوں کا گروہ اس تھال کے
اعکاف میں مشغول رہے، یہ وہ مشاہدہ ہے جو رسول گوشہ معراج رفرف سے ہوا۔“ (۱)

مذکورہ اشعار میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسے بزرگ و ثقراوی یزید بن ہارون نے اس
بن ماک سے نقل کیا ہے کہ رسول نے فرمایا: مجھے شب معراج آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے وہاں ایک
فرشتے کو منبر نور پر جلوہ افروز دیکھا، تمام ملائکہ اس کا حلقة کئے ہوئے تھے، میں نے جبریل سے پوچھا: یہ
کون ہے؟ کہا کہ قریب جا کر دیکھ لجئے۔ میں نے جا کر دیکھا کہ میرے بھائی اور ابن علی ہیں، میں نے
جبریل سے کہا: یہ علیؑ مجھے سے پہلے آسمان چہارم پر آگئے؟ جبریل نے کہا: نہیں! بات یہ ہے کہ فرشتوں نے
خدا سے علیؑ سے والہانہ محبت کا شکوہ کیا اس لئے خدا نے اس فرشتے کو نوری پیکر میں تصویر علیؑ بنادیا ہے
فرشتے ہر جمعہ شب بعد اس کی زیارت کرتے ہیں، ستر ہزار مرتبہ شیخ و تقدیس کر کے اس کا ثواب
دوستدار علیؑ کو ہدیہ کرتے ہیں۔ (۲)

عبدی کے یہ اشعار بھی ہیں:

”زم منافقین کے برخلاف بلند مرتبہ فاطمہؓ سے ان کا عقد ہوا اور زمین کا (۱/۵) مهر قرار پایا، وہ
کیا مہر تھا؟“ - (۳)

یہ اشعار بھی ہیں:

کتنی ہی بار را خدا میں والہانہ پن کی وجہ سے موت کو نظر انداز کیا اور قیام حکم خدا کے لئے عیق
سمندروں کی گہرائی میں ذوب گئے اور کتنی ہی راتیں تھیں جن میں نماز شب پڑھتے رہے اور کتنی ہی گرم
سمیں تھیں کہ حالت روزہ میں گذاریں۔

یہ اشعار بھی ہیں:

۱۔ اعیان الغیثہ (ج ۷ ص ۲۷۸)

۲۔ ”کفا یہ گنجی ص ۱۵ (ص ۱۳۲ باب ۲۶) پر ہے کہ یہ حدیث حسن و عالی ہے، میں نے اسی سند کے ذریعہ نقل کیا ہے۔

۳۔ اعیان الغیثہ (ج ۷ ص ۲۷۰)

”آپ میں اللہ ہیں اور آپ جب اللہ ہیں کہ لوگوں نے آپ کے حق میں تقصیر کر کے جہنم کی بھڑکتی آگ مول لی، آپ کشتنی نجات اور ہدایت کے صراط مستقیم ہیں، پیاسے آپ ہی کے حوض پر وارد ہوں گے، آپ جسے چاہیں محروم کر دیں گے، آپ عی وہ گذرگاہ (صراط) ہیں کہ جسے چاہیں گے جنت میں اور جسے چاہیں گے جہنم میں بیٹھ دیں گے۔“ (۱)

ان میں بعض اشعار کی تشریح ہو چکی اب رہی حوض کوثر کی تشریح:

احادیث صحابہ میں وارد ہے کہ قیامت میں حضرت علیؑ اپنے ہاتھوں سے دوستوں کو جام کوثر سے سیراب کریں گے اور منافقین و کفار کو دھنکار دیں گے:

۱۔ ابو سعید خدری سے مردی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: یا علیؑ! قیامت میں تمہارے ہاتھ میں جنت کا ایک عصا ہو گا جس سے منافقوں کو حوض کوثر سے دور بھاڑا گے۔ (۲)

۲۔ عبد اللہ بن اجارة سے مردی ہے: امیر المؤمنینؑ نمبر پر فرماتے تھے: میں ان ہاتھوں سے حوض رسول خدا سے اسی طرح منافقوں اور کافروں کو ہنکاؤں گا۔ جس طرح اونٹ کو پانی پلانے والا اپنے حوض سے اجنبی ادنوں کو ہنکاتا ہے۔ (۳)

۳۔ ابن عباس سے مردی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے علیؑ! تم قیامت میں لواہ حمد کو لئے میرے آگے رہو گے اور لوگوں کو حوض کوثر سے ہنکاؤ گے۔ (۴)

نیز کنز العمال میں ابن عباس نے حضرت عمر سے ایک طوالی حدیث کی روایت کی ہے، جس میں

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۶۹)

۲۔ لمجم المعتبر (ج ۲ ص ۸۹)؛ خاتم الصالحة (ج ۲ ص ۲۱۱)؛ مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۱۳۵)؛ صواعق محرقة (ص ۱۰۲) (ص ۱۷۲)

۳۔ احمد بن حنبل کی مناقب علیؑ (ص ۲۰۰) حدیث ۲۷۹، نسخاں اصلیۃ حدیث ۷۷۵؛ مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۱۳۵)؛ کنز العمال (ج ۲ ص ۲۱۱)؛ مجموع الرسائل (ج ۹ ص ۱۳۵)؛ ریاض العترة (ج ۲ ص ۱۶۳)؛ کنز العمال (ج ۲ ص ۲۰۲) (ج ۱۳ ص ۷۷)؛ مجموع الرسائل (ج ۹ ص ۱۳۵)؛ احادیث (۳۶۳۸۳)

۴۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۰ ص ۱۵۵)؛ مجمع الجواہر سیوطی متوال از کنز العمال (ج ۶ ص ۳۰۰) (ج ۱۳ ص ۱۳۵)؛ احادیث (۳۶۳۹۵) (ج ۱۱ ص ۲۶۳۷۸)

رسول نے علی سے فرمایا: تم لواہ حمد کو لئے میرے آگے رہو گے اور میرے دشمنوں کو حوض سے بھاڑا گے۔
۳۔ علی کے سلسلے میں خداوند عالم نے مجھے پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں: روز محشر حساب ہونے تک
میرا شہارا ہوں گے، لواہ حمد ان کے ہاتھ میں ہوگا، تمام نبی آدم اس کے نیچے ہوں گے، حوض کوثر کے
کنارے کھڑے ہوں گے اور میری امت کے افراد کو پیچان کر سیراب کریں گے..... (۱)

۵۔ رسول نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! میں نے خدا سے پانچ باتیں طلب کیں اور خدا نے
مجھے عطا کیں، جہر میں انہوں تو تم میرے ساتھ رہو، موقع میزان پر تم میرے ساتھ رہو، کامرانی کا عظیم
لواہ حمد تھا رے ہاتھ میں جنت تک رہے، تم ہی اپنے ہاتھوں حوض کوثر سے سیراب کرو، قیامت میں لوگ
جنت تک تھا ری قیادت میں جائیں، خدا کا شکر ہے کہ اس نے یہ تمام چیزیں عطا فرمائیں۔ (۲)

۶۔ رسول نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں کو حوض کوثر سے ہنکار ہے ہو، وہاں ستاروں کے
برابر صراحیاں رکھی ہوئی ہیں۔ میں، تم، حسین، فاطمہ، عقیل اور حفظہ بہشت میں ایک دوسرے کے آئندے
سائے بیٹھے ہیں۔ تم اور تھا رے شیعہ جنتی ہیں۔ (۳)

۷۔ جابر بن عبد اللہ سے مردی ہے کہ رسول خدا نے حضرت علی سے فرمایا: اے علی! اس ذات کی
قتم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، روز قیامت تم میرے حوض کی حفاظت کرو گے اور اپنے
عصا سے لوگوں کو اس طرح بھاڑا گے جس طرح اجنبی اونٹ کو پانی کے چشمے سے بھاڑایا جاتا ہے۔ گویا میں
حوض کوثر پر تھا رے مقام و مرتبہ کو دیکھ رہا ہوں۔ (۴)

۸۔ علی ابن طلحہ کا بیان ہے کہ ہم حج کے لئے گئے تو امام حسن سے ملنے مدینہ گئے، ہمارے ساتھ

۱۔ احمد بن حنبل کی مناقب علی (ص ۱۸۲: فضائل الصحابة حدیث ۱۱۲)؛ ریاض الصفا (ج ۲ ص ۲۰۳-۱۵۲)؛ کنز
العمال (ج ۲ ص ۳۰۳) (ج ۳ ص ۱۵۲ حدیث ۳۶۲۷۹)

۲۔ مناقب خوارزی ص ۲۰۳ (ص ۲۹۳ حدیث ۲۸۰)؛ فرانک جوینی باب نمبر ۱۸ (ج ۱ ص ۱۰۶ حدیث ۷)؛ کنز العمال (ج ۶ ص
۳۰۲) (ج ۱۳ ص ۱۵۲ حدیث ۳۶۲۷۶)

۳۔ مجمع الزوائد (ج ۹ ص ۲۷۶)؛ تہذیب اوسط طبرانی

۴۔ مناقب خوارزی ص ۲۵ (ص ۱۰۹ حدیث ۱۱۶)

معاویہ بن حدیث بھی تھا جو علیؑ کو گالیاں دیتا تھا، میں نے کہا: یہ علیؑ کو گالیاں دیتا ہے۔ امام نے فرمایا: اسے بیہاں لاو، کیا تو علیؑ کو گالیاں دیتا ہے؟ بولا: نہیں! فرمایا: بخرا! تو قیامت میں علیؑ کو دیکھے گا کہ وہ حوض رسولؐ پر منافقوں کو ڈٹالئے دھنکار رہے ہوں گے، اسی کو صادق و مصدق (یعنی محمدؐ) نے بھی مجھ سے بیان کیا ہے۔ (۱)

طبرانی لکھتے ہیں کہ امام حسنؑ نے فرمایا: تو دیکھے گا کہ وہ حوض رسولؐ سے کفار و منافقین کو دھنکار رہے ہوں گے، اسی بات کو صادق و مصدق محمدؐ نے بیان فرمایا ہے۔

عبدی کا شعر ہے:

و الیک الجواز تدخل من شئت جنانا و من تشاء جحيما
پل صراط سے علیؑ حصے چاہیں جنت اور حصے چاہیں جہنم میں بیچ دیں، اس سلسلے میں بے شمار روایات
ہیں:

۱۔ ابن سان ”المواقف“ میں قیس بن حازم سے نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر نے علیؑ کو دیکھ کر تمسم کیا، علیؑ نے وجہ پوچھی تو کہا: رسول خدا سے میں نے سنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط سے نہیں گزرے گا مگر یہ کہ علیؑ اسے گذرنے کا پروانہ عطا کریں گے۔ (۲)

۲۔ جاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: قیامت کے دن خداوند عالم جبریل اور محمدؐ کو پل صراط پر متعین فرمائے گا، اس پر سے وہی گذرے گا جس کے پاس ولایت علیؑ کا پروانہ ہو گا۔ اور مناقب ابن مقازی میں ہے کہ قیامت کے دن علیؑ حوض کوثر پر ہوں گے اور بہشت میں وہی داخل ہو گا

۱۔ ریاض الصدر ج ۲ ص ۷۷ (ج ۳ ص ۱۷۲، ۲۳۳)، ص ۲۰۳، ۱۲۲ (ج ۳ ص ۷۷)، ص ۱۲۲، ۲۰۳ (ج ۳ ص ۱۷۲)، ص ۱۲۱ (ج ۳ ص ۷۷)، اسعاف الراغین ص ۱۶۱

۲۔ مدرسہ حاکم ج ۳ ص ۱۳۸ (ج ۳ ص ۱۳۸) (حدیث ۲۶۲۹): محقق عبد العزیز طباطبائی اس حدیث کے بارے میں حاشیہ کتاب میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی ابن سعد نے طبقات الکیری حالات امام حسنؑ حدیث نمبر ۱۳۲ میں، بلاذری نے انساب الاشراف حالات امام حسنؑ حدیث ۹ پر اور طبرانی نے الجم الکیرین ج ۳ ص ۸۱، ۹۱ حدیث ۲۷۲۷ پر نقل کیا ہے، اسی طرح ابو القاسم خرقانی نے اپنی امامی میں، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں معاویہ بن حدیث کے حالات میں چار طرق سے اور عصامی نے سلطان حرم عوامی ج ۲ ص ۳۹۵ پر نقل کیا ہے۔

جس کے پاس علی بن ابی طالبؑ کا پروانہ ہوگا۔ (۱)

۳۔ حاکمی کے مطابق حضرت علیؓ سے مروی ہے، رسولؐ نے فرمایا: قیامت کے دن خدا اولین و آخرین کو جمع کرے گا اور جہنم پر پل صراط انصب کرے گا اس پر سے وہی گذرے گا جس کے پاس ولایت علیؓ کا پروانہ ہوگا۔ (۲)

۴۔ حسن بصریؓ کے توسط سے عبد اللہؓ سے حدیث رسولؐ مروی ہے: قیامت میں علیؓ جنت میں بیٹھیں گے ایک نیلے پر، اوپر رب العالمین کا عرش اور نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ کری نور پر رونق افروز ہوں گے، اس پر وہی گذرے گا جس کے پاس علیؓ اور اہلبیتؓ کی ولایت کا پروانہ ہوگا، آپ اپنے محبت کو جنت میں اور دشمن کو جہنم میں داخل کریں گے۔ (۳)

۵۔ قاضی عیاضؓ نے رسولؐ کی روایت نقل کی ہے کہ آل محمدؓ کی معرفت جہنم سے آزادی کا برآ تنامہ، ان کی محبت صراط سے گزرنے کا پروانہ اور ان کی ولایت عذاب الہی سے امان کا ذریعہ ہے۔ (۴)

۶۔ ابن عباسؓ سے حدیث رسولؐ مروی ہے: میں نے پوچھا: کیا جہنم سے گزرنے کا پروانہ بھی ہے؟ فرمایا: ہاں! پوچھا: وہ کیا؟ فرمایا: حب علی بن ابی طالب... بقیہ حدیث "علیؓ قسم النار والجنة" میں بیان ہوگی۔ (۵)

عبدیؓ نے مدح علیؓ میں یہ اشعار بھی کہے ہیں:

"آپ کو علم عطا فرمایا علم البر ایا کا اور آپ کو ان باتوں کا الہام عطا ہوا جسے ہم بھیں جانتے، کائنات میں آپ کا مجدد و شرف لوگوں کے اوصاف بیان کرنے سے سوا ہے، مبارک ہو اے امیر المؤمنین!

۱۔ مناقب خوارزی ص ۲۵۲ (ص ۲۳۹ حدیث ۳۲۲)، مناقب ابن مغازی (ص ۱۱۹ حدیث ۱۵۶)، شمس الاخبار القرشي ص ۳۶ (ن ۱) ص ۷۶ باب ۶)

۲۔ فرانک جوینی باب ۵۲ (ج اص ۲۸۹ حدیث ۲۲۸)، ریاض المضر و نجاح ص ۲۳ (ج ۳ ص ۱۱۶)

۳۔ مناقب خوارزی ص ۳۲ (ص ۱۷ حدیث ۳۸)، فرانک جوینی باب ۵۲ (ج اص ۲۹۲ حدیث ۲۲۰)

۴۔ اتفاق ہر یہ خوتق لصطفی ج ۲ ص ۵، اوصاع عن سمرقند ص ۱۳۹ (ص ۲۳۲)، رونق الصادقی ص ۲۵۹؛ الاتحاف ص ۱۵

۵۔ سیارخ خلیل ج ۳ ص ۱۶۱

آپ کو وہ کچھ عطا ہوا ہے جو کسی تخلق کو عطا نہیں ہوا، فرشتے آپ کی زیارت کے اس قدر مشاق تھے کہ خدا سے شکایت کی اور خدا نے آپ کی شبیہ خلق فرمائی۔ (۱)

عبدی کے یہ اشعار بھی ہیں:

”آپ اعراف میں ایسے پہچانے والے ہیں، جو علامتوں سے اپنے دوستدار اور دشمن کو پہچانتے ہیں، اے ہمارے الحمد للہ کل آپ ہی کے ساتھ ہمیں پکارا جائے گا تب ہمیں بارگاہ خداوندی میں پیش کرنے کے لئے اٹھایا جائے گا، آپ کے جدا شرف کائنات اور آپ کے والد ماجد کے دیلے سے ہم کو راہ نجات کی ہدایت نصیب ہوئی، اگر آپ نہ ہوتے تو خدا نہ کائنات خلق کرتا ہی فریب سے بھری دنیا خلق کرتا، خالق کائنات نے آپ ہی کی وجہ سے زمین و آسمان خلق فرمائے اور انسان و جنات کو آزمائش میں ڈالا، آپ حضرات تمام لوگوں سے برتر اور آپ کی شان اعلیٰ اور منزلت رفع تر ہے، جب بھی ہمیں مرض یا مصیبت سے پالا پڑتا ہے تو ہم آپ کا واسطہ دے کر دعا کرتے ہیں اور مصیبت دفع ہو جاتی ہے، جب فلک کع رفتار ہم پرستم کرتا ہے تو آپ کی عزت کی پناہ پڑتے ہیں، وہ ستم ہم سے دور ہو جاتا ہے، جب ہمیں خوف گناہ لاحق ہوتا ہے تو آپ کی امان بخش شفاعت چھکارا دلاتی ہے۔ (۲)

پہلے شعر میں سورہ اعراف کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے ”وَعَلَى الاعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرُفُونَ كَلَابِسِيَّاَهُمْ“ اس سلسلے میں اسخ بن باتا کا بیان ہے کہ ہم علی کے پاس بیٹھتے، اتنے میں ابن الکوا آیا اور اس آیت کا مطلب پوچھنے لگا: علی الاعراف رجال۔ فرمایا: وائے ہو تجھ پر! ارے ہم قیامت کے دن جنت و نار کے درمیان بیٹھیں گے جسے ہم پہچانیں گے کہ یہ ہمارا ناصر ہے، اسے جنت میں داخل کریں گے، جسے اپنادشن پہچانیں گے اسے جہنم داخل کریں گے۔ (۳)

ابو حمّاق خلبی اس آیت پر افادہ فرماتے ہیں: ابن عباس کا بیان ہے کہ اعراف پل صراط پر ایک

۱۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۷۱)

۲۔ اعیان الشیعہ (ج ۷ ص ۲۷۹)

۳۔ شوابہ القریل (ج ۱ ص ۲۶۳ حدیث ۲۵۶)

بلند مقام ہے، اس پر عباس، حمزہ، علی بن ابی طالب، عجفر ذوالجھین موجود ہوں گے، اپنے دوستوں کو جم کے کی سفیدی سے اور دشمنوں کو حمزہ کی سماں سے بچان لیں گے۔ (۱)

دوسرے شعر میں آیہ ”وَيَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اَنَّاسٍ بِمَا مَهِمْ“ کی طرف اشارہ ہے اور ائمہ شیعہ ہی ذریت پیغمبر ہیں، شیعوں کو انہیں کے ذریعہ پکارا جائے گا اور انہیں کے ساتھ مشور کیا جائے گا، چنانچہ حدیث رسول مجھی ہے، انسان اسی کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہے۔ (۲) نیز یہ کہ جو کسی قوم سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ اس کا حشر ہو گا۔ (۳) جو کسی قوم سے محبت کرے گا، خدا اسی کی نولی میں مشور فرمائے گا۔ (۴)

^٢ تفسير الكلف والبيان سورة اعراف / ٣٦؛ مطالب المكاليم ١٧، موسوعة محترق مص ١٠ (م ١٢٩)؛ فتح القديرج ٣٢ مص ١٩٨ (ج ٢) مص ٢٠٨.

۲- صحیح بخاری (ج ۵ ص ۲۲۸۳ حدیث ۵۸۱۶)؛ سنن ابی داود (ج ۳ ص ۲۲۳ حدیث ۵۱۲۷)؛ سنن ترمذی (ج ۳ ص ۵۱۳ حدیث ۲۲۸۵)؛ منhadم (ج ۳ ص ۵۶ حدیث ۱۴۹۵۵)

^٣- متدرک صحیحین (ج ۳ ص ۳۲۶ حدیث ۸۱۶)، طیب من الحکیم م ۱۵۳ (ص ۶۷ احادیث ۱۳۱۵)

^٣-**لجم الکبر**(ج ۲ ص ۱۹ حدیث ۲۵۱۹)؛**جامع الصیرح** ج ۲ ص ۲۸۸ (ج ۲ ص ۵۵۲ حدیث ۸۳۱۷)

عبدی معاصر عبدی

مذکورہ عبدی کے معاصر ایک شیعہ شاعر اور بھی تھے، دونوں کی کنیت و لقب، نشوونما اور مد، ہب میں
یکسا نیت ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ان کا نام ابو محمد عسکری بن ہلال عبدی کوفی ہے، ان کا مذکورہ صرف اس
لئے کیا جا رہا ہے کہ اشتباہ نہ ہو، اگرچہ عسکری بن ہلال عبدی کا ذکر کم ہی ہوتا ہے۔
مرزبانی کہتے ہیں کہ وہ کوفی اور باشندہ ہمدان تھے، بلند پایہ شیعی شاعر تھے۔ (۱) ہارون کی مدح
میں کہا ہے:

وللهموت خير من حياة زهيدة وللمنع خير من عطاء مكدر

فعش مشريا او مكديا من عطيه

أنيس كاشعر

لعمرى لان جارت امية و اعتدت لاول من سن الضلاله اجور

”اپنی جان کی قسم! اگر میں امیہ نے ظلم و تم کیا تو چونکہ انہوں نے گراہی کی بنیاد رکھی اس لئے زیادہ

ظالم ہیں،“۔

انہوں نے عبد اللہ بن علی بن (عبد اللہ بن) عباس ”سفاح کے بچا“ کی مدح میں یہ اشعار کہے:

اما الدعلة الى الجنان فها شم وبينو اميء من دعلة النار

أامي مالك من قرار فالحقى بالجن صاغرة بارض و بار

ان اشعار سے وابستہ داستان بھی ہے، جسے ابن تھبہ، یعقوبی اور ابن رشیق نے لکھا ہے۔ (۱) میرے خیال میں جن لوگوں نے ان کتابوں پر حاشیے لکھے ہیں وہ شاعر کی زندگی سے واقع نہیں تھے اسی لئے ستائش نہیں کی۔ ابن تھبہ لکھتا ہے:

جب منصور شام فتح کر کے مردان کو قتل کر پکاتا بی عنون اور اسکے خراسانی ساتھیوں سے بولا: اب ہمیں بقیہ مردانیوں کی فکر کرنی چاہئے، تم لوگ فلاں دن تیار رہنا۔ متعینہ دن تمام مردانیوں کو بلوایا، وہ یہ سمجھ کر حاضر ہو گئے کہ انہیں انعامات سے نواز اجائے گا۔ اسی افراد خانہ منصور پر حاضر ہو گئے، ان میں ایک بنی کلب کا آدمی بھی تھا جو انہیں کے بیہاں پلابرہ عطا تھا، اس سے کہا گیا: تم واپس جاؤ لیکن وہ آمادہ نہیں ہوا بولا: میں ان کا نمک خوار ہوں۔ مجلس آراستہ ہوتی تو منصور برآمد ہوا، آواز دی: کہاں ہے، ۔۔۔ حمزہ بن مطلب تم تو کلبی ہوان کے نمک خوار ہو۔ سب نے اس قوم کی بہلاکت کا لیکین کر لیا پھر حسین بن علی اور زید علی بن حسن کو باری باری بلا یا گیا اسکے بعد اپنے دوست عمر بن زید کو اشارہ کیا کہ آگے آئے، اس کو اپنے پاس بلا کر سب کو بیٹھنے کا حکم دیا تمام خراسانی ہاتھ میں ڈھنڈا لئے کھڑے تھے منصور نے پکارا: عبدی کہاں ہے؟ اور عبدی نے اٹھ کر قصیدہ پڑھنا شروع کیا:

”اما الدعا الى الجنان فهاشم“ قصیدہ سن کر درمیان میں عمر نے نوکا: اے حرام زادہ!

عبدی خاموش ہو گیا عبد اللہ نے ذرا تامل کے بعد کہا:
اپنا قصیدہ تمام کرو، جب قصیدہ تمام ہو گیا تو اس نے ۳۰۰ سو دینار کی تعییل انعام دی پھر تمیل حسینیت سے یہ اشعار پڑھنے لگا:

”بنی امیہ کرسیوں اور منبروں سے کیا قریب ہوئے کہ خود بھی غارت ہوئے اور دوسروں کو بھی غارت کیا، خدا نے جو انہیں ذلت اور خواری عطا کی ہے۔ انہیں بھیج دو، مقتل حسین اور مقتل زید نیز مقتول مہراں (حمزہ) کو یاد کرتے رہو۔“

پھر خراسانیوں سے کہا کہ ان پر بلی پڑو پھر تو انہوں نے ان امویوں کو مار کر بھیجا نکال دیا، یہ دیکھے

۱۔ عيون الاخبار ج ۱ ص ۷۰: تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۹۶ (ج ۲ ص ۲۵۵): عمر ابن رشیق ج ۱ ص ۲۸ (ج ۱ ص ۶۲)

کروہ کلبی اخفا، کہنے لگا: اے امیر! میں کلبی ہوں اموی نہیں ہوں۔ حکم دیا: اسے بھی وہیں پہنچا دو۔ خراسانیوں نے اس کلبی کو بھی مار مار کر بھوسہ بنادیا پھر عمر کی طرف متوجہ ہوا: ان کے بعد تمہاری زندگی بھی خاک ہے۔ اس نے کہا: جی ہاں! پھر اسے بھی قتل کر دیا گیا پھر دستِ خوان بچا کر اسی پر ناشتہ کیا، ناشتہ ختم بھی نہیں ہوا تھا مگر لاشوں کے تڑپے اور سکنے کی آواز آرہی تھی، پھر بولا: جب سے مقتلِ حسین سنا تھا اس دن سے آج سیر ہو کر کھانا کھایا ہے، ان تمام لاشوں کو پائیں باغ میں لٹکانے کا حکم دیا۔ ایک دن دروازہ ٹھکلو اکر دیکھنے لگا اس کی بدبوسے لوگوں نے ناک بند کرتے ہوئے کہا: کاش! اس دروازہ کو بند کرنے کا حکم دے دیا جاتا۔ عبداللہ بولا: خدا کی قسم! یہ خوبصورت سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ پھر شعر

پڑھا:

”بنی امیہ سمجھتے تھے کہ بنی ہاشم ان سے راضی ہو جائیں گے، زید اور حسین کا حادثہ فراموش کر جائیں گے، ہرگز نہیں خدا محمدؐ کی قسم! جب تک دشت و کھسار، ان سے پاک کر کے انتقام نہیں لیا جائے گا چین نہیں ہو گا۔“

یقoubی کہتا ہے کہ عبداللہ بن علی فلسطین گیا، بنی امیہ اس سے ملنے آئے تو اس نے اعلان کیا کہ کل انعام لینے آنا، دوسرے دن اسی (۸۰) افراد حاضر ہوئے، عبداللہ نے ہر ایک پر دو ساہی متعین کر دیئے، تھوڑی دیر تاں کے بعد عبدالی نے شعر پڑھا:

”اما الدعا...“ نہمان بن زید بن عبد الملک ٹھیک عبداللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، قصیدہ سن کر

چلا یا:

اے چپ حرام زادے! جھوٹ بولتا ہے۔ عبداللہ بن علی نے کہا: نہیں یق کہتا ہے، پھر واقعہ قتل حسین یاد لانے لگا، پھر تو ساہیوں نے بھی کو مار کر ڈھیر کر دیا، ان میں ایک چلا یا:

”عبداللہ آپ کے بھی دادا تھے اور بیرے بھی، ہم سے آپ کی گہری رشتہ داری ہے۔“

عبداللہ نے کہا: قتلِ حسین نے یہ رشتہ داری توڑ دی، پھر کہا: آج کا دن قتلِ حسین سے زیادہ بھیاں نہیں ہے، انہیں میں ایک مرد کلبی بھی تھا، کہنے لگا کہ حضور! ہم یہ سمجھتے تھے کہ ان امویوں کے ساتھ ہم بھی

بہرہ مند ہوں گے۔ عبد اللہ نے کہا: اس کی بھی گردن مار دو۔ (۱)

و مدخل راسه لم يدانه احد
بین الفريقيين حتى لذه القرن

عند لیبان غدیر

تیری صدی بحری

۱- ابو تمام طائی

۲- عبل خزاعی

ابو تمام طائی

۳۷ شعروں پر مشتمل قصیدہ ہے۔ (۱) علامہ امینی نے ۲۵ راشعار نقل کے ہیں، موضوع ولایت سے متعلق اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

”تم نے فرزندان رسول اور اہل بیت کے ساتھ خیانت و غداری جیسے برناو کئے، اس سے قبل و میں رسول کے ساتھ دھوکا دی اور فریب کاری کے بے انداز مصائب اغذیل پچے تھے، تم نے ان پر پرانی اور نئی جنگیں چھیڑ دیں کہ اس سے قبل کبھی اس کا سابقہ پیش نہ آیا تھا، موقع افتخار میں وہ نبی کے بھائی اور داماد تھے کہ ان جیسا نہ تو بھائی ہو گا اور نہ داماد...۔

رسول کی کمر علیٰ کی وجہ سے اس طرح مغلوب طبقہ کی گئی جس طرح ہارون سے موئی کی کمر مغلوب طبقہ کی گئی تھی۔
بیش مصائب کی تاریکیوں میں انہوں نے اپنے چہرے کی نمایاں فتح و فخرت کی روشنی پھیلائی، وہ ہر مرکز میں خدا اور رسول کی کمی کندہ ہونے والی بر جمہ شمشیر تھے، کون سامد موم ہاتھ، جسے انہوں نے نہ کاٹا اور کون سا گمراہ چہرہ تھا جس پر انہوں نے داغ نہ لگایا ہو۔ وہ اسکی پناہ تھے جہاں دیداروں کو امن اور بے دینوں کو لرزہ تھا، خطرناک سرحدوں پر ان کی وجہ سے ہلاکت کی بندش تھی وہ دن کی زمین کو سرحد بنادیتے تھے، احمد و بدر میں جہاں پیادہ و سواروں کا ہنگامہ تھا پھر جنگ حسین، بنی نصیر، خیبر اور خندق میں تو عمر نے میدان میں دھویں اڑا دیئے تھے ان موقعوں پر خون برساتی تکواروں اور نیزوں کی مصیبت دفع کی، یہ وہ معرکے تھے کہ ان میں مصیبتوں کو دفع کرنے والا خدا ہی تھا حالانکہ حالات و معاملات چیزیہ تر ہوتے جاتے تھے۔

اور غدیر کے دن حق والوں پر حقیقت پوری طرح آشکار ہو گئی، دن چڑھے نہ حجاب باقی رہا۔ پر وہ... پیغمبر خدا کھڑے ہوئے اور لوگوں کو حق کی دعوت دی تاکہ نیکی ان کے قریب ہو اور برائی دور ہو سکے، علیؑ کے بازوں کو تھام کر اعلان فرمایا کہ یہ تمہارے مولیٰ اور ولی ہیں، کیا تم نے اعلان کا متن سن لیا؟ رسول خدا اپنے اس اعلان کے ساتھ لوگوں کے کینہ و عناد کا صحیح و شام سامنا کرتے رہے تاکہ ان پر حق آشکار ہو سکے اور وہ لوگ بھی آشکار حق قبول کر سکیں۔“ (۱)

شعریٰ تتبع

اس قصیدہ میں کسی صاحب نظر کو غدیر کی شناخت میں دشواری کا سوال ہی نہیں، کتب حدیث و سیر کا واضح بیان جس عظیم واقعہ کی طرف ہوتا ہے اس شعر میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن ڈاکٹر ملجم ابراہیم نے شرح دیوان ابو تمام میں ”یوم الغدیر استوضح الحق اهله“ کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ یوم غدیر ایک مشہور واقعہ جنگ کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ”یمد بضعيه و يعلم انه“ میں دور کی کوزی لاتے ہوئے کہا کہ یہ جنگ غزوات رسول میں سے تھی، یمد بضعيه کا مطلب ہے کہ آپ نے ان کی مدد و نصرت کی اور اس میں ”ہا“ کی ضمیر امام علیؑ کی طرف پھرتی ہے، اس طرح جمع کا مطلب یہ ہوا کہ رسول خدا نے ان کی مدد و نصرت کی اور یہ جانتے تھے کہ آپ ولی ہیں، آپ رسول کے تہامہ دگار و ناصر غدیر میں تھے، پیغمبر نے بھی آپ کی مدد و نصرت کی، کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ میرے بعد امت کے ولی و خلیفہ ہوں گے۔ یہ بے حقیقت! کیا آپ جانتے ہیں؟

اس شخص سے کون پوچھے کہ اس مشہور غزوہ کا نام کس کتاب میں درج ہے، اس کے واقعات کیا ہیں؟ تمام ارباب سیرت نے غزوات رسولؐ کی نشاندہی تو کر دی ہے، یہ خیالی جنگ غدیر کہاں سے پیدا ہو گئی؟ جس میں علیؑ و رسولؐ نے ایک دوسرے کی مدد کی۔ مجھے یقین ہے کہ ڈاکٹر ملجم کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا، البتہ حقیقت غدیر چھپانے کی سعی میں اپنا کلیچ ضرور مختذا کر لیا، شاید یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کا

۱۔ علام امینی نے ۲۵ راشعار نقل کئے ہیں والد علام نے چوبیوں شعر سے میں اشعار کا ترجمہ کیا ہے۔

علمی محاںہ نہیں کیا جائے گا۔

البتہ زمانہ جاہلیت کا ایک مشہور دن ہے جس میں درید بن صمہ فتح مکہ کے بعد حالت کفر میں مراحتاً اس نے قوم عطفان پر اتنا قمی شورش کی، بنی عبس کے ساعدہ بن مرہ کو قتل کر کے ذواب بن اسماء شمسی کو قید کر لیا، بنی حشم نے فدیہ دے کر چھڑانا چاہا لیکن وہ راضی نہ ہوا اور اپنے بھائی عبداللہ سے قتل کرادیا پھر تو بنی مرہ اور بنی شعبہ و عطفان پر اس جنگ کی وجہ سے مصیبتوں کے پھاڑنوت پڑے، آغامی کے مطابق یہ جنگ ۱۸ اربی الجھ (غدری) کے دن واقع ہوئی، اس سلسلے میں درید کے اشعار بھی ہیں۔ (۱) عقد الفرید میں بھی زمانہ جاہلیت کی جنگوں میں ایک ”جنگ روز غدری قلیاد“ کی نشاندہی کی گئی ہے، اس جنگ کے متعلق ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ قبائل نے آپس میں صلح کر لی تھی لیکن بنی شعبہ صلح پر آمادہ نہ ہوئے وہ انتقام پرتے ہوئے تھے پھر وہ ”قطلن“ سے ”غدری قلیاد“ میں آئے، بنی عبس نے دہاں پہنچ پہنچ کر پانی پر بقدر کر کے بندش آب کر دی کہ جانور بھی پیاس سے مر جائیں، بنی شعبہ کے عوف و معقل نے ان کی مدد کی، انہیں کے متعلق زہیر کے کچھ اشعار ہیں۔ (۲)

کلمہ قلیاد کے متعلق مجمجم البلدان اور بلوغ الارب میں کہا گیا ہے کہ یہ عرب کے مشہور دنوں میں سے تھے۔ (۳)

یہ تھی وہ تفصیل اس میں نہ تو رسول کا پتہ ہے، نہ وہی رسول کا۔ اس داستان سے داستان غدری کا کوئی تعلق ہی نہیں، جس میں رسول نے گھنے درختوں کے سامنے میں ایک لاکھ سے زائد افراد کے درمیان اعلان ولایت علیٰ فرمایا۔ کیا ابو تمام جیسے دانشور سے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مدح علیٰ میں قصیدہ کہہ کے ایسے واقعہ کی طرف اشارہ کرے جس کا علیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر یہ کہ ابو تمام نے بدر واحد و نی فضیر، خیر و خندق کو نظم کر کے اس مصرع پر اپنی بات ختم کی ”مشاهد کان اللہ کا شف کربلہ“ اور اس کے بعد کے شعر میں ششیر کی بات نہیں بلکہ زبان و اعلان کی منقبت نظم کر کے ”ویوم الغدیر

۱۔ آغامی رج ۹ ص ۶ (رج ۱۰ ص ۱۵) ۲۔ عقد الفرید ج ۳ ص ۱۷ (ص ۵۵)

۳۔ مجمجم البلدان ج ۷ ص ۱۵۲ (ج ۳۹۲ ص ۱۵۳)؛ بلوغ الارب ج ۲ ص ۷۳

استوضح الحق اہلہ ” کہا ہے۔

حالات زندگی

ابوتام، حبیب بن اوس طائی کا سلسلہ نسب ۷۰ پشتون کے بعد یہ رب بن مقطان سے مل جاتا ہے۔ (۱) جاخط کے بقول وہ متاز ترین شیعہ اور اپنے عہد کے منفرد شیعی ادیب اور ماہر لسانیات تھے۔ (۲) اسلوب شعر اور کلاسیکی ادب پر کامل عبور حاصل ہونے کے متعلق سب کا اتفاق ہے اور نہ ہی آل محمد سے وابستہ ہونے پر کسی کو اختلاف ہے، قوت حافظہ و ذہانت بلا کی تھی، بعض کہتے ہیں کہ چار ہزار شعری دیوان حفظ تھے، مفردات و قطعات اور قصائد اس کے علاوہ ہیں۔ (۳)

محابہ لتصحیح میں ہے کہ قصائد و قطعات کے علاوہ چودہ ہزار ارجوزہ (چھوٹی بھر کے اشعار) یاد تھے۔ (۴) عکملہ میں ہے کہ انہوں نے پانچ سو عظیم شراء کو گوشہ گمانی میں پہنچا دیا۔ یہ اصلاً شایی تھے، وہاں کے قصہ جیدور کے مضافات میں واقع گاؤں جاسم میں پیدا ہوئے۔ ان کے باپ کوندوں عطار کہا جاتا تھا، پھر انہیں ندوں کہا جانے لگا۔ دائرة المعارف الاسلامیہ میں ہے کہ ان کے باپ نصرانی تھے، انہوں نے اسلام قبول کر لیا، ان کا پیغمبر مصر میں گزرا۔ وہاں مسجد جامعہ میں پانی بھرتے۔ پھر بزم ادباء میں بیٹھنے لگے اور شعری تذکروں سے بہرہ مند ہوئے تو فہم و فرات نے شعری ذوق چکایا، شہرہ دور دور ہوا اور خلیفہ معتصم تک خبر پہنچ گئی، اس نے سکن رائے (سامراء) میں بلوایا۔ ابوتام نے وہاں اس کی مدح میں چند قصائد سنائے جسے سن کر انعام دیا اور تمام درباری شراء میں برتری دے دی۔ وہ وہاں سے بخدا آئے اور عراق وایران میں آئے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ محمد بن قدامہ نے قزوین میں انہیں دیکھا کہ ادباء و علماء سے ان کی گاڑھی چھتی تھی، وہ رہن ہیں، جس اخلاق اور شرافت نفس سے پوری طرح آراستہ تھے۔

۲- فہرست نجاشی ص ۱۰۲ (۱۳۶۷ء)

۱- ستارخ خطیب بغدادی ج ۸۸ ص ۲۲۸

۳- محابہ لتصحیح (ج ۱ ص ۲۳۸)

۲- مرآۃ الجمân ج ۲ ص ۱۰۲ (وفیات ۱۳۶۷ھ)

حسین بن اسحاق نے ”بھتری“ سے کہا:

لوگ کہتے ہیں کہ آپ ابوتمام سے اچھے شاعر ہیں۔ جواب دیا: بخدا! یہ بات نہ تو مجھے فائدہ ہے وہ نچا
سکتی ہے اور نہ ابوتمام کو نقصان پہنچا سکتی ہے، میں تو اسی کی روئیاں توڑتا ہوں۔ کاش! جیسا کہہ رہے
ہیں ویسا ہی ہو جاؤں لیکن میں اس کا تابع دار اور زلہ خوار ہوں، اس نے میری ہوا باندھی ہے، میری زمین
اس کے آسان سے بہت پست ہے۔ (۱)

ابوتمام حص میں تھے تو ”بھتری“ نے ابتداء میں ان کو کلام دکھایا، اشعار سنائے۔ ابوتمام نے اس
پر توجہ دی، جب بھی چلے گئے تو بھتری سے کہا: یہاں جتنے افراد نے شعر سنائے ان میں تمہارے اشعار
سب سے اچھے تھے، پھر تمہاری عادت سیم کیوں ہے؟ اس نے ناداری کا شکوہ کیا۔ ابوتمام نے
باشدگان ”مرۃ الصمان“ کو خط لکھ کر اس کی صداقت کی تعریف کر کے سفارش کی، بھتری سے تاکید کی
کہ ان کی شان میں اشعار کہہ کے لے جاؤ۔ ان لوگوں نے ابوتمام کے خط کی وجہ سے ”بھتری“ کا
بڑا احترام کیا اور چار ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا۔ یہ ”بھتری“ کو پہلی دولت نصیب ہوئی تھی، اس کے بعد
ابوتمام بھتری کو سراحت رہے اور وہ بھی ان سے چپک گیا۔

بھتری سے پوچھا گیا: تم بڑے شاعر ہو یا ابوتمام؟ اس نے کہا: ان کے اچھے اشعار میرے اچھے
اشعار سے بہتر ہیں اور ان کے پست اشعار میرے پست اشعار سے بہتر ہیں۔ ”ابوالعلاء مصری“
سے پوچھا گیا: ابوتمام، بھتری اور محبی میں کون اچھا شاعر ہے؟ اس نے کہا: ابوتمام اور محبی تو دانشور
ہیں صرف بھتری شاعر ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بار بھتری نے ان کے سامنے شعر پڑھا۔ ابوتمام نے کہا:
تو میرے بعد امیر الشراء ہے، بھتری نے کہا: یہ سند میرے لئے تمام پوچھی سے بہتر ہے۔ این معتر
کہتا ہے: ابوتمام کے تمام اشعار اچھے ہیں۔ وہ مسلم بن ولید صریح غوانی اور ابو نواس کے اشعار کو بہت
سرابتے تھے۔ (۲)

عمرہ بن عقیل کے سامنے ابوتمام کے پڑھنے کے لئے اشعار پڑھے گئے:

و طول مقام المرء بالحی مخلق لدی حاجتہ فاغترب تتجدد
فانی رایت الشمس زیدت محجۃ الی الناس ان لیست عليهم بسرمد
وہ تجھ پر ۱۱: اگر شعری خوبی حسن الفاظ اور لطافت معانی کا نام ہے تو شاعر صرف ابوتمام ہے، اس
کے علاوہ بھی کوئی شاعر ہوتا میں نہیں جانتا۔ (۱)

ابوتمام کی زبان میں لکھت تھی، ابن معدل یا ابوالعینیشل نے اس بارے میں کہا ہے:

یانبی اللہ فی الشعرو یاعیسیٰ بن مریم انت من اشعر خلق اللہ مالم تتكلم
”اسے شاعری کے پیغمبر خدا اور اے عیسیٰ بن مریم! تم تمام مخلوقات میں بہترین شاعر ہو جب تک
بات نہ کرو۔“

ابوتمام نے امراء و خلفاء کی بڑی نقیص مدح کی ہے۔
ابوتمام نے مندرجہ ذیل افراد سے اشعار لفظی کیا ہے: صہیب شاعر، عطاف، کرامہ، ابوعبد الرحمن،
سلامہ بن جابر، محمد بن خالد۔
مندرجہ ذیل نے ان سے روایت کی ہے: خالد بن شرید، ولید بن عبادہ بکتری، محمد بن ابراہیم بن
عتاب اور عبدی بغدادی۔ (۲)

کہتے ہیں کہ جب اس نے محمد بن عبد الملک بن زیاد کی مدح میں شعر پڑھا:
دلیمة سمحصۃ القياد سکوب مستغث بھا الشری المکروب
ابن زیات نے ابوتمام سے کہا: تم اشعار کو اس طرح جواہرات لفظی سے سنوارتے ہو کہ دو شیرہ
کے گلو بند سے بھی زیادہ حسین معلوم ہوتے ہیں۔ ابوتمام کی ذہانت، جودت اور ذکاوت کو دیکھ کر عظیم فلسفی
کندی نے کہا تھا کہ اس کی جوانی میں موت ہو جائے گی۔ لوگوں نے پوچھا: کیسے؟ جواب دیا: اس کی

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۲۲؛ (ج ۳ ص ۱۵۷؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۸۱)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۳ ص ۱۸؛ (ج ۳ ص ۱۵۲؛ مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۷۸)

تیزی فہم اور روحانی ذکاوت جسم کو اس طرح کھا جائے گی جیسے شمشیر ہندی نیام کو کھا جاتی ہے۔ (۱)

صوی (۲) کا بیان ہے کہ ابو تمام نے احمد بن معقّم کی مدح میں قصیدہ پڑھا تھا:

اقدام عمرو في سماحة حاتم في حلم احنف في ذكاء اياس
کندی نے وہیں نوکا: امیر تمہاری تو صیف سے کہیں بلند ہے۔ یہ سن کر ابو تمام نے ذرا گردن جھکائی اور سر انداز کر کر یہ شعر پڑھا:

لاتنکروا اضربى له من دونه مثلا شرودا فى الندى والباس
فالله قد ضرب الاقل لنوره مثلا من المشكاة و النبراس
”کتر مثالوں پر ناپسندیدگی کا مظاہرہ نہ کرو، کیونکہ خود خدا نے اپنے نور کی مثال قدمیں اور شمعدان سے دی ہے۔“

لوگ اس کی ذہانت اور سرعت فہم پر عش عش کرنے لگے۔

ابو تمام کا شعری دیوان

کہتے ہیں کہ ابو تمام نے اپنا شعری دیوان مرتب نہیں کیا تھا لیکن بظاہر عثمان بن شنبی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی زندگی میں دیوان مرتب کر لیا تھا۔ (۳)

جن بلند پایہ ادباء نے اس دیوان پر شرح و تخلیص اور ترتیب کا کام کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:
”ابو الحسن محمد بن ابراہیم بن کیسان (م ۳۲۰)، ابو بکر محمد بن الحسینی صوی (م ۳۳۵)، علی بن حمزہ اصفہانی، ابو منصور محمد بن احمد از ہری، حسن بن بشر آمدی، حسین بن محمد رافعی، وزیر حسین بن علی مغربی، ابو ریحان بیرونی، ابوالعلاء معمری، ابو ذکر یا تبریزی، ابو البرکات بن متوفی، ابو فتح نصر بن محمد، ابو الحجاج

۱۔ وفات الاعیان ج ۱۳۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۶۶ نمبر ۱۹۷۲)

۲۔ اخبار ابی تمام (ص ۲۳۱)

۳۔ غیۃ الوعا ص ۳۲۳ (ج ۲ ص ۳۶ نمبر ۱۹۷۲)

یوسف بن محمد انصاری، مجی الدین خیاط، ڈاکٹر ملجم ابراہیم اسود، (۱)

مطبوعہ دیوان بظاہر صوی کی ترتیب کے مطابق ہے جو حروف تجھی کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے لیکن اس میں بہت سے اشعار ساقط کر دیئے گئے ہیں کیونکہ نجاشی کے مطابق ابو تمام نے بہت سے اشعار الہمیت کی درج میں کہے ہیں۔ (۲) احمد بن حسن فرماتے ہیں کہ میں نے دیوان ابو تمام کا قدیم نسخہ دیکھا تھا اس میں امام جواد تک ائمہ کی شان میں قصائد تھے، موجودہ دیوان میں متذکرہ قصیدہ رائیہ کے علاوہ کوئی قصیدہ نہیں ہے، دوسری کتابوں کی طرح ناشرین نے اس کتاب کو بھی نشانہ خیانت ہناڑا۔

دیوان حماسہ اور شرحدیں

ابو تمام کے دیوان آثار میں ایک دیوان حماسہ بھی ہے جس سے ہر زمانے کے اہل علم فائدہ اٹھاتے رہے۔ ابو تمام کی یہ تالیف نفیس پیرایہ کلام کی مفید کتاب ہے، اس نے ابوالوفا ابن سلمہ کے گھر پر ہمدان میں جس وقت برف و باراں کی وجہ سے پناہ گزیں تھا، ترتیب دیا۔ ہر باب ایک مخصوص فن کا حامل ہے اس پر ۷۰۷ سے زیادہ ارباب فن نے شروع اور حواشی لکھے ہیں۔ کچھ ارباب فن نے ابو تمام کی نقل کرتے ہوئے دو انین بھی ترتیب دیئے ہیں، علامہ امیتی نے تیرہ (۱۳) ناموں کی نشانہ ہی کی ہے۔

ابو تمام نے مندرجہ ذیل علمی و ادبی آثار پچھوڑے ہیں:

۱. الاختیار من شعر الشعرا

۲. الاختیار من شعر القبائل

۳. الاختیار المقطعات

۴. نفائض جریر والاخطل

۱- فهرست ابن ندیم ص ۲۲۵ (۱۹۰)، فهرست نجاشی ص ۱۰۲ (۳۶۷ نومبر ۱۹۷۱)، طبقات ابن ابی اصیبدح ص ۲۰، تاریخ ابن خلکان

چ اص ۳۰، ۳۳ (چ اص ۱۱۳ نومبر ۱۹۷۲)، بخیۃ الوعاظ ص ۲۲۳، ۲۰۷، ۲۲۲ (چ اص ۳۱۵ نومبر ۲۰۰۷ ص ۳۵۹ نومبر ۲۱۸۶) کشف

الظعون (چ اص ۰۷۷)، بقیم المطبوعات (چ اص ۲۹۷-۲۹۶)

۲- رجال نجاشی (ص ۳۱۳ نومبر ۱۹۷۲)

۶۔ الفحول (جس میں جاہلی و اسلامی شعراء کو جمع کیا گیا ہے)۔ (۱)
اکثر دانشوروں نے ابوتمام کے حالات، نوادرات، خوش بزی اور نکتہ سمجھی کو سوانحی شکل میں جمع کیا
ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

”ابو الفضل احمد بن ابی طاہر؛ ابو بکر محمد بن سعیدی؛ ابو قاسم الحسن بن بشر آمدی؛ ابو بکر محمد بن ہاشم اور ابو
عنان سعید بن ہاشم؛ ابو علی احمد بن محمد؛ ابو عبد اللہ محمد بن عمرانی؛ ابو الحسین علی بن محمد؛ ابو ضیا بشیر بن سعیدی؛ احمد
بن عبد اللہ؛ اشیخ یوسف بدیعی؛ اشیخ محمد علی بن ابی طالب زادہ دی؛ سید حسن امین عاطی“۔

ان دانشواروں کے علاوہ جن دانشوروں نے اپنی کتاب میں تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہیں:

”طبقات ابن معتر ص ۱۳۳؛ فہرست ابن ندیم ص ۱۳۵؛ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۹؛ فہرست تجاشی
ص ۱۰۲؛ تاریخ خطیب ج ۲۲۸؛ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۱۸۔ ۲۸؛ تاریخ ابن خلکان ج ۱ ص ۷۷؛
کشف الظنوں ج ۱ ص ۵۰؛ اہل الآل ص ۸“۔

ولادت اور وفات

کثرت اختلاف کی وجہ سے ابوتمام کی پیدائش اور وفات کا تلقین اندازہ کرنا مشکل ہے۔ کچھ تحقیق
سے قریب بات ان کے بیٹھ کی ہو سکتی ہے، کیونکہ گمراہے گھر میں حالات بہتر جانتے ہیں، لیکن اس میں
بھی اختلاف اقوال ہے، کچھ اقوال یہ ہیں کہ ان کی ولادت ۱۷۲/۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۴، ۱۹۶، ۲۲۸ ہے اور وفات ۲۲۸/۱۴۲۳
ہے۔

موصل میں انتقال کیا اور وہیں دفن کئے گئے۔ ابو حشیل بن حمید طوی نے قبر پر قبة تعمیر کرایا۔ علی بن چشم
نے ابوتمام کا مرثیہ کہا ہے:

غاصت بدانع فطنة الاوهام وغدت عليه انكبة الايام (۲)
اور حسن بن وصب نے مرثیہ کہا۔ بعض کہتے ہیں کہ حسن بن وصب کا مرثیہ دیک اجن یا عبد اللہ بن

۱۔ فہرست ابن ندیم ص ۲۳۵ (ص ۱۹۰)

۲۔ دیوان علی بن حمیم (ص ۱۸۱)

زیر ثانی کی طرف منسوب ہے۔

گرتے ہیں شہ سوارہی میدان جنگ میں

ابوتام جیسے رائج العقیدہ اور مذہبی شخص پر تجھب ہوتا ہے کہ کس طرح ان دشمنوں کے فریب میں آگئے جو اچھے لوگوں کو بدنام اور درخشاں چیزوں کو کریمہ بنا کر پیش کرتے ہیں، دشمنوں نے جن بہتریں شخصیتوں کوآلودہ کرنے کی کوشش کی ان میں پر محمد اربہ دایت، مجاهد و انقلابی جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقی

بھی ہیں۔ دشمنوں کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر ابوتام نے جناب مختار کے متعلق یہ اشعار کہے:

”ستم رسیدہ ہاشمیوں کے قافلے نے کربلا سے کوچ کیا اور مختار نے خونخواہی کے ذریعہ ان کے زخموں پر مرہم رکھا۔ گرچہ وہ (مختار) صحیح دین پر نہیں تھے۔“

حالانکہ جو شخص بھی تاریخ و حدیث درجال کی کتابوں کا مطالعہ کرے گا وہ اسی نتیجے پر پہنچ گا کہ مختار دین و بہادیت و اخلاص کے پیشوائتھے، ان کا انقلاب اقامہ عدل، بلمدوں کی بنیادہ حانے اور امویوں کے ظلم کو جز سے اکھاڑ پھینکنے کے علاوہ کچھ نہ تھا، آئین کیسانی سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں، ان پر جو بھی تہمت لگائی گئی وہ صحیح نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام زین العابدین، امام باقر اور امام صادق علیہم السلام نے ان سے اپنے ولی خوشی کا اظہار فرمایا، خاص طور سے امام باقر نے ان کی بڑی ستائش کی ہے۔ اہل بیت کی نظر میں وہ اور ان کا کارنامہ ہمیشہ لاائق ستائش رہا ہے۔

جید علماء نے ان کی بڑی تجلیل کی ہے، سید جمال الدین بن طاؤس، علامہ حلی، ابن داؤد، فقیہ ابن نما، محقق اردبیلی، صاحب معالم، قاضی نور اللہ شوستری، شیخ ابوعلی اور وسرے علماء نے ان کی عظمت و جلالت بیان کرنے کے بعد ان پر ہونے والے الزمات و اتهامات کا وقایع کیا ہے۔ (۱)

۱۔ دیوان علی ابن حبیم ص ۱۸۴؛ رجال ابن طاؤس؛ خلاصۃ الاقوال طی (ص ۱۶۸ نمبر ۲)، رجال ابن داؤد (ص ۷۷ نمبر ۳۹۳)؛ رسالہ ذوب الصار (مطبوع در بخار الانوار ج ۲۵ ص ۳۳۶)؛ حدیث الشید (ج ۲ ص ۳۰)؛ تحریر طاؤس (ص ۵۵۸ نمبر ۳۱۸)؛ مجلس المؤمنین (ج ۲ ص ۲۲۵)؛ بقیۃ القوال (ص ۳۶۲)۔

عبدل خزاںی

قصیدہ تائیہ ایک سو ایک سو ایک شعروں پر مشتمل ہے، یہاں موضوع ولایت سے متعلق سترہ شعروں کا
ترجمہ پیش ہے:

فکم حسرات هاجھا بمسخر و قوفی یوم الجمع من عرفات
”میں تمام عرفات پر حضرت واندوہ کے یہجان میں کھڑا تھا، تم نے زمانہ کو نہیں دیکھا کہ اس نے
کس طرح ظلم و جور کا برنا تو کیا، لوگوں کے ساتھ بد عہدی اور تمادش پر دازی کے تماشے کئے، ماضی کی وہ
مشکلہ خیز حکومتیں جو کور باطنی کی وجہ سے نور کی متلاشی تھیں۔ کیا میں اس کے بعد بھی اپنے نمازوں روزوں سے
تقریب خداوند حاصل کر سکتا ہوں؟ ہاں! فرزندان رسولؐ کی محبت اور اہلبیت کی واہنگی کے ساتھ، آل
مروان و بنی امية و بنوہ و سمیہ کی نسل سے شدید نفرت کا مظاہرہ کیا جائے تبھی خوشنودی خدا حاصل ہو سکتی
ہے کیونکہ یہ بھی کفر کے سراغنہ اور اسلام کو کمزور کرنے والے تھے، انہوں نے قرآن کے عہد و فرائض کو
مکاریوں سے ملیا میث کر دیا، آیات محکم میں شبہات کی فصیل اٹھادیں، یہ سخت آزمائش تھی جس نے ان
کے چہروں سے گراہی و ضلالت کے تمام پردے چاک کر دئے۔ میراث بغیر قرابت، اقتدار بغیر
ہدایت، حکم بغیر مشورہ اور بغیر وجود رہ بہر....

یہ ہیں درد غم کے وہ طوفان جس کی وجہ سے میری آنکھیں خون فشاں ہیں اور آب شیریں کے
گھونٹ لٹخ ترین ہو گئے ہیں، یہ بے ہنگم پن اتنا آسان بھی نہیں تھا کہ لوگوں کو رام کر لیا جاتا، لیکن ناگہانی
بیعت، ارباب سقیفہ کی ناقابت اندریشی اور دعویٰ میراث پدر کو مختلف گمراہ بہانوں سے رد کرنے کی وجہ
سے یہ سب تماشہ ہوا۔ اگر انہوں نے وصی رسولؐ کی بیعت کا قلاuded اپنی گردن میں ڈال لیا ہوتا اور تمادش

معاملات ان کے حوالے کر دئے گئے ہوتے تو تمام غلطیوں سے پاک رہتے۔ وہ خاتم النبین کے بھائی اور میدان جنگ میں منافقوں کے پیٹے پانی کرنے والے تھے، ان مذکروں کے لئے خدیری کی گواہی کافی تھی پھر بدر واحد کی بلند پہاڑیاں نیز قرآنی آیات جن میں فضائل علیٰ موجود ہیں کشیدت ضرورت کے باوجود سامنے کا کھانا ایسا رکروپا۔ ان آیات کے علاوہ بھی بے شمار فضائل و مناقب سے آراستہ تھے اور دوسروں سے برتر تھے۔ (۱)

دانشوروں کے نظریات

۱۔ ابو الفرج لکھتا ہے کہ قصيدة دعبل "مدارس آیات خلت من تلاوة..." "جلال آفریس مدح آل محمد" ہے، اس نے امام رضا کو ان کی بارگاہ خراسان میں اس وقت نایا جب آپ نے اشعار سنانے کی فرمائش کی، جب اس نے یہ شعر پڑھا:

اذا وترموا مَدُو الْيَ واتريهم اكفا عن الاوتسار منقبضات

اما روتے روتے بے ہوش ہو گئے، خدمت گارنے خاموش ہونے کا اشارہ کیا، دوبارہ ہوش میں آئے تو سنانے کی فرمائش کی، تیسری بار بھی اسی طرح فرمائش کی اور تمییں سے نوازا پھر حکم دیا کہ دس ہزار درہم رضوی مہر والے جواہمی سک کسی کو نہیں دیئے گئے اسے عطا کئے جائیں پھر وہ عراق چلا آیا۔ اس نے وہ درہم شیعوں کے ہاتھوں ایک کے بد لے دس درہم میں فروخت کئے، اس طرح ایک لاکھ ہاتھگ گئے، یہ اسے پہلی دولت نصیب ہوئی تھی۔ (۲)

ابن مردویہ کے توسط سے حذیفہ بن محمد کی روایت کے مطابق دعبل نے امام کے بدن مبارک کا لباس طلب کیا تاکہ کفن میں کام آسکے امام نے اپنا جبہ عطا فرمایا، جب قم والوں کو خبر پہنچی تو دعبل سے

۱۔ اعيان الشيعه (ج ۶ ص ۳۸۴)

۲۔ آغازی ج ۱۸ ص ۲۹ (ج ۲۰ ص ۲۰۵، ۱۳۲، ۱۶۲)؛ معاہد التصییح ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹، ۱۱۵)؛ عيون الاخبار رضا ص ۲۸۰ (ج ۲ ص ۲۹۶، ۲۲۷)

تین لاکھ میں فروخت کرنے کی درخواست کی اس نے قبول نہ کیا تو راستہ روک کر شور مچانے لگے، اس نے قسم کھا کر کہا کہ بخوبی ہرگز قبول نہ کروں گا، آخر اس نے مصالحت کی کہ تیس ہزار میں صرف آٹیں فروخت کر دے، اس کے بعد عمل نے جب پر ”مدارس آیات“ لکھ کر اسی سے احرام باندھا اور وصیت کر دی کہ کفن میں ساتھ کر دیا جائے۔ (۱)

عمل کا بیان ہے کہ جب میں خلیفہ کے خوف سے بھاگا، نیشاپور میں ایک رات اکیلے گذاری، وہیں سوچا کہ عبداللہ بن طاہر کی مدح میں قصیدہ لکھ ڈالوں، فکر شعری میں تھا کہ دروازے پر آواز آئی: السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ اندر آنے کی اجازت ہے، خدا آپ پر حم کرے۔

آواز سننے ہی سارے بدن میں رعشہ پڑ گیا، اس نے کہا: ڈر نہیں عافیت میں ہو، میں یمن کا رہنے والا جلتا ہوں، میرے عراقی دوست نے تمہارا قصیدہ مدارس سنایا تو مجھے خواہش ہوئی کہ خود تم ہی سے وہ قصیدہ سنوں۔ عمل نے وہ قصیدہ پڑھا تو وہ روتے روتے وہیں بے ہوش ہو گیا۔ پھر دعائے رحمت کے ساتھ روحانی تقویت کے لئے حدیث سنائی: میں ایک دن حضرت جعفر بن محمد کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ نے فرمایا: میرے جد کا ارشاد ہے کہ یا علی! تم اور تمہارے شیعہ کامیاب ہیں۔ وہ خدا حافظ کہہ کر جانے لگا تو میں نے نام پوچھا: بولا: میرا ناظم طیبیان بن عامر ہے۔ (۲)

۲۔ ابو اسحاق قیروانی لکھتا ہے کہ عمل مستحب مداح آل محمد تھا، اس کا مشہور مرثیہ ”مدارس آیات خلت من تلاوة“ ہے۔ (۳)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (۴) میں ہے کہ مامون نے اقتدار مسکم ہونے کے بعد فضائل آل محمد کے آثار جمع کرنے کی سعی شروع کر دی، انہیں میں ایک قصیدہ مدارس آیات بھی ہے، یہ قصیدہ ہمیشہ اس کے

۱۔ نجم الادب، ج ۲۳ ص ۱۹۶ (ج ۱۱ ص ۱۰۳)، عصر المأمون، ج ۳ ص ۲۵۵، مجاہد التصییں، ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۹۹، نومبر ۱۹۵۵)

۲۔ مجاہد التصییں، ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۹۹، نومبر ۱۹۵۵)، الآغا، ج ۱۸ ص ۳۲۹ (ج ۲ ص ۹۹، نومبر ۱۹۵۵)

۳۔ زهر الادب، ج ۱ ص ۸۷ (ج ۱ ص ۱۳۲)

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۵ ص ۲۲۲ (ج ۶ ص ۷)، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۸ ص ۱۸۲

دل میں بیجان برپا کرتا رہا، ایک دن عمل ملا تو اس نے قصیدہ کی فرمائش کی اور کہا کہ کچھ خوف نہ کرو تم میری امانت میں ہو، میں اس قصیدے سے آگاہ ہوں صرف تہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں، اشعار سنتے سنتے اس کی داڑھی آنسووں سے تر ہو گئی۔ (۱)

۳۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ قصیدہ تائیہ عمل کی بہترین شعری کاوش ہے پھر خراسان میں امام کو سنانے کا واقعہ، بس طلب کر کے جامد احرام طلب کر کے کفن بنانے کا حال لکھ کر کہتا ہے کہ یہ قصیدہ برکت کے خیال سے ہاتھوں ہاتھ شائع ہوتا رہا ان میں کا اکثر حصہ میرے خیال میں الحاقی ہے، شیعوں نے بہت سا اضافہ کر دیا ہے، ۳۲ شعروں کو لکھ کر کہا ہے کہ صحیح اشعار یہاں نقل کر رہا ہوں:

”آیات قرآنی کی تلاوت و تعلیم سے مدرسے خالی ہو گئے، منزل وحی پر ویرانوں نے بیرے لے لئے، خانوادہ رسولؐ کی منزلیں منی، حیف، رکن، عرفات اور صفا و مروہ ہیں، یہاں علیؑ و عضفر و حمزہ نیز سجاد ذوالثفات کے ڈیرے تھے جو بے پناہ رحمت سے ویران ہو گئے، گدوں روزگار سے نہیں۔ ذرا غہرہ و اکتبیوں سے خالی ان مکانوں سے پوچھوں۔“

کہاں تک روزگار سے عہدہ برآئی ہوئی، وہ جنہیں غریب الوطنی نے پر اگنہ کر دیا کہاں گئے؟ وہ وارثان نبوت اور قائد و مدغار تھے، ان کے مقابل جھونے اور کینہ تو زافراد تھے، جب وہ اپنے کشتگان پدر و خیر و حسین کو یاد کرتے ہیں تو رو تے ہیں۔

کچھ قریب کوفہ میں ہیں اور کچھ مدینہ میں اور کچھ مقام ”خ“ میں۔ ان پر خدا کی رحمت ہوا اور ایک پاک نفس کی قبر بنداد میں ہے غرق نوازش خدائے رحمان.... لیکن وہ نفوس جن کی دعوت نظر انداز کی لگتی اور میں ان کے صفات کے اور اک بے قاصر ہوں، وامن محشر تک کہ خدائے رحمان امام قائم کو اٹھائے اور ان کی برکت سے بے چینیوں کو دفع کرے کچھ نفوس کی آرامگاہیں دشت کر بلا میں شط فرات کے نزدیک دونہروں کے درمیان ہیں۔

۱۔ الْأَغْنَىٰ ج ۱۸ ص ۵۸ (ج ۲۰ ص ۱۹۵)؛ زهر الْأَدَاب ج ۱ ص ۸۶ (ج ۱ ص ۱۳۳)، معاید لِتَصْصِيل ج ۱ ص ۲۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۸)؛ الْأَتْحَاف ص ۱۶۵ نمبر ۱۱۵)؛ الْأَتْحَاف ص ۱۶۵

حوادث روزگار نے انہیں منتشر کر دیا لیکن جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو یہ بارگاہیں برکت سے بھی سجائیں ہیں، سوائے ان تبروں کے جو مدینہ میں واقع ہیں، گردش زمانہ سے ویران ہیں وہاں زوار بہت کم جاتے ہیں صرف پچھو، گدھ اور عقاب ہی نظر آتے ہیں (ویرانی کی طرف اشارہ ہے)، خانوادہ رسالت کی آرام گاہیں جدا جدا اور مزارات تمام روئے ارض پر بکھری ہیں، حالانکہ ان میں کچھ جماز کے مدفن بہادر اور مرد میدان تھے، انہیں زمانے کی شخصیتوں نے لٹا پا بنا دیا اور جنگ کے بھڑکتے شعلوں نے مدھم کر دیا، وہ صفوں میں گھستے تو موت کے شرارے نیزوں پر لے لیتے اور جب ناز کرتے تو محمد، جبریل اور قرآنی سورے ہم زبان ہوتے۔

اے ملامت گر! محبت الہ بیٹ پر مجھے ملامت نہ کر میری تمام زندگی محبت و اعتماد کی پونجی ہے، میں نے انہیں ہدایت کے لئے جن لیا ہے، کیونکہ وہ ہر حیثیت سے نیکوں میں نیک ہیں۔ خدا یا! میرے یقین میں اضافہ کر اور ان کی محبت میرے دل میں بڑھادے، میری جان کی قسم! تمہارے بوڑھے، جوان، غلاموں کو آزاد کرنے والے اور خون بہادینے والے ہیں، میں تمہارا پیدائشی محبت اور تمہاری محبت میں اپنے خاندان اور بیٹوں سے دست بردار ہوں، اپنی محبت کیسہ تو ز دشمنان حق سے چھپا تا ہوں کہ انہیں موت بھی نہیں آتی، میری تمام زندگی مصائب میں گھری ہے اب مرنے کے بعد ہی چھٹکارا نصیب ہو گا۔

تم نہیں دیکھتے کہ میرے تمیں سال رات دن حرثوں میں گذرتے بیت گئے، میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی دولت دوسروں میں تقسیم ہو رہی ہے خود ان کے ہاتھ مال غنیمت سے خالی ہیں، چنانچہ آل رسول تو لا غراندام ہیں اور آل زیاد قصروں میں بھرے چڑے ہیں، زیاد کی بیٹیاں محلوں میں محفوظ ہیں اور حرم رسول کے سروں پر چادریں بھی نہیں، جب کوئی انتقام کے لئے احتبا ہے تو ظلم کے ہاتھ بے بس کر دیتے ہیں، مستقبل قریب میں انتقام کی توقع نہ دیکھ کر حرثوں میں پھیک رہا ہوں، امیدوں کا مرکز صرف خروج قائم ہے جو ہنام خدا قیام اور حق و باطل میں امتیاز نیز اچھے برے کا بدل دیں گے، اسی لئے میں دشمنوں سے جنگ سے ہاتھ روک کر صرف آنسو بہارا ہوں۔ اے نفس! خوش ہو جا کہ وہ دن دور نہیں اگر خدا نے

عمر دراز کے وہ دولت نصیب کی تو خوشی خوشی اپنے نیزہ و تکوار کو دشمنوں کے خون سے سیراب کروں گا، حق تو یہ ہے کہ ان (دشمنوں) کی ہدایت کرنا سورج کو نالا ہے اور حق بات سخت پھروں سے گفتگو کے متراوف ہے، اکثر حق پہچان کر فائدہ نہیں اٹھاتے اور بعض معاند خواہشات کا شکار ہیں، ان دشمنوں کے خلاف میرا غصہ بے پایاں ہے اور میرا سینہ غم و اندوہ سے پھٹا جاتا ہے۔ (۱)

۵۔ شیخ الاسلام ابو صالح جموئی نے احمد بن زیاد سے روایت کی ہے کہ عمل خزانی نے کہا کہ جب میں نے امام رضا کے سامنے قسیدہ "مداد رس آیات حللت من تلاوة " پڑھا تو حضرت نے فرمایا: اس میں دو شعروں کا اضافہ کرو، میں نے عرض کی: ہاں! یا بن رسول اللہ۔ حضرت نے فرمایا:

و قبر بطوس يال لها من مصيبة الحت بها الاحشاء بالزرفات

الى الحشر حتى يبعث الله قائعاً يُفرج عنَّا الهم وَ الْكربَات

عمل کا بیان ہے کہ پھر میں نے قسیدے کے بقیہ اشعار پڑھے، قسیدہ کے اختتام پر امام بہت روئے پھر فرمایا: عمل! اروع القدس تمہاری زبان سے بول رہے ہیں، پھر پوچھا: اس امام کو پہچانتے ہو؟ عرض کی: نہیں صرف اتنا ہے کہ جب وہ ظہور فرمائیں گے تو زمین عدل و انصاف سے پھر جائے گی۔ فرمایا: وہ میرے بیٹے محمد پھر علی پھر حسن کے فرزند ہیں۔ حدیث رسول ہے کہ قیامت کی طرح ان کا بھی ظہور اچاک ہو گا۔

۶۔ ابن طلحہ شافعی نے عمل کا بیان نقل کیا ہے کہ جب امام رضا ولی عهد ہوئے تو مامون نے مجھے بلوا کر مدارس آیات سننے کی فرمائش کی، میں نے لا علیٰ ظاہر کی تو امام کو بلوا کر عکایت کی، امام نے قسیدہ سنانے کا حکم دیا۔

مامون نے پچاس ہزار درہم اور اتنا ہی امام نے مجھے مرحمت فرمایا، عمل نے عرض کی: آقا! مجھے اپنا باب مرحمت فرمائیے، جسے اپنا لکن بنا سکوں۔ آپ نے اپنی قیصل اور پاکیزہ عمامہ مرحمت فرمایا اور کہا: اسے سنبھال کر رکھنا یہ تمہیں سختیوں سے بچائے گا، اسکے بعد مامون کے وزیرِ فضل بن ہبل نے بھی انعام دیا

اور زرد خراسانی خپر پر سوار کر دیا۔ عجل کا بیان ہے کہ ایک دن ساتھ جا رہے تھے اور بارش ہونے لگی تو برساتی بھی عطا کی اور کہا: یہ تمہیں بارش سے محفوظ رکھے گی۔ لوگ اسے اتنی دینار میں خریدنا چاہتے تھے لیکن نہیں بیچا، اس درمیان کئی بار عراق جانا ہوا۔ عجل کا بیان ہے کہ ایک بار راستے میں ڈاکوؤں نے سار اسامان لوٹ لیا، بارش کی وجہ سے سخت سردی پڑ رہی تھی ایک پرانی قیمتیں اور عمامہ پہنے ٹھہر رہا تھا اور امام رضا کے فترے غم و اندوہ میں یاد کر رہا تھا کہ ایک ڈاکویں طرف بڑھا، وہ فضل بن ہل کے زرد خپر پر سوار تھامیر اقصیدہ ”دارس آیات“ پڑ کر رہا تھا مجھے سخت تجھ تھا کہ یہ ڈاکو شیعہ ہے۔ میں نے پوچھا یہ قصیدہ کس کا ہے؟ پہلے تو ڈائش کر تمہیں اس سے کیا کام... میں نے تم کہا کہ یہ جس عجل کا قصیدہ ہے وہ میں بھی ہوں۔ (۱)

آگے این طلب کہتے ہیں: کو دیکھو تو کس قدر جلال آفریں قصیدہ ہے۔ پھر چند اشعار نقل کئے ہیں۔ (۲)

۷۔ سبط جوزی نے اس کے ۲۹ اشعار نقل کئے ہیں۔ (۳)

۸۔ صلاح الدین صفری اور سیوطی نے نقل کیا ہے۔ (۴)

۹۔ شبراوی نے ہروی سے عجل کا بیان نقل کیا ہے جس میں خود امام قائم پر امام رضا کا گریہ ہے۔ (۵) اور روح القدس کے ہم زبان ہونے کی دعا کا بیان نقل ہے۔ پھر طبری کے حوالے سے عجل کا بیان ہروی کی زبانی منقول ہے، جس میں ۲۹ شعر نقل کئے گئے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ یہ طویل قصیدہ ۱۲۰ اشعار پر مشتمل ہے اور اس سے متعلق واقعات بیان کئے ہیں۔ (۶)

۱۰۔ شبیخی نے شبراوی کا متن نقل کیا ہے۔ (۷)

۱۔ مطالب رسول م ۸۵

۲۔ مذکرة المؤمن م ۱۳۰ (۲۲۷)

۳۔ الاولی بالوفیات ج اص ۱۵۶ (ج اص ۱۲۳ نمبر ۱۲) بخطیۃ الوعاظ م ۹۳ (ج اص ۲۱۹ نمبر ۳۹۶)

۴۔ عيون اخبار الرضا م ۳۰۰ (ج م ۲۹۶ حدیث نمبر ۳۵۶ باب ۲۶)، کمال الدین م ۳۷۲، اعلام الوری م ۱۹۲ (ص ۳۱۸)

۵۔ نور الاصمار م ۱۵۳ (۳۱۰)

۶۔ اتحاف م ۱۷۵

علماء امامیہ نے بھی اس قصیدہ کے ذیل میں تمام تفصیلی واقعات کو نقل کیا ہے جنہیں طول دینا مناسب نہیں، جن علماء نے اسے نقل کیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

شیخ صدقہ نے ہروی کامتد کرہ بیان نقل کیا ہے کہ جب "اذا وترروا مدوا" کا شعر پڑھا تو امام نے ہاتھ ملتے ہوئے فرمایا: واقعی ہمارے ہاتھ بند ہے ہوئے ہیں، جب "لقد خفت فی الدنیا" کا شعر پڑھا تو امام نے قیامت سے محفوظ ہونے کی دعا دی، جب "قبر ببغداد لنفس زکیہ" سکھ پڑھنے تو امام نے دو شعر کا اغفار کیا۔ اس کے بعد عمل کا سوال اور امام کا جواب نقل کیا۔ (۱)

عمل کی ایک بہت پیاری کیتی تھی، اس کی آنکھیں دکھنے آئی تھیں، عمل نے حکیم کو بلایا، اس نے کہا کہ وہنی آنکھ تو ختم ہی، وہی صرف با میں آنکھ کے علاج کی کوشش کی جائے گی۔ عمل بہت گھبرا یا، اسی وقت یاد آیا کہ امام کا جب اس کے پاس ہے، اس نے وہ جبکہ کیتیں کی آنکھوں پر پھرا یا، صح تک کیتیں کی آنکھیں برکت امام رضا سے صحیح و سالم ہو گئیں، پہلے سے بھی بہتر ہو گئیں۔ (۲)

مشکلاۃ الانوار اور مونج الاحزان میں بھی خروج امام کے شعر پڑھا اور اضطراب منقول ہے۔ دمحد الساکبہ میں بھی نقل ہے۔

متذکرہ قصیدہ تائیہ کی علامہ جزاڑی، محمد بن محمد قوی اور میرزا علی علیاری نے شرحیں لکھیں ہیں۔

قابل توجہ...!!!

اس قصیدہ کی ابتداء اس شعر سے ہے:

تجاوین بالارنان والزفرات نوائح عجم اللفظ والعلفقات
روضۃ ابن قتال اور مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ عمل سے پوچھا گیا کہ تم نے تشبیب کے اشعار کیوں چھوڑ دیئے، امام کی خدمت میں "مدارس آیات" ہی سے کیوں شروع کیا؟ کہا کہ مجھے

۱۔ میون اخبار الرضا میں (۳۶۸) (ج ۲ ص ۲۹۲ حدیث ۳۳ باب ۲۶)، کمال الدین میں ۳۲۶-۳۲۷ باب ۲۵

۲۔ اعلام الوری میں (۱۹۱) (ج ۳ ص ۳۱۶)، کشف الغمہ میں (۲۷۵) (ج ۳ ص ۱۱۲)

بارگاہ امام میں تغزیل سے شرم آتی ہے۔ (۱) پورا قصیدہ ۲۰ اشوروں پر مشتمل ہے جسے اربلی نے کشف الغمہ میں، قاضی نے مجالس المؤمنین، مجلسی نے بخار الانوار اور رنووی نے ریاض میں نقل کیا ہے۔ (۲) اس کے بعض اشعار کو الحاقی کہنا مجرمانہ حرکت ہے کیونکہ خود حموینی نے مجنم البلدان میں مخلوک اشعار کو نقل کیا ہے اس کے علاوہ جن شعروں کو الحاقی کہا جا رہا ہے انہیں مسعودی، ابن جوزی، سبط ابن طلحہ اور شبیخی جیسے فوول علماء نے نقل کیا ہے۔ (۳) ان سے تاسع کی توقع نہیں کی جا سکتی، جو لوگ اس کو مصنوعی قرار دیتے ہیں ان سے خدا سمجھے۔

حالات زندگی

اب علی یا ابو جعفر کنیت تھی، نام تھا عبد بن علی بن رزین۔ (۴) اس کا سلسلہ نسب چہ واسطوں کے بعد بدیل بن ورقا اور سول واسطوں کے بعد ربعہ خزانی تک پہنچتا ہے۔ (۵)

خانوادہ رزین

خانوادہ ”رزین“ ادب و محسن کا مرکز رہا ہے، حالانکہ ابن رشیق نے اسے صرف شعری میں محدود قرار دیا ہے۔ (۶) اس خانوادہ میں محدث، شاعر اور اہل سیاست و شرف تھے اور یہ تمام فضل و

۱۔ روضة الوعظین ابن قتال ص ۱۹۳ (ج ۲۲۷ ص ۲۲۲)؛ مطابق بن شہر آشوب ج ۲۳۳ ص ۳۹۳ (ج ۲۲۶ ص ۳۲۶)

۲۔ مجالس المؤمنین قاضی ص ۳۵۱ (ج ۲۲۳ ص ۵۲۳-۵۲۲)؛ بخار الانوار ج ۱۲ ص ۵ (ج ۲۲۹ ص ۷۸)؛ کشف الغمۃ (ج ۳ ص ۷۷، ۱۱۲)۔

۳۔ مروج الذہب ج ۲ ص ۲۲۹ (ج ۳ ص ۳۲۷)؛ تذکرہ ابن جوزی (ص ۲۲۷)؛ مطالب ابن طلحہ (ج ۸۲)؛ نور الابصار (ص ۳۱۰)؛ مجنم البلدان ج ۲ ص ۲۸ (ج ۱۱ ص ۱۰۳)۔

۴۔ آفاقی ج ۸ ص ۲۹ (ج ۱۳ ص ۱۳۱) پر اس کے بعد یوں سلسلہ نسب لکھا ہے: ابن سلیمان بن حمیم بن نہعل بن خداش بن خالد بن

عبد بن عبدیل بن انس بن خزیمہ بن سلامان بن اسلم بن اقصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر بن حمزہ تھا

۵۔ فهرست بخاری ص ۱۱۶ (۱۱۱ نمبر ۳۲۸)، تاریخ خطیب ج ۸ ص ۳۸۲، تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۲۷ (ج ۲۶ ص ۸۶)۔

۶۔ امالی شیخ طوی ص ۲۳۹ (ص ۲۲۶ حدیث ۸۰۵)؛ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۸ ص ۱۷۲)؛ عمدة ابن رشیق ج ۲ ص ۲۹۰ (ج ۲۲۷ باب ۱۰)۔

شرف دعائے رسول کی برکت سے تھا، عباس بن عبدالمطلب نے فتح کمک کے موقع پر کہا تھا: خدا کے رسول! آج تو قوموں کو افتخار و شرافت عطا ہونے کا دن ہے، ذرا بدلیل بن ورقہ کی طرف بھی توجہ فرمائیے جن کی شیفتگی، وارثگی حد سے زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اے بدلیل! کیا عمر ہے تمہاری؟ پورے ۷۹ سال۔ آپ نے دیدوں میں نظریں جما دیں اور سکراتے ہوئے فرمایا: خدا تمہارا جمال بڑھائے اور تمہیں اور تمہارے عیال کو بہرہ مند کرے۔ (۱)

بدلیل ہی کی ذریت میں پر جلال بزرگ عبد اللہ ہیں انہیں کے بھائی عبد الرحمن اور محمد ہیں جنہیں رسول نے میں کا سفیر بنایا تھا، یہ تمام افراد جن میں ایک عثمان بھی ہیں صحنیں میں شامل تھے۔ (۲) پانچوں بھائی نافع تھے جو رسول کے سامنے فوت ہوئے اور ابن رواحہ نے ان کا مرثیہ کہا۔ (۳)

اس خانوادہ کی شرافت کے لئے بھی کافی ہے کہ اس میں پانچ شہید ہیں جو جنگ صحنیں و جمل میں حضرت علیؑ ہمراہ تھے اور سورہ الطاف خدا و رسول قرار پائے، عبد اللہ خود میدان تھے زہری انہیں پانچ مدبرین عرب میں شمار کرتے ہیں۔ (۴) امیر المؤمنین نے صحنیں میں انہیں حملہ کرنے کا حکم دیا، وہ دو مشیروں اور دو وزرہوں سے حملہ آور ہوئے، وہ معاویہ تک صفوں کو چیرتے ہوئے پیونچ گئے، معاویہ نے انہیں گھیرنے کا حکم دیا۔ حبیب بن مسلم جو معاویہ کے میرہ کا انچارج تھا آگے بڑھا، دونوں فوجیں کھتم گھٹا ہو گئیں، ابن بدلیل کے پاس صرف سو آدمی باقی رہ گئے جو قرآن تھے عبد اللہ نے تھیہ کر کھا تھا کہ معاویہ کا سرکاث کر رہیں گے، معاویہ نے لکارا: ان پر سگ باری کرو۔ لوگوں نے انہیں قتل کر دیا تو معاویہ عبد اللہ بن عامر ان کے سرہانے آئے۔ ان عامر نے عمامہ ہٹا کر شفقت بھری نظر ڈالی کیونکہ اس سے پہلے گھرے دوست تھے، معاویہ نے کہا: ذرا چھرے سے پردہ ہٹاؤ، عبد اللہ بن عامر نے کہا: ایسا ہرگز

۱۔ امام اشیع ص ۳۲۹ (ص ۳۲۶ ح ۸۰۵)، الاصابین ص ۱۲۳ (نمبر ۶۱۳)

۲۔ کتاب صحنیں ابن حزم ص ۱۲۶ (ص ۲۲۵)، حصال شیخ مددوق، شرح ابن الہندی ح ۳۸۶ (ج ۵ ص ۱۹۶ خطبہ ۶۵)؛
الاصابین ص ۳۷۱ (نمبر ۷۷۵۸)

۳۔ الاصابین ص ۳۳ (ص ۵۲۲) (نمبر ۸۶۵۰)

۴۔ الاصابین ص ۲۸۱

نہ ہو گا جب تک میری روح باقی ہے تم مثل نہیں کر سکتے، معاویہ نے کہا: ہنا و بھی مثل نہیں کروں گا اسے تمہیں بخش دیا، ابن عاصم نے پردہ ہٹایا تو معاویہ بولا: واللہ! یہ اپنی قوم کا شجاع تھا پھر شجاعت کا تمثیلیہ پڑھ کر کہا: اگر می خرائی کی عورتوں کو بھی قدرت ہوتی کہ وہ مجھ سے جنگ کریں تو ضرور مجھ سے جنگ کرتیں۔ (۱)

ابن بدیل کی آخری سانسیں چل رہی تھیں تو ادھر سے اسود بن طہمان خرائی کا گذر ہوا، انہوں نے کہا: بخدا! اگر میں موجود ہوتا تو تمہارا دفاع کرتا یا خود مرتا یا تمہارے قاتل کو مارتا، بخدا! تم لا تَقْ اعتماد پڑھی اور عابد شب زندہ دار تھے کچھ وصیت کرو، خدا تم پر حرم کرے۔ فرمایا: میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ تم امیر المؤمنین کی خیر خواہی کرتے رہنا اس وقت تک ان کی حیات میں جنگ کرتے رہو کہ حق واضح ہو جائے حتیٰ تم موت سے بغلگیر ہو جاؤ اور امیر المؤمنین کو میر اسلام پر چاہ دینا۔ انہوں نے علیٰ تک پیغام پر چاہیا تو آپ نے فرمایا: خدا ان پر حرم کرے، زندگی میں تو میری طرف سے جنگ کی اور مرتے مرتے میری خیر خواہی کر گئے۔ (۲)

عدی بن حاتم نے بھی ان کی مدح میں دو شعر کہے ہیں کہ عمار، ہاشم (بن مر قال) اور ابن بدیل کے بعد زندگی کی تمنا بیکار ہے۔ (۳) اس سلسلے میں سلیمان بن صرد خرائی اور شفیٰ کے بھی مرثیے ہیں۔ (۴)

عمل کے باپ علی بن رزین بھی بلند پایہ شاعر تھے۔ (۵) اسی طرح ان کے پچھا عبد اللہ بن رزین بھی شاعر تھے۔ (۶) ان کے چھیرے بھائی ابو جعفر محمد ابو شیع بن عبد اللہ صاحب دیوان شاعر تھے۔ (۷)

۱۔ کتاب صفين ص ۲۲۳ (ص ۲۵۶)۔ شرح ابن ابی الحیدج ص ۲ (ج ۸ ص ۹۲ خطبہ ۱۲۲)

۲۔ کتاب صفين ابن حرام ص ۲۶ (۲۲۶)، شرح ابن ابی الحیدج ص ۲۸۶ (ج ۵ ص ۱۹۶) خطبہ ۲۵۔

۳۔ وقہ صفين (ص ۳۰۳)

۴۔ وقہ صفين (ص ۳۰۰)

۵۔ تعمیم اشراء ح اص ۲۸۲ (۱۳۶)

۶۔ العمدۃ (ج ۲ ص ۷۰ باب ۱۰۲)

۷۔ الہیان و القین ج ۳ ص ۸۳، اشتر و الشرا و ح اص ۳۳۶ (ص ۵۷۵)، الآلائی ج ۵ اص ۱۰۸ (ج ۱۶ ص ۳۳۲)، ذفات الوفیات

ج ۳ ص ۲۵ (ج ۳ ص ۳۰۲ نمبر ۳۶۹)

عمل کے بھائی، ابوحسن علی صاحب دیوان شاعر تھے (۱)۔ ۱۹۸۰ء میں عمل کے ساتھ امام رضا کی خدمت میں عرصہ تک شرفیاب ہو رہے تھے، خود انہیں کا بیان ہے کہ دو سال تک میں اور دو عمل امام کی خدمت میں رہے تھے، امام نے میرے بھائی عمل کو سبز اونی لباس، حقیق کی انگوٹھی اور خلعت کے ساتھ درہم رضوی دیا اور کہا: عمل! تم جاؤ، وہاں بڑا فائدہ اٹھاؤ گے۔ یہ بھی کہا کہ اس لباس کی حفاظت کرنا کہ اس میں ہزار ہزار رکعت نمازیں اور ہزار ختم قرآن کیا ہے۔ (۲) عمل کے بھائی ۲۷۱ میں پیدا ہوئے اور ۳۲۷ میں وفات پائی۔ ان کے بیٹے ابوالقاسم اسماعیل جو عملی کے نام سے معروف تھے، اپنے باپ سے بہت سی روایات بیان کی ہیں، واسطہ میں رہتے تھے اور وہاں مالیات کے افسر تھے، تاریخ الامم اور کتاب النکاح کے مؤلف بھی ہیں۔

عمل کے ایک اور بھائی رزین بھی شاعر آل محمد تھے، عمل کے اشعار ان کے متفرق اہن عساکرنے لکھے ہیں۔ (۳) ان کا امام رضا کی زیارت کیلئے جانا (۴) اور لکڑہاروں سے کرایہ پر چھر لینے کا واقعہ نیز عمل اور ان کے اشعار بداع البدایہ میں مذکور ہیں۔ (۵)

عمل کی کنیت، ابوعلی یا ابو جعفر تھی

آغا نے ابوایوب سے نقل کیا ہے کہ عمل کا نام محمد تھا، تاریخ خطیب میں ان کا نام حسن ہے۔ (۶) ان کے سنتیگ کا بیان ہے کہ ان کا نام عبد الرحمن تھا، انہیں کا بیان ہے کہ عمل کی دایی نے ان کی شوغی طبع کی وجہ سے عمل نام رکھا، ذال کو وال سے بدل دیا گیا "عمل اس اونٹی کو کہتے ہیں جس کا پچھا اس کے

۱۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۷۳)

۲۔ فہرست نجاشی ص ۱۹ (ص ۲۷۶ نمبر ۷۷)، امامی شیخ طوی میں ۲۲۹ (ص ۲۵۹ نمبر ۷۷)

۳۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۱۳۹ (ج ۱۸۸، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۸۹)

۴۔ عيون اخبار الرضا (ج ۲ ص ۱۵۳ نمبر ۷۷)

۵۔ تاریخ البدایہ ج ۲ ص ۲۸۲

۶۔ تاریخ خطیب ج ۸ ص ۲۱۰

پچھے پچھے چلے۔

عبل اصل میں کوئی تھا، بعض قریسا کہتے ہیں اس کی زندگی کا زیادہ زمانہ بغداد میں گذر رہا، مقصوم کی ہجوکی وجہ سے متوں دوسرے شہروں میں مارا مارا پھر تارہا، وہ بصرہ، دمشق بھی گیا پھر مطلب بن عبد اللہ کے زمانہ میں مصر گیا، اس نے اسوان کا والی بنا دیا جب اسے خبر ملی کہ شاعر نے خلیفہ کی ہجوکی ہے تو معزول کر دیا، اس نے غلام کو نامہ معزول دے کر کہا: انتظار کرنا جب عبل خطبہ پڑھنے منبر پر جائے تو اسے تمہارا بنا اور اسے اتار کر خود خطبہ پڑھنا، اس نے ایسا ہی کیا، جب غلام نے نامہ دیا تو عبل نے کہا: نہیں وہ خطبہ دے دوں تو خط پڑھوں، غلام نے کہا: پہلے پڑھ لجئے، اس نے خط پڑھا اور نیچے اتر آیا، پھر وہ مغرب میں بنی اغلب کی طرف چلا گیا۔ (۱)

عبل نے اپنے بھائی رزین کے ساتھ جہاز کا سفر کیا اور علی کے ساتھ خراسان گیا، ابو الفرج کہتا ہے کہ عبل برسوں گھر سے غائب رہا اور مترجم کرتا رہا، اسے تمام راہزن اور ڈاکو پہچانتے تھے، کثرت سفر کی وجہ سے کوئی اسے آزار نہیں پہنچا تھا مکہ والے اس کے ساتھ نوازش سے پیش آتے، دستر خوان بچا کر شراب و طعام میں مشغول ہو جاتے، عبل بھی ان کی دعوت کرتا اپنے غلاموں ثقیف و شفعت کے ساتھ بزم شعر جایتا۔ وہ راہزن بھی اسے انعام دیتے۔ ایک سفر کی تفصیلات خود اپنے شعروں میں نظم کی ہے۔ (۲)

طبقات ابن معزز میں ہے کہ وہ قم سے گزر رہا تھا تو وہاں کے شیعوں نے ہر سال پانچ ہزار درہم کی قطع متعین کر دی۔ (۳)

اس کی زندگی اور فن کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ ولایت اہلبیت میں اس کا والہا شہزادہ پن

۱۔ آغازی ج ۱۸ ص ۳۸ (ج ۲۰ ص ۱۷۶)

۲۔ ال آغازی ج ۱۸ ص ۳۶ (ج ۲۰ ص ۱۳۹)

۳۔ طبقات الشرعا ص ۱۲۵ (ص ۲۲۵)

۲۔ شعر و ادب و تاریخ میں علمی تحریر

۳۔ راویان حدیث کا تبادلہ

۴۔ خلفاء کے ساتھ برداو، خوش طبی، نوادرات اور ولادت و وفات

پہلا جزو اس قدر واضح ہے کہ بیان کی ضرورت نہیں، وہ خود کہتے نے گئے کہ پچاس سال سے اپنی صلیب اپنے کاندھے پر اٹھائے گھوم رہا ہوں، کوئی مجھے سولی نہیں دیتا۔ محمد بن عبد الملک زیارت سے کہا گیا کہ عیل نے آپ کی ہجوکی ہے مزرا کیوں نہیں دیتے۔ جواب دیا: تمیں سال سے اپنے پھانی کا چندرا اٹھائے ہے با کاندھ مژگشتی کر رہا ہے کہ کوئی اسے دار پر چڑھا دے۔ (۱)

یہ تمام کینہ تو زی اور حسد صرف اس لئے تھا کہ وہ آل محمد کے دفاع میں دشمنوں کی ہجو سے بازنہیں آتے تھے، ان کا کوئی پشت پناہ بھی نہ تھا، پھر ان کے قھاندز باں زد تھے، ان نے آخران کی جان لے لی، ان کی زیادہ تر ہجوبیہ شاعری اس لئے ہے کہ وہ خاندان رسول کے دشمن اور ان کے حق کے غاصب تھے، ان کا خیال تھا کہ ولایت اسی وقت خالص ہو سکتی ہے جب دشمنوں سے بیزاری کی جائے، جس طرح خدا اور رسول نے مشرکوں سے انہمار بیزاری کی ہے، خدا نے کسی سینہ میں دو دل نہیں عطا کئے ہیں۔ لیکن اکثر ارباب سیرت نے جو دشمن اہل بیٹھ تھے اس کو عیل کانا قابل معافی جرم قرار دیا ہے جیسا کہ ان کا اکثر شیعوں کے ساتھ ہی برتاؤ ہے۔

اب رہ گیا ادبی تحریر.... اس کا شہوت کلام کی مقبولیت سے فراہم کیا جا سکتا ہے ان کے اشعار زبان زد تھے، کتابوں میں خبیث ہیں اور تقویٰ و استشهاد کا سرمایہ ہیں، سامنے ان کے ہل ممتنع اشعار کو سن کر یہ خیال کرتا ہے کہ ان کے چیزے اشعار کہہ سکتا ہے لیکن اس گھرے سندھر میں غوطہ زدن ہونے کے بعد غور و فکر کرتا ہے تو اپنے آپ کو قطعی عاجز محسوس کرتا ہے، ایسے اشعار کہنا تو دوران کے مثل کہنا اس کے بس سے باہر ہوتا ہے۔

محمد بن قاسم بن مہرویہ کہتا ہے کہ اپنے باپ کو کہتے ہوئے سن: شعریت کا خاتمہ عمل پر ہو گیا۔ بختری

کہتا تھا کہ میرے نزدیک مسلم بن ولید سے بہتر شاعر دعبل تھا، پوچھا گیا: وہ کیسے؟ جواب دیا: دعبل کا کلام مسلم کے مقابلے میں کلام عرب سے نزدیک ترا اور اس کا اسلوب دل آؤ ز اور تھب نواز ہے۔ (۱) ابولف مامون سے ملنے آیا، مامون نے کہا: نجاعیوں کا شعر ناؤ، پوچھا: کس کا شعر ناؤ؟ کہنے لگا: کس کو بڑا شاعر سمجھتے ہو؟ کہا: دعبل، ابو شیح، داؤد بن رزین۔ مامون نے کہا: دعبل کے علاوہ کسی کا شعر ناؤ۔ جاخط کہتا ہے کہ دعبل مجھ سے کہنے لگا: سانح سال ہونے کو آئے کوئی دن بھی بغیر شعر نہیں گزرا۔ (۲)

جب ابو نواس نے دعبل کے یہ اشعار نے:

| | |
|-----------------------|-------------------------|
| ایں الشاب؟ واية سلکا | لا این يطلب؟ ضل بل هلکا |
| لاتعجبی یا سلم من رجل | ضحك المشيب براسه فبكى |

وہ جھومنے لگا: واہ کیا کہنا، تم نے ساعت میں رس گھول دیا۔

محمد بن یزید کہتا ہے کہ بعد اعلیٰ فصح تھا، اس نے صاحب طرز شاعر مسلم بن ولید سے شعر گوئی کافی حاصل کیا، اس سمندر سے اچھی طرح سیراب ہوا، ایک دن اس نے "ایں الشاب" اسے سنایا، مسلم کہنے لگا: اب جو چاہو کہا اور جسے چاہو سناؤ۔ (۳)

ابو تمام کا بیان ہے کہ دعبل برا بر مسلم سے استفادہ کرتا رہا، اسکی استادی کا معرف تھا، ایک بار مسلم سے ملنے گیا اس نے اپنی فطری کنجوی کی بناء پر اس کی تواضع نہیں کی، بس پھر کیا تھا، اس کے پاس سات شعروں میں ہجولکھ کر بیچج دیا پھر کبھی نہ گیا۔ اس کے راویان ادب میں محمد بن یزید، شاعر حمودی اور ابن مهر و یہ وغیرہ ہیں۔

ان کے علیٰ آثار مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ کتاب الواحدہ فی مناقب العرب و مثالحہ

۱۔ الاغانی ج ۱۸ ص ۱۸، ۱۷، ۳۷، ۳۲ (ج ۲۰ ص ۳۳۵) (۱۲۹-۱۳۵)

۲۔ الاغانی ج ۱۸ ص ۲۶۸، ۲۲ نمبر ۷، تاریخ مدینہ و دمشق ج ۶ ص ۶، مختصر تاریخ دمشق (ج ۲۰ ص ۱۸۰)

۲۔ طبقات الشراء (جس میں شعراء کے ادب و فن پر قیع مواد ہے اکثر نے استفادہ کیا ہے)۔

۳۔ دیوانی شعر (صوی نے اس کے مجم کو ۳۰۰ روارق کا تایا ہے)۔

ان کے علیٰ تحریر کا اندازہ مناقب یعنی پر مشتمل سائھ اشعار کے اشعار کے قصیدہ ہے سے کیا جاتا ہے جسے کیت کے ستائش نزاریان کے جواب میں لکھا ہے۔ کیت نے یہ قصیدہ جو تین سو شعروں پر مشتمل ہے، اعور کلپی کی تردید میں لکھا تھا۔ بعد میں رسول خدا نے علیل کو کیت کی خدمت سے منع فرمایا۔

اس قصیدہ سے قبل تک علیل لوگوں کی نظر میں گرامی قدر تھے، یہ قصیدہ باہجوان کے زوال کا سبب بن گیا، اسکے بعد تو نزاریوں اور یہیوں میں فخر و نازش اور الزام و جوابی الزام کا بازار گرم ہو گیا، مسعودی نے مردوں الذہب میں اس کی تمام تفصیل لکھی ہے۔

راویان حدیث

ابن شہر آشوب نے علیل کو امام موی کاظم و امام رضا کا صحابی کہا ہے۔ (۱) نجاشی نے انہیں امام موی کاظم، امام رضا اور امام محمد تقی علیہم السلام کا صحابی کہا ہے۔ (۲)

دلائل حیری اور اصول کافی کلینی میں ہے کہ امام رضا نے اسے کچھ عطا فرمایا، وہ محمد خدا بجانبیں لا یا پھر اس کے بعد وہ امام جواؤ کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام نے کچھ دیتا تو وہ محمد خدا بجانبیا۔ (۳)

اس شاعر نے شعبہ سفیان ثوری، مالک بن انس، سالم، واقدی، مامون، عبد اللہ زہری، محمد بن سلامہ، عیین بن سفیان، محمد بن اسما علیل، اور جاشع بن غمود سے روایت کی ہے۔ (۴)

جن لوگوں نے علیل سے روایت کی ہے ان میں موی بن حماد، ابو حصلت ہروی، ہارون ہبلی، علی

۱۔ سحالہ م ۱۳۹ (ص ۱۵۱)

۲۔ فہرست نجاشی ص ۱۹۸ (ص ۷۲۷ نومبر ۷۲)

۳۔ اصول کافی (رج اص ۲۹۶ نومبر ۸)

۴۔ امامی شیخ طوی م ۲۳۰ (ص ۷۲۷ نومبر ۸۰)؛ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۲۸ (ج ۶ ص ۶۹)؛ مختصر تاریخ دمشق ج ۸ ص ۷۳؛ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۲۸؛ تاریخ الخلفاء م ۲۰۳ (۲۸۲)؛ بشارۃ المصطفی ج ۲ ص ۹۸؛ امامی شیخ طوی م ۲۳۲ (۲۳۲ حدیث ۸۰۳)؛ امامی شیخ طوی م ۲۳۰ (۲۳۰ حدیث ۸۰۳)؛

بن حکیم، عبد اللہ بن سعید، ابن مغازی اور محمد بن موسی وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (۱)

خلفاء کے ساتھ بر تاؤ

عمل کی زندگی کا یہ وسیع ترین دامن ہے، اس سلسلہ میں کتب تاریخ و تذکرہ میں واقعات بھرے پڑے ہیں:

ا۔ سمجھی بن اکرم کا بیان ہے کہ مامون نے عمل کو بلوایا، میں وہاں بیٹھا تھا، اس نے عمل کو امان بخشی اور کہا کہ اپنا قصیدہ رائیہ سناؤ، عمل نے علمی ظاہر کی، مامون نے کہا: جس طرح تمہاری جان کو امان بخشی ہے اسی طرح تمہارے قصیدہ کو بھی امان بخشتا ہوں، عمل نے چوبیں شعروں پر مشتمل وہ قصیدہ سنانا شروع کیا، بہترین تغول سے آراستہ قصیدہ میں خانوادہ رسالت کے ساتھ مکروغداری کا جذبات اگلیز تذکرہ ہے۔

”اے بدترین قوم! کیا اجر رسالتِ احمد یوں ہی دیا جاتا ہے کہ ان کی آنکھ بند ہوتے ہی یوں ثوٹ پڑے جیسے بھیز یا گوسفند کے گلوں پر ثوٹ پڑتا ہے حالانکہ قرآن میں ان کے متعلق یہیک سلوک کا حکم ہے۔“
اسی درمیان سمجھی بن اکرم کسی ضرورت سے چلے گئے، واپس آئے تو عمل اپنا قصیدہ سنار ہے تھے، خانوادہ رسالت کے خون میں شریک حکومتوں کا تذکرہ کرنے لگے کہ انہوں نے اہل بیت کے ساتھ وہ بر تاؤ کیا کہ روم والے اور فرنگی بھی وہ ذلیل حرکت نہ کریں۔ میں خاندان بنی امية کے ظلم و تم پر انہیں مخدود رکھتا ہوں لیکن بنی عباس کی قتل و غارت گری پر کوئی عذر رکھجھ میں نہیں آتا، بنی امية و مردان بھی کیسے تو ز ہیں، اگر روحانی نیاز مندی درکار ہو تو طوس میں پاکیزہ قبر پر حاضری دو، وہاں دو قبریں ہیں ایک بہترین انسان کی اور دوسرے بدترین انسان کی جو عبرت ناک ہے اگر کسی پاک قبر کے پاس کسی بھس کی قبر ہو جائے تو اس سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ پاکیزہ قبر کو نقصان پہنچ سکتا ہے کیونکہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے تم جسے چاہو اختیار کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو۔“

۱۔ تاریخ ابن عساکر فہرست نجاشی و آغانی

مامون نے عمائد زمین پر پھیل کر کہا: خدا کی قسم! عمل تم نے بچ کہا۔ (۱) شیخ صدق نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ عمل نے کہا کہ جب میں قم میں تھا تو امام رضا کی خبر شہادت سنی اسی وقت میں نے قصیدہ رائی کہا۔ (۲)

۲۔ ابراہیم بن مهدی نے مامون سے ٹکایت کی: عمل نے میری بھوکی ہے، خدا نے آپ کو اقتدار بخشنا ہے، آپ ہمارے خاندان کی فرد ہیں، میرا انتقام عمل سے بچتے۔ مامون نے کہا: عمل نے تو تم سے زیادہ سخت میری بھوکی ہے جس طرح میں نے برداشت کیا ہے تم بھی کرو۔ مهدی نے کہا: خدا آپ کی برداشتی اور دنائی میں اضافہ فرمائے۔ (۳)

۳۔ ابراہیم بن مهدی نے اسی طرح عمل کے بھوکی ٹکایت کی تو مامون نے ہستے ہوئے بھوکیہ اشعار نئے اور کہا: تم انہیں شعروں پر شاکی ہو، ابراہیم نے کہا: اس نے آپ کی بھی بھوکی ہے؟ مامون ہنسنے لگا، اتنے میں ابو عباد آگیا مامون نے دور سے آتے ہوئے دیکھ کر کہا: عمل نے تو ابو عباد کے ساتھ بھی گستاخی کی ہے، وہ کسی کو بخشتا کہاں ہے۔

ابراہیم نے کہا: لیکن ابو عباد کے ہاتھ آپ سے زیادہ لبے ہیں، مامون نے کہا: نہیں بلکہ وہ تنہ وجہاں ہے اور میں حلیم ہوں، میں جب بھی ابو عباد کو دیکھتا ہوں تو عمل کا یہ شعر یاد کر کے لوٹ پوٹ ہو جاتا ہوں:

اولی الامور بضيغة وفساد امر يد بسره ابو عباد

”تباهی و فساد سے نزدیک تر کام وہی ہوتا ہے جو ابو عباد کی تدیر کے حوالے کر دیا جائے۔“ (۴)

۴۔ مقصوم کو عمل سے سخت نفرت تھی کیونکہ اس نے بھوکی تھی، عمل کو معلوم ہوا کہ مقصوم ارادہ قتل رکھتا ہے تو وہ جبل کی طرف بھاگ گئے اور سات شعر مزید کہے۔ (۵)

۱۔ امالی مفید (ص ۳۲۳ حدیث ۱۰)، امالی شیخ طوسی ص ۶۱ (ص ۱۰۰ حدیث ۱۵۶)

۲۔ امالی ص ۳۹۰ (ص ۵۲۶ حدیث ۱۶)

۳۔ وفیات الاعیان (ج ۲ ص ۲۶۷ نمبر ۲۲۷)

۴۔ الاغانی (ج ۲۰ ص ۱۵۸ - ۱۵۷)

۵۔ آغانی ج ۲۹ (ج ۲۰ ص ۱۵۲)

۵۔ جب مقصم مر اتو تمدن عبد الملک نے یہ مرثیہ کہا: (۱)

قد قلت اذ غیوہ و انصرفوا فی غیر قبر لخیر مدفون
 لن یجبر اللہ امّة لقدمت مسلک الا ب مثل هارون
 ”جب لوگ اسے پر دھاک کر کے پڑے تو میں نے کہا: لوگوں نے بہترین انسان کو بہترین قبر کے
 حوالے کیا خدا نے تیرے جیسے انسان کے قدان کا جران ہارون سے کر دیا“۔
 تو علیل نے اس بحروقانیہ میں تین شعر کہے ڈالے:

قد قلت اذ غیوہ و انصرفوا فی شر قبر لش ر مدفون
 اذهب الی النار و العذاب فما خلتک الا من الشیاطین
 ما زالت حتى عقدت بیعة من اضر بالمسلمین والدین
 ”جب لوگ اسے ڈھانپ کر پڑے تو میں نے کہا: لوگوں نے بد معاش ترین کو خراب ترین قبر میں
 دفن کیا ہے، اب جہنم واصل ہو کہ میں تھے شیطان سے زیادہ نہیں سمجھتا، تو نے مر کر اس کا بیان بیت
 منعقد کر دیا جو اسلام و مسلمین کے لئے انتہائی نقصان وہ ہے“۔ (۲)

۶۔ محمد بن قاسم کہتا ہے: میں ”صیرہ“ میں علیل کے ساتھ تھا، اتنے میں مقصم کے مر نے اور واثق
 کے بیت کی خبر آئی، علیل نے کہا: ذرا کافذ کا مکڑا تو دو پھر یہ اشعار لکھوائے:

الحمد لله لا صبر ولا جلد ولا عزاء اذا اهل البلاء رقدوا
 خليفة مات لم يحزن له احد وآخر قام لم يفرح به احد
 ”ظیف مر گیا جس پر کوئی رویا نہیں، دوسرا اس کا قائم مقام ہوا تو کسی کو خوشی نہیں ہوئی“۔ (۳)

۷۔ محمد بن جریر کہتا ہے کہ عبد اللہ بن یعقوب نے مجھے علیل کا صرف یہ ہجو یہ شعر متکل کے بارے
 میں سنایا:

۱۔ آناغی (ج ۲۰ ص ۷۵) (ج ۲۰ ص ۱۹۳)، تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۲۳ (ج ۲۰ ص ۶)، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۸۰ (ج ۲۰ ص ۷).

۲۔ آناغی (ج ۲۰ ص ۱۶۰)

۳۔ آناغی (ج ۲۰ ص ۱۵۸)

ولست بمقابل قذعا ولکن لامر ما تعبدك العبيد

راوی کہتا ہے کہ شاعر نے اس میں متول کے علت اپنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۸۔ عبد اللہ بن طاہر مامون سے ملنے آیا، مامون نے کہا: دعیل کے اشعار سناؤ۔ اس نے کہا: آپ کے خانوادہ کی ستائش میں یہ چار شعر کہے ہیں، اس نے شعر سنائے تو مامون نے کہا کہ اہل بیت کی شان میں اس کا فکری معیار بڑا گیق ہوتا ہے دوسروں کو یہ دولت نصیب نہیں، اس نے کہا: طویل سفر کے متعلق بھی بڑے اچھے اشعار کہے ہیں بھر چار شعر سناؤ کر کہا: میں جب بھی سفر پر لکھتا ہوں تو ان شعروں کو گلگھاتا ہوں۔ (۱)

۹۔ دعیل نے دینار بن عبد اللہ اور اس کے بھائی تھی کی مدح کی اور جب اس کی ناپسندیدہ حرکتیں دیکھیں تو بھوکھی کر دالی۔ (۲)

ظرافت طبع

۱۔ احمد بن خالد کہتا ہے کہ ایک دن ہم دوستوں کے ساتھ صالح بن علی کے گھر پر بغداد میں تھے، اتنے میں دعیل کے گھر سے ایک مرغ اڑ کر صالح کی دیوار پر آیا تھا، ہم نے کہا کہ یہ ہماری آج کی روزی ہے۔ اسے پکڑ کر ذبح کیا اور چٹ کر گئے۔ تھوڑی دیر بعد دعیل گھر سے نکلے وہ سمجھے گئے تھے کہ مرغ اڑ کر صالح کی دیوار پر آیا تھا، آکر ہم سے مرغ طلب کیا، ہم نے انکار کیا کہ ہم نے تو اسے دیکھا بھی نہیں، دوسرے دن دعیل مسجد میں نماز پڑھ کر مجمع میں گلگھا رہے تھے:

”صالح اور اس کے مہانوں نے میرے موزے موزن (مرغا) کو پہلوان کی طرح بچاڑا لانا، اپنے بال پھوکو پر یوں مامور کر دیا ہے افواج کو زیر وزیر کر رہے ہوں، بربی طرح بھیجوڑ کر دانتوں کا ستیا ناس مار دیا۔“

مجمع یہ اشعار لکھ کر اپنے گھر کو واپس گیا، میرے والد گھر آئے تو غصے میں بھوت تھے، تم لوگ اس

قد رجوك مری کا شکار تھے کہ عمل کے مرغ کے سوا تمہیں کوئی چیز کھانے ہی کوئی مل رہی تھی، پھر عمل کے اشعار نا کر کہنے لگے: جس طرح بھی ہوازار سے مرغ خرید کر عمل کے بیہاں بھجواد و درشد وہ اپنی زبان سے ہمیں بھنجبوز ڈالیں گے ہم نے ایسا ہی کیا۔ (۱)

۲۔ اسحاق خنجری کا بیان ہے کہ بصرہ میں ہم عمل کے ساتھ بیٹھے تھے، ان کا غلام ثقیف بھی کھڑا تھا، اتنے میں ایک بد وادی جب پہنچے ادھر سے گزر، عمل نے غلام سے بلا نے کو کہا، غلام نے اس بد و کوا شارہ سے بلا یا، پوچھا: کس قبلے سے ہو؟ کہا: بنی کلاب سے۔ پوچھا: کس کے بیٹے ہو؟ کہا: ابو بکر کے۔ عمل نے پوچھا: تم اس شاعر کو جانتے ہو جس نے کہا ہے:

”خبر ملی ہے کہ ایک کلبی کتابجھے گالی دتا ہے، جہاں صرف کتے ہوں رحمت نہیں ہوتی، اگر میں جانتا کہ بنی کلاب کتے ہیں اور میں شیر ہوں تو میرا باپ قیس عیلان اور میری ماں حیطات سے ہو جاتے“۔ وہ بولا: عمل کے اشعار ہیں، اس نے عمرو بن عاصم کلابی کی بھویں کہے تھے، پھر اس بد و نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ عمل نے مناسب نہیں سمجھا کہ اپنے کو خزانی کہیں کیونکہ یہ بھی خزانیوں کی نہ مت کرتا، عمل نے کہا کہ میں اس قوم سے ہوں جس کے شاعر نے کہا ہے:

”ان بہترین لوگوں میں علی، حضر، حمزہ اور سجاد ذوال منتاثات جیسے لوگ ہیں جب کبھی فخر کرتے ہیں تو محمد، جبریل اور قرآنی سوروں کی مثال پیش کرتے ہیں“۔

وہ بد و سر پت بھاگا: مجھے محمد، جبریل اور قرآن سے کیا لیتا دینا۔ (۲)

۳۔ عمل نے اپنے اتالیق ابو نصر جعفر بن اشعث سے خفا ہو کر بھجوڑا۔ ایک دن عمل سے ان کی ٹم بھیڑ ہو گئی، پوچھا: میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا کہ مثال میں میرے باپ کو اخالائے ہو؟ عمل نے ہنس کر کہا کہ صرف قافیہ کی وجہ سے یہ حرکت کی ہے، آپ کا باپ سیاہ تھا لیکن اسے پر ان اشعث سے بہتر سمجھتا ہوں۔ (۳)

۴۔ حسین بن عمل کہتے ہیں کہ میرے باپ نے فضل بن مردان کے متعلق سات اشعار کہے۔

۱۔ الْأَعْلَانِيُّ (ج ۲۰ ص ۱۳۱)

۲۔ الْأَعْلَانِيُّ (ج ۲۰ ص ۱۵۶ - ۱۵۷)

جب اس کی خبر فضل کو ہوئی تو پکجہ دینا بھیج کر کھلوایا، میں نے آپ کی نصیحت قبول کی، برائے کرم اپنی اچھی برمی نواز شات سے باز آئیے۔ (۱)

عمل کے مذہبی اشعار میں امام حسین اور حضرت علیؑ کی مدح میں تفییش اور وجد آفرین نمونے ہیں۔

ولادت اور وفات

عمل ۱۳۸ھ میں پیدا ہوئے اور بڑھا پے میں ۲۷۲ھ میں ظلم و تم سے شہید کئے گئے، اس طرح انہوں نے ۹ رسمال اور پکجہ میں زندگی گزاری۔

کہتے ہیں کہ انہوں نے مالک بن طوق کی بھوکی جب اسے معلوم ہوا تو عمل کو گرفتار کرنا چاہا، عمل بصرہ بھاگ گئے وہاں کا حاکم "اسحاق بن عباس عباسی" عمل کی قبیلہ نزار کی بھوکی سے واقف تھا جب معلوم ہوا کہ عمل شہر میں آگئے ہیں تو گرفتاری کیلئے پولس بھیج دی اور گردن مارنے کے لئے لمعہ اور شمشیر طلب کر لی، عمل نے اس بھوکی سے انکار کیا اور طلاق کی قسم کھائی۔ انہوں نے ہر طرح اپنے کو چھڑانا چاہا اور بھوکی سے انکار کرتے رہے، صفائی میں کہا کہ ابو سعید جیسے لوگوں نے میری طرف اسے منسوب کر دیا ہے تاکہ مجھے قتل کر دیا جائے، وہ بہت گزر گزائے، زمین کا بوسر لیا، اسحاق کے سامنے روئے گئے، اسحاق نے کہا: تمہارے قتل سے بازا آتا ہوں، لیکن ذلیل کرنے کے لئے ہمارا کرادھ مر اکر دیا پھر حکم دیا کہ اس کے منہ میں غلاظت بھر دی جائے، قسم کھائی کہ اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک خود ہی غلاظت نہ کھائے، انہوں نے جان بچانے کے لئے ایسا ہتی کیا، آزاد ہوئے تو اہواز کی طرف بھاگے۔ مالک بن طوق نے ایک چالاک آدمی کو گار کھا تھا کہ کسی طرح عمل کو قتل کر دے تو دس ہزار دوں گا، رقم حوالے بھی کر دی تھی وہ عمل کے تعاقب میں تھا، سوں میں عمل کو زہر سے بھیجی چڑی سے بے تحاشہ مارنے لگا۔ دوسرے دن عمل کا انتقال ہو گیا اور وہیں سپرد خاک کر دئے گئے۔ (۲)

۱۔ الْأَعْنَانِ حِجَّةُ ۲۰۰۰ م ۲۸-۲۹-۳۲ (ج ۲۰ ص ۱۵۳)

۲۔ الْأَعْنَانِ حِجَّةُ ۲۰۰۰ م ۲۰۰ (ج ۲۰ ص ۲۰۸)؛ معاوِدُ التَّصْبِيحِ حِجَّةُ ۲۰۰۱ نُومِر ۱۱۵

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ وہ طیب میں قتل کئے گئے جو عراق و اہواز کے درمیان واقع ہے عمل کی قبر رذیلہ (سوڈان) میں ہے، بکر بن حاد کا اس سلسلے میں شعر بھی ہے۔ (۱)
 ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں کہ ابن عساکرنے جو شک و تردید کی شکل میں لکھا ہے کہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے مقصنم کی بھوکی تو قتل کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے مالک کی بھوکی تو اس نے آدمی متعین کر کے زہر دلوادیا۔ (۲)

صحیح نہیں ہے کیونکہ مقصنم ۲۲۷ میں عمل سے ۹ سال قبل ہی مر گیا تھا، جموی بھی مجسم میں لکھتا ہے کہ عمل نے مقصنم کی بھوکی تو اس نے قتل کا حکم دیا اس نے طوس بھاگ کر رشید کی قبر کی پناہ لی، لیکن اس نے پناہ نہیں دی اور اس کو قتل کر دیا۔ یہ قول تمام علماء رجال و مورثین کے خلاف ہے، جو کہتے ہیں کہ عمل ۲۲۶ میں شہید ہوئے۔

عمل کے دو بیٹے عبد اللہ اور حسین تھے۔ دوسرے بیٹے صاحب دیوان تھے، ابن ندیم نے فہرست میں ان کے دو سو اور اق پر مشتمل دیوان کا تذکرہ کیا ہے۔ (۳) اور ابن معز نے طبقات میں ان کے شعری نمونے پیش کرنے کے بعد لکھا ہے کہ عملی (فرزند عمل) بلند پایہ شاعر تھے۔ (۴)

۱۔ وفات الاعیان (ج ۲ ص ۲۷۰ نمبر ۲۲۷)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۲۲۲ (ج ۲ ص ۸۲ بختصر تاریخ ابن عساکر ج ۸ ص ۱۹۲)

۳۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۸۳)

۴۔ طبقات اشراء ص ۱۹۳ (ص ۳۰۸)

غذیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

تیسرا جلد

مؤلف

حضرت علامہ عبدالحسین الامین النجفی

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولا ناسید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

قال ابو عبد الله :

”...يوم غدير بين الفطر والاضحى ويوم الجمعة كالقمر بين الكواكب“.

امام صادق عليه السلام فرماتے ہیں:

”...عید الفطر، عید قربان اور جمعہ کے درمیان غدیر کا دن ایسا ہی ہے
جیسے ستاروں کے درمیان چاند“.

فہرست مطالب

بقیہ عند لیبان غدیر

| | |
|----------|---------------------|
| ۳۱۹..... | ابوساعلی علوی |
| ۳۲۰..... | شاعر کا تعارف |
| ۳۲۱..... | وامق سمجھی |
| ۳۲۱..... | تحقیقی نظر |
| ۳۲۲..... | شاعر کا تعارف |
| ۳۲۶..... | جالیت کی گہار |
| ۳۲۶..... | تالیف کے مکروہ چہرے |
| ۳۲۹..... | ابن روی |
| ۳۳۰..... | شاعر کا تعارف |
| ۳۳۲..... | اولاد |
| ۳۳۴..... | اساتذہ |
| ۳۳۵..... | ابن روی کے خطوط |
| ۳۳۵..... | ابن روی کا عقیدہ |
| ۳۳۶..... | تجویہ شاعری |
| ۳۳۷..... | محاصر شعراء |

| | |
|----------|--|
| ۳۴۸..... | تاریخ وفات |
| ۳۴۹..... | شہادت |
| ۳۵۰..... | افوہ جانی |
| ۳۵۱..... | شاعر کا تعارف |
| ۳۵۲..... | نمونہ اشعار |
| ۳۵۳..... | ولادت ووفات |
| ۳۵۴..... | زید شہید اور اٹا عشیری شیعہ |
| ۳۶۰..... | قول فصل |
| ۳۶۲..... | نقد و اصلاح |
| ۳۶۲..... | عقد الفرید |
| ۳۷۰..... | پڑھئے اور ہنسئے |
| ۳۷۳..... | الفرق میں الفرق |
| ۳۷۵..... | الفصل فی الملل والخل |
| ۳۹۲..... | الملل والخل |
| ۳۹۸..... | منہاج السنۃ |
| ۴۰۷..... | ایک لچرا عتر ارض |
| ۴۱۱..... | البدلیۃ والثہلیۃ |
| ۴۱۳..... | واضح احادیث تجویی |
| ۴۱۶..... | کلمات امیر المؤمنین |
| ۴۱۹..... | ارشاد امام حسن |
| ۴۱۹..... | سبقت اسلام کے تعلق صاحبہ دنیا بعین کی رائے |

| | |
|----------|---|
| ۳۲۲..... | ذیلی بحث |
| ۳۲۵..... | ابو جعفر اکافی کے خیالات |
| ۳۲۸..... | محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ |
| ۳۵۲..... | السنة والشیعہ |
| ۳۷۱..... | اسلام و بت پرسی کی مرکز ک آرائی |
| ۳۹۷..... | فخر الاسلام، ضمیح الاسلام، ظہیر الاسلام |
| ۴۰۹..... | الجولہ فی ربوع الشرق الادنی |
| ۴۱۳..... | عقیدہ شیعہ |
| ۴۲۰..... | الوهیۃ فی نقد عقائد الشیعہ |
| ۴۲۱..... | ۱۔ متعہ قرآن میں |
| ۴۲۲..... | ۲۔ اسلام میں متعہ کے حدود |
| ۴۲۳..... | ۳۔ سب سے پہلے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا |
| ۴۲۴..... | ۴۔ صحابہ و تابعین |

عند لیبان غدیر (چوتھی صدی ہجری)

| | |
|----------|--------------------|
| ۵۳۳..... | ابن طباطبا اصفہانی |
| ۵۳۴..... | شاعر کاتام |
| ۵۳۹..... | ابن علوی اصفہانی |
| ۵۴۰..... | شعری تیغ |
| ۵۴۰..... | شاعر کاتعارف |
| ۵۴۳..... | المعجم |

| | |
|----------|-----------------------|
| ۵۳۶..... | شعری تسبیح |
| ۵۳۷..... | حدیث اشیاء |
| ۵۵۰..... | شاعر کا تعارف |
| ۵۵۲..... | ابوالقاسم صنوبری |
| ۵۵۶..... | شاعر کا تعارف |
| ۵۶۱..... | قاضی نوی |
| ۵۶۲..... | شعری تسبیح |
| ۵۶۳..... | شاعر کا تعارف |
| ۵۶۴..... | ولادت و تربیت |
| ۵۶۵..... | بے پناہ ذکاوت و حافظہ |
| ۵۶۶..... | تالیفات |
| ۵۶۷..... | نویں کامنہب |
| ۵۶۸..... | وقات |
| ۵۷۱..... | ابوالقاسم زای |
| ۵۷۵..... | شاعر کا تعارف |
| ۵۷۹..... | امیر الافراس ہمدانی |
| ۵۸۰..... | شعری تسبیح |
| ۵۸۱..... | شاعر کا تعارف |

لُقْيَة:

عِنْدَ لِيَبَانْ غَدَير

تَيْرِي صَدِيْجَرِي

۱۔ ابو سما عیل علوی

۲۔ وامق مسحی

۳۔ ابن رومی

۴۔ افہ حمانی

ابو اسماعیل علوی

على شهاب الحرب في كل ملحمة
يظير بحد السيف هام المقدم؟!
والفضل زوار الحطيم وزمزم
فنادي برفع الصوت لا بهمهم
كهارون من موسى النجيب المكلم
فصلى عليه الله ما فر شارق وافت حجور الـيت اركب محـرم
”ميرے جعلتی تھے جو رسول کے وزیر، ابن عم اور بھڑکی جنگ میں شہاب تھے، کیا انہوں نے جنگ
بدر میں پہلا حملہ کر کے صفوں کو درہم برہم نہیں کیا۔ ان کی تکوار سے کھوپڑیاں اُڑ رہی تھیں، انہوں نے
سب سے پہلے نماز پڑھی اور توحید کی گواہی دی۔ وہی حطیم وزمزم کے پہلے زائر ہیں۔
وہ یوم دوح کے مالک تھے، جب احمدؐ نے بغیر کسی ابہام کے بلند آواز سے خطاب فرمایا: اے علیؐ!
میں نے تمہیں اپنا جائشِ اسی طرح سعین کیا جس طرح موئیِ کلیم اللہ نے ہارونؐ کو قرار دیا تھا۔ جب تک
سورج اگتا ہے اور حرمی زیارتِ کعبہ کے لیے آتے رہیں، ان پر صلوات“ (۱)

شاعر کا تعارف

ابو اسماعیل محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس بن حسن بن عبید اللہ بن عباس بن امام امیر المؤمنین علیؐ۔
ان کا سلسلہ نسب نازش آفرین خاندان شجاعت و خلافت، حضرت عباس اور امیر المؤمنین تک

۱۔ مجمenal شراء، حافظ مرزا بن، ص ۳۲۵ (۳۸۲)۔

یہو پختا ہے جن کے فضائل بیان سے باہر ہیں۔ یہ اپنے اجداد پر بہت زیادہ فخر کرتے تھے، متکل کے زمانے میں تھے، اس کے بعد بھی زندہ رہے۔ ان کے اشعار ہیں:

| | |
|-----------------------------|---------------------------|
| و انیٰ کریم من اکارم سادہ | اکفہم تنڈی بجذل المواہب |
| ہم خیر من یحفنی و افضل ناعل | ذروة هضب العرب من آل غالب |

یہ اشعار بھی ہیں:

| | |
|---|---|
| بَعْثَتِ الْيَهُمْ نَاظِرِي بِسُحْبِيَةِ | فَابْدَتِ لِي الْاعْرَاضِ بِالنَّظَرِ الشَّزَرِ |
| فَلَهُمَا رَبِيتُ النَّفْسَ أَوْفَتُ عَلَى الرَّدِيِّ | فَزَعَتِ الْأَلِيَّ صِبْرِيَّ فَاسْلَمْنَ صِبْرِيَّ |

ابو اسماعیل کو اپنے خاندان پر فخر کرنے کا حق تھا، ان کے خاندان کی عظمت کے سامنے آسمان بھی پست تھا۔ قربی ہاشم حضرت ابو الفضل العباس ائمہ کے بزرگ تھے۔ انہیں کے دادا ابو الفضل العباس ہائی تھے جن کے متعلق تاریخ خطیب میں ہے کہ نبی ہاشم کی ممتاز ترین شخصیت تھے، وہ دانشور اور فرج ترین علوی شاعر تھے۔ (۱) ہارون رشید کے صاحب تھے، پانچ شعروں میں ابو طالب و عبد اللہ کی اخوت کا یوں ذکر کرہ کیا ہے: "هم اور رسول خدا ایک مادر پر اور ایک جد سے ہیں ہمیں خزوی خاتون نے تحد کیا۔"

ایک دن ماہون کے دربار میں جانا چاہتے تھے، حاجب نے روک دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اجازت ملے گی تو جائیں گے اور اگر عذر کیا گی تو قول کر کے پلٹ جائیں گے، یہ نظر انداز کرنے کی پالیسی تو صحیح نہیں۔ (۲)

ان کے حکمت آمیز کلمات میں ہے:

اگر تمہیں اندیشے ہوں تو حادثوں میں کوڈڑو۔ اگر تمہارا مال سب کے لئے ناکافی ہو تو پھر حقداروں ہی تک مدد و درکھو۔ اگر تمام لوگوں سے اختلاط نہیں ممکن تو ارباب کمال تک ہی ملاقات مدد و درکھو۔ اگر رات دن تمہاری کوششوں کے لئے ناکافی ہوں تو اپنے کام تقسیم کرو۔ اگر غیر اہم کاموں میں وقت بردا کرو گے تو اہم کاموں کا زیباں ہو گا۔ غلط کاموں میں پیرس صرف کرو گے تو حق کے سلسلے میں خرچ کا نقصان ہو گا۔

(ان کے بھائی فضل بن حسین کا حضرت عباس علیبردار کے لئے بڑا ہی رقت انگیز مرثیہ ہے)

وامق مسیحی

الیس بخم قد اقام "محمد" "علیاً" باحضور الملافي المواسم
 فقال لهم : من كت مولاہ منکم فمولاکم بعدی "علی بن فاطم"
 فقال : الھی کن ولی وليه عاد اعادیه علی رغم راغم
 "کیا غدریم میں محمد نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے موسم جمع میں علی کو تعین نہیں کیا تھا؟ ان سے
 فرمایا کہ تم میں جس کا بھی میں مولا ہوں میرے بعد یہ فاطمہ بنت اسد کے فرزند علی مولا ہیں پھر فرمایا:
 خدا یا! اس کے دوست کا دوست ہو جا اور اس کے دشمن کا دشمن ہو جا"۔

اسی قصیدہ میں فرماتے ہیں :

"کیا جنگ احزاب میں علی نے عمر کو غرق خون نہیں کر دیا تھا۔ اے علی! آپ نے خوشنودی خدا
 کے لئے تمام قبائل سے جنگ کی اور کسی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔ محمد کے بعد آپ ہی سب سے زیادہ مستحق
 خلافت تھے۔ کیونکہ قوم کا بڑا جاہل، عالم کے حکم میں نہیں ہو سکتا"۔ (۱)

تحقیقی نظر

ممکن ہے کہ ایک مسیحی کی مدح علی پر لوگوں کو حیرت ہو۔ خلافت کو کون کہے، یہ اسلام ہی کا منکر ہے
 لیکن حقیقت یہ ہے کہ فضائل مولا کو مخالف اسلام بھی جانتا تھا۔ آپ کی شرافت نفس، علمی سرشاری،

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۱، ص ۵۳۶، ۲۸۷ (ج ۲، ص ۸۳۔ ج ۳، ص ۳۰)۔

مجزات اور جنگی بصیرت کو کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ رسول اسلام نے تعریف کی ہے تمام دوسرے مذاہب کے علماء نے اعتراف کیا ہے۔ رسول اور وصی رسول کے محدث کو بے شمار دانشوروں نے بیان کیا ہے (تمیں سے زیادہ غیر مسلم علماء کی کتابوں کا تذکرہ ہے)۔ انہیں میں داستان غدر یونانی ہے کہ دوست فریاد کر رہے ہیں، ناصیح اعتراف کر رہا ہے، مسلمان استدلال کر رہے ہیں اور غیر مسلم مزے لے لے کر تذکرے کر رہا ہے۔

شاعر کا تعارف

بقراط بن اشوط و امتن۔ عیسائیوں کے آرمی فرقے کا پاپ اور ان کا رہنمای تھا۔ ابن شہر آشوب نے اس کو اعتدال پسند مارٹل بیٹ میں شمار کیا ہے۔ (۱) یعقوبی وابن اثیر نے تیسری صدی کی آرمی شورش میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ (۲) جب آرمیدیا کے عوام نے وہاں کے حاکم یوسف بن محمد کو قتل کر دیا تھا۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب یوسف وہاں کا حاکم ہوا تو بقراط بن اشوط پادری نے اس سے امان طلب کی یوسف نے اسے پکڑ کر متوكل کے پاس بھیج دیا۔ نتیجہ میں وہاں کے پادریوں نے اسے قتل کرنے کا تھیر کر لیا۔ بقراط کا داما داس شورش کو ہوا دینے لگا۔ لوگوں نے یوسف کو محل میں قیام نہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن وہ نہ مانتا۔ جاڑے کی وجہ سے شورش دب گئی۔ سردیاں ختم ہوئیں تو آرمیدیوں کے شہر طرون کا حصارہ کر لیا۔ لوگوں کو طرح طرح کی اذیت دینے لگے۔ یوسف نے چند دن قبل اپنے افران اس شہر میں متعین کئے تھے۔ باغیوں نے تمام افسروں کو قتل کر دلا۔ متوكل کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے بغا الکیر کو بغاوت کچلنے پر مأمور کیا۔ اس نے شورش پسندوں کو بے دریغ قتل کیا اور یوسف کو متوكل کے پاس بھیج دیا۔ اس شورش میں تیس ہزار قتل ہوئے اور بے شمار قید ہوئے۔

بقراط کے علاوہ بھی بہت سے عیسائی دانشوروں نے مدح علیٰ میں اشعار کہے ہیں جن کا تذکرہ

۱۔ محاکم العلماء، (ص ۱۵۱)۔

۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۳، ص ۲۱۳ (ج ۲، ص ۲۸۹) و تاریخ کامل، ج ۷، ص ۲۰ (ج ۲، ص ۳۲۰، جواد شیرازی)

بیہقی (۱) زختری (۲) قسطلانی (۳) زرقانی (۴) بقری، ابو جیان (۵) وغیرہ نے کیا ہے۔

نسب ابن اسحاق مصلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے:

عدی و تیم لا احاوی ذکر ها
بسوء ولکنی محب لهاشم

و ماتعتربنی فی علی و رهطه
اذ اذکرو افی اللہ لومة لاتم

يقولون : ما بال النصاری تحبهم
واهل النہی من اخرب و اعاجم ؟

فقلت لهم : انى لاحسب حبهم سری فی قلوب الخلق حتى البهائم

”میں خاندان عدی و تیم کا برائی سے تذکرہ نہیں کرتا چاہتا لیکن میں بنی ہاشم کا دوست دار ہوں، میں علی اور ان کے خاندان کے بارے میں ذکر خدا پر کسی ملامت کی پرواہ نہیں کرتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ کیا بات ہے کہ عرب و غم کے پرہیز گار اور عیسائی علی سے محبت کرتے ہیں؟ میں نے ان سے کہا کہ میں ہی کیا تمام حقوقات بلکہ جانوروں تک کوئی سے محبت ہے۔“

خوارزمی (۶)، ابن شہر آشوب (۷) اور ارملی (۸) نے مندرجہ ذیل اشعار کی ایک عیسائی کی طرف نسبت دی ہے:

علی امير المؤمنین صريمة
ما لسواه فی الخلافة مطعم

له النسب الاعلى واسلامه الذى
تقدیم فیه والفضائل اجمعوا

بان عليا افضل الناس كلهم
واورعهم بعد النبي و اشجع

فلو كنت اھوی ملة غير ملتى
لما كت الا مسلما اتشيع

۱۔ الحسن والساوی، ج ۱، ص ۵۰ (ص ۲۹)۔ ۲۔ ربح الایرار، ج ۱، ص ۷۷۔ ۳۔ شرح المواهب، ج ۳، ص ۳۶۱۔

۴۔ المواهب الديبية، ج ۳، ص ۱۲۔ ۵۔ تفسیر جرجیط، ج ۲، ص ۲۲۱۔ ۶۔ مناقب خوارزمی، ص ۲۸ (ص ۲۸، حدیث ۱۰)۔

۷۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۱، ص ۳۶۱ (ج ۲، ص ۲۰۲)۔

۸۔ کشف الغم، ص ۲۰ (ج ۱، ص ۲۵)۔

”امیر المؤمنین علی کی بات تو پکی ہے لیکن ان کے سواد و سروں کیلئے طمع خلافت جائز نہیں تھی۔ علی بلند نسب، سابق الاسلام اور جامع فضائل تھے۔ وہ بعد نبی سب سے زیادہ بہتر، متورع اور شجاع تھے، اگر میں اپنے ذمہ بکے سواد و سرو کوئی ذمہ ب اختیار کرتا تو مسلمان شیخ ہوتا“۔

طبری نے بشارۃ المصطفیٰ (۱) میں ابو یعقوب نصرانی کے پانچ شعر لکھے ہیں:

يَا حِبْدَا دُوْحَةً فِي الْخَلْدَ نَابِتَةً مَا فِي الْجَنَانِ لَهَا شَبَهٌ مِّن الشَّجَرِ
الْمُصْطَفَى أَصْلُهَا وَالْفَرْعُ فَاطِمَةُ
ثُمَّ الْلِقَاحُ عَلَى سَيِّدِ الْبَشَرِ
وَالْهَاشِمِيَّانَ سُبْطًا هَا لَهَا ثُمَرٌ
هَذَا مَقَالٌ رَسُولُ اللَّهِ جَاءَ بِهِ
أَهْلُ الرَّوَايَاتِ فِي الْعَالَىِ مِنَ الْخَيْرِ
إِنِّي بِحَبْهِمْ أَرْجُو النِّجَاهَ خَدَا وَالْفَوْزَ مَعَ زَمْرَةِ مِنْ أَحْسَنِ الزَّمَرِ
”کیا کہنا اس شجر جنت کا جس کی برابری دوسرا درخت نہیں کر سکتا۔ مصطفیٰ اس کی جڑ، قاطرہ (س) اس کی فرع اور سید البشر علی اس کی شاخ ہیں۔ آپ کے دونوں ہاشمی فرزند حسینؑ اس کا شتر اور تمام شیعہ پتے ہیں۔ اس ارشاد رسولؐ کی تمام بلند سنوں نے روایت کی ہے، مجھے ان سے وابستگی ہے، انہیں سے نجات اور بلند قوم میں محشور ہونے کی توقع ہے۔“

شاعر نے اس میں جس حدیث شجرہ کو نظم کیا ہے اسے تمام عامہ و خاصہ کے مشائخ نے نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں کہ تمام انسان مختلف درختوں سے پیدا کئے گئے ہیں اور میں اور علیؑ ایک درخت سے پھر تمہارا کیا کہنا ہے اس درخت کے بارے میں جس کی جڑ میں ہوں اور قاطرہ اس کی شاخ، علیؑ شاخ اور حسنؑ و حسینؑ اس کے پھل ہیں، ہمارے شیعہ اس کے پتے ہیں، جس نے بھی کسی ہنپی کو قعام لیا جنت تک پہنچ گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا جہنم میں اونٹھے منہ جا پڑا۔

عصر حاضر میں ایک مسکی عبد اکسو انصاری کی نے ۵۵۹۵ راشعار پر مشتمل علوی قصیدہ کہا ہے، علامہ ابنی نے پندرہ اشعار نقل کئے ہیں۔

عصر حاضر کے استاد پوس سلامہ نے کتاب الغدیر دیکھ کر بیروت سے ایک بے نظیر قصیدہ کہہ کر ارسال کیا جس میں ۱۳۰۸۵ اشعار ہیں، تاریخ صحیح و حقائق سے بھر پورا اس قصیدے کو مستقل ایک جلد میں شائع کیا گیا ہے، اس کا ایک شعر ہے:

للمرتضی رتبة بعد الرسول لدی اهل اليقین تناهت في تعالیها

جاہلیت کی گہار

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُوا عَلَىٰ أَذْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَنْمَلَ لَهُمْ﴾

لے جو لوگ راہ ہدایت واضح ہونے کے بعد اس سے پھر گئے ان کے لئے شیطان نے اس روشن کو

کہل بنا دیا ہے اور ان کے لئے جھوٹے توقعات کا سلسلہ دراز کر رکھا ہے۔ (۱)

جو حق مسٹر قین سے بھیک مانگ کر قلم اٹھاتا ہے، اکثر حوالوں سے عاری دریہ ڈھنی اور تحریف مطالب کا شکار ہوتا ہے۔ ان کے اثبات حق کے استہزا سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابو جہل مر گیا لیکن اس کی جہالت زندہ ہے، ابو لہب خاک میں مل گیا لیکن مشعلہ گمراہی خاموش نہیں ہوئی۔ یہ رجعت قہقری کے نقیب چاہتے ہیں کہ جاہلیت اولی واپس لے آئیں۔ یوسیدہ تعصب کام میں لاکر پرانے ساغر میں نی شراب اٹھیں کر لکنت زبانی کے ساتھ غلط تاویلات کے انبار لگادیتے ہیں۔ استاد امیل دریگام، عیسائی کے زعم فاسد میں کہتا ہے کہ رسول خدا اور اصل صحیح مسیحیت کی بیانات دینے آئے تھے جو محض گمراہی تھی۔ اس کی تمام تربکو اس میں مکاری، بد نیتی و صیانت جھلکتی ہے، اپنی کتاب حیات محمد میں گمراہی و حقائق سے چشم پوشی کی بدترین مثال پیش کی ہے۔

۱۔ سورہ نجم: ۴۵؛ مدرسک علی الصخیری، ج ۳، ص ۱۲۰ (ج ۳، ص ۱۷۳، ح ۲۷۵۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۱، ص ۳۱۸ (ج ۵، ص ۲۲، پختہ تاریخ دمشق، ج ۷، ص ۱۲۲)۔ ریاض الخضراء، ج ۲، ص ۲۵۳، الفضول الہمہ میں (ص ۲۵) نزہۃ المجالس، ج ۲، ص

اس نے دیکھا کہ صدائے اسلام تمام دنیا میں پذیرائی کے ساتھی جا رہی ہے۔ اسلام کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی ہے پھر دیکھا کہ خود عیسائیوں نے بھی رسول اکرمؐ کی مدح و ستائش کی ہے۔ قرآن کے قانون اسلامی و اجتماعی کے مصلحت نے ان نکات پر خاصہ فرسائی کی ہے تو اس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا۔ صدر اول کی عناد پرستی عمود کر آئی ایک چور بھری نگاہ اسلام و قرآن پر ڈال کر اپنے مذهب کا دفاع کرنے لگا۔ پھر اپنی کینہ توزی میں کہنے لگا کہ محمدؐ نے ایک عیسائی نبی کی مدد سے عربی زبان میں اپنی کتاب ترتیب دی، وہ عیسیٰ کے زیر اثر سمجھی پیغمبر تھے۔ قرآن میں اصول فہراست۔ جبریل کی تائید صرف عیسیٰ کو حاصل تھی، ہموئی و محمدؐ کو نہیں۔ قرآن میں صرف عیسیٰ کی عصیت کا اعلان ہے محمدؐ کا نہیں۔ عرفانی حیثیت سے عیسیٰ خداۓ واحد کے بینے تھے۔ قرآن، صحیح مسیحیت کی دعوت دیتا ہے۔ علماء تو حیدر علیؒ کی الوہیت کے مقابل ہیں۔ وہ ھو ما قتلوا و ما مصلوا و لکن شهید لهم ھے کی من امنی تاویل کر کے سمجھی نظریہ سے جوڑتا ہے، ان پر نظریات کی پوری واقعیت کے لئے شیخ محمد جواد بلاغی کی کتاب الرحلۃ المدرسة اور الہدی الی دین الحق دیکھئے۔

پڑھا لکھا تو کیا ایک جالی بھی ان نظریات کو مسترد کر دے گا۔ رسول اسلام اور شریعت اسلامیہ کا دامن اس قسم کی حرکتوں سے قطعی پاک ہے اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی پجرت کتابوں کی مسلمانوں کو ضرورت نہیں ہے کیوں کہ یہ کتابیں اسلامی معاشرے میں رخداد فساد کے مقصد سے لکھی گئی ہیں جس قوم کے پاس مصالح اجتماعی سے بھر پور قرآن اور اصلاح ورشد سے معمور حدیث اور نفع البلاغہ جیسے لاقانی سرمائے ہوں اسی قوم کو ان ذلیل تالیفات کی ضرورت ہی کیا۔ لیکن فلسطین کے استاد محمد عادل زعمرہ نے اسی حیاتہ محمدؐ کا ترجمہ کر کے گمراہیوں کو عام کرنے میں بڑی بدوکی ہے، اس کے ہونے قلم سے بھی یہی امید تھی۔ بقول انہیں کے، وہ مقدمہ میں کہتے ہیں کہ مستشرقین نے حقائق سیرت پیغمبرؐ کے ساتھ بڑا مذاق کیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ جب سیرت رسول پیغمبرؐ کے لئے قرآن و احادیث کا سر نایا موجود ہے تو اس پر جگہ کتاب کی اشاعت، کیا ضروری تھی؟ لیکن انہیں تو اس بدکاری میں ایک درمیگام کا شریک کا ہونا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ اس کتاب سے اموی طبائع کو تقویت ملے گی۔ اہل بیتؐ کرام کی نعمت کا سر نایا عام ہو گا۔

وہ شرافت انسانی کو بالائے طاق رکھ کر کہتا ہے :

”فاطمہ خلک چہرے والی لیکن رقیہ خوبصورت عورت تھی۔ زینب ذہن اڑکی تھی، فاطمہ جب بھی علیٰ کی آواز سنتی تھیں اپنا منہ بسول لیتی تھیں۔ وہ علیٰ جیسے شجاع کو بدترین اور کم حوصلہ انسان سمجھتی تھیں، اسی لئے دونوں کے ازدواجی تعلقات بہتر نہ تھے۔ حضرت علیٰ قبول صورت نہ تھے آنکھ میں پچڑ بھری ہوئی، پہیت بڑا، سر کے بال غائب۔ لیکن وہ انہٹائی شجاع، تقوی شعار، صادق، وفادار، نیک اور پیکر محبت تھے۔ وہ بدرجہ مجبوری بیرونی کے باغ سے دن بھر مزدوری کر کے جب شام کو بیوی کے سامنے آتے تو کہتے لوخود کھاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاو۔ اکثر حضرت علیٰ خفا ہو کر مسجد میں جا کر سو جاتے۔ فاطمہ کے باپ ان کے بیچے آتے اور سمجھا بجا کر گھر واپس لاتے ایک دن محمد نے دیکھا کہ علیٰ نے فاطمہ کو گھونسا مارا اور فاطمہ روئے لگیں۔ باوجود اس کے محمد بھیش اپنی بیٹی فاطمہ کو علیٰ کی سبقتِ اسلامی کا تذکرہ کر کے خوش کرنے کی سعی کرتے کیونکہ وہ علیٰ کی طرف مطلق توجہ نہ کرتیں۔ حالانکہ محمد کے دو اور بھی اموی داماد تھے عثمان اور ابوالعاصی۔ رسول ان دونوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے۔ اسی لئے اکثر علیٰ کو رسولؐ سے شکایت ہوتی کہ اپنی بیٹی کی خوشحالی کی فکر نہیں کرتے۔ وقت نہیں سمجھتے اسی لئے کڑھتے رہتے تھے اگر کبھی رسولؐ نے علیٰ کو کسی کی گردان مارنے کا حکم دیا تو علیٰ نافرمانی کر جاتے تھے۔ اسی قسم کی اور بھی وابہیات خرافات باتیں درج ہیں۔ میں میں میں ہو گیا ہے :

یہو نجی وہیں پہ خاک جہاں کا خیر تھا

تمام مطالب جھوٹ کا پلندہ ہیں اور مولف نے تاریخ صحیح کے مقابلے میں افتراض داری اور اجماع امت اسلام کے مقابلے میں جہالت کے مظاہرے کئے ہیں۔
کیا اس کی بناوٹی باتوں سے صحیح حدیث رسول میں کھاتی ہے کہ فاطمہ ائمہ حوراء ہے میں جب بھی مشتق بہشت ہوتا ہوں اسے سوگھتا ہوں۔ (۱)

یا میری بیٹی فاطمہ انسانی پیکر میں حور ہے۔ (۱)

یا فاطمہ درخشاں ستارہ ہے۔ (۲)

والدہ انس کا قول تھا کہ فاطمہ چودھویں کا چاند تھیں یا ابر میں چھپے سورج کی طرح کہ باول چھٹتے ہی اس کا قریبی رنگ نکھر جائے، ان کی زیفیں مشکلبار تھیں اور وہ سب بے زیادہ رسول سے مشابہ تھیں۔ وہ پوری طرح زہرا لقب تھیں۔ (۳)

عائشہ کہتی تھیں کہ میں نے رفار و گفتار و حسن سیرت میں فاطمہ سے زیادہ کسی کو رسولؐ سے مشابہ تر نہیں دیکھا، رسولؐ کی بالکل شبیہ۔ (۴)

کیا اسی کشیدہ تعلقات کی بکواس ان کثیر روایات سے میل کھاتی ہے جس میں درخشاں چہرے کو چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دی گئی ہے اور گردن کو ابر یقین (۵)، فضل، ہنستے سفید دانت کے موتویں سے مثالیں دی گئی ہیں۔ (۶)

ابوالاسود دوئی نے ایک شعر میں اسی کی منظر کشی کی ہے:

اذا استقبلت وجه ابی تراب رایت البدر حار الناظرين (۷)

جی ہاں! بات تو یہ ہے کہ سب جل بھن کے کھدہ ہے ہیں رقباں رو سیاہ۔

کیا علیٰ کے دل میں کینہ و عناد کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے جبکہ علیٰ نے میدان جنگ میں ابداء

۱۔ الصواعق، ج ۹۶ (ص ۱۲۰) و معارف الراغبين ص ۲۷۶۔

۲۔ زنۃ الجالس، ح ۲، ج ۲، ص ۲۲۲۔

۳۔ مدرس حامم، ح ۳، ج ۱ (ج ۲، ص ۲۷۱)۔ ذ خازن الحقی، ج ۲، ص ۲۷۵۔ زنۃ الجالس، ح ۲، ج ۲، ص ۲۷۲۔

۴۔ سنن بیہقی، ح ۲۷، ج ۱، ص ۱۰۱۔

۵۔ کتاب صنین، ج ۲۲۲ (۲۲۲)، استیغاب، ح ۲، ج ۲، ص ۳۶۹ (نمبر ۱۸۵۵)۔ ریاض الصفرۃ، ح ۲، ج ۱، ص ۱۵۵ (ج ۳، ص ۹۷)۔

۶۔ طبیۃ الاولیاء، ح ۱، ص ۸۲ (نمبر ۲)۔ تاریخ ابن عساکر، ح ۲، ج ۲۷، ص ۳۵ (ج ۱۱، ص ۱۵۸)۔

الحسان والحساوی، ح ۱، ج ۱، ص ۳۲ (ص ۲۷۲)۔

۷۔ تذکرة الخواص، ج ۱، ص ۱۰۲ (ص ۱۸۱)۔

اسلام ہی سے جاں شاری کے ثبوت دیئے۔ بستر رسول پر سوکر اندوہ رسول کا مدارا کیا، علیٰ چیزے مردمیدان کیلئے (اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام لکن آمن بالله) اور آپ بھرت جیسی درخواش آئیں نازل ہوئیں۔ آخر کسی موقع پر تحفظ رسلت میں انہوں نے ستی کا مظاہر کیا کہ ان پر کاملی کا الزام لگایا گیا۔ کیا علیٰ کے بارے میں زوجہ کے ساتھ برے برتاو کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے جس کے لئے رسول فرمائیں کہ تم میرے اخلاق کا نمونہ اور میرے شجر کی شاخ ہو۔ (۱) رسول تو ان کو افضل امت، حکیم و خلیق کہیں۔ (۲) قاطرہ سے فرمائیں کہ تمہیں سب سے زیادہ طیم اور وانشور کے حوالے کیا ہے۔ (۳) اور یہ دجال آپ پر برے برتاو کا الزام لگائیں؟

کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ علیٰ نے رسول کے پارہ جگر قاطرہ کو گھونسہ مارا ہوگا، جس کے لئے رسول فرمائیں کہ قاطرہ کے غضب سے ہداغضب ناک ہوتا ہے اور اس کی خوشنودی سے خدا خوش ہوتا ہے۔ (۴) یہ میری روح اور میرے پہلو کا دھر کتا ہوا دل ہے۔ (۵) خود علیٰ کو تمام صحابہ کے درمیان یوں متعارف کرائیں کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا اور قیامت میں سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا۔

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۷۱ (نمبر ۵۸۷)۔

۲۔ (الذریۃ الطاہرہ، ص ۹۳، نمبر ۸۳) کنز العمال، ج ۲، ص ۱۵۳، ۳۹۸، ۲۰۵ (ج ۱۱، ص ۲۰۵، حدیث نمبر ۳۲۹۲۶، ج ۱۳، ص ۱۱)، حدیث نمبر ۳۶۲۷، ص ۱۳۵ (ج ۱۱، ص ۳۶۲۷، حدیث نمبر ۳۶۲۳)۔

۳۔ مندرجہ، ج ۵، ص ۲۶ (ج ۵، ص ۲۶۲، حدیث نمبر ۱۹۷۹۶) ریاض الحسنه، ج ۲، ص ۱۹۹ (ج ۳، ص ۱۳۱) ذخیر العقی، ص ۸، ۷، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۱۳، ۱۰۱۔

۴۔ حاکم کی مصدر کتبی الحسین، ج ۳، ص ۱۵۳ (ج ۳، ص ۱۶۷، حدیث نمبر ۲۷۳۰) ذخیر العقی، ص ۲۹۔ مذکورة المؤاصص، ص ۱۷۵ (۳۱۰) مقتل خوارزی، ج ۱، ص ۵۲، کتابیۃ الطالب، ص ۲۱۹ (باب ۹۹، ص ۳۶۲) ریقاتی کی شرح مواعب الدینی، ج ۱، ص ۲۰۲، مناوی کی کنز الدقائق، ص ۳۰ (ج ۱، ص ۷۵) اخبار الدول مطبوع تہذیب برحاشیہ الکامل، ج ۱، ص ۱۸۵ (ج ۱)، ص ۲۵ (۲۵) کنز العمال، ج ۷، ص ۱۱۱ (ج ۱۳، ص ۲۷۳، حدیث نمبر ۲۲۷۴۵)۔ تہذیب التهذیب، ج ۱۲، ص ۳۳۲ (ج ۱۲، ص ۳۶۹) الاصابۃ، ج ۳، ص ۳۷۸ (نمبر ۸۳۰)۔ صواعن حرقة، ص ۱۰۵ (ص ۵۷) اسعاف الراغین، ص ۱۷۱، یاقوت المودع، ص ۱۷۱ (ج ۱، ص ۲۷۰، باب ۵۵)۔

۵۔ الفصول اہمۃ، ص ۱۵۰ (ص ۱۳۳) نہضة الجاہلی، ج ۲، ص ۲۲۸، نور الابصار، ص ۲۵ (ص ۹۶)

ان روایات کوسلمان، انس، انارق، ابی عباس، ابی جبل، ہاشم بن عقبہ، مالک اشتر، بریدہ اور ابو رافع جیسے سولہ سترہ صحابہ و صحابیات نے بیان کیا ہے۔ لاحظہ فرمائیے۔

یہاں رسولؐ کے عدم التفاوت کی بات کی وجہی ہے جبکہ قرآن کی زبان میں علیؑ نفس رسولؐ ہیں، حدیث طیر کی روشنی میں محبوب خدا اور رسولؐ ہیں، ان کی محبت اجر رسالت قرار پائی ہے۔ رسولؐ نے عائشہؓ سے فرمایا: علیؑ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں، سب سے زیادہ انہیں کی عزت کرتا ہوں، تم بھی ان کا احترام کرو۔ (۱)

آپؐ ہی کا ارشاد ہے: لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب علیؑ ہیں۔

فرمایا: علیؑ خیر من اتر کہ بعدی۔ (۲)

فرمایا: تم میں بہترین مرد علیؑ اور بہترین عورت فاطمہؓ ہے۔ (۳)

فرمایا: علیؑ تمام انسانوں میں بہتر ہیں ان کا مذکور کافر ہے۔ (۴)

یہ بھی فرمایا: جو علیؑ کو خیرِ انساں نہ کہے وہ کافر ہے۔ (۵) خیر میں آپؐ ہی کو پر حم عطا کر کے محبوب خدا اور رسولؐ ہونے کا اعلان کیا۔

فرمایا: میرے نزدیک علیؑ اس طرح ہیں جیسے بدن کے لئے سر۔ (۶)

۱۔ ریاض النصرۃ، ج ۲، ص ۱۶۱ (ج ۳، ص ۱۰۳) ذخیر العقی، ج ۲۔

۲۔ المواقف الحجی، ج ۳، ص ۲۲۲ (ص ۳۰۹) مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۱۳۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۳۹۲ (نمبر ۲۲۸)

۴۔ تاریخ بغداد (ج ۷، ص ۳۲۱، نمبر ۳۹۸۲) کوثر الحقائق مطبوع رحمانی جامع صیر، ج ۲، ص ۱۶، کنز العمال، ج ۲، ص ۱۵۹

(ج ۱۱، ص ۱۲۵، حدیث نمبر ۳۲۰۳۵)۔

۵۔ تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۱۹۲ (نمبر ۱۳۲۲) کنز العمال، ج ۲، ص ۱۵۹ (ج ۱۱، ص ۱۲۵، حدیث نمبر ۳۲۰۳۶)۔

۶۔ تاریخ بغدادی، ج ۷، ص ۱۲ (نمبر ۳۲۷۵) ریاض النصرۃ، ج ۲، ص ۱۲۲ (ج ۳، ص ۱۰۵) صواب عن محرقد، ج ۵ (۱۲۵)،

جامع الصیر (ج ۲، ص ۲۷۷، ۱، حدیث نمبر ۵۵۹۶) شرح عزیزی، ج ۲، ص ۳۱۷، (السرانج الامیر، ج ۲، ص ۳۵۹) فیض القدری،

ج ۲، ص ۲۵ (حدیث نمبر ۵۵۹۶)۔

فرمایا: علی کی میرے نزدیک وہی منزلت ہے جو میری پروردگار کے نزدیک ہے۔ (۱)

فرمایا: علی میرے نزدیک سب سے محبوب تر اور خدا کے نزدیک سب سے محبوب تر ہیں۔ (۲)

حضرت علیؑ سے فرمایا: میں تم سے ہوں، تم مجھ سے ہو یا تم مجھ سے ہو میں تم سے ہوں۔ (۳)

فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں، وہ میرے بعد ہر رسول کا ولی ہے۔ (۴)

سورہ براءت دیتے ہوئے فرمایا: اسے وہی پہنچائے گا جو مجھ سے ہو اور میں اس سے ہوں۔ (۵)

حضرت علیؑ فرمایا: تمہارا گوشت میرا گوشت، تمہارا خون میرا خون ہے، حق تمہارے ساتھ ہے۔ (۶)

فرمایا: ہر نبی کا نظر ہوتا ہے اس کی امت میں اور میر انظیر علیؑ ہے۔ (۷)

ام سلمہ کہتی ہیں: اگر رسولؐ غصہ میں ہوتے تو علیؑ کے سوا کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ (۸)

عائشہ کا بیان ہے:

رسولؐ کے نزدیک علیؑ کے سوامیں نے کسی کو نہ دیکھا مردوں میں۔ محروقی میں رسولؐ کی محبوب ترین

۱۔ ریاض النصرۃ، ج ۲، ص ۱۲۳ (ج ۳، ص ۱۰۶) سیرہ حلیہ، ج ۲، ص ۳۹۱ (ج ۳، ص ۳۶۲)۔

۲۔ تاریخ بغدادی، ج ۱، ص ۱۶۰ (نمبر ۱۰)

۳۔ مندرجہ، ج ۵، ص ۲۰۳ (ج ۶، ص ۲۶۵)، حدیث نمبر ۲۱۷۰، خصائص نبأی، ص ۵۱، ۳۶ (ص ۷۷، حدیث نمبر ۷۰)، ص ۱۳۸، حدیث نمبر ۷۰، ص ۱۳۷۔

۴۔ مندرجہ، ج ۵، ص ۳۵۲ (ج ۶، ص ۳۸۹)، حدیث نمبر ۲۲۵۰۔

۵۔ خصائص نبأی، ص ۸ (ص ۳۹، حدیث ۲۲۳، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۱۲، حدیث نمبر ۹)، ص ۸۰۹۔

۶۔ المحسن والمسادی، ج ۱، ص ۳۱ (ص ۲۲) کفایۃ الطالب، ص ۱۳۵ (باب ۲۵) مناقب خوارزمی، ص ۶، ۸۳، ۸۷، ۸۸ (ص ۱۲۹، حدیث ۱۳۳، ص ۱۳۲، حدیث ۱۲۳، ص ۱۳۵، حدیث ۱۷۰) فرانک اسٹیلن (ج ۱، ص ۳۳، باب ۲، حدیث ۷۷، ص ۳۳۲، باب ۲۱، حدیث ۲۵۷)۔

۷۔ ریاض النصرۃ، ج ۲، ص ۱۶۲ (ج ۳، ص ۱۰۸)۔

۸۔ حاکم کی المسند رک علی الحججیین، ج ۳، ص ۱۳۰ (ج ۳، ص ۱۳۱، حدیث ۷۷) صواتن محقر، ص ۲ (۱۲۳) تاریخ اکلفاء، ص ۱۱۶ (۱۱۱)۔

علیٰ کی زوجہ تھیں۔ (۱)

بریدہ اور ابی کا قول ہے: عورتوں میں رسولؐ کے نزدیک محبوب ترین فاطمہؓ اور مردوں میں علیٰ

تھے۔ (۲)

جمعی بن عسیر کہتے ہیں: میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہؓ کے بیہاں گیا۔ ان سے پوچھا: کون شخص رسولؓ کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟ فرمایا: فاطمہؓ۔ پوچھا: مردوں میں؟ فرمایا: ان کے شوہر۔ ہاں! اس کے علاوہ میں نہیں جانتی۔ چاہے وہ بہت زیادہ روزہ دار اور نمازگزار ہی ہو۔ (۳)

پھر رسولؓ خداً دوسروں کو علیٰ پر کیسے مقدم کر سکتے تھے، علیٰ کے سواد دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کا سوال ہی کیا ہے۔ وہی تھے جنہیں خدا نے زمین پر سب سے پہلے منتخب فرمایا۔

چنانچہ فاطمہؓ (س) سے فرمایا: خدا نے روئے زمین پر مجھے منتخب کر کے نبی ہنا یا پھر تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے حکم دیا کہ تھوڑے نکاح کر دوں اور اپناؤسی بناوں۔ (۴)

نیز فرمایا کہ خدا نے زمین پر دو شخصوں کو منتخب کیا ایک تمہارا بیاپ ہے دوسرا تمہارا شوہر۔ (۵)

ان فضائل کا شمار نہیں کیا جاسکتا جو علیٰ کے بارے میں رسولؓ کے بلند آنکھ خطابات ہیں۔ ان کے

۱۔ حاکم کی المسدر رک علیٰ الحسین، ج ۲، ص ۱۵۳ (ج ۲، ص ۱۶۷، حدیث ۲۷۳۱) عقد الفرید، ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۱۲۲) خصائص نسائی، ج ۲۹ (ص ۱۲۱، حدیث ۱۱۱، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۳۹، حدیث ۸۳۹۶) ریاض المثلثۃ، ج ۲، ص ۱۶۱ (ج ۳، ص ۱۰۲)۔

۲۔ خصائص نسائی، ج ۲۹، (۱۲۸، حدیث ۱۱۳)، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۳۰، حدیث ۸۳۹۸) مسندر رک علیٰ الحسین، ج ۲، ص ۱۵۵ (ج ۲، ص ۱۲۸، حدیث ۲۷۲۵) سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۵، ص ۲۵۵، حدیث ۲۸۵۸)۔

۳۔ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۵، ص ۱۵۸، حدیث ۳۸۷۲) مسندر رک علیٰ الحسین، ج ۲، ص ۱۵ (ج ۳، ص ۱۶۷، حدیث ۲۷۳۱)۔

۴۔ (بیجم کبریٰ، ج ۲، ص ۱۷۱، حدیث ۲۰۳۶) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۲۰۳، حدیث ۳۲۹۲۲) جامع الزوائد، ج ۹، ص ۱۶۵۔

۵۔ الحجی کی المواقف ص ۸، (۲۱۰)۔

مقابلے میں دونوں اموی دامادوں کی بھی سننے: شرافت آب عثمان کی حالت انس بن مالک سے سننے: جب رسولؐ کی پیاری بیٹی رقیہ کا انتقال ہوا۔ آپ نے قبر میں اتنا رنے سے قبل روتے ہوئے فرمایا: تم میں کون ہے جس نے آج رات اپنی زوجہ سے ہم بستری نہ کی ہو؟ طلحہ نے کہا: میں ہوں۔ آپ نے انہیں قبر میں اتنے کو کہا۔ اس پر ان بطال کا تصریح ہے کہ عجیبِ اصل میں عثمان کو قبر میں اتنے سے روکنا چاہتے تھے۔ حالانکہ وہی سب سے زیادہ اس کے حقدار تھے اور ان کے شوہر تھے۔ رسولؐ کے اعلان پر عثمان چپ رہے کیوں کہ اس رات انہوں نے دوسری زوج سے ہم بستری کی تھی۔ ثبوت کی وجہ سے ان کا یہ حق چمن گیا۔ شاید رسولؐ ان کی اس حرکت سے بذریعہ وہی آگاہ ہوئے تھے اور بعنوان تعریفی انہیں منع فرمایا۔ (۱) ابو العاص کے لئے کیا کہا جائے وہ صلح حدیبیہ تک تو مشرك تھے اسی لئے چھ سال تک نسب سے ان کی جداگانی، نسب نے ان سے بات تک نہ کی، ان کا مقابلہ علیؐ سے کیسے کیا جاسکتا ہے؟ یہ منحوں پر چار کر رہا ہے کہ علیؐ و فاطمۃؓ میں تعلقات اچھے نہ تھے جبکہ رسول روزانہ صحیح خاتمة فاطمۃؓ و علیؐ پر جا کر آئی تطہیر کی تلاوت کرتے تھے۔

اکثر فرماتے تھے:

فاطمہؓ میری محبوب ترین ہے۔ میرے پورے گھر میں سب سے محبوب فاطمہؓ ہے۔
حضرت عمرؓ اکثر کہتے: رسولؐ کے نزدیک محبوب ترین فاطمۃؓ کی ذات ہے۔ (۲)
رسولؐ علیؐ کو کیسے وقیع نہ سمجھتے جبکہ ابتدائے بعثت سے ہر محاذ و موقع پر فدا کاری کے لئے ہزار نہوں نے پیش کئے، نتیجہ میں وزیر، وصی، خلیفہ، وارث اور ولی کا خطاب حاصل کیا، جنگوں میں پرچم بردار رہتے۔

انہیں سفید چہروں کا سردار کہا گیا شہ مراج میں۔ (۳)

۱۔ روشن الافق، ج ۲، م ۷۱۰ (ج ۵، م ۷۱۰) (۳۶۲)

۲۔ مسند رکن علی الصحیحین، ج ۲، م ۱۵۰ (ج ۲، م ۱۲۸، حدیث ۳۲۳۶)۔

۳۔ مسند رکن علی الصحیحین، ج ۲، م ۱۳۸ (ج ۲، م ۱۳۸، حدیث ۳۲۶۸) ریاض المضر، ج ۲، م ۷۷۷ (ج ۲، م ۱۳۲) شش

الاخبار، م ۳۹ (ج ۱، م ۱۰۵، باب ۷) اسد الغاب، ج ۱، م ۶۹ (ج ۱، م ۸۳، نومبر ۹۲) جمع الزوائد، ج ۹، م ۱۲۱۔

سب سے زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ مؤلف نے ازواج رسول کو فاطمۃ کا دشمن گنادیا ہے، عائشہ ام مسلم کے بناوی جھگڑے بھی بیان کئے ہیں، پارٹی کی نشاندہی کی ہے، دایاں بازو، بایاں بازو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ عائشہ کو دشمن فاطمۃ کیوں لکھ دیا ہے جبکہ عائشہ فاطمۃ کا سرچوم کرفتائی تھیں: کاش! میں تمہارے سر کے ایک بال کے رابر بھی ہوتی۔ (۱)

مجھے اہل سنت کے اس نشر کتاب پر بھی حیرت ہے کہ انہوں نے کیسے اجازت دے دی، جبکہ آل رسول کی مودت قرآن میں فرض قرار دی گئی ہے، ان کی محبت ایمان کی علامت اور دشمنی نفاق ہے۔

تفق علیہ حدیث غدیر ہے کہ خدا یا! اس کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن رکھ۔

نیز سمجھ حديث رسول ہے: جس نے علی کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، جس نے علی سے بغسل رکھا اس نے مجھے سے بغسل رکھا، جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ (۲) جبریل نے رسول کو خبر دی کہ پورا پورا سفید روشنی ہے جس نے رسول کی حیات میں اور بعد موت علی کو دوست رکھا اور علی کو دشمن رکھنے والا مجرم پور شقی ہے۔ (۳)

یعنی غسل ضرور جانتا ہے کہ آل محمد کی متاز ترین فرد علی کو گالی دینے والے یا اہم طرازی کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ رسول نے فرمایا ہے کہ علی کو پاک نسب ہی دوست رکھے گا اور علی سے نطفہ ناتحیثیت ہی نفرت کرے گا۔ (۴) علی سے بغسل وہی رکھے گا جس کے استقرارِ محل کے وقت اپنی اس کے باپ کے ساتھ شریک ہوگا۔ (۵) عبادہ بن صامت تو صاف کہتے کہ وہ اپنے بچوں پر حب علی پیش کرتے۔ اگر وہ انکار محبت کرتا تو ہم سمجھ جاتے کہ ہمارا نظر نہیں ہے۔

۱- نزدِ المجالس، ج ۲، ص ۲۲۷۔

۲- استیعاب، ج ۲، ص ۳۶۱ (اقلم الثالث، نمبر ۱۸۵۵) ذخیر الحکیم ص ۲۵، الاصابة، ج ۳، ص ۱۰۳ (ج ۲، ص ۵۲۲، نمبر ۵۸۶۶) نزدِ المجالس، ج ۲، ص ۲۰۷۔

۳- ریاض المضر، ج ۳، ص ۲۱۵ (ج ۳، ص ۲۷۴) الفضول الحمیم، ص ۱۶۱ (۱۲۲) مجمع الرواکن، ج ۹، ص ۱۳۲، کنز العمال، ج ۶، ص ۳۰۰ (ج ۱۳، ص ۳۵، حدیث ۳۶۳۵۸) نزدِ المجالس، ج ۲، ص ۲۰۷۔

۴- ریاض المضر، ج ۲، ص ۱۸۹ (ج ۳، ص ۲۸۹) (نمبر ۱۳۲۶)۔

حافظ جزری اسے نقل کر کے صاف کہتے ہیں کہ قدیم زمانے سے آج تک بھی مشہور ہے: علیٰ سے وہی نفرت کرے گا جو حرامی ہو گا۔ (۱)

یہ کتاب حیات محمدؐ کے بعض مہملات تھے۔ حیرت ہے کہ محمدؐ عادل زعیر، ان مہملات کی مغدرت بھی پیش کرتے ہیں کہ میں بعض چیزوں پر حاشیہ لکھنا چاہتا تھا لیکن یہ حدود ترجیح سے باہر کی بات تھی۔ لیکن یہ عذر معمول نہیں۔

﴿انَّ الَّذِينَ يَعْبُدُونَ إِنْ تَشْيِعَ الْفَاحِشَةَ فِي الدِّينِ أَمْنُوا لَهُمْ عِذَابُ الْيَمِّ فِي الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ﴾ "جو لوگ فرش باتوں کو پھیلا ناپسند کرتے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں دروٹاک عذاب دیا جائے گا"۔ (۲)

تألیف کے مکروہ چہرے

ہائے مظلومی دل ٹکم ہی منصف ہے جہاں

عصر حاضر کے ادیبوں نے اسلام کو شرم ناک حالات سے دوچار کرتے ہوئے روحانی ادب اور امانت دینی کا ستیاناں مار دیا ہے، نقل قول میں خیانت، من مانی تاویلات اور خاصان خدا کے ساتھ کہنہ توڑی کے ایسے ایسے ذلیل مظاہرے کئے ہیں کہ دیکھ کر آتش غصب بھڑک لختی ہے۔ اسی قسم کی تالیفات میں مندرجہ ذیل کتابیں ہیں:

۱۔ الصراع بين الاسلام والوثنية؛

۲۔ الوشیعہ فی الرد علی الشیعہ؛

۳۔ فجیر الاسلام؛

۴۔ ضحى الاسلام؛

۱۔ اتنی الطالب، ج ۸ (ص ۵۸-۵۷)

۲۔ سورہ نور بر ۱۹

۵۔ ظہر اسلام:

۶۔ الجولہ فی ربوع الشرف الادنی:

۷۔ المحاضرات للحضری:

۸۔ السنۃ و الشیعہ:

۹۔ الاسلام الصحيح:

۱۰۔ العقیدہ فی الاسلام:

۱۱۔ خلفاء محمد:

۱۲۔ حیاة محمد:

ان میں حوالوں کا فتنہ ہے، اصول علم کی ریڑھ ماری گئی ہے، اتهامات کے انبار لگائے گئے ہیں۔ ایک ہی موضوع سے متعلق دو کتابیں نہونے کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔ کتاب امام علی ابونصر اور کتاب امام علی، استاد ابوالفتح عبد العقد۔ اول الذکر میں اموی نظریات کے ذیل مظاہرے ہیں دوسرا میں حقائق کو روشن کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگرچہ مصادر کے عدم تذکرہ کی وجہ سے ذاتی نظریہ پر بھی کتاب ہو کر رہ گئی ہے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا بُوْعَطُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرٌ لَّهُمْ وَأَشَدُ ثَبِيتًا﴾ "اگر یہ اس نصیحت پر عمل کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہی ہوتا اور ان کو زیادہ ثبات حاصل ہوتا"۔ (۱)

ابن رومی

وفات ۲۸۳ھ

یا هند لم اعشق و مثلی لا یبری عشق النساء دیانة و تحرجا
 ”اے ہند! میں عاشق ہوں۔ میرے جیسا عشق زنان کی معصیت کرے گا کیوں؟ چونکہ میرے
 سینے کی گہرائیوں میں عشق و مسی رسول موبیں مار رہا ہے۔
 وہ روشن چراغ ہیں اور ہر شخص انہیں کی برکت سے عذاب سے چھٹکارا پاتا ہے۔ اگر میں نے ان
 کی محبت ترک کر دی تو قیامت میں گناہوں سے نکلنے کا سوال ہی نہیں۔
 مجھ سے کہو کیا میں ان کا سیدھا راستہ چھوڑ کر نادانی میں نیڑھا راستہ اختیار کروں۔ میں انہیں مانند
 طلائے ناب ششی اور دوسروں کو تقدیمی نظر سے فساد انگیز پار رہوں، ان کا مقام ہر باعظمت کے مقابل
 مانند آفتاب یا بدر منیر ہے۔
 رسول نے ان کے بارے میں غدیر کے دن ایسی بات کہی جس میں سامعین کیلئے کوئی ابہام نہ تھا
 ”جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ میری طرح مولا ہیں“، پھر افتخارانہ رسم تاج گزاری فرمائی۔ اور اسی
 طرح فاطمہ کے نکاح کے وقت تاج گزاری فرمائی جب دوسروں کو انکار کر کے علیٰ سے عقد کیا۔ جنگ
 نہر و ان کے وقت لشکر کا پل عبور کرتے ہوئے ان کا ناقابل فراموش مجزہ ہے، ان کے لئے غروب کے
 بعد سورج پٹا۔ حالانکہ پوری طرح اس کی روشنی ضیا پار ہی تھی۔ (۱)

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۱، ص ۵۳۱ (ج ۳، ص ۲۸)۔

شاعر کا تعارف

ابو الحسن، علی بن عباس بن جرجی۔ ابن روی کے نام سے مشہور تھے۔ شیعیت کے لئے مائی نازش اور نادرہ روزگار تھے۔ ان کے زرین و نقیص اشعار بلاغت کی جان اور سورج کی ضیاؤں سے زیادہ تباہاک ہیں۔ مدح، بحوار و تغول کے ممتاز ترین شاعر تھے، اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ ان کے محاسن، بیان سے باہر ہیں۔

ان کی شاعری کا مطبع نظر صرف اور صرف مدح آل رسول تھا۔ وہ مدح سرائی الہ بیوق اور دشمنان آل کے حملوں کا دفاع کرتے تھے، ابن صباح ماگنی نے انہیں شاعر امام حسن عسکری کہا ہے۔ (۱)

ان کا دیوان، مسکی اور مشقاں کے یہاں سودرق نیز احمد بن ابی قصر اور خالد کے یہاں بھی سودرق پر مشتمل ہے۔ صولی نے دوسو تک باعتبار حروف تھجی مرتب کیا ہے۔ موجودہ نسخہ ابن عبدوس کا مرتبہ ہے جو سب سے زیادہ ہے اور لگ بھگ ہزار شعروں پر مشتمل ہے۔

ابو بکر محمد خالدی اور عثمان سعید خالدی نے ابن روی کے شعری حالات پر کتاب لکھی ہے۔ (۲)

ابن سینا نے منتخب اشعار جمع کر کے مشکل اشعار کی شرح کی ہے ان کا بیان ہے کہ میرے استاد نے مجھے دیوان ابن روی یاد کرنے کو کہا۔ میں نے مختلف شخصوں کو جمع کر کے چھ دن سے کچھ زیادہ میں یاد کر لیا۔ (۳)

ابو الحسنین حمدانی، اسماعیل خزاںی اور ابو الحسن بخت نے ابن روی کی ستائش کی ہے۔ مزید عظمت معلوم کرنے کیلئے فہرست ابن ندیم، تاریخ خطیب بغدادی، مجمم الشراء، امامی سید مرتضی، مروج الذهب؛ عمده ابن رشیق؛ معالم العلماء؛ دفیات الاعیان... وغیرہ کو دیکھا جا سکتا ہے۔ (۴)

۱- فصول الحمدہ، ص ۳۰۲ (ص ۲۸۱)، نور الاصمار، ص ۱۲۶ (ص ۳۲۸)۔

۲- فہرست ابن ندیم، ص ۲۳۱، ۲۳۵ (ص ۱۹۵، ۱۹۰)۔ ۳- کشف الظنون، ج ۱، ص ۲۹۸ (ج ۱، ص ۲۶۶)۔

۴- فہرست ابن ندیم، ص ۲۲۵ (ص ۱۹۰) تاریخ بغدادی، ج ۱۲، ص ۲۳، مجمم الشراء، ص ۲۸۹ (۲۵۲، ۲۸۵) امامی سید مرتضی، ج ۲، ص ۱۰۱، مروج الذهب، ج ۲، ص ۳۹۵ (ج ۲، ص ۳۰۱) العددہ، ج ۱، ص ۵۶، ۶۱، ۹۱ (ص ۷۲، ۲۹، ۱۱۰)، معالم العلماء (ص ۱۵۱) دفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۸۵ (ج ۱، ص ۳۵۸)۔

اکثر نے اپنے اہتمام سے ابن روی کے آثار جمع کئے ہیں، ان میں ابوالعباس احمد بن محمد بن عبد اللہ بن عمار (م ۳۱۹)؛ ابوغمان ناجم؛ ابوالحسن نویختی لائق ذکر ہیں۔ (۱) متأخرین میں استاد عباس محمود عقاد نے اس سلسلے میں دقيق کوشش کی ہے اور اپنی کتاب میں کہتے ہیں کہ ابن روی نے آٹھ خلفاً کو دیکھا جو یہ ہیں: واثق، متکل، بخصر، مستعین، بمعقر، محمدی، محمدناوار، محظی۔

ابن رشیق کے نزدیک مولدین شعراء میں تحریر و معانی آفرینی کے لحاظ سے ابو تمام اور ابن روی ممتاز ترین شاعر ہیں۔ (۲)

سعید بن ہاشم خالدی کے مطابق: ابن روی بروز چہار شنبہ بعد طلوع فجر دوسرا ماہ رب جب ۴۲۷ھ بغداد کے معروف مقام حقیقہ میں پیدا ہوئے۔ ابن روی عبد اللہ بن عیسیٰ کے آزاد شدہ غلام تھے، خود انہیں کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روی الاصل تھے، ان کے دادا کا نام جرجی یا جرجیس بلاشبہ یونانی نام ہے۔ اس طرح ان لوگوں کا قول بے وقت ہو جاتا ہے جو کہتے ہیں کہ چونکہ بچپن میں بہت خوبصورت تھے اس لئے ابن روی نام پڑ گیا۔

ان کے باپ کی نامور ان علم و ادب کے دوست تھے مثلاً مہر لفت و انساب "محمد بن حسیب راوی" اسی لئے ابن روی کی ان کے یہاں اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ انہوں نے ابن روی کی ذکاوت پر خصوصی توجہ دی، جب کوئی خاص بات انہیں پسند ہوتی تو کہتے اسے یاد کرلو۔

ہم جانتے ہیں کہ ابن روی کی والدہ ایرانی تھیں۔ خود وہ کہتے ہیں کہ میر انہال ایران ہے اور دو صیال روم ہے پس مجھے سیاست ساسانی درشی میں ملی ہے۔ وہ فارسی زبان بھی جانتے تھے۔ جب ان کی والدہ کا انتقال ہوا تو جوانی کی حدیں گزار کے بڑھاپے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ماں کا مرثیہ کہا ہے:

اقول: وقد قالوا: اتبکى لفاقت
رضاعاً و اين الكهل من راضع الحلم
ومن يبك اصالِم قدم قط لا دوم
هي الام بالناس جزعت فقدها

۱۔ مجمع الادباء، ج ۵، ص ۲۲۹ (ج ۱۳، ص ۲۶۷)۔

۲۔ مؤلفات العقاد، ج ۱۵۔

علامہ ایمنی فرماتے ہیں کہ ان کی ماں کا نام حسنہ بنت عبد اللہ بجزی (۱) تھا، بجز ایران کے شہر خراسان کا موضع ہے، اس طرح وہ خالص ایرانی تھے۔

ان کے بڑے بھائی محمد بڑے اچھے ادیب و مشی تھے۔ عبد اللہ بن طاہر کے ملازم تھے، ابن روی سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ پھر ابن روی کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں رہ گیا۔ بعض عباری وہاں کبھی کبھی حسن سلوک کر دیا کرتے تھے، ان کے شعروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بھائی اور بھی تھے جن سے تعلقات اچھے نہیں تھے۔

اولاد

ابن روی کے تین بیٹے تھے: بهرہ اللہ، محمد اور ایک نام دیوان میں موجود نہیں۔ تینوں کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے بڑے دروائیز مراثی کہے ہیں، محمد کی بیماری و موت کا مرثیہ تو دل ہلا دیتا ہے:

تُونَّخِي حَمَامُ الْمَوْتِ أَوْسْطَ صَبَّيَيِ
فَلَلَهِ كَيْفَ اخْتَارَ وَاسْطَةَ الْعَقْدِ
عَلَى حِينَ شَمَسَتِ الْحَيَّهِ فِي لِمَحَاهَهِ
وَ آنْسَتَ مِنْ افْعَالِهِ آيَةَ الرُّشْدِ

اساتذہ

ان کے باقاعدہ اساتذہ کا پہنچاں کیں چلتا لیکن آغانی (۲) کے جملہ مفترض سے پہنچتا ہے کہ ابن روی نے ثعلب سے روایت کی ہے: ثعلب، حماد، ابن خحاک..... ایک دوسری جگہ ابن روی تنبیہ سے روایت کرتے ہیں: ابن تنبیہ، عمر، سکونی، باب دادا اور وہ حسین بن خحاک سے۔ چونکہ قدیم زمانے میں روایت کرنے کا مطلب زانوئے ادب تھے کہنا ہوتا تھا اس طرح ان لوگوں نے ابن روی کو حدیث کا الملا فرمایا۔ جس وقت ابن تنبیہ کا انتقال ہوا اس وقت ابن روی کی عمر تیس سال تھی۔

۲۔ آغاںی (ج ۷، ج ۱۹۸)۔

۱۔ مجم اشراء، (ص ۱۳۵)

گزشہ صفات میں بیان کیا گیا کہ ابن رومی اپنے باپ کے دوست، ماہر لغات محمد بن جبیب سے وابستہ تھے۔ ان سے بعض مفردات لغات میں ان سے مراد ہے کہ اس لئے وہ بھی استاد ہوئے۔ ان تین کے علاوہ کسی چوتھے استاد رومی کا پتہ نہیں چلا لیکن اتنا طے ہے کہ ابن رومی نے جس سے بھی اکتساب فیض کیا بھر پور کیا۔ قدیم و جدید علوم کے علاوہ فکری تحریر میں اپنے زمانے کے ممتاز ترین دانشور تھے۔ مصری کہتا ہے کہ وہ فکر و نظر کے اعتبار سے عظیم فلق تھا۔ مسعودی کہتا ہے کہ اشعار تو اس کا مکترین تعارف ہیں۔ اس کے فلسفیانہ اشعار سے علوم پر کامل دسترسی اور اصطلاحات علمی کے رسوخ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ابن رومی کے خطوط

ان کے اشعار ہم زیر یہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم کے ساتھ وہ نثر کا بھی مردمیدان تھے۔

الْمَتَجَدُونَى آلَ وَهَبَ لِمَدْحُكْمٍ بِشِعْرٍ وَنَثَرٍ اخْطَلَّا مِنْ جَاءَ خَطَا

بنابریں ان کے کچھ نثر پارے نمونے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں:

۱۔ قاسم بن عبد اللہ کو خط لکھ کر اپنی برائت ظاہر کرتے ہیں:

”تَرَفَعَ عَنْ ظَلْمِي إِنْ كَنْتَ بِرَئِيَا وَ تَفْضُلَ بِالْعَفْوِ إِنْ كَنْتَ مُسِيَّا فَوَاللهِ إِنِّي لَا طَالِبٌ عَفْوَ ذَبَتْ لِمَ اجْنَدَ وَ التَّمَسَ الْأَقْلَةَ مِمَّا لَا أَعْرِفُهُ لِتَزْدَادَ تَطْلُوا وَ ازْدَادَ تَذَلْلاً وَ إِنَّا أَعْيَدْ حَالَى عَنْدَكَ بَكْرَمَكَ مِنْ وَانْ بَكِيدَهَا وَاحْرَسَهَا بِوْفَائِكَ مِنْ بَاعِ يَحَوْلَ افْسَادَهَا.....“

۲۔ ایک بیمار کی عیادت میں خط لکھتے ہیں:

”اذْنَ اللَّهِ فِي شَفَائِكَ وَ تَلْقَى دَاءَكَ بَدْوَائِكَ وَ مَسِيحٌ بِيَدِ الْعَافِيَةِ عَلَيْكَ وَ وَجْهٌ وَ قَدِ السَّلَامَتُهُ.....“

۳۔ گل رگس کی گل سرخ پر برتری کے متعلق کہتے ہیں ہیں:

”الْرَّجْسُ يَشْبَهُ الْأَعْيُنَ وَ الْوَرْدُ يَشْبَهُ الْخَدُودَ.....“

پھر اس کی محسوساتی توجیہ پیش کی ہے۔

ابن روی کا عقیدہ

تیسرا صدی ہجری میں دانش و فکر کی پریشان خیالی اپنے عروج پڑھی، اپنے اسلام کی توجیہ علوم جدیدہ کے مقابلے میں کر کے صاف نئے نکنا مشکل تھا۔ ابن روی علوم جدیدہ سے بہرہ حاصل کرنے کے باوجود وہ مسلمان اور اپنے اسلام میں مستقیم تھے۔ بے شیعہ، معزی اور قدیری تھے اور اس زمانے کا سب سے زیادہ محفوظ ترین عقیدہ مانا جاتا ہے۔ معزی نے رسالہ غفران (۱) میں لکھا ہے کہ بندادیوں کا عقیدہ ہے کہ ابن روی شیعہ تھا۔ وہ اس کے تصدیہ جیسے سے استدلال کرتے ہیں لیکن میری نظر میں ابن روی کا عقیدہ بھی وہی تھا جو دوسرے شرعاً کا تھا۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ معزی نے ابن روی کے تشیع کی تردید کیوں کی۔ آخر شرعاً، شیعہ بھی تو ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض عظیم شرعاً نے والہانہ تشیع کا مظاہرہ کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ معزی کو ابن روی کے تمام اشعار کی خرنبیں تھیں اس لئے اس پر حقیقت مذہب اور جمل رعنی۔ پھر یہ کہ صرف تصدیہ جیسے ہی اس کے اظہار تشیع کے لئے کافی ہے کیونکہ اس مدح سرائی سے کسی طبع کی توقع نہیں تھی بلکہ اپنے کو طاہریوں اور عباسیوں کے خطرات میں جھوٹنے کے متادف تھا۔ وہ اپنے قصیدے میں عباسی خلافت کے خلاف مجاز آرائی کرنے والے۔ مسیح بن عمر بن حسین بن زید بن علی بن حسین کا مرثیہ کہتے ہوئے بد کردار طاہری حکام کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں عباسیوں سے مخاطب ہیں: اے بني عباس! اپنے مظالم بند کرو، اپنے عیوب چھپاؤ۔ اپنے بد کردار حکام کو گمراہیوں سے نکالو جو فساد پھیلارہ ہے ہیں۔ اس دن کا انتظار کرو جب حق اپنے حقدار کی طرف پہنچے گا اور جو آج غمگین ہیں کل انہیں کی طرح تم غمگین ہو گے، وہ دن جلد ہی آنے والا ہے جب تم اپنے کیفر کردار کو پہنچو گے۔ تم پر محبت خدا تمام ہو جکی ہے آج کی کیفیت فشانی کا پھل تمہیں کل ملے گا۔ اپنی موجودہ حالت پر پھولوںہیں، حالات ایک طرح نہیں رہتے ایک معمولی شرارہ خاکستر کا تمہیں بتاہ کر سکتا ہے۔

کیا کوئی شیعہ، یعنی عباس سے اس سے زیادہ واضح اور سخت کلام کر سکتا ہے کہ علوی حکومت سے ذروہ۔ وہ عباسیوں کو زوال کی بشارت دیتے ہیں۔ پھر ان قام حق کی حقدار کی طرف واپسی اور دشمنوں کی سرزنش کا وہی انداز اختیار کرتے ہیں جو ایک شیعہ کا ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ واضح انداز میں قصیدہ فونیہ ہے جس میں دشمنوں کی ہلاکت کی آرزو اور ان کی نجات کی میں کوتا ہی پر اپنے نفس کو ملامت کرتے ہیں:

”اگر تمہارے دشمنوں کی حکومت ہے تو نگہبان بھی گھات میں ہے۔ یہ اپنے میں مگن روشن حق کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ صبر کرو کہ انہیں بھی خدا اسی طرح ہلاک کرے گا جس طرح ملوک یمن کو ہلاک کیا۔“ اسی طرح دوسرے اشعار ہیں۔ جو شخص اس طرح بات کرے اس کی شیعی وابستگی میں کلام نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بغیر کسی مادی فائدوں کے محبت علیٰ میں رہنے کو معرض خطر میں ڈالتا ہے۔ وہ تجی بن عمر کو شہید کے لقب سے یاد کرتا ہے۔

ان کا شعر ہے:

”ذخیری کے نیزے نے اس کو پارچہ خونین پہنایا اب وہ قرمی رنگ میں خدا کے حضور ہے۔“ ان اشعار سے ان کا شیعہ ہونا واضح ہوتا ہے کیونکہ وہ اس میں شیعیت کو ایک حکومت اسلامی کے روپ میں دیکھتے ہیں برخلاف دوسرے شعرا کے جو معتدل تشیع کے حال تھے اور بہتر کے مقابلے میں کمتر کی حکومت کو جائز سمجھتے تھے۔ بعض صحابہ کو راجحہ تھے، اس قسم کے زیدی شیعہ، تجی بن عمر کی فوج میں بھرے پڑے تھے۔

واضح رہے کہ ابن روی کو تشیع اور اہل بیت سے وابستگی واضح بات ہے اس کے علاوہ انہوں نے بچ کا نام علیٰ رکھا جو شیعوں کا محبوب ترین نام ہے، ان کے باپ کی عباسی ملازمت پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ بعض عباسی خلفاء علیٰ واولاً علیٰ کا احترام بھی کرتے تھے۔ اس کا ثبوت مقضداً و مضر کے واقعات میں فراہم کیا جاسکتا ہے۔ ابن روی نے ان کی مدح بھی کی ہے، مبشر نے تو اپنے باپ متول کو تو ہیں علیٰ پر برہم ہو کر قتل بھی کر دیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کا بہترین عقیدہ وہی ہے جو خوف کے ماحول میں دلیری عطا کرے، جب گردش روزگار برہم کرے جو موجودہ حالات پر بھرے ہوئے ہیں۔ اس

طرح وہ دوسرے شراء کے برخلاف شیعہ تھے۔ ابن روی اپنے معتزلی عقیدے پر بھی فخر کرتے ہیں۔ لیکن ان کا یہ عقیدہ تابع قدریہ ہے، ان کے بعض اشعار سے ان کے ان نظریات کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ معتزلی اور اہل توحید و عدل ہیں۔ جو قرآن کو مخلوق مانتے ہیں قدیم نہیں، قدریہ کے ساتھ عدلیہ موداد اس لئے اپنے کو کہتے ہیں کہ حدیث ہے: قدریہ اس امت کے محوس ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم قدریہ نہیں ہیں یہ ان لوگوں کو زیب دیتا ہے جو عقیدہ فدر رکھتے ہوں۔ ہم تو اہل توحید و عدل ہیں۔

اسی طرح ابن روی کا عقیدہ ہے کہ انسان فاعل مختار ہے ان کے بہت سے اشعار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن رزق کے معاملے میں وہ تقدیر کے قائل ہیں، لیکن ابن روی کا عدل الہی پر بھروسہ اور ظلم و فسادات سے تزیر کا نظریہ خود انہیں سے مخصوص نہیں، ہر مومن جو خدا کے صفات جلال و جمال کو پہچانتا ہے یہی عقیدہ رکھتا ہے۔

وہ اہل بیٹ کی مودت کو نص قرآن سے واجب سمجھتے ہیں جو مثل کشی نوٹ ہیں، جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا اور جس نے روگروانی کی ہلاک ہوا۔ اہل بیٹ قرین کتاب الہی اور رسول خدا نے اپنے جانشین کی حیثیت سے ان کا تعارف کرایا ہے وہ امانت رسول ہیں جس نے ان کا مضبوطی سے دامن تھام لیا کبھی گمراہ نہ ہو گا۔

ہجویہ شاعری

تیسری صدی ہجری میں دو عظیم ہجویہ شاعر پیدا ہوئے۔ ابن روی اور دعل دونوں نے حکام، خلفاء اور دیگر افراد کو خوب خوب لتاڑا ہے۔ ابوالدلااء نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

انی لا فتح عینی حين افتحها علی کثیر ولكن لا ارى احدا
ان دونوں کے مانند تھے تو اس صدی میں نہ اس کے بعد کوئی پیدا ہی نہ ہوا۔ ابن روی کو لوگوں سے تقریباً نہیں ہے، نہ وہ معاشرہ کو تحلیل پڑھی کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ لفظی بازیگری کے ذریعے لوگوں کو ان کے مصالب سے روشناس کرانا چاہتے ہیں۔ اچھی خاصی تصوریں میں غلط سیرت نے جو کارروں کی شکل پیدا

کر دی ہے اسے نمایاں کر دینا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ اپنی فتحی مہارت کے خوب خوب جو ہر دکھاتے ہیں۔ وہ بد نفس اور زور نہ بھی نہیں تھے۔ پھر سوال یہ ہے کہ آخر انہوں نے ہجومی شاعری کیوں کی؟ جبکہ اسے اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ بات یہ ہے کہ وہ با کمال تھے اپنے علم و دانش اور شعر و ادب کو اعلیٰ مذاہب کے لائق سمجھتے تھے لیکن وہ دیکھتے تھے کہ اس سے پست ترا فراد کی پذیری ای ہو رہی ہے اور وہ خود اس سے محروم ہیں۔ وہ بلند پایہ شاعر و خطیب تھے۔ معلومات کا دائرة انتہائی وسیع تھا۔ منطق، بیت، لغت اور دوسرے عصری علوم سے پوری طرح آراستہ تھے۔ اس قسم کے افراد جو شعر و فلسفہ و نجوم پر دسترسی رکھتے ہوں، ماہر لغات ہوں، انہیں منصب ملنا ہی چاہیے تھا۔ اکثر افراد جو اس کے ہم پایہ نہیں تھے اس منصب سے یہ فراز تھے۔ ابن زیات صرف ایک گلمہ کی تفسیر کر کے منحصر کے مخصوص کے بیہاں وزیر ہو گیا۔ حالانکہ ابن روی کے بیہاں غراب الفاظ کی اس قدر بہتات ہے کہ اس کے ہم عصر گرد پا کو بھی نہیں پاسکتے۔

انہیں وزارت نہیں ملی تھی تو کسی وزیر کی ذیوڑھی ہی ملتی۔ نہ یہ ہوانہ وہ، کیا اس سے زیادہ ناقدری کا تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟ مگر بات تھی کہ وہ اکثر اپنے سے پوچھتے تھے: میں اپنی تکوار کو نیام سے نکال کر دوبارہ کیوں نیام میں رکھوں، لوگوں کو کیوں نہ سمجھا دوں کہ میری تکوار نیام سے باہر ہے۔ میں اپنے تجربات نچوڑتا رہوں گا۔

معاصر شعراء

ابن روی کے معروف ہم عصر شعراء میں حسین بن ضحاک، عبدالخزاعی، بصری، علی بن حجم، ابن معقر، اور ناجم لائق ذکر ہیں۔ لیکن ان میں صرف دو شعراء ہی سے ان کی شناسائی تھی: حسین بن ضحاک اور عبدالخزاعی۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ ابن روی اور ابن حاجب، محمد بن احمد میں یارانہ تھا، آپس میں خوش طبی بھی تھی چنانچہ ایک بار وعدہ کے مطابق ایک دن ابن روی اس کے گھر گئے، ملاقات نہ ہوئی تو کچھ اشعار کہے، ان کا پہلا شعر ہے:

نجاک یا بن الحاجب الحاجب ولیس یسنجو منی الہارب

ابن حاجب نے بھی اس کا جواب دیا۔ (۱)

عقاد کہتے ہیں کہ ابن روی کو حسین بن ضحاک کے اشعار بہت پسند تھے۔ وہ انہیں نقل بھی کرتے تھے، دوستوں سے بیان بھی کرتے۔ وہ مراتوا ابن روی کی عمر ۲۹ سال تھی۔ لیکن کسی سیرت میں ان دونوں کی ملاقات یا شناسائی کا تذکرہ نہیں ملتا۔ لیکن عمل کی طرف ابن روی کا میلان تھا اور اس کی وجہ اظہار تشکیل ہے۔ وہ غالباً شیعہ تھے اور اسی وجہ سے میلان کے حالات استوار ہوئے۔

دوسری وجہ عمل کی ہجومی شاعری بھی ہو سکتی ہے، عمل کے انتقال کے وقت ابن روی کی عمر ۲۵ سال تھی۔ لیکن ان دونوں کی ملاقات و تعلقات کا تذکرہ میں پتہ نہیں۔ لیکن بھڑی اور ناجم سے تعلقات تھے، ابن روی نے بھڑی سے ناجم کے گھر پر ملاقات کی تھی۔

علی بن جنم سے ابن روی کے عقائد اور نظریاتی اختلاف کی وجہ سے تعلقات نہیں تھے بلکہ شدید نفرت تھی، ابن روی کہتے ہیں کہ شیعہ و ناصیہ سے ہرگز میل نہیں۔ پھر یہ کہ اس نے ابن روی کے عدیہ موحد ہونے پر پڑھ بھی کیا ہے۔

ابن مخزپیدا ہوا تو ابن روی جوان تھے۔ وہ شعر کہنے کے لائق ہوا تو یہ چالیس سے اوپر ہو چکے تھے، شہرت ہوئی تو یہ بوڑھے ہو چکے تھے۔ اسی لئے اس سے اقتباس یا نظریاتی اکتساب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

تارت خ وفات

ابن خلکان کہتا ہے کہ ابن روی نے روز چارشنبہ ۲۹ جمادی الاولی ۲۸۳ یا ۲۷۰ میں قضاۓ الہی کو لبیک کہا اور مقبرہ باب الجعتان میں وفن ہوا۔ (۲)

بعد کے سیرت نگاروں نے ابن خلکان کی چیزوی کی، ان کی چند دلیلیں ہیں جن کی بنا پر اس شک و تردید کو مانتے ہی بنتی ہے:

۱۔ تجم مرزاںی، ص ۳۵۳ (ص ۳۰)

۲۔ وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۳۶۱، نمبر ۳۶۳۔

۱۔ خود ابن رومی کہتے ہیں کہ کیا سانحہ سالہ بوڑھا عشق و نشاط میں مست ہوتا ہے؟

ان کی تاریخ ولادت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ۲۸۱ میں ان کا سانحہ سال پورا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سنہ تک وہ زندہ رہے ہیں۔ اسے ضرورت شعری نہیں کہا جاسکتا کیونکہ ایک شعر میں خس و خمین (۵۵) کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۲۔ مسعودی کہتا ہے کہ قطر الندی بنت خارویہ بغدادی پنچی اور ابن جحاصل سے ذی الحجہ ۲۸۱ میں شادی کی، ابن رومی نے بزرگ مرد عرب کی خاتون عجمی سے شادی پر زینت کا تبرہ کیا۔ (۱)
علامہ امینی فرماتے ہیں: طبری نے روز یکشنبہ و سری ۲۸۲ میں قطری الندی کا ورود بتایا ہے۔ (۲)

۳۔ خلیفہ کے ازدواج پر ابن رومی کا قطعہ ہے جو ۲۸۲ میں واقع ہوا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ وفات شاعر ۲۸۰ میں ہونے کا سوال ہی نہیں کیونکہ خلیفہ معتمد کے پچاکی بیعت کا خود ابن رومی نے تصدیہ کہا ہے جو ۲۸۲ میں واقع ہوئی۔

عقاد کہتے ہیں کہ لیکن میرے نزدیک ۲۸۲ کو ترجیح حاصل ہے اس بناء پر ابن رومی کی تاریخ وفات ۲۸۳ متحقق ہوتی ہے۔ جو لوگ ۲۸۳ کہتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ اس ترجیح کو دون و تاریخ کے توافق سے تقویت ملتی ہے، ششی حساب سے جمادی الاول ۲۸۳ میں بغداد میں گرمیاں آگئی تھیں۔ ناجم کہتے ہیں کہ میں حالت نزع میں ابن رومی سے ملنے گیا۔ اس کے چاروں طرف برف رکھی ہوئی تھی۔ اس طرح پہلا قول ہی تحقیق ہوتا ہے کہ ۲۸۲ جمادی الاولی بروز چہارشنبہ، ۲۸۳ کو ان کی وفات ہوئی۔

شہادت

تمام مورخین لکھتے ہیں کہ زہر سے ان کی موت ہوئی۔ اور قاسم بن عبد اللہ نے یا اس کے باپ نے

۱۔ مروج الذهب، ج ۲، ج ۳۸۸ (ج ۳، ص ۲۸۹)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۱۱، ج ۳۲۵ (ج ۱۰، ص ۳۹، حوارث ۲۸۲)۔

زہر دیا۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ابو الحسن قاسم بن عبید اللہ بن سلیمان بن وہب وزیر معتمد کو ابن روی کے بھجویہ شعروں کا خوف تھا۔ اس نے ابن فراش کی سازش سے زہر دلوایا۔ ابن روی وزیر کے گھر میں تھا۔ ابن فراش نے زہر آلوخ حشنا نجف (عربی غذا) اسے کھلایا۔ ابن روی نے کھاتے ہی زہر کا اثر محسوس کیا اور مجلس سے اٹھ گیا۔

وزیر نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ ابن روی نے جواب دیا؛ جہاں تم بیچج رہے ہو۔ وزیر نے کہا:
میرے والد کو میر اسلام کہہ دینا۔

ابن روی نے عقابی نظر ڈالتے ہوئے کہا: جہنم میں نہیں جا رہا ہوں۔ (۱)

امیل سید مرتفعی میں ہے کہ ابن روی کی وزیر عبید اللہ بن سلیمان کے بیہاں اکثر بیٹھ کھوتی تھی۔ ایک شتر نانے کی فرمائش کی، ابن روی نے شتر نانے تو عبید اللہ نے کہا: اس بوڑھے کی عقل سے زیادہ زبان بھی ہے، ایسے شخص کی بھجو سے ڈرتے رہنا چاہیے اسے اپنے سے دور کرو۔ کہنے لگا کہ ڈرتا ہوں اگر نکال دیا تو میرے سارے بھید فاش کر دے گا۔ اس نے کہا: نکالنے سے میرا مطلب ہے شمع حیات گل کر دو۔ ابن روی کے سخت دشمن ابن فراس نے قاسم سے کہا۔ اس نے حشنا نجف میں زہر دیدیا جس سے ابن روی کی موت واقع ہوئی۔ باقظانی کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ ابن فراس نے نہیں بلکہ ابن روی کو عبید اللہ نے قتل کیا۔ (۲)

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن سلیمان تو ابن روی کے بعد ۲۸۸ میں مرا اس لئے قاسم کیے کہے گا کہ میرے والد کو مسلم پہنچا دینا۔ دوسری روایت میں اشکال کیا جاتا ہے کہ عبید اللہ کی تو پہلے سے آشنا تھی۔ پہلی بار دیکھنے کا کیا سوال اٹھتا ہے۔ لیکن یہ دونوں اعتراض مہمل ہیں۔ کیونکہ بیہاں دیکھنے کا مطلب ملاقات نہیں بلکہ محض یہ دیکھنا تھا کہ وہ بیہاں موجود ہے یا نہیں اور یہ کہ قاسم نے سلام نہیں کہلوایا تھا بلکہ عبید اللہ نے اپنے والد کو مسلم کہلایا تھا۔

افوه جانی

وقات زمان

مناقب ابن شہر آشوب کے مطابق کسی سپدی کی تعریف میں یہ اشعار کہے:

ابن الذى ردت عليه الشم س فى يوم الحجبا (۱)
 ”اس کا فرزند جس کے لئے ذوبنے کے بعد آفتاب پلٹ آیا۔ اس کا فرزند جو حیات کے دن جہنم
 بانٹے گا۔ جوندری کے دن لوگوں کا مولا بنایا گیا ہر مکار اور شکلی کے برخلاف“۔
 پیاشعار بھی، صراط مستقیم (۲) میں ملتے ہیں:

قالوا : ابو بکر لہ فضلہ قلنا اللہم : هناء اللہ
 ”انہوں نے کہا کہ ابو بکر کے بہت سے فضائل ہیں۔ میں نے کہا: خدا مبارک کرے کیا تم خلیجہ
 غدری بھول گئے کیا کسی بندے خدا کو مولا ہونے میں شک ہو سکتا ہے بلاشبہ علیٰ، ہر اس شخص کے مولا ہیں
 جس کے رسول خدا مولا ہیں۔“ -

شاعر کا تعارف

ابو الحسين، علي بن محمد بن جعفر، بن محمد بن زيد شهید، حمانی، کوئی، عرفیت الافوہ تھی۔ لباب الانساب

۱- مناقب ابن شهر آشوب، ج ۱، ص ۳۵۸-۳۵۷

٢- الصراط المستقيم (٢٢، ص ٢٧، نمبر ٥)

میں ہے کہ الافہ ان کا لائب تھا۔ (۱)

ان کے والد حمال تھے۔ اس لئے ان کے فرزندوں کو بھی حمال کہا جاتا ہے۔

حملان کو نے کا ایک محلہ تھا اور حمالی قبیلہ بنی تمیم کی طرف منسوب افراد کہے جاتے ہیں۔ بعد میں جو لوگ غیر حمالی تھے حمان میں آباد ہو گئے، انہیں بھی حمالی کہا جانے لگا۔ اسی وجہ سے بعض تذکرہ نگاروں کو غلط فہمی ہوتی۔ (۲)

حملان پہلی صدی کے عربی فقہاء شیعہ کی ممتاز ترین فردو مخالف کتب المیت تھے۔ خطیب بھی تھے اور شاعر بھی۔ سب نے ان کی بے انتہا ستائش کی ہے، ان کے شعری اسلوب و موارد میں علم و دانش موجود ہیں مارتا ہے۔ پھر یہ کہ بلند نسب بھی تھے۔ متول نے ابن ہبیم سے پوچھا: سب سے اچھا شاعر کون ہے؟ اس نے جامی و اسلامی شعرا کے نام گنادیتے۔ یہی سوال متول نے امام علی نقی علیہ السلام سے کیا۔ آپ نے فرمایا: حمالی۔ پھر اس کے چار شعر سنائے:

لَقَدْ فَلَّاخَرْتُنَا مِنْ قَرِيبِنَا
بِمَدْخَلِ دُودُ وَ امْتَدَادِ الْأَصَابِعِ

فَلَمَّا تَنَازَعْنَا الْمَقَالَ قَضَى لَنَا
عَلَيْهِمْ بِمَا يَهُوَ نَدَاءُ الصَّوَامِعِ

تَرَانَا سَكُوتًا وَ الشَّهِيدُ بِعَضْلَنَا
عَلَيْهِمْ جَهِيرُ الصَّوْتِ فِي كُلِّ جَامِعٍ

فَإِنْ رَسُولُ اللَّهِ أَحْمَدَ جَدَنَا
وَنَحْنُ بَنُوهُ كَالنَّجُومِ الظَّرِاعِ

مَتَوَكِّلٌ نَّمَّ بِهِ بُوْجَهًا إِلَى الْأَحْسَنِ!
أَصَوَامِعَ كَيْ آوازَ كَيْ یَا ہے؟ فرمایا: اشہد ان لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ
اشہدانِ محمد ا رسول اللَّه۔ اچھا باتا تو یہ تھا میرے؟ متول ہنسنے لگا اور کہا: اس میں کوئی کلام نہیں کہ آپ ہی کے جد تھے۔ (۳)

الحسن والساوی (۳) میں امام کے بجائے رضی کا نام ہے جو غلط ہے۔ اصل میں رضی امام ہی کا

۱۔ الباب الانساب (ج ۱، ص ۲۲۸)

۲۔ تتم البلدان، ج ۲، ص ۳۲۵ (ج ۲، ص ۳۰۰) الباب ج ۱، ص ۳۲۶ (ج ۱، ص ۳۲۸)

۳۔ الحسن والاصنف، ص ۱۰۳ (ص ۹۰)

لقب تھا۔ (۱)

مُسعودی نے حمالی کی ستائش میں کہا ہے کہ حمالی مفتی کوف، شاعر و مدرس اور رجمن تسبیح تھے، آل علی میں اپنے وقت کے ممتاز ترین فرد تھے۔ (۲)

ماہر نب عمری (۳) نے مشہور شاعر اور سید رضی نے استاد قریش کے نام گناتے ہوئے اوائل میں حضرت بن ہشام بن عمر بن ربعہ اور اخیر میں محمد بن صالح اور حمالی کے نام لئے ہیں۔

رقاعی کہتا ہے کہ وہ بلند حوصلہ، شجاع، بہترین شاعر اور بلند پاپیہ خطیب تھے۔ (۴) ان کے علاوہ سہل ابن عبد اللہ بخاری (۵)، تیہنی (۶) اور ابن منہا (۷) بھی ستائش کرتے ہیں۔ حموی انبیس معانی آفرین شاعر اور محقق و دانشور کہتے ہیں۔ (۸) صاحب نسمه اخیر بحوالہ حموی کہتے ہیں کہ عباسیوں کا شاعر ابن معتز اور علویوں کے شاعر حمالی تھے، وہ کہتے ہیں کہ میں شاعر ہوں، میرے باپ شاعر تھے، میرے دادا... اسی طرح حضرت علیؑ تک گنا جاتے۔ (۹)

وہ برجستہ ادیب و شاعر تھے۔ صاف گوئی درستے میں پائی تھی، جب میحی بن عرشہید کا قاتل حسن بن اسماعیل کو فے آیا اور رسی دربار لگایا تو تمام علوی اس کو سلام کرنے آئے۔ صرف حمالی اس سے ملنے نہیں گئے۔ انبیس جبریہ حاضر کروایا اور پوچھا: مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے؟ جواب اس طرح دیا کہ جیسے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ کہا: تو سمجھتا ہے کہ تجھے فتح کی مبارکباد پیش کروں گا پھر تین شعر پڑھے:

- ۱۔ امالی شیخ طوی بھی، (ص ۷۲۸، حدیث ۵۵۷) تاریخ طبرستان، ج ۲۲۵ مناقب ابن ٹھہر آشوب، ج ۵، ج ۱۸۰ (ج ۳۳۸، ۳۳۷)
- ۲۔ مردوچ الذهب، ج ۲، ج ۳۲۲ (ج ۳۲۳، ج ۳۲۴)
- ۳۔ صحاب الاخبار، ج ۳۰
- ۴۔ باب الانساب (ج ۱، ج ۲۲۸)
- ۵۔ سر المسلط (ص ۶۷)
- ۶۔ عمدة الطالب، ج ۲۶۹ (ص ۳۰۰)
- ۷۔ نسمه اخیر، مجلد ۸، ج ۲، ج ۳۸۵

قللت اعزَّ من ركب المطایا وجنتك استلینك فی الكلام
وعزَّ على ان القاک الا وفيما يبینا حدة الحسام
ولكن الجناح اذا اهيضت قوادمه يرف على الاکام
”تو نے میرے بھادروں کو قتل کیا ہے میں تھس سے مجھے بات کروں گا۔ مجھے تیری ملاقات سخت
تاپند ہے مگر توار فیصلہ کرے۔ مگر کیا کیا جائے۔ جب مرغ کے پرکتر لئے جائیں تو وہ صرف پھر پھڑا
ہے۔“

حسن بولا: آپ کو انتقام کا حق ہے مجھے آپ کی بات ناگوار نہیں پھر خلعت و انعام دے کر احترام
سے گھر واپس کر دیا۔ (۱)

حنانی کو موفق بالله نے دوبار قید کیا۔ ایک بار تو آپ ایک سید کے ضامن ہوئے تھے، دوسرا بار
جب آپ کے خروج کی چھلی کی گئی تھی۔ قید خانے سے موفق کو دو شعر لکھ بھیجے:
”تیرے جد عبد اللہ بن عباس اور علی کے دو بہترین فرزند حسن و حسین تھے۔ اگر ایک انگلی کو ضرر پہنچے
تو تمام انگلیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔“

موفق نے انہیں آزاد کر دیا۔ ابو علی نے ان سے مل کر پوچھا: شاید آپ اپنے دلن عزیز واپس جانا
چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے ابو علی! میرا دلن، میرے جوان اور احباب سب ہی گزر گئے۔ پھر تین شعر میں
دل کی بات بتائی کہ میں نے ماں کا ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ دولت و فرزند بھی پا جاؤں گا لیکن اپنے احباب و
جو انوں کو کہاں پاؤں گا۔ ان کے بعد تو مجھے موت ہی پسند ہے۔ (۲)

نحویۃ الشعارات

بین الموصى و بین المصطفى نسب تختار فيه المعالى و المحاميد

۱۔ مروج الذهب، ج ۲، ج ۳۲۲ (ج ۲، ج ۳۲۲)

۲۔ مروج الذهب، ج ۲، ج ۳۲۲ (ج ۲، ج ۳۲۲)، انوار الریح، ج ۳، ج ۳۸۱ (ج ۳، ج ۳۷۶)

و صری رسول اور محمد مصطفیٰ کے درمیان نبی تعلق ایسا ہے کہ حواس و فضائل کو جسم کر دیتا ہے اس تعلق کی خورشید فلک سے تشبیہ دی ہے۔ نوری تخلیق و پاکیزہ اصلاح و ارحام اور سیادت کا ذکر کیا، آئل محمد کے انتشارانہ منصب کا ذکر کرنے کے بعد ان کا ذکر کیا ہے:

مُحَسِّدُونَ وَ مَنْ يَعْقِدُ بِحَبِّهِمْ حَبْلُ الْمُودَةِ يَضْحِي وَ هُوَ مَحْسُودٌ
”وَهُوَ خُودٌ مَحْسُودٌ ہیں اور جوان سے محبت کرے مودت کی رہی میں بندھ جائے وہ بھی محسود ہو جاتا
ہے۔“

اس شعر میں آئی **(ام يحسدون الناس)** کی طرف اشارہ ہے جس کے متعلق علماء و محدثین نے صراحت کی ہے کہ وہ آئل محمد ہیں۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: **وَاللَّهُ أَوْهَ مَحْسُودُهُمْ آئِلُّ بَيْتِ** ہیں۔ (۱)
ابو الفرج نے مقاتل میں حماںی کے مراثی لکھے ہیں، تجھی کا مرثیہ ہے: (۲)

| | |
|---|--|
| فَانِيَكَ يَعْيَى ادْرِكُ الْحَفْ يَوْمَهُ | فَمَا مَاتَتْ حَتَّى ماتَ وَهُوَ كَرِيمٌ |
| وَمَا مَاتَتْ حَتَّى قَالَ طَلَابُ نَفْسِهِ | سَقَى اللَّهُ يَعْيَى إِنَّهُ لِصَمِيمٌ |
| فَتَنِي آنَسَتْ بِالْبَاسِ وَ الرُّوعِ نَفْسِهِ | وَلِيَسْ كَمَا لَاقَاهُ وَهُوَ مَسُومٌ |

اس کے علاوہ محسودی (۳) و زخیری (۴) نے تجھی کے بہت سے مراثی لکھے ہیں۔

حضرت علیؑ سے محرف ایک شاعر ”علی بن جهم“ کی بھومن خوب خوب تخلیقی جو ہر دکھائے ہیں:

| | |
|--------------------------------------|--|
| وَسَامَةً مَنَافِي مَانِيَّةَ | فَأَمَرْهُمْ عِنْدَنَا مَظْلِمٌ |
| إِنَّا سَأَتَوْنَا بِإِنْسَابِهِمْ | خَرَافَةً مَضْطَجِعٍ يَحْلِمُ |
| وَكُلَّ أَقَاوِيلِهِ مَحْكُمٌ | وَقَلْتُ لَهُمْ مِثْلُ قَوْلِ النَّبِيِّ |
| تَقُولُهُ فَقْلٌ : رَبِّنَا أَعْلَمُ | إِذَا مَا سَنَلْتَ وَلَمْ تَدْرِي مَا |

۱۔ شرح ابن أبي الحديـد، ج ۲، ص ۲۲۶ (ج ۷، ص ۲۲۰، خطبہ ۱۰۸) صواعق محرقة، ج ۹۱ (ص ۱۵۲)

۲۔ مقاتل الطالبيـن، ج ۲، ص ۳۲۰ (ص ۵۲۰، نمبر ۶۲۰)

۳۔ ریغ الابرار، ج ۲، ص ۳۱۶

۴۔ مردوخ الذهب، ج ۲، ص ۱۶۲

”شاید ہم سے ہیں لیکن اس کے بیٹے ہمارے نزدیک اندر ہرے میں ہیں۔ جو لوگ اپنا نسب ہم سے ملتے ہیں وہ رات میں بستر پر خرافاتی خواب دیکھتے ہیں۔ ان سے ہم نے رسول کا ارشاد بیان کیا جو سب سے حکم تر ہے: جب تم سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کا جواب سمجھ میں نہ آئے تو کہو: خدا بہتر جانتا ہے۔“

ایک دوسری بحومیں کہا ہے:

لَوْ اكْتَفَتِ النُّصْرَا وَمَعْدَا
وَزَمْزَمَا شَرِيعَةً وَوَرَدَا
مَا ازَدَتِ الْأَفَى قَرِيشَ بَعْدَا
”اگر نصر و معد کی پناہ ڈھونڈھی یا کعبہ کو اپنا مہد، زمزم کو چشمہ اور کوہ اشمن نیز کوہ سرخ کو اقامت کا ہر قرار دے پھر بھی نادانی کی وجہ سے تو قریش سے دور ہی رہے گا۔“
ان اشعار کے علاوہ ثعلبی (۱)، بیہقی (۲)، نابہ (۳)، عمری، رجمنی (۴)، جموی (۵) اور ابن شہر آشوب (۶) نے ان کے بہترین اشعار نقل کئے ہیں۔

ابن شہر آشوب نے فضیلت حسن و حسین (علیہما السلام) میں پانچ نصیح ترین اشعار نقل کئے ہیں:
 انتَسِمَا سَيِّدا شَابَ الْجَنَانِ يَوْمَ الْفُوزِينِ وَالرُّوَاعِتِينِ
 عَدِيلُ الْقُرْآنِ مِنْ بَيْنِ ذَا الْخَلْقِ وَيَا وَاحِدَأَمِنَ الشَّقَلِينِ
 انتَسِمَا وَالْقُرْآنَ فِي الْأَرْضِ مَذْا لِمَثْلُ السَّمَاءِ وَالْفَرْقَدِينِ
 فَهُمَا مِنْ خَلَافَةِ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ بِحَقِّ مَقَامِ مُسْتَخْلِفِينِ
 قَالَهُ الصَّادِقُ الْحَدِيثُ وَلَنْ يَفْتَرِقَا دُونَ حَوْضِهِ وَارِدِينِ

۱۔ شمار القلوب، ج ۲، نمبر ۲۲۲ (ص ۹۹، ۲۷۹، ۳۲۵) ۲۔ المحسن والمساوی، ج ۱، ج ۵، ص ۷۵ (ص ۹۹)

۳۔ الحجۃ (ص ۱۸۵)

۴۔ ریح الابرار (ج ۲، ج ۲۲۲)

۵۔ تجمیل البلدان، ج ۷، ج ۵، ج ۲۶۶ (ج ۵، ج ۱) ۶۔ مناقب اب شہر آشوب، ج ۲، ج ۲۷۲، ۳۲۵، ۳۳۳، ۳۲۲ (ج ۳، ج ۲۹، ج ۲۷)

”تم دونوں سردار جوانان جنت ہو۔ دونوں خوف و کامرانی کے دونوں میں۔

اے ہم پا یہ قرآن لوگوں کے درمیان۔ اور اسے **ٹھقین** کی ایک فرد۔

تم دونوں اور قرآن زمین پر ازال سے آسمان اور فرقہ دین کے مانند ہو۔

یہ دونوں (کتاب و عترت) زمین پر الہی خلافت کے نمونے ہیں اور یہ حدیث صادق و مصدق

رسول نے فرمائی ہے کہ کبھی جدانہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کو شرپ وارد ہوں“۔

ان شعروں میں حدیث **ٹھقین** کی طرف اشارہ کیا ہے ان کے علاوہ بھی حدیث منزلت، حدیث

مواخاة وغیرہ پر نیس ترین اشعار کئے ہیں۔

ولادت و وفات

اس سلسلے میں سیرت نگاروں میں کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اکثر تو بیداز عقل ہیں۔ ایک بات

بہر حال طے ہے کہ انہوں نے طویل عمر پائی۔ تیسرا صدی میں اول تا آخر زندہ رہے۔ نابہ عمری نے

مجدی میں لکھا ہے کہ ۱۰۳۴ء میں حماں نے قید خانے سے رہا ہونے کے بعد انتقال فرمایا۔ (۱) یہ قول قرین

عقل اس لئے ہے کہ فرزندان طاہر بن مصعب کے حادث کے بعد ان کے دیران گھروں سے گزرتے

ہوئے حماں نے غیرت آمیز اشعار کئے ہیں۔ یہ حادثہ ۳۰۰ء میں پیش آیا تھا۔ آپ کے والد کا انتقال

۲۶۰ء میں ہوا تھا۔

حماں کی ذریت میں عظیم علماء و شعراء گزرے ہیں۔ مشہور قزوینی خانوادہ جس میں علم و فضل اور ادب و خطابت کی شادابی ہے انہیں سے وابستہ ہے۔

حماں کے جدا مجدد حضرت زید شہید ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شخصیت اور کارناموں کے متعلق شیعی نقطہ نظر پیان کر دیا جائے تاکہ ارباب ہوں نے جو کچھ غلط باقیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں، ان کا ازالہ ہو سکے۔

۱۔ الحمد لله، (ص ۱۸۵)

زید شہید اور اشنا عشری شیعہ

وہ ظلم کے شدید مخالف اور علیٰ واللہ بیت کی ممتاز ترین شخصیت تھے، دانش و تقدیس سے بھرپور، شجاعت علوی، سیرت فاطمہ اور شجاعت حسینؑ کے وارث تھے۔ شیعوں نے ابتدا ہی سے انہیں احترام سے یاد کیا کیونکہ انہوں نے رضاۓ آل محمدؐ کے نام پر جہاد چھیڑا، رسولؐ، وصی رسولؐ کی نص شاہد ہیں اور علماء کے اقوال بھی، رسول خدا نے امام حسینؑ سے فرمایا: تمہاری نسل سے زید ناہی شخص قیام کرے گا۔ وہ اور اس کے انصار بے حساب جنت میں جائیں گے۔ ایک دوسرے ارشاد میں فرمایا ہے کہ وہ کوفہ میں قتل ہو گا اور کناسہ پر چنانی دی جائی گی، اس کی قبر کھودی جائی گی، اس کی روح آسمان کے دروازے کھول دے گی اور ملائکہ اس پر مبارکات کریں گے۔ (۱)

امیر المؤمنینؑ نے کناسہ پر کھڑے ہو کر گریہ فرمایا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: سیکھ پر میری صلب سے ایک فرزند چنانی پر لٹکایا جائے گا جو بھی اس کی شرمنگاہ پر نظر ڈالے گا خدا اوندھے منہ جہنم میں جبو نک دے گا۔ (۲)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا یا میری کمر زید سے مضبوط فرم۔ جب بھی زید کو دیکھتے تمثیلی طور سے یہ پانچ اشعار پڑھتے: (۳)

۱۔ عیون اخبار الرضا، باب ۲۵ (ج ۱، ص ۲۲۶، حدیث ۲۲۷، ص ۲۲۷، حدیث ۲) کتابیۃ الاحاث (ص ۳۰۳)

۲۔ طاخم ابن طاووس، باب ۳۱ (ص ۸۲)

۳۔ الانساب، ج ۲۰، ص ۱۲۷ (ج ۲۲، ص ۹۵)

ل عمر ک مان ابو مالک بسوہ ولا ب ضعیف قواہ
 ولا ب الال ذلہ و اذع ب عادی اخہ اذا مانہاہ
 ولکن هیں لیں ک معالبہ الرمح عرد نسائے
 اذا سدتہ م طواعۃ و مہما و کلت الیہ کفاه
 ک معالبہ الرمح عرد نسائے علی نفسہ و مشیع غناء
 ”میری جان کی قسم! بلاشبہ ابو مالک نہ تو ستر ارادہ ہے نہ ہی ضعیف القوی، نہ کیونہ تو زہ، نہ
 اپنے بھائیوں کا نافرمان۔ البته وہ نرم اخلاق ہے، نوک کی طرح کمر اور ہرا در جھکتی ہے لیکن اوپری حصہ
 محکم ہوتا ہے، اگر اسی پر کوئی فرمان روا ہو جائے تو مطیع ہو جائے۔ اگر ذمہ داری سونپی جائے تو پوری
 طرح انعام دے، ابو مالک نے اپنے نفس کے لئے فقر اختیار کیا ہے تھنا و شروت دوسروں کے لئے ہے۔“
 جب بھی زید امام کی خدمت میں حاضر ہوتے تو امام یہ آیت تلاوت فرماتے: ﴿هُبَا إِيَّاهَا الَّذِينَ آتُنَا
 كُوْنُوا قَوَامِينَ بِالْقُسْطِ شَهَدَاءَ لِلَّهِ هُبَا بَهُرَ فَرَمَّاتَ: إِنَّ زِيدًا وَهُمْ هُوَ﴾ (۱)
 امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ زید، موسیٰ، عارف و عالم اور صدقہ تھے، اگر وہ کامیاب ہوتے تو
 اپنے وعدے وفا کرتے، اگر انہیں اقتدار مل جاتا تو قطعی طور سے حقدار کے حوالے کر دیتے۔ (۲)
 ایک اور ارشاد ہے: جب خربل سی تو کلمہ استرجاع کے بعد فرمایا: میں خدا کے سامنے اپنے چچا کا
 حساب کر دوں گا وہ میرے دنیا و آخرت میں بہترین چچا تھے۔ بخدا! وہ رسول علیٰ اور حسینؑ کے انصار کی
 طرح شہید تھے۔ (۳)

آپ کا ایک اور ارشاد ہے: زید عالم و صدقہ تھے، انہوں نے اپنے لئے نہیں بلکہ رضاۓ آل محمدؐ کی
 دعوت دی اگر کامران ہوتے تو اپنا وعدہ وفا کرتے۔ وہ ایک معاشرتی اقتدار کو توڑنا چاہتے تھے۔ (۴)

۱۔ روض الفضیر، ص ۵۵۔

۲۔ رجال کشی، ص ۱۸۲ (ج ۲، ص ۵۷۰ نمبر ۵۰۵)

۳۔ الکافی (روضۃ الکافی، ج ۸، ص ۲۶۳)

۴۔ عيون الاخبار رضا (ج ۱، ص ۲۲۸، حدیث ۶)

ایک حدیث میں ہے: ان پر رونے والا جنت میں ان کے ساتھ اور ان کی ملامت کرنے والا ان کے خون میں شریک ہے۔ امام رضا نے فرمایا: وہ دانشور ان آل محمد میں تھے۔ خدا کے نام پر دشمنوں سے جہاد کیا اور قتل ہوئے۔ (۱)

علمائے شیعہ میں شیخ مفید، خرازی، نساب عمری، ابن داؤد، شہید اول، محمد ابن شیخ صاحب معالم استرا بادی، ابن ابی جامع، علامہ مجلسی، میرزا اصفہانی، عبد النبی کاظمی، حرم عاملی، سید محمد، شیخ ابوعلی، شیخ نوری اور علامہ مقانی نے متفقہ طور سے ان کے احترام اور جہاد فی سبیل اللہ کا اعتراف کیا ہے۔ (۲)

شیعی شعراء میں: کیت، سدیف بن میمون، عبدی کوفی، سید حمیری، فضل بن عبد الرحمن، صاحب بن عباد، ابن حماد، صالح کواز، شیخ یعقوب بخاری، مرزا علی اور بادی مهدی اعرجی۔

سید العلماء علی نقی نقوی لکھنؤی اور شیخ جعفر نقی نے اپنی قیمتی تاثرات میں انہیں شہید قرار دیا ہے اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجی ہے۔ کچھ علماء نے زید کے حالات و فضائل پر کتاب لکھی ہے ان میں ابراہیم بن سعید نقی نے اخبار زید، محمد بن ذکریا نے اخبار زید، حافظ ابن عقدہ نے اخبار زید، عبد العزیز جلوڈی نے اخبار زید، محمد بن عبد اللہ شیبانی نے فضائل زید، شیخ صدق و اور میرزا محمد استرا بادی اور سید عبدالرزاق مقرم لاہوری نے ذکر ہیں۔

قول فصل

زید کے متعلق یہ تھے تمام شیعوں کے فیصلے۔ اب ذرا این تیمہر کی بکواس ملاحظہ فرمائیے (۳)، وہ

۱۔ عیون اخبار رضا (ج ۱، ص ۲۲۵، حدیث ۱)

۲۔ (الارشاد، ج ۲، ص ۱۷۵۔ ۱۸۱۔ کلیۃ الاشر، ص ۱۰۰، ابجدی، ص ۱۵۶، رجال ابن داؤد، ص ۱۰۰، نومبر ۱۹۶۳، القواعد والقواعد، ج ۲، ص ۲۰، رجال استرا بادی، ص ۱۵۲، مرأۃ العقول، ج ۱۳۳، ص ۱۶۲، ریاض، ج ۲، ص ۳۸۔ تکملۃ الرجال، ج ۱، ص ۳۲۱۔ خاتمة الوسائل، ج ۲، ص ۲۰۲، نمبر ۱۰۵۔ مختصر المحدث، ص ۳۰۶۔ خاتمة المحدث، ص ۵۹۹۔ تفتح القال، ج ۱، ص ۳۷۷۔ نومبر ۱۹۶۲)

۳۔ منهاج السنۃ، ج ۲، ص ۱۲۶۔

کہتا ہے کہ رافضیوں نے زید اور ان کے ساتھیوں کو مسٹر دکر دیا اور ان کے کفر و فتن کی گواہی دی کہ اسی کے قدم بقدم آلوی کی بکواس الشیعہ والشیعہ میں ہے کہ رافضی یہودیوں کی طرح ہیں۔ جو اکثر اولاد فاطمۃ سے نفرت کرتے ہیں بلکہ انہیں گالی بھی دیتے ہیں۔ چنانچہ زید جو علم و زہد میں بلند مرتبہ تھے۔ انہیں افتراء پر دیازیوں کو چھپی نے الصراع میں الاسلام والوثقیہ میں دہرایا ہے۔ (۱) ان افتراء پر دیازیوں کو کوئی پوچھنے والا نہیں کہ کس شیعہ نے اس قسم کی بات کی ہے، کس نے تم سے کہا، ان مہمل باتوں کو کس شیعہ کتاب میں دیکھا؟ اگر کسی کتاب میں نہیں تو کس نے تمہارے درمیان یہ غلط بات رائج کی ہے۔ لیکن اتنی باتوں کا مقصد محض یہ ہے کہ شیعی عظمت و تقدس کو مجرموں کیا جائے، ان بے بنیاد باتوں کو شائع کیا جائے۔ شیعہ ان مہملات اور افتراء پر دیازیوں کو کوٹشت اذبام کر کے اپناؤفاغ کرتے رہتے ہیں۔

کون ان سے پوچھئے کہ اگر تم زید شہید کا احترام کرتے ہو تو آخر کس شرعی بنیاد پر تمہارے اجداد

نے ان سے جنگ کی، انہیں قتل کر کے چھانی پر لٹکایا اور سر مقدس کو شہر بہ شہر پھرایا؟

کیا یوسف بن عمر، وہاں کا حکمران تمہاری قوم سے نہیں تھا؟ عباس بن سعد پولیس افر جس کی سر کردگی میں ابن حکم بن صلت نے سرتن سے جدا کیا۔ جاجج بن قاسم نے مژده سنایا، خرائی بن خوب نے قبر سے لفڑی نکالی، یہ کبھی تمہاری قوم کے افراد نہیں تھے؟ سب سے بڑی بات یہ کہ ہشام بن عبد الملک جس نے لاش جلانے کا حکم دیا تمہارا خلیفہ تھا۔ اس نے حکم دیا کہ سر مقدس کو قبر رسول پر لیجا کر چوہیں گھنٹہ لٹکا کر رکھا جائے، اسی منحوس خلیفہ نے شاعر اہل بیت کی زبان قلم کرنے کا حکم دیا جنہوں نے مریشہ زید کہا تھا۔ والی مدینہ محمد بن ابراہیم نے ایک ہفتہ تک جلسہ منعقد کیا تاکہ علی وزیر پر لعنت کی جائے۔ حکم بن اعور اور سلمہ بن حریث نے طنزیہ اشعار کہے۔

﴿ افمن هذا الحديث تعجبون وَتَضَعُّغُونَ وَلَا تَبْكُونَ وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ ﴾

”ساری حقیقت بیان کر دی گئی ہے اب تم ہی فیصلہ کرو۔ کیا تمہیں اس بات پر حیرت ہے، بہتے ہو،

روتے کیوں نہیں۔ گاہجا کر لاتے ہو۔“

نقد و اصلاح

شیعوں پر افتر اپردازی کا جو نمونہ پیش کیا گیا، اہل سنت کے قدیم و جدید سرمایہ کتب میں اس قسم کے شرمناک مظاہرے بھرے پڑے ہیں۔ جن کا مقصد فساد، غلط تہقیقی اور تفرقہ پردازی کے سوا کچھ نہیں۔ یہاں مزید کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ شیعوں کے خلاف مہمل غبار کا اندازہ ہو سکے۔ صدق امانت، عقائد و کلام اور تغیری و فرقہ و حدیث کے نمونوں میں کس طرح تحریف و بازی گری کی گئی ہے اور ان تمام باتوں کا مقصد عظمت و قدامت تشیع مجروح کرنے کے سوا کچھ نہیں، بلکہ دیکھئے:

عقد الفرید

ابن عبد ربہ مالکی کی یہ کتاب مذہبی کے بجائے ادبی زیادہ ہے۔ وہ پہلی جلد میں افتر اپردازی کرتے ہوئے کہتے ہیں: راضی اس امت کے یہود ہیں۔ اسلام سے اسی طرح نفرت کرتے ہیں جس طرح یہودی عیسائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ (۱)

جواب:

قارئین! شیعوں کے متعلق یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ قرآن انہیں خیر البریہ (بہترین مخلوقات) کہتا ہے ﴿أَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَيْرُ الْبَرِيْهُ﴾ کے ذیل میں رسول نے علی سے فرمایا کہ: خیر البریہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں، بروز قیامت جنت میں ہوں گے۔ (۲)

رسول نے فرمایا: بروز قیامت تمام لوگوں کے اسماء ان کی ماں کے ساتھ لئے جائیں گے لیکن علیٰ اور ان کے شیعوں کے نام باپ کے ساتھ پکارے جائیں گے کیوں کہ ان کا نسب صحیح ہے۔ (۱) نیز فرمایا کہ یا علیٰ اتھاری ذریت اور تھارے شیعہ قیامت میں مغفور ہیں۔ (۲) راشین و مرضین ہیں (۳) تم پہلے شخص ہو گے جو واردِ بہشت ہو گے اور تھارے شیعہ نوری منبر پر شاداں و فرحاں میرے گرد ہوں گے۔ میں ان کی شفاعت کروں گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ (۴) حدیث شجر ارشاد فرمائی۔

نیز فرمایا: اول جو افراد واردِ بہشت ہوں گے، وہ تم، حسین، بقیدِ ائمہ اور شیعہ ہوں گے۔ (۵) ایک خطبہ میں فرمایا: لوگو! جو ہمارے اہل بیت سے نفرت کرے گا، خدا اُسے روز قیامت یہودیوں کے ساتھ محشور فرمائے گا۔ جابر نے پوچھا: یا رسول اللہؐ اچا ہے وہ روزہ و نماز بجالائے۔ فرمایا: ہاں، چاہے وہ مسلمان ہی ہو۔ صرف اس کی جان محفوظ اور حقارت آمیز جزیہ سے بچے گا۔ میرے سامنے عالم تخلیق جسم کیا گیا۔ میرے سامنے سے ہر قوم کا پر چمگزرا، میں نے شیعوں کے لئے مغفرت کی دعا کی۔ (۶) میری شفاعت صرف موالیاں اہل بیت سے مخصوص ہے۔ (۷)

۲۔ ابن عبد ربہ کہتے ہیں کہ رافضیوں کی دوستی یہودیوں کی دوستی کے مترادف ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ قدرت و سلطنت ایکیے آل داؤڈ کا حصہ ہے۔ رافضی بھی کہتے ہیں کہ قدرت و سلطنت صرف آل

۱۔ مروع الذہب، ج ۲، ص ۱۵ (ج ۳، ص ۷)

۲۔ صواعق، ص ۱۳۹، ۹۲ (ص ۱۲۰، ۱۳۹)

۳۔ خایرین الشیر، ج ۲، ص ۲۷۲ (ج ۳، ص ۱۰۶)

۴۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۱، کفاية الطالب، ص ۱۳۵ (ص ۲۶۵، باب ۶۲)

۵۔ مجمم کبیر، ج ۱، ص ۳۱۹، حدیث ۹۵۰) تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۳۱۸ (ج ۵، ص ۳۲، نمبر ۱۲۵)، الصواعق الحجری، ص ۹۶ (ص ۱۶۱)، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۳۱، کنز الحقائق، مطبوع بر حاشیہ الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۱۶۔

۶۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۷۲۔

۷۔ تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۱۳۶۔

محمد کا حصہ ہے۔

جواب:

رافضیوں کا یہ نظریہ دراصل حدیث رسولؐ کی تائید ہے، رسولؐ نے اپنا جانشین صرف آل محمدؐ کو قربودیا ہے، حدیث تلقین تمام صحابہ و مسانید میں صحیح و مستند طریقوں سے ثابت ہے۔ (۱) رسولؐ نے اس حدیث کو ایک لاکھ سے زیادہ صحابہ کے درمیان فرمایا تھا۔ امام زرقانی نے علامہ سہودی کا حدیث تلقین پر تبصرہ نقش کیا ہے کہ یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ قیامت تک ہر دور اور ہر عہد میں تمام مسلمانوں کو صرف اہل بیتؐ ہی سے تمسک اختیار کرنا چاہیے کیونکہ قرآنؐ کی طرح اہل بیتؐ بھی اہل زمین کیلئے امان ہیں۔ (۲) کوئی بھی شخص حدیث تلقین کی مختلف تعبیرات کو ملاحظہ کرنے کے بعد ایسی بکواس نہیں کرے گا۔ (۳) اور حدیث رسولؐ: قرآنؐ واللہ بیتؐ کی بد دکرنے والا میری مدد کرنے والا ہے، ان کا دشمن میراوشن ہے یا جو شخص بھی علیؐ کی پیروی کو وسیلہ خدا نہ قرار دے وہ گمراہ ہے۔ اس صورت میں شیعوں کی راہ اختیار کرنی چاہیے، علیؐ کی اقتدار کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ میری طبیعت سے خلق کئے گئے ہیں، میری فہم و دانش سے بہرہ مند ہیں، ان پر پھٹکار جوان کی فضیلت کے مکر ہوں اور ان سے میرے تعلق کو توڑ دیں۔ (۴) اس حدیث رسولؐ کو سننے کے بعد شیعہ کیا عقیدہ رکھیں: میری امت کے ہر عہد میں میرے اہل بیتؐ موجود ہیں گے جو تحریف متجاوز اذان و باطل انتسابات و مہمل تاویلات سے امت کو دور رکھیں گے۔ دیکھو، متوجہ رہو کہ عقاں دو گفتار میں کس کو اپنا کفیل بناتے ہو۔ (۵) اسی طرح حدیث سفینہ کی روشنی میں اہل بیت علیہم السلام کے سوا کس کو

۱۔ تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۱۳۶۔

۲۔ شرح المواهب، ج ۷، ص ۸۔

۳۔ ترمذی (سنن ترمذی، ج ۵، ص ۲۲۱، حدیث ۳۷۸۲) احمد (سنداحمد، ج ۳، ص ۳۶۳، حدیث ۳۷۷) اور بہت سارے حفاظ اور انگریز حدیث نے اس حدیث کو لائق کیا ہے۔

۴۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۷ (نمبر ۲) (بجم کبری، ج ۵، ص ۱۹۳، حدیث ۵۰۶) معجم الجواب، ج ۲، ص ۲۱۷ (کنز العمال، ج ۱۲، ص ۱۰۳) حدیث ۲۳۱۹۸

۵۔ ذخیرۃ الحقیقی، ج ۱، الصواعق المحرقة، ص ۱۳۱ (ص ۲۳۶)

خلافت کا مستحق تھیں؟ (۱) آخر کس بنیاد پر آل محمدؐ کی دوستی کو یہودیوں کی دوستی قرار دیا گیا؟ کیا اس لئے کہ رسول خدا نے ہی قانون نیابت وضع کیا ہے؟ کیا ابن عبد ربہ حدیث بھول گئے کہ آسان کے ستاروں کی طرح اہل بیت اہل زمین کے لئے باعث امان ہیں، ان کی مخالفت کرنے والے شیطان کی نوی میں ہے؟! (۲) خدا گواہ ہے کہ یہ زنگ آلود دل شدید نفرت کی پچان ہے۔ سوال یہ ہے کہ اہل بیت امت کیلئے اختلاف و گمراہی کی امان ہیں۔ پھر انہیں چھوڑ کر کس کو اپنارہبر و پیر ماانا جائے، پھر اس کا انجام کیا ہوگا، ان سے الگ عقیدہ کی معنویت کیا رہ جائے گی؟ خانوادہ رسولؐ کی ولایت مطلقہ کا انتخاب تحقیقی طور سے حکم خدا و رسول پر منی ہے۔ اس کے برخلاف عقیدہ حسد پر منی ہے کیونکہ یہ خلافت الہیہ ہے سلطنت ظاہری نہیں۔ ابن عبد ربہ کا فقیر وابن تیمیہ کے مطابق شعی کا جبایا ہوا قمر ہے۔

۳۔ ان کی بکواس ہے کہ یہودیوں کا معمول ہے کہ نماز مغرب کو اتنی تاخیر سے پڑھتے ہیں کہ ستارے نکل آتے ہیں، شیعہ بھی یہی کرتے ہیں۔

جواب:

پہلے اس سوال کو یہودیوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے، کیا وہ ایسا کرتے ہیں؟ لیکن جہاں تک شیعوں کا سوال ہے تو ان کی کسی فقہی کتاب میں یا احادیث ائمۃ میں اس کا پتہ نہیں، شیعوں پر محض افتراء ہے۔ اس کے برخلاف صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص بلاشبہ نماز مغرب کو ستارے نکلنے تک تاخیر کرے، میں خدا کے نزدیک اس سے بیزار ہوں۔

امام سے عرض کیا گیا کہ عراقیوں کا یہی طریقہ ہے، وہ زردی ختم ہو جانے اور افق پر ستارے نکلنے کے بعد نماز مغرب پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں ایسا کرنے والوں سے پیش خدا بیزار ہوں۔ آپ

۱۔ تاریخ بغدادی، ج ۱۲، ص ۹۱ (نمبر ۷۲۵۰) مسند رک علی الحسن، ج ۳، ص ۱۵۱ (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۳۷۲۰) (یون

الاخبار، ج ۱، ص ۲۱۱، کنز العمال، ج ۱۲، ص ۹۲، ۹۸، حدیث ۳۲۱۴۳، ۳۲۱۴۰، ۳۲۱۶۹، مجمع کبیر، ج ۳، ص ۳۷، حدیث

۲۶۳۶، مجمع صغیر، ج ۱، ص ۱۳۹، مجمع اوسط، حدیث ۳۵۰۲، مذاقب ابن مخازنی، حدیث ۱۷۷-۱۷۳، تذكرة خواص الامة، ص

۳۲۲، ذخیرۃ الحکم، ص ۲۰، مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۱۲۸، صواعق مجرف، ص ۲۳۲)

۲۔ مسند رک علی الحسن، ج ۳، ص ۱۳۹۔ (ج ۳، ص ۱۶۲، حدیث ۳۷۱۵)

نے یہ بھی فرمایا: جو شخص برائے حصول فضیلت نماز مغرب میں تاخیر کرے وہ ملعون ہے، ملعون ہے۔ (۱) پھر اس مخصوص نے شیعوں کی طرف اس بات کی نسبت کیوں دی؟ ممکن ہے کہ اصحاب ابو الحطاب کی بات اس کے کان میں پڑی ہو، اسے یہ معلوم ہو سکا کہ ان کا تعلق شیعوں سے ہے یا نہیں۔ شیعہ اول دن سے ان کی تکفیر کرتے آئے ہیں۔ اکابرین شیعہ کی احادیث اس سلسلے میں بہت زیادہ ہیں۔

۳۔ یہودی تین طلاقوں کو بے اعتبار بختنے ہیں، اسی طرح شیعہ بھی۔

جواب:

شیعہ کبھی قرآن کی شعاع ہدایت سے باہر نہیں رہے۔ قرآن فرماتا ہے: ﴿الطلاق مرتان فاما ک ب معروف او تسریع با حسان﴾ "طلاق رحمی جس کے بعد رجوع ہو سکے دو ہی مرتبہ ہے اس کے بعد یا تو شریعت کے موافق روک ہی لیتا چاہیے یا صن سلوک سے رخصت کر دو۔"

آگے ارشاد ہوتا ہے: (فإن طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجاً غيره) "اب اگر تیری بار بھی عورت کو طلاق دے تو اس کے بعد جب تک دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے اس کے لئے حلال نہیں"۔ تحقیقی مسئلہ ہے اور واضح بات ہے کہ دوبار یا تین بار کے مکر طلاق سے وقوع ہو جاتا ہے لیکن جو شخص بھی ذرا سی عقل رکھتا ہے سمجھ لے گا کہ ایک ہی نشست میں تین بار کی طلاق کو تین بار نہیں ایک ہی بار طلاق کہا جائے گا۔ چنانچہ اگر سن نے حسین کو ایک ہی نشست میں دور پسید یا تو نہیں کہا جائے گا کہ سن نے دوبار روپسیدیا۔ اس کے علاوہ اگرچہ آیت میں خبری صورت ہے لیکن اس کا مطلب انشاء امری ہے مثلاً آیت ہے: ﴿وَالوَالِدَاتُ يَرْضَعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ﴾ "ما میں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلائیں"۔ یا آیت ہے: ﴿وَالْمَطْلَقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةٌ قَرْوَءٌ﴾ "جن عورتوں کو طلاق دی گئی ہے وہ اپنے آپ کو تین جھنچے تک روکیں"۔

حدیث رسول ہے: نماز دو دور کعت ہے اور تشهد ہر دو رکعت کے بعد ہے۔

۱۔ مک الاصغر الثقیر (ج ۱، ص ۲۲۰، حدیث ۲۶۱) تحدیث باب الاحکام (ج ۲، ص ۳۳، حدیث ۱۰۲، ۱۰۰) استبصار (ج ۱، ص ۲۶۲)

حدیث ۹۳۸، ص ۲۶۸، حدیث ۹۷۰ (غیبت طوی) (ص ۱۷۴، حدیث ۲۳۶)

ان موقع خبر کا مفہوم قطعی انشائے ہے۔ حالانکہ اکثر افراد صرف ایک ہی طلاق پر اپنی زوجہ سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں **(الطلاق متین)** کا مفہوم غلط ہو جاتا ہے۔ اس لئے شیعوں کا نظریہ ہے کہ ایک ہی نشست میں تین طلاق معتبر ہیں۔ ہمارے مطلب کی تائید میں جصاص کی احکام القرآن دیکھی جاسکتی ہے جس میں اکثر اہل سنت کے اوائل جو اس سے مربوط ہیں جمع کئے گئے ہیں۔ (۱) امام عراقی کہتے ہیں: جو لوگ معتقد ہیں کہ تین طلاق ایک نشست میں بدعت ہے ان میں مالک، اوزاعی، ابو حیفہ اور لیث ہیں۔ (۲) داؤ داود اکثر اہل ظاہر کا ہبھی نظریہ ہے۔ ابو بکر حاص کہتے ہیں کہ حجاج بن ارطاطہ کا خیال تھا کہ ایک مجلس میں تین طلاق معتبر ہیں۔ (۳) محمد بن اسحاق کے نزدیک یہ ایک ہی طلاق سمجھی جائے گی۔ اگر اس معاملے میں شیعہ یہودی ہیں تو یہ سب سمجھی یہودی ہوئے، لیکن صاحب عقد الفرید اپنے علماء کا توازن رکھ کرتے ہیں اور شیعوں کو یہودی بتاتے ہیں۔ یا ممکن ہے کہ انہیں اپنی فقہی کتابوں کی خبر نہ ہو۔ ایک نشست میں تین طلاقوں کی بدعت، بعد رسول راجح ہوتی۔ کچھ اصحاب نے ہوائے نفس میں یہ حرکت کی اور حضرت عمر نے اس کی تائید کر دی۔ مسلم، ابو داؤد، احمد نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ زمانہ رسول اور عبد ابو بکر میں ایک مجلس میں تین طلاق ایک ہی سمجھی جاتی تھی۔ (۴)

حضرت عمر نے اس عجلت پندی کو راجح کر دیا چنانچہ ابوالصہباء نے ابن عباس سے پوچھا کہ زمانہ رسول، ابو بکر اور عمر کے تین سال خلافت تک تین طلاق یک مجلس ایک ہی سمجھی جاتی تھی؟ ابن عباس نے کہا: ہاں۔ عمر نے اس کی اجازت دی تھی۔ (۵) شارحین حدیث نے اس موقع پر پہلی توجیہ اور بدحواسی

۱۔ احکام القرآن، ج ۱، ص ۲۷۷ (ج ۱، ص ۳۷۸) ج ۲، ص ۳۳۹ (ج ۱، ص ۳۸۰)

۲۔ طرح المتریب، ج ۱، ص ۹۲۔

۳۔ احکام القرآن، ج ۲، ص ۳۵۹ (ج ۱، ص ۳۸۸)

۴۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۵۷۲ (ج ۲، ص ۲۷۶)، حدیث ۱۵، کتاب الطلاق (سنن ابی داؤد، ج ۱، ص ۳۳۳) (ج ۲، ص ۳۶۱)، حدیث ۲۱۹۹

۵۔ صحیح مسلم (ج ۲، ص ۲۷۷)، حدیث ۱۶، کتاب الطلاق (سنن ابی داؤد (ج ۲، ص ۲۶۱)، حدیث ۲۲۰۰)

کے عجیب و غریب مظاہرے کئے ہیں جو محاورہ عرب سے قطعی بعید ہے۔ قسطلاني اس کو احادیث مشکلہ میں شمار کرتے ہیں۔ (۱)

۵۔ یہودی عورۃ النساء کے قاتل نہیں اسی طرح شیعہ بھی قاتل نہیں۔

جواب:

شیعہ قرآن اور سنت کے مطابق عورتوں کی عدت کو لازم سمجھتے ہیں، اس طرح وہ مطلق عورت کے تین طہر تک انتقال کو لازم سمجھتے ہیں۔ اور اگر عادت زمانہ نہیں رکھے تو تین ماہ عدہ رکھے، حمل سے ہوتا وضع حمل تک شادی نہ کرے۔ جس عورت کا شوہر مر گیا ہوا سے چار ماہ دس دن عدہ رکھنا چاہیے، اگر حاملہ ہو وضع حمل تک انتقال کرے تاکہ دونوں آئیوں ہو اولات الاحمال ﴿وَالَّذِينَ يَتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ﴾ کے عموم پر عمل ہو سکے۔

کنیزوں کے لئے بھی حکم ہے کہ حائضہ ہوں تو قاعدے کے مطابق دونوبت اور اگر حیض سے نہ ہوں تو ذیڑھ ماہ عدہ رکھیں۔ اگر ان کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو حاملہ نہ ہونے کی صورت میں دو ماہ پانچ دن اور اگر حاملہ ہوں تو وضع حمل تک اور دو ماہ پانچ روز تک دوسری شادی سے پہلیز کریں۔ اسی طرح امام اللہ اپنے مولا کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن عدہ رکھے۔ متعدد والی عورت مدت ختم ہونے کے بعد اگر حیض والی ہو تو دونوبت اور اگر حیض نہ رکھتی ہو تو پینتالیس روز عدہ رکھے۔ متعدد والی عورت کا بھی عدہ وفات چار ماہ دس دن ہے۔ اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک۔

یہ ہے شیعوں کی قدیم و جدید فقہ و تفسیر کا نجوم۔ کیا وہ افترا پرداز کسی ایک کتاب میں دکھا سکتا ہے کہ شیعہ عدہ کے قاتل نہیں؟ لیکن وہ افترا پردازی کو گناہ سمجھتا ہی نہیں۔

۶۔ یہودی خون مسلمان کو مباح سمجھتے ہیں، اسی طرح شیعہ بھی مسلمانوں کی خوزیری جائز سمجھتے ہیں۔

جواب:

کیا یہ جاہل مرد کسی شیعہ کتاب میں اپنی بکواس کا ثبوت فراہم کر سکتا ہے؟
 شیعہ ہر سچ و شام قرآن کی تلاوت کرتے ہیں جس میں قتل مسلم کو شدت سے منع کیا گیا ہے اور ابتدی
 جہنم کی بشارت دی گئی ہے۔ حدیث رسول و ائمہؑ میں بھی شدید سزا کا اعلان ہے۔
 قصاص و دیات کے بے شمار احکام مرتب ہیں۔ انہیں دیکھنے کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ جاہل
 اپنے عناوہ تھسب میں حماقت کی تمام حد میں پچلا گنگ پکا ہے۔
 ۷۔ یہودیوں نے توریت کے مطالب کی تحریف کی اور شیعوں نے قرآنی مطالب کی تحریف کی۔

جواب:

شیعوں کا ماغذہ، تفسیر و تاویل اور احکام کا مدرک صرف رسول و ائمہؑ کے ارشادات سے مستعار
 ہے۔ جو خانوادہ وحی ہے اور گھر والے ہی گھر کی باشی زیادہ جانتے ہیں برخلاف اس کے اہل سنت کے
 یہاں عقل سليم، منطق اور اصول نظرت کی ریڑھ مارتے ہیں۔ قرآن کی عجوبہ تفسیریں، قادة و ضحاک
 اور سدی کے یہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اگر آپ تحریف کلام اللہ کے نمونے دیکھنا چاہیں تو اہل سنت کی
 کتب تفسیر پر ایک سرسری نظرڈال لیں، رکیک اور لچر دعوے نیز دینی مسلمات کے انکار کے حیرت ناک
 نمونے میں گے۔ سب کو چھوڑ دیئے صرف ابن تیمیہ کی مخاج السنۃ ہی دیکھ لجھئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا
 یہودیوں سے مشابہ فرقہ کون ہے۔

۸۔ وہ کہتا ہے کہ یہودی جبریل کے دشمن ہیں، اسی طرح رافضی بھی کہتے ہیں کہ جبریل نے
 دھوکے میں علیؑ کے بجائے محمدؐ پر چنپا دی۔

جواب:

یہ شخص پاگل پن میں قومیت سے خارج ہو گیا ہے۔ اس سے پوچھا جائے کہ شیعہ کس طرح جبریل کے
 دشمن ہو سکتے ہیں، جبکہ قرآن مجید میں پڑھتے ہیں۔ من کان عدواً لله و ملائکه و رسّلہ و جبریل
 و میکال۔ ”جو شخص خدا، ملائکہ اور انبیاء اور جبریل و میکال کا دشمن ہے تو خدا بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے۔“
 آخر کب ایک لمحے کے لئے کسی شیعہ نے نبوت محمدؐ میں شک کیا؟ کب نبوت علیؑ کا عقیدہ قائم کیا؟

شیعہ تورات دن آیات قرآن پڑھتے ہیں:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَقْتَ مِنْ قَبْلِهِ الرَّسُولَ﴾

﴿وَمَا كَانَ مُحَمَّداً أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِجَالِكُمْ وَلَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّنَ﴾

﴿وَمَنْ آمَنَوا بِمَا نَزَّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ / مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ﴾

﴿مَبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَاتِي مِنْ بَعْدِي أَسْمَىٰ اِحْمَادًا﴾

اگر شیعہ خطاۓ جبریل کے قالیں ہوتے تو واجب و مستحب نمازوں میں رسالت پیغمبرؐ کی گواہی کیوں دیتے؟ کتب شیعہ اس کی تصریحات سے بھرپور ہیں۔

اس افتر اپردازی کو اربابِ داش، کوئی کم عقل یاد چشمی بھی قبول نہیں کرے گا۔
ان سقیفائی داش مندوں پر رونا آتا ہے۔

۹۔ ابن عبد ربہ کہتا ہے کہ یہودی اونٹ کا گوشت نہیں کھاتے اسی طرح شیعہ بھی۔

جواب:

حافظت اور بے شری کی انتہا ہے۔ صاحب عقد الفرید کی خیانت و عناد پرستی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔ آخر دوسرے حلال جانوروں میں سے گوشت مشرنے کوں سا جرم کیا ہے کہ اسے حیوانات حلال گوشت سے علیحدہ کر دیا جائے۔ شیعوں کے نزدیک کیوں محترم ہو گیا کہ اس کا گوشت نہ کھائیں۔ ممکن ہے کہ اس کی کوئی تاویل گزہ لی جائے لیکن مصیبت تو یہ کہ تمام قصاب و گوشت کا دھنہ کرنے والے بھی سقیفائی ہی ہیں۔

پڑھئے اور ہنسئے

۱۰۔ یکوں کرتے ہیں کہ حافظ نے ایک تاجر کا قصہ نقل کیا ہے: میرے ساتھ کشی میں ایک بد اخلاق بڈھا سفر کر رہا تھا، شیعہ کا نام سنتے ہی بھڑک اٹھتا تھا، چیزہ لال بھجوکا، سرخ انگارہ ہو جاتا تھا۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا: آخر شیعہ کے نام سے اس قدر بر افراد ختنہ کیوں ہو جاتے ہو؟ وہ بولا:

شیعہ کے ہر حرف میں برائی بھری ہوئی ہے۔ ش سے شر، شوم، شیطان، شخاوت، شغب، شرر، شج (بخل) و حرص (وغیرہ)۔

حافظ کہتے ہیں کہ اسی طرح دوسرے حروف کا بھی اندازہ کر لجئے۔

جواب:

اس بدھے کی حماقت سے زیادہ مجھے حافظ کی عناواد پرستی، حماقات اور سفطہ پر فکی آرہی ہے، اس طرح وہ دوسرے مقدس کلمات شرع کی بھی چھڑاڑ چاکتے ہیں۔ قرآن میں یہ لفظ کس قدر مقدس ہے کہ فرماتا ہے:

(وَإِنْ مِنْ شَيْعَتِهِ لَا يُهْرِبُونَ)

حافظ سمجھتے تھے کہ اس پھل جزو سے اساس شیعہ دھرم سے زمین بوس ہو جائے گی، گویا یہ بھلی ہے یا پہاڑ ہے جو شیعوں پر پھٹ پڑے گا، تمام شیعہ رسو اہو جائیں گے۔ صاحب عقد فرید پر بھی ماتم کر لجئے۔ انہوں نے شیعوں پر افترا کرتے ہوئے عناواد پرستی کا بے باکی سے مظاہرہ کیا۔ اگر ان کے دل میں گندگی نہ ہو تو لفظ شیعہ کے شین سے شریعت، شس، شعاع، شہد، شخاعت، شرف، شباب، شکر، شہامت، شان، شجاعت، شفق وغیرہ بھی تو سمجھ سکتے تھے۔

اگر بات اسی قسم کے پھل جزو یوں پر آجائے تو سنی کی اس سے سر (آتش)، ستر (دوزخ)، ستم (بیماری)، سرم سوم (زہر) اور سرطان وغیرہ سمجھا جا سکتا ہے۔

لیکن شیعہ اس قسم کے بے بنیاد خرافات سے اپنے کو احتشام نہیں کرتے۔

ابن عبد ربہ کی افترا پر دازیاں ان کے علاوہ بھی ان کی کتاب میں بھری پڑی ہیں۔ افترا کے ساتھ فریب کاریاں بھی بے شمار ہیں مثلاً تاریخی حیثیت سے دیکھئے، وہ لکھتے ہیں کہ زید شہید نے خراسان سے خروج کیا اور وہیں قتل کئے اور پھانسی پر لٹکائے گئے۔ (۱) اس پر تبصرہ کیا جائے تو کتاب موضوع سے باہر ہو جائے گی۔

ابن تیمیہ نے بھی ابن عبد ربہ کی فریب کاریوں کو اپنی کتاب ”منهاج السنۃ“ میں نقل کیا ہے:

یہودی مونوں کو سلام نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ السام علیک (تمہیں موت آئے) اسی طرح
شیعہ بھی کہتے ہیں۔

یہودی موزہ پر سچ جائز نہیں سمجھتے اسی طرح شیعہ بھی جائز نہیں سمجھتے۔

یہودی لوگوں کا مال، حلال سمجھتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی۔

یہودی دھوکہ جائز سمجھتے ہیں اسی طرح شیعہ بھی۔ (۱)

اسی قسم کی اور دوسری دروغ بازیوں کو آپ کی عقل سیم کے فیصلے پر چھوڑا جاتا ہے۔

﴿وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلَىٰ
وَلَا تَحْسِرْ﴾ "اگر تم علم قرآن کے بعد بھی ان کی خواہشوں پر چلے تو یاد رہے کہ تم کو خدا کے غصب سے
بچانے والا نہ کوئی سر پرست ہو گا نہ دکار"۔ (۲)

۱۔ مساجد النساء، ج ۱، ص ۸۔ ۷۔

۲۔ بقرہ ۱۲۰/۹

الفرق بین الفرق (۱)

تألیف: ابو منصور عبد القاهر بغدادی

اس شخص کی جہالت و نادانی نے ہر قسم کے جھوٹے پروپیگنڈوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ رافضیوں میں فقہ، لغت، حدیث کے ماہرین سرے سے ہیں، نہیں، سیرت و تاریخ اور تفسیر و تاویل کے میدان میں کوئی معتبر عالم نہیں۔ رافضی اس سلسلے میں صرف اہل سنت پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ منحوس شکر خدا بجالاتے ہوئے کہتا ہے کہ آئندہ بھی اس کی توقع نہیں۔ اس طرح وہ اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے رافضیوں کی تمام شرارتیں طشت از بام کر دی ہیں۔ (۲)

تجب کی بات یہ ہے کہ اس کی دونوں آنکھوں کے سامنے خود بغداد میں دانشوران تشیع کا اثر دہام تھا۔ جن کے سامنے بڑے بڑے دانشور پانی بھرتے نظر آتے۔ شیخ مفید، علم الہدی، سید مرتضی، شریف رضی، ابو الحسین نجاشی، شیخ ابو الفتح کراچی، شریف ابو لیعلی اور سلا رویلی میںے نابغہ روزگار تھے، ان سے ائمہ اہل سنت نے بھی استفادہ کیا۔ ہم نہیں سمجھتے کہ ان عظیم علماء سے یہ شخص بے خبر ہو گا۔ یا تو اس کے حواس مختل ہو گئے ہوں گے یا پھر کینہ و عناد میں دانشوروں کی عظمت کا مفکر ہو گیا۔

جب اس کی دروغ بیانی اور افتر اپردازی کا یہ عالم ہے تو اس نے اپنی کتاب میں کیا کچھ مکاری و

۱۔ ابو الحجاج بلوی کی الفباء (ج ۱، ص ۲۲۲)

۲۔ مسند احمد (ج ۱، ص ۳۲۸، حدیث ۱۷۲۱) تاریخ ابن کثیر بیچ ۷، ص ۳۲۲ (ج ۷، ص ۳۶۸، حدیث ۲۰) حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۵ (نمبر ۲) (المصنف، ج ۱۲، ص ۲۸، حدیث ۲۱۲۲) جمع الجواب، ج ۲، ص ۳۱۲ (کنز العمال، ج ۱۳، ص ۱۹۲، حدیث ۳۶۷۴) صفت الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۳۱۲)

تحریف اور رد بدل کے مظاہرے کئے ہوں گے۔ آپ خود ہی اندازہ کر سکتے ہیں۔

﴿وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَيْسَ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَمَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٌّ وَلَا وَاقٍِ﴾ ”اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان بنا کر نازل کیا ہے اور اگر آپ علم کے آجائے کے بعد ان کی خواہشات کا اتباع کر لیں گے تو اللہ کے مقابلوں میں کوئی کسی کا سر پرست اور بچانے والا نہ ہوگا۔“ (۱)

الفصل في المثل والنخل^(۱)

تألیف: ابن حزم اندلسی

مذاہب کے بارے میں کوئی بات لکھنے سے پہلے محقق کو صداقت و امانت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اپنے دہم و گمان سے مرقومات لکھ مارنے سے آبروجاتی ہے اور معیار تحقیق بھی پست ہوتا ہے لیکن ابن حزم نے مذاہب عالم کے مقابلی مطالعہ میں اس کا قطعی خیال نہیں رکھا۔ وہ افتراض داہی اور بیان عقائد کی دوڑ میں جھوٹ کے تمام روکارڈ توڑ بیٹھے ہیں۔ نمونے ملاحظہ ہوں:

۱۔ رفض فرقۃ مسلمان نہیں۔ یہ وفات رسولؐ کے بھیس سال بعد ایسے شخص کی دعوت پر وجود میں آیا جو جھوٹ اور کفر میں یہودی و نصاریٰ کی طرح تھا۔ (۲)

جواب:

قسم خدا کی! اس شخص نے اپنی بات سے انسانیت و شرافت کو تھن سے بھر دیا ہے۔ ذرا بھی آنکھ میں پانی نہیں رہ گیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ جو لوگ نمازوں میں رو بقلہ ہوتے ہیں، بلکہ پڑھتے ہیں، سنت رسولؐ کی پیروی کرتے ہیں، وہ مسلمان کیسے نہیں ہیں؟ ان کی کتابیں صدق گفتار کی گواہ ہیں۔ یہ شخص کہتا ہے کہ گروہ شیعہ مسلمان نہیں جبکہ ہزاروں علماء اہل سنت کے اساتذہ شیعہ علماء ہی رہے۔ انہوں نے شیعوں سے اپنے مسلک کی روایات حاصل کر کے صحاب و مسانید میں بھری ہیں؛ وہ روایات اس قوم کا مر جن ہیں۔

اہل سنت کے بعض مشائخ کے نام پیش کئے جاتے ہیں، جو شیعہ ہیں:

۱۔ اتحاد، ج ۳، ص ۳۰ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض الفضرة، ج ۲، ص ۱۹۲ (ج ۳، ص ۱۳۱) مطالب المسؤول، ج ۳۰۔

۲۔ الفصل، ج ۲، ص ۷۸

ابان بن تغلب، ابو عبد اللہ جدلی، اسماعیل کوفی، ابو حمزہ شمائلی، جابر بن یزید جھپٹی۔

حروف تجھی کے اعتبار سے علامہ ایمنی نے جزار کوئی تک ۹۲ نام پیش کئے ہیں۔

صحابہ سنت میں ان کی روایات موجود ہیں، اکثر علماء اہل سنت نے ان کو معتبر مان کر انہیں بطور دلیل پیش کیا ہے۔ بقول ابن حزم: اگر شیعہ مسلمان نہیں تو ان روایات کی کیا قیمت رہ جاتی ہے؟

شیعہ ہی نہیں مجتہد بھی بے آبرو ہوئی جاتی ہے جو اہل سنت کے یہاں بھی محترم ہے۔

آنگار تشیع کے سلسلے میں عبداللہ بن سaba کی جوبات کی جاتی ہے اسے حضرت علیؑ نے آگ میں جلا کر مارڈا لاتھا۔ اب ہر شیعہ اس پر لعنت کرتا ہے کیونکہ وہ ملحد تھا۔ کیا ایک شخص پوری قوم میں اپنے خیالات رائج کر سکتا ہے؟ مگر ابن حزم تو شیعوں پر افترا کرنے کیلئے ہر جھوٹ بول سکتا ہے، ابن سaba کی مذمت تمام دانشوران تشیع نے کی ہے۔

۱۔ ابن حزم بکواس کرتا ہے کہ جو بھی کہے کہ علم علیؑ تمام صحابہ سے زیادہ تھا وہ جھوٹ بتتا ہے۔ پھر علیؑ سے ابو بکر کے عالم و داننا ہونے کی لچر دلیلیں پیش کر کے کہا ہے کہ جسے بھی ذرا سمجھتے وہ فیصلہ کر لے گا کہ ابو بکر کا علم، علیؑ سے زیادہ تھا۔ آگے علیؑ حیثیت سے عمر کی علیؑ پر برتری ظاہر کی ہے اور کہا کہ جسے بھی ذرا حصہ ہے وہ واضح طریقے سے جانتا ہے کہ علم عمر ہزار گناہ علیؑ سے زیادہ ہے۔ پھر وہ اس دعوے کو باطل کرتا ہے کہ علم علیؑ سب سے زیادہ تھا۔ (۲)

جواب:

سبھی میں نہیں آتا کہ اس شخص کی نادانی پر بنسوں یاد یو اگی کا مضمکہ اڑاؤں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علم علیؑ تمام صحابہ سے زیادہ تھا، اس بات کا اقرار اس سے پہلے رسول خدا نے فاطمۃؓ سے فرمایا: اما ترضین انی زوجتک اولیٰ المسلمين اسلاماً و اعلمهم علمماً (۲) ”کیا تو راضی نہیں کہ میں نے تیرا عقد اس سے کیا ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا اور علم میں بھی سب سے زیادہ ہے،“ (۳)

۱۔ مؤلف، ابو منصور عبد القاهر بن طاہر بغدادی۔ ۲۔ الفرق بین الفرق، ص ۲۲۷، باب ۵۔

۳۔ مسنود حاکم (ج ۲، ص ۲۶۲۵) کنز العمال، ج ۶، ص ۱۳ (ج ۱۱، ص ۲۰۵، حدیث ۲۶۹۲۵)

اس مفہوم کی حدیث خطیب و سیوطی، مندادم و استیعاب، ریاض، مجع اور سیرہ حلیبیہ میں بھی ہے۔ اس کے علاوہ رسول خدا نے فرمایا: میرے بعد امت کے سب سے بڑے عالم علی ہیں (۱)، نیز فرمایا: علی میرے علم کا ظرف، میرے وصی اور میرے علم کا دروازہ ہیں (۲)، علی میرے علم کے خازن ہیں (۳)، علی میرے علم کا صندوق ہیں (۴)، میری امت کے سب سے بڑے قاضی ہیں (۵)

نیز فرمایا:

یا علی! میں تمہیں نبوت کے امور کا حصہ دار بھتا ہوں حالانکہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہے، تم میری سات چیزوں میں حصہ دار ہو۔ ان میں یہ کہ تم قضا یا فیصلہ کرنے میں وانا ترین ہو۔ (۶)
یہ بھی فرمایا: علم کے دس حصے کئے گئے، نو حصے علیٰ کو عطا ہوئے اور ایک حصہ دنیا کے تمام لوگوں کو۔ (۷)

کیا جس عظیم المرتبت کے یہ سب فضائل ہوں اس کی برابری دوسرا کوئی بھی شخص کر سکتا ہے؟

۱۔ مناقب خوارزی، ص ۳۹ (ص ۸۲، حدیث ۲۷) مقل احسین، ح ۱، ص ۳۳، کنز العمال، ح ۲، ص ۱۵۳ (ح ۱۱، ص ۱۱۲، حدیث ۳۲۹۷۷)

۲۔ مشا الاخبار، ص ۳۹ (ح ۱، ص ۶۰، باب ۷) کفاية الطالب، ص ۷۰ (ص ۹۳، باب ۳۷)

۳۔ ابن القیدی کی شرح نجیب البلاوغ، ح ۲، ص ۲۸۸ (ح ۹، ص ۱۶۵، خطبہ ۱۵۳)

۴۔ شرح نجیب البلاوغ ابن القیدی، ح ۲، ص ۳۲۸، جامع الصیر (ح ۲، ص ۷۷، حدیث ۵۵۹۳)، کنز العمال، ح ۲، ص ۱۵۳ (ح ۱۱، ص ۲۰۳، حدیث ۳۲۹۱۱) شرح المزیری، ح ۲، ص ۷۲ (ح ۲، ص ۲۵۸) ختنی کی حاشیہ شرح عزیزی، ح ۲، ص ۳۱ (ح ۲، ص ۳۵۸) مصباح الظلام، ح ۲، ص ۵۶ (ح ۲، ص ۱۳۶، حدیث ۳۰۵)

۵۔ بغونی کی مصائب، ح ۲، ص ۷۲ (ح ۳، ص ۱۸۰، حدیث ۲۷۸) ریاض الخضرۃ، ح ۲، ص ۱۹۸ (ح ۳، ص ۱۳۷) مناقب خوارزی، ص ۵۰ (ص ۱۸، حدیث ۲۶۷) فتح الباری، ح ۸، ص ۱۳۶ (ح ۸، ص ۱۶۷) بقیۃ الوعاء، ص ۷۲ (ح ۲، ص ۲۰۶، نمبر ۲۱)

۶۔ حلیۃ الاولیاء، ح ۱، ص ۲۲ (نمبر ۲) ریاض الخضرۃ، ح ۲، ص ۱۹۸ (ح ۳، ص ۱۳۷) مطالب المسؤول، ص ۳۳، تاریخ ابن عساکر (ح ۱۲، ص ۱۳۹) مختصر تاریخ دمشق، ح ۷، ا، ص ۲۱۵ (۳۲۱، باب ۵۹) کنز العمال، ح ۲،

ص ۱۵۳ (ح ۱۱، ص ۱۱۷، حدیث ۳۲۹۹۳)

۷۔ حلیۃ الاولیاء، ح ۱، ص ۶۵ (نمبر ۲) اکی الطالب، ص ۱۳ (ص ۱۷)

رسولؐ کے بعد عارش کی گواہی ہے کہ علیٰ تمام لوگوں سے زیادہ سنت کے عالم ہیں (۱)، پھر عمر کا اقرار ہے: علیٰ ہم سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ (۲) اور حضرت عمر کا مشہور فقرہ ہے: لولا علیٰ لہاک عمر "اگر علیٰ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔" (۳) یا یہ کہا: خدا یا مجھے اس مصیبت کے وقت باقی نہ رکھتا جسے حل کرنے کیلئے علیٰ نہ ہوں۔ (۴) اس مفہوم کے بہت زیادہ فقرے حضرت عمر سے مردی ہیں۔ (۵) سعید بن میتب کہتے ہیں کہ عمر اس مشکل سے پناہ مانگتے تھے جسے حل کرنے کیلئے علیٰ نہ ہوں۔ (۶) معاویہ کہتا ہے: جب عمر مشکل میں چھپتے تو علیٰ کو علاش کرتے تھے (۷)، شہادت علیٰ کی خبر سن کر معاویہ چلایا:

- ۱۔ استیغاب، ج ۳، ص ۳۰، مطبوع بر حاشیہ اصلۃ (نمبر ۱۱۰۲) ریاض العصرۃ، ج ۲، ص ۱۹۲ (ج ۳، ص ۱۳۱)
- مناقب خوارزی، ص ۵۲ (ص ۹۱، حدیث ۸۲) الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۲۷ (ج ۱۲۲) تاریخ اخلاقاء، ص ۱۱۵ (۱۲۰)
- ۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۵ (نمبر ۲) طبقات ابن سعد، ص ۳۵۹ (ج ۲، ص ۳۶۱، ۳۶۰، ۳۵۹) استیغاب، ج ۲، ص ۳۸، ۳۹ مطبوع بر حاشیہ اصلۃ (نمبر ۱۸۵۵) تاریخ ابن کثیر، ج ۷، ص ۳۵۹ (ج ۷، ص ۳۹، حدیث ۲۷) اتنی الطالب، ص ۱۲، ۱۳ تاریخ اخلاقاء، ص ۱۱۵ (ص ۱۶۹)
- ۳۔ استیغاب، ج ۳، ص ۳۹ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض العصرۃ، ج ۲، ص ۱۹۲ (ج ۳، ص ۱۳۲) تفسیر یثاپوری (مجلد ۱)، ج ۲، ص ۱۰ مناقب خوارزی، ص ۳۸ (ص ۸۰، حدیث ۶۵) خلیٰ کی شرح جامی صیری، ص ۲۱ مطبوع بر حاشیہ سراج منیر (ج ۲، ص ۲۵۹) تذکرۃ خواص الامم، ص ۷۸ (۱۳۷) مطالب المسؤول، ص ۱۳، فیض القدری، ج ۲، ص ۳۵۷
- ۴۔ تذکرۃ خواص الامم، ص ۷۸ (۱۳۸) مناقب خوارزی، ص ۵۸ (۹۷، حدیث ۹۸) مقلد خوارزی، ج ۱، ص ۲۵۵
- ۵۔ ارشاد الساری، ج ۳، ص ۱۹۵ (ج ۳، ص ۱۳۶) ریاض العصرۃ، ج ۲، ص ۱۹۷ (ج ۳، ص ۱۳۶) فیض القدری، ج ۲، ص ۳۵۷ تاریخ ابن کثیر، ج ۷، ص ۳۵۹ (ج ۷، ص ۳۹، حدیث ۲۷) ریاض العصرۃ، ج ۲، ص ۱۹۷ (ج ۳، ص ۱۳۶) منتخب کنز الحمال مطبوع بر حاشیہ مسند احمد، ج ۲، ص ۲۵۲ (منتخب کنز العمال، ج ۲، ص ۲۰۰) فیض القدری، ج ۳، ص ۳۵۷، ریاض العصرۃ، ج ۲، ص ۱۹۲ (ج ۳، ص ۱۳۲)
- ۶۔ مناقب احمد، (ص ۱۵۵، حدیث ۲۲۲) استیغاب مطبوع بر حاشیہ اصلۃ، ج ۳، ص ۳۹ (نمبر ۱۸۵۵) منۃ الصفوۃ، ج ۱، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۳۱۲) ریاض العصرۃ، ج ۲، ص ۱۹۲ (ج ۳، ص ۱۳۲) تذکرۃ خواص الامم، ص ۸۵ (ص ۱۳۲) شیرازی کی طبقات الشافعیہ، ص ۱۰ (طبقات الشافعیہ، ص ۳۲) الاصابۃ، ج ۲، ص ۵۰۹ (نمبر ۵۲۸۸) صواعق حرق، ص ۷۶ (۱۲۷) فیض القدری، ج ۳، ص ۳۵۷
- ۷۔ مناقب احمد (ص ۱۵۵، حدیث ۲۲۲) ریاض العصرۃ، ج ۲، ص ۱۹۵ (ج ۲، ص ۱۳۲)

آج دنیا سے علم و فقر خست ہو گیا۔ امام حسن نے شہادت علیؑ کے بعد خطبہ میں ارشاد فرمایا: کل تمہارے درمیان سے ایسا مرد رخصت ہوا جس کے علم و دانش پر اولین و آخرین میں کوئی بھی سبقت نہ لے جاسکا۔ حبر امت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں: علیؑ کو علم کے دس حصوں میں سے نو حصہ نصیب ہوا اور ایک حصہ میں بقیہ تمام دنیا والوں کا علم ہے۔

ابن مسعود کہتے ہیں: حکمت کے دس حصے ہیں، نو حصے علیؑ کے ہیں اور ایک حصہ میں تمام دنیا ہے، اس میں بھی زیادہ علیؑ کا حصہ ہے، (۱) فرائض الہمیہ میں مدینہ کے دانتارین علیؑ ہیں۔ (۲) نیز فرماتے ہیں: قرآن سات حروف پر نازل ہوا۔ ہر حرف کے ظاہر و باطن ہیں اور علیؑ ابن ابی طالب کو تمام ظاہر و باطن کا علم ہے۔ (۳) اسی طرح دوسرے اقوال ہیں۔

ہشام بن عتبیہ کہتے ہیں کہ علیؑ اولین نماز گزار، سب سے بڑے عالم اور رسول خدا ﷺ کے نزدیک ترین تھے۔ (۴) عدی بن خاتم نے تقریر میں کہا: وہ قرآن و سنت کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اسلام کی نسبت سے رسولؐ کے بھائی اور سربرا آور دہ اسلام تھے، سب سے بڑے زاہد، عابد، شجاع اور عاقل تھے۔ (۵) عبد اللہ بن جبل نے عرض کی: یا علیؑ! آپ خدا کے سب سے زیادہ عارف، رسولؐ کے قریب ترین اور شریعت کے نیک ترین انسان ہیں۔ (۶)

ابو سعید خدری: علیؑ کی قوت فیصلہ سب سے زیادہ تھی۔ (۷)

ان کے علاوہ اکثر اصحاب رسولؐ نے نیز پہلی صدی کے شعراء نے علیؑ کو سب سے بڑا عالم کہا ہے۔

۱۔ کنز العمال، ج ۵، ص ۱۵۶، ۲۰۱، ۱۱۵ (ج ۱۱، ص ۲۱۵، حدیث ۲۲۹۸۲، ج ۱۳، ص ۱۳۶، حدیث ۳۲۳۶۱)

۲۔ استیاع، ج ۳، ص ۳۱ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض المظرا، ج ۲، ص ۱۹۳ (ج ۲، ص ۱۰۳)

۳۔ مفاتیح الجنادۃ، ج ۱، ص ۳۰۰ (ج ۲، ص ۵۶)

۴۔ کتاب صفين نصر بن مزاحم، ص ۳۰۳ (ص ۳۵۵)

۵۔ حمزة خطب العرب، ج ۱، ص ۲۰۲ (ج ۱، ص ۲۷۹، نمبر ۲۲۷)

۶۔ حمزة خطب العرب، ج ۱، ص ۲۰۳ (ج ۱، ص ۲۸۰، نمبر ۲۲۸)

۷۔ نقی الباری، ج ۸، ص ۱۳۶ (ج ۸، ص ۱۶۷)

تمام امت اسلامی متفق ہے کہ سب سے بڑے عالم تھے، وہ دارث علم نبی تھے۔ اکثر صحاح و مسانید میں حدیث رسول ﷺ نقل ہے کہ علیؑ میرے وصی دارث ہیں، علیؑ نے پوچھا: میں کس چیز کا دارث ہوں؟ رسولؐ نے فرمایا: جن چیزوں کے رسول دارث ہوتے ہیں۔ حاکم نے اس حدیث کے ذیل میں کہ دارث رسولؐ ہیں نہ کہ عباس۔ فرمایا: علماء کے درمیان اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ پچاکے ہوتے پچازاد بھائی دارث نہیں ہوتا لہذا اس موقع پر خصوصی حیثیت سے اجتماع ہے کہ تہا دارث پیغمبرؐ علیؑ ہیں۔ (۱)

صحابہ کے درمیان یہ دراثت مسلم تھی، محمد بن ابی بکر نے محاویہ کو خط لکھتے ہوئے فرمایا: تمہ پر افسوس ہوتا ہے کہ تو علیؑ کی برابری کرتا ہے، وہ رسولؐ کے دارث وصی ہیں۔ (۲)

اب ذرا اس شخص کو دیکھئے! یہ نامناسب باقی کس کے لئے کہہ رہا ہے، یہ کس کی ہٹک حرمت کر رہا ہے۔ تمام صحابہ سے علیؑ کو عالم بتانے والے خود رسول خدا ہیں، صحابہ ہیں، تابعین ہیں، بھلا بتائیے تو جو شخص صحابہ کی نعمت کرے، امام حسنؑ، عائشہؓ، عمر بن خطاب اور حضرات عبد اللہ بن عباس کی اہانت کرے، اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں علماء دین؟

۳۔ عثمانؑ فرقہ امامیہ میں ایک تحریف کا بھی عقیدہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں کسی ہوئی ہے اور زیادتی بھی، اکثر آیات بدلتی گئی ہیں۔ ان کے مذهب کے عظیم عالم سید مرتضی علم الہدمی جو بظاہر مذهب معزلہ کا اظہار کرتے ہیں، نے تحریف قرآن کا عقیدہ درکھنے والے کو فرکہا ہے۔ (۳)

جواب:

کاش اس شخص نے کوئی معتبر شیعی حوالہ بھی دیا ہوتا یا اس عالم کا نام بتانا تا جو تحریف کا قائل ہے یا کسی غیر مسروف عالم ہی کا نام بتانا تا جو تحریف قرآن کا قائل ہے، میراخیال ہے کہ وہ کوئی جاہل شیعہ یا دیہاتی

۱۔ المسند رک علی الصحیحین، ج ۲، ص ۱۳۶، حدیث (۲۶۲۳)

۲۔ کتاب صافی، ج ۱ (۱۱۹) مروج الذهب، ج ۲، ص ۵۹ (ج ۲، ص ۲۱)

۳۔ (الفصل، ج ۲، ص ۱۸۲)

کا بھی نام نہیں بتا سکتا جو تحریف کا قائل ہو۔ اس کے برخلاف اس نے عناد میں صرف علم الہدی (۱) کا نام لیا ہے، جبکہ شیخ صدق (۲)، شیخ مفید (۳)، علامہ طوی (۴)، طبری (۵) وغیرہ علماء کا نظر یہ ہے کہ جو کچھ دو دنیوں کے درمیان قرآن شریف ہے وہی منزل من اللہ ہے، نہ اس میں کمی ہوئی ہے نہ زیادتی۔ اگر کسی شیعہ نے لفظ تحریف استعمال بھی کیا ہے تو اس کا مطلب تادیل و مفہوم سے ہے، نہ کہ الفاظ کی کمی و بیشی سے اور اس کے قائل تودہ خود بھی ہیں۔

۳۔ بعض شیعہ نور و عورتوں سے شادی کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسے ہیں جو قمری گھاںس اس دعوے کی بنا پر نہیں کھاتے کہ یہ خون حسین سے رو سیدہ ہوتی ہے۔ (۶)

جواب:

اس شخص کو شیعی کتب فقہ دیکھے بغیر اس قسم کی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ وہ کسی کتاب سے اپنے دعوے کا ثبوت فراہم نہیں کر سکتا۔ کوئی شیعہ ایک وقت میں چار عورتوں سے زیادہ کا قائل نہیں، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ ایک وقت میں نو عورتوں سے نکاح صرف رسول اکرم ﷺ کیلئے جائز تھا، یہ خصوصیات نبوت میں سے تھا۔ اس سلسلے میں شیعہ و سنی میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگر ابن حزم کی بات جھوٹ نہ ہوتی تو کسی کتاب کا حوالہ ضرور دیتے۔ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے مجھ عناد میں بے پر کی اڑائی ہے۔ قمری گھاںس کی بات بھی کسی عالم یا جاہل یا سبزی فروش سے نہیں سنی گئی۔ کسی قصہ گونے بھی نہیں کہی ہے، یہ تو ایسی سہمی بات ہے کہ خود اس کے مذہب والے بھی اس کی تردید کر دیں گے۔

۴۔ ہم نے دیکھا ہے کہ علیؑ نے چھ ماہ تک ابو بکر کی بیعت نہیں کی اور نہ ہی ابو بکر نے ان کو بیعت پر

۱۔ امامی سید مرتضی (حج ۲، ص ۸۲)

۲۔ الاعتقادات فی دین الامامی، ص ۵۹، باب (۲۲)

۳۔ اوائل القالات، ص ۹۳، ۹۵

۴۔ اتبیان فی تفسیر القرآن، ح ۱، ص ۳، مقدمہ۔

۵۔ صحیح البیان، ح ۶، ص ۱۸۲

۶۔ (الفصل، ح ۲، ص ۵۰۸)

محجور کیا۔ حضرت علیؑ نے خود ہی بغیر کسی جبرا و کراہ کے چھ ماہ بعد ابو بکر کی بیعت کر لی۔ (۱) اس سے زیادہ دلچسپ بات لکھتا ہے: اس چھ ماہ کی مدت میں نہ کسی نے علیؑ سے کوئی سوال کیا نہ ہی سختی کی۔ علیؑ اس درمیان اپنے کاموں میں مشغول رہے۔ دراصل معاملہ یہ ہوا کہ علیؑ نے مغلی مقافع اور اپنی امور کی استواری کے لئے دل سے بیعت کی تھی، اس درمیان انصار و مہاجرین کی بیعت کے تماشے ہوتے رہے اور علیؑ گھر میں بیٹھے رہے، نہ انصار کی طرف گئے نہ مہاجرین کی طرف۔ ان کے ساتھ صرف زیر بن عوام تھے۔ ان پر بھی حق واضح ہو گیا تو ابو بکر کی بیعت کر لی۔ علیؑ تہارہ گئے، ایک شخص بھی علیؑ کی طرف مائل نہ تھا۔

جواب:

میں اس موضوع پر کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اس سفید جھوٹ اور مجرمانہ دروغ بیانی کی نقاب کشانی کے بجائے استاد عبدالفتاح عبد المقصود وکی ”الامام علیؑ“ کے اقتباسات پیش کئے دیتا ہوں: ”مسلمانوں نے عرصے تک پوشیدہ واعلانیہ بیعت علیؑ کی۔ ان کے خانہ مبارک پر جمع ہوئے کیونکہ وہ سمجھتے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے، وہ فریاد کرتے رہے اور پکارتے رہے کہ گھر سے باہر نکلنے تاکہ تم آپ کی بیعت کریں، اس موقع پر مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے، قریب تھا کہ وحدت اسلامی پارہ پارہ ہو جاتی، پھر خدا ہی جانتا ہے کہ اسلام کا کیا حشر ہوتا۔ اس صورت میں کیا عمر کی نظر میں علیؑ کو بھی سعد بن عبادہ کی طرح قتل کر دینا مناسب نہ ہوتا تاکہ قند ختم ہو جائے۔ عمر کی مشددا نہذہنیت سے بعد بھی نہ تھا۔ سب کو یقین تھا کیونکہ اس سے قبل عمر کی تشدید پسندی دیکھ چکے تھے، ہر شخص قبل ہی سے سمجھ رہا تھا کہ اگر عمر نے بیعت کیلئے علیؑ کو محجور کیا تو علیؑ استقلال کا مظاہرہ کریں گے۔ ابو بکر کی خلافت پر راضی نہ ہوں گے، ان لوگوں نے تھوڑی دیر کی سوچ کے بعد فیصلہ کر لیا، لوگوں نے دیکھا کہ آگے آگے پر خطاب اور پیچھے پیچھے اس کے مددگاروں کا ہجوم ہے، وہ خانہ فاطمہ پر پہنچے۔ وہ علیؑ کو ہر قیمت پر محجور کرنے کا تہبیہ کئے ہوئے تھے۔ ان میں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ اگر علیؑ تسلیم نہ ہوں تو ٹکوار قطعی فیصلہ کر دے۔ کچھ ایسے بھی تھے جو ٹکوار کے بجائے آگ کے ویلے سے باہر نکلنے پر اصرار کر رہے تھے، عمر نے آگ اور لکڑی منگوائی اور

خانہ قاطمة جلانے کا حکم دے دیا جس میں علی اور ان کے بد دگار تھے۔ ایک جھاگ کی طرح یہ حادث ابھرے اور علی پر حملہ کرنے والے تھے کہ پس دیوار سے چہرہ رسول نعمودار ہوا۔ اندوہ و کرب سے بھرا ہوا چہرہ آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھٹری لگی تھی، جنین مبارک سے غم و غصہ بھڑک رہا تھا، عمر و ہیں بیٹھ گئے، جو لوگ پشت خانہ پر بجھ تھے چہرہ رسول اور فاطمہ کا وجود دیکھ کر شرم سے آنکھیں بند کرنے پر مجبور ہو گئے اور اپنی جگہ واپس آگئے۔ اسی حال میں انہوں نے دیکھا کہ فاطمہ تھکے قدموں سے مسجد رسول کی طرف جا رہی ہیں، قبر پر پرچمیں، تمام لوگ ہمہ تن متوجہ تھے۔ اچانک ایک لرزتی آواز ابھری: بابا، یا رسول اللہ، بابا رسول اللہ! آپ کے بعد خطاب کے بیٹے نے مجھ پر کیا کیا مصائب ڈھائے۔ لوگوں کے دل اس فریاد سے پارہ بارہ ہو گئے تھی چاہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتی اور دھنس جاتے۔

علامہ امین فرماتے ہیں کہ حوالے کے لئے ملاحظہ ہو: الامامة والسياسة ج ۱، ص ۱۳؛ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۱۹۸؛ عقد الفرید، ج ۲، ص ۷۵؛ تاریخ ابی الفداء، ج ۱، ص ۱۶۵؛ تاریخ بن شحنة، ص ۱۱؛ شرح بن ابی الحدید، ج ۲، ص ۱۹۔ (۱)

۲۔ راضی عورت کی امامت کو جائز سمجھتے ہیں اور یعنی مادر کے جنین کی رہبری کے معتقد ہیں۔ (۲)

جواب:

ہم نہیں سمجھتے کہ اس شخص نے یہ مہمل فقرہ لکھتے وقت عقائد و کلام کے متعلق شیعوں کی کتابیں دیکھی ہوں گی۔ اس نے بغیر کسی بنیاد کے جھوٹی نسبت شیعوں کی طرف ٹھوک دی حالانکہ ایک جاہل شیعہ بھی اس کا معتقد نہیں ہے۔ شیعوں کا یہ مشہور عقیدہ ہے کہ امامت صرف بارہ مردوں میں مختصر ہے۔ اس سلسلے میں شیعوں کی طرف منسوب دوسرے فرقے مثلاً زیدیہ، اسماعیلیہ بلکہ کیسانیہ بھی اپنے راویوں میں کسی عورت کی رہبری کے قائل نہیں۔ شہرتانی نے الملل و انجل میں امام علی نقی علیہ السلام کی صاحبزادی فاطمہ کے

۱۔ (الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۹؛ تاریخ الامم والملوک، ج ۳، ص ۲۰۲، حادث الله)۔ العقد الفرید، ج ۳، ص ۸۶، ۸۷۔ تاریخ

ابن شحنة، ج ۱، ص ۸۹، حادث الله۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۳۶، خطبہ ۶۶

۲۔ (الفصل م ۱۰))

متعلق خود ساختہ بات لکھ دی جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں تھا۔ اگر امامیہ حضرات عورت کی رہبری کے قائل ہوتے تو متذکرہ فاطمہ سے کہیں افضل و برتر حضرت فاطمہ بنت محمد کی امامت کے قائل ہوتے حالانکہ تمام فضائل و مکارم کی جامع ہونے کے باوجود کوئی شیعہ ان کی امامت کا معتقد نہیں۔ اس منحوس نے جھوٹی باتیں منسوب کرتے ہوئے شاید نہیں سوچا کہ آئندہ کوئی محقق اسی کا پھر اسی کے منھ پر گھسیت مارے گا اور لوگوں کو حقیقت حال سے باخبر کرے گا۔ اب اس سے کون پوچھئے کہ آخر کس موقع پر کوئی شیعہ امامت جتنیں کا قائل ہوا ہے۔ آخر یہ ہے کون؟ کس نے اس بات کو نقل کیا۔ اس منحوس نے کس شخص سے یہ بات سنی۔ بات اصل میں یہ ہے کہ شیطان اپنے چیلوں کے کان میں پھونکتا ہے۔

رسول خدا نے اپنے پچھا سے دوستی کا مظاہرہ کیا۔ ہر چند کہ رسول خدا اب طالب کو دوست رکھتے تھے لیکن خدا نے اس دوستی سے منع فرمایا اور ابوطالب کی دشمنی کو رسول پرواجب قرار دیا۔ (۱)

جواب:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی تاکیدوں کے باوجود دکھنے والی کی مقراب سمجھتے تھے اسی وجہ سے ابوالعباس سے اعلانیہ بیزاری فرمائی۔ مستقل سورہ لمب نازل ہوا۔

پچا عباس اور چھیرے بھائی عقیل کی مشکلیں اس وقت تک نہیں کھولیں جب تک انہوں نے اقرارِ اسلام نہیں کر لیا، ان پر گلمنہ فدیہ جاری کیا۔ آپ کی بیٹی زینب جو مسلمان تھیں اور ان کا شوہر ابوالعاص کافر تھا۔ جب تک اس نے اقرارِ اسلام نہیں کر لیا و دونوں میں جداگی برقرار رکھی۔ اس لحاظ سے محبتِ زعلوں کا تہما معیار صرف ایمان ہے اور آپ کی ووتی اس شخص کے ایمان کا ثبوت ہے۔

خودا بن حزم نے فضیلت عائشہ میں اسی کو معیار قرار دیتے ہوئے مقام استدلال میں حدیث نقل کی ہے: تو میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے۔

ابوطالبؑ کے بارے میں انہوں نے مجتب پیغمبرؐ کا اقرار کیا اور ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور بجائے خود یہ ابوطالب کی ممتاز ترین فضیلت ہے۔ لیکن یہ دعویٰ کہ بعد میں اس محبت کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا تھا، زجر و توبیخ ہوئی، دشمنی کا حکم دیا گیا۔ یہ اسکی بات ہے کہ جس پر نہ کوئی ولیل ہے نہ شاہد۔ کیا ابن حزم عمل رسولؐ کے دونوں میں فرق قرار دینا مناسب سمجھیں گے؟ کیا وہ اس بات کی نشاندہی کر سکیں گے کہ رسولؐ نے کب سے عناد ابوطالب کو دوسروں پر واجب قرار دیا۔ تاریخ قطعی خاموش ہے۔ بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ مرتبے دم تک ابوطالب سے جدا نہ ہوئے۔ جب ابوطالب وفات پا گئے تو علیؐ کو حکم دیا عمل و کفن دے کر پر دنگاک کر دو۔ (۱) کیونکہ خدا نے انہیں بخش دیا ہے۔ پھر دعا سے رحمت فرمانے لگے۔ حضرت علیؐ نے ابوطالب کا مرثیہ یوں کہا ہے:

”اے ابوطالب! آپ کمزور کی پناہ اور خلک زمین کے لئے بارش اور تاریکی کیلئے نور ہیں آپ کی وفات سے فرشتے لرزائیں۔ رسولؐ نے آپ پر صلوات پڑھی۔ خدا نے رضوان سے بہرہ مند کیا آپ رسول کے بہترین پچا تھے۔“ (۲) اس سلسلے میں سید احمد زینی دھلان کی اسی الطالب دیکھتے جو علامہ برزنجی کی تخلیص ہے۔ (۳)

۸۔ کہتا ہے کہ رفیعوں نے آیہ ﴿وَيَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى جَهَنَّمَ مُسْكِنًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾ کی مدح علیؐ سے تاویل کی ہے اور یہ تاویل ہمارے نزدیک قابل قبول نہیں۔ کیونکہ آیت کا عمومی انداز کہتا ہے کہ جو بھی لوگوں کو کھانا کھلانے والا اس آیت کا مصدقہ ہے۔ (۴)

جواب:

جو بھی اس سخنے کے مضمون کی خیر استدلال کو سمجھ جائے گا وہ اس کے دوسرے جھوٹ کے پلندوں سے بھی واقف ہو جائے گا۔ اس کا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ اس کی تاویل صرف شیعوں ہی نے کی ہے۔ وہ خود جانتا ہے کہ کمزول مل ال اتنی کو امیر المؤمنینؐ کی شان میں نازل ہونے کی بات بے شار محمد شین و مشرین

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۰۵ (ج ۱، ص ۱۲۲) (۴)

۲۔ الفدیر کی ساتویں اور آٹھویں جلد میں ایمان ابوطالب پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے۔

۳۔ (الفصل ج ۲، ص ۱۳۶)

نے کی ہے، اگر عذر نہ ادا فی ہو تو یہ اس سے بڑی مصیبت ہے۔

حافظ عاصمی نے دو جلدوں میں زین الفتن لکھ کر یہی موضوع ثابت کیا ہے، ان کے علاوہ اسکانی، ترمذی، طبری، ابن عبد ربہ، حاکم نیشاپوری، شلبی، واحدی، ابن فتوح انلسی، مختسری، ابن صلاح، نظام نیشاپوری، خازن بغدادی، عضد ابیجی، ابن حجر، سیوطی، ابو سعود عادی، بروی، شوکانی، سلیمان محفوظ، شبلیخی، محمود قراغولی، حافظ گنجی، شافعی وغیرہ نے واضح لفظوں میں نشانہ ہی کی ہے کہ یہ سورہ مدح اہل بیت میں نازل ہوا۔ (۱) متن حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

ابن عباس کہتے ہیں کہ حسینؑ پیار ہوئے۔ رسول خدا اپنے اصحاب کے ساتھ عیادت کرنے تشریف لے گئے۔ اصحاب نے کہا: یا علیؑ! بہتر ہوتا کہ نذر کر لجھے۔ علیؑ! فاطمہؓ اور فضہؓ نے نذر مان لی کہ اگر دونوں پچھے اچھے ہو جائیں تو ہم لگا تار تین روزے رکھیں گے۔ جب اچھے ہوئے تو علیؑ نے شمعون یہودی کے

۱۔ اسکانی کی تفہیل المحتانیہ (ص ۳۱۸) ترمذی کی نوار الاصول میں ۶۳ (ج ۱۵۳، ص ۳۳) طبری کی عبارت کو گنجی نے کفایہ الطالب (ص ۳۲۵، باب ۳۲۸) میں نقل کیا ہے، ابن عبد ربہ کی الحقد الفرید، ج ۳، ص ۷۲۔ ۳۲ (ج ۵، ص ۵۹) حاکم کے نظرے کو گنجی نے کفایہ الطالب (ص ۳۲۸) میں نقل کیا ہے، شلبی کی الکاظف و البیان (تفہیم سورہ درہ) واحدی کی تفسیر لمبیط اور اسباب النزول میں ۳۳۱ (ص ۲۹۲) ابن فتوح انلسی کی فوائد، مختسری کی الکشاف ج ۲، ص ۱۱۰ (ج ۲۷۰، ص ۲۷۰) خوارزی کی المناقب ص ۱۸۰ (ص ۲۷۰۔ ۲۸۰)، حدیث ۲۵۲۔ ۲۵۳ (ابوموسیؑ مدینی کی بات کو عتلانی نے الاصلبة) (ج ۲، ص ۷۲۔ ۲۸۵، ۲۷۵)، پنچل کیا ہے۔ جلال الدین رازی کی تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۲۷۶، ص ۳۳، سبطان بن جوزی کی تذكرة خواص الامات (۳۱۶) این ابی الحدید کی شرح فتح البلاغ، ج ۳، ص ۲۵۷ (ج ۱۳، ص ۲۷۶، ۲۷۸) گنجی شافعی کی کفایہ الطالب، ص ۲۰۱ (۳۲۸)، باب ۷، ۹) پیشوادی کی تفسیر پیشوادی، ج ۲، ص ۱۵ (ج ۲، ص ۵۲) محبت الدین طبری کی ریاض العفرة، ج ۲، ص ۷۲، ۲۲۲، ابو حزہ رازی کی بھجو اخوس، ج ۴، ص ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷) گنجی کی تفسیر نعلی مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن، ج ۲، ص ۳۲۸ (تفہیم نفی، ج ۲، ص ۳۱۸) حموی کی فراہمہ المصلحتین (ج ۲، ص ۵۲، حدیث ۲۱)، باب ۲۱) نظام الدین تی نیشاپوری کی تفسیر غرائب القرآن مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج ۲، ص ۹، ۱۱ (جلد ۲)، (ج ۲۹، ص ۲۹) خازن بغدادی کی تفسیر خازن، ج ۲، ص ۳۵۸ (ج ۳، ص ۳۲۹) ابیجی کی المواقف، ج ۳، ص ۲۷۸، عتلانی کی الاصلبة، ج ۳، ص ۲۷۸ (ج ۹، ص ۳۱۸) اسما علیل برودی منثور، ج ۲، ص ۲۹۹ (ج ۸، ص ۲۷۲) ابو حسون کی تفسیر ابی المعاو مطبوع بر حاشیہ تفسیر رازی، ج ۸، ص ۲۷۳ (ج ۹، ص ۳۱۸) اسما علیل برودی کی تفسیر روح البیان، ج ۱۰، ص ۲۶۹۔ ۲۶۸، شوکانی کی تفسیر فتح الحدیب، ج ۵، ص ۳۲۸ (ج ۵، ص ۳۲۹) استاد محمد سلیمان محفوظ کی اعجوب فہیجی کی نور الابصار، ص ۱۲۔ ۱۳ (ص ۲۲۷۔ ۲۲۹) محمود قراغولی کی جوہرۃ الکلام، ص ۵۶۔

یہاں سے تین صاف جو قرض لیا۔ فاطمہ نے ایک صاف پیش کر روزہ داروں کے مطابق پانچ روپیاں پکائیں۔ افظار کے وقت سائل نے آواز دی: السلام علیکم یا اہل بیت محمد مسکین من مساکین المسلمين اطعمونی اطعمكم الله من موائد الجنة.

”اے اہل بیت محمد! تم پر سلام، میں مسلمان مسکین ہوں، مجھے کھانا کھلاو خدا جسمیں نعمات جنت سے بہرہ مند کرے۔“ یہ کربنے اپنے سامنے کی روپیاں سائل کو دے دیں اور پانی سے افظار کر لیا۔ دوسرے دن یتیم نے آوازی دی اور تیرے دن اسیر نے صدائگانی۔ چوتھی صبح ہوئی تو علی حسینؑ کو لئے ہوئے خدمت رسولؐ میں آئے آپ نے دیکھا بچے پرندوں کے بچے کی طرح لرز رہے ہیں۔ فرمایا: تمہاری حالت ویکھ کر مجھے بڑا دکھ ہے۔ آپ انہیں لئے ہوئے فاطمہؓ کے پاس آئے جو محرابِ عبادت میں تھیں، بھوک سے حالت غیر تھی۔ اسی وقت جبریل نازل ہوئے اور سورۃ ہل اتنی کی تلاوت فرمائی۔

عجمی شافعی نے کفایہ میں لکھا ہے کہ ابن مسلیح نے تغیریل اتنی میں لکھا ہے کہ وہ سائل جبریل و میکائیل اور اسرائیل تھے۔

۹۔ کہتا ہے کہ ارشاد رسولؐ ہے: اگر میں کسی کو دوست بناتا تو وہ ابو بکر ہوتے لیکن وہ میرا بھائی اور صحابی ہے اور یہ بات ابو بکر کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے صحیح نہیں ہے اور جو لوگ اخوت علیؑ کی بات کرتے ہیں اسے صرف ہل بن حنیف نے صحیح طریقہ سے نقل کیا ہے۔ (۱)

جواب:

میں نہیں چاہتا کہ جس جناب کی صحت کا خود یہ شخص اقرار کر رہا ہے اس پر ہر یہ کچھ کہوں یا اس کے صدور پر مناقشہ کروں یا عمر بن خطاب کے حدیث کتف و دواہ پر اعتراض کو نقل کروں۔ کیونکہ دونوں حدیثیں صحیحیں (۲) میں ہیں اور علالت رسولؐ کے زمانے کی بیان کی گئی ہیں۔ میں ابن ابی الحدید کا بیان بھی نقل نہیں کروں گا جس میں انہوں نے ابو بکر کے سلطے میں مواخات کو جعلی اور حدیث مواخات کا چہہ بہ

۱۔ (الفصل، ج ۳، ص ۱۳۷)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۳، ص ۱۶۱۸، حدیث ۳۱۶۹، ۳۱۷۸) صحیح مسلم (ج ۳، ص ۳۵۵، حدیث ۲۲، کتاب الوصیة)

اڑانے کی سی سے تعبیر کی ہے۔ (۱) ابن قتیبہ نے اس حدیث مواخاة کے مسلمے میں کہا ہے کہ اس حدیث کا مقصد اسلامی برادری کا عمومی بیان ہے (۲)۔ چنانچہ آپ نے عمر سے کہا کہ تم میرے بھائی ہو (۳)۔ زید سے کہا تم ہمارے بھائی ہو (۴)۔ اسماء سے بھی کہا: اے میرے بھائی! (۵) اور ابو بکر کو بھائی بنانے کی جوبات ہے اس سے مراد اسلامی برادری اور صداقت کا اظہار مقصود ہے۔ (۶) یہاں غلت کی جوئی ہوئی ہے وہ بمعنی خاص ہے ورنہ دوستی عمومی کا لفظ قرآن میں بیان ہے تھی: ﴿الاَخْلَاءُ يَوْمَنَذِبُ عَبْدَهُمْ لِعَصْمَ عَدُوٌّ لِّلْمُتَقْنِينَ﴾ وحی اللہ کے مطابق جو خاص اہتمام کے تحت صحابہ میں اخوت قائم کی گئی تھی وہ اس بنیاد پر تھی کہ دو افراد نفسیاتی اعتبار سے آپس میں ممائش رکھتے ہوں۔ اسی بنیاد پر عمر و ابو بکر کے درمیان اور عثمان و عبد الرحمن بن عوف۔ ابو طلحہ و زینہ۔ ابو عبیدہ جراح اور سالم مولی اہن حذیفہ۔ ابی بن کعب و اہن مسعود اور معاذ اور شوبان۔ ابو طلحہ و ہلال۔ عمر اور حذیفہ۔ ابو درداء اور سلمان۔ سعد بن ابی وقار اور صہیب۔ ابوذر اور مقداد۔ ابوالیوب النصاری اور عبد اللہ بن سلام۔ اسماء اور ہند جام معاویہ اور حباب محاشی۔ فاطمہ زہرا اور امام سلمہ۔ عائشہ اور ابوالیوب کی زوجہ کے درمیان مواخاة و برادری قائم کی گئی تھی۔ (۷)

علیؑ کو مخصوص طریقے سے اپنے لئے روک رکھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم! جس نے مجھے حق کے ساتھ مبووث فرمایا ہے، تمہیں خاص اپنے نفس کیلئے روک رکھا تھا۔ تم میرے بھائی، وارث اور رفق ہو، تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

- ۱۔ شرح نجع البلاعہ، ج ۳، ص ۷ (ج ۱۱، ص ۳۹، خطبہ ۲۰۳)
- ۲۔ تاویل مختلف الحدیث، ص ۵۱ (ص ۶۲)
- ۳۔ ریاض الصبرۃ، ج ۲، ص ۶ (ج ۲، ص ۲۲)
- ۴۔ خصائص نبأی، ص ۱۹ (۲۰۵، حدیث ۱۹۳، سنن کبریٰ، ج ۵، ص ۱۶۹، حدیث ۸۵۷۹)
- ۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، ص ۹ (ج ۶، ص ۲۲۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۹، ص ۱۳۹)
- ۶۔ صحیح بخاری (ج ۳، ص ۱۳۲۸، حدیث ۲۳۵۷) صحیح مسلم (ج ۵، ص ۸، حدیث ۲۳، کتاب فضائل الصحابة) سنن ترمذی (ج ۵، ص ۵۶۹، حدیث ۳۶۶۱)
- ۷۔ سیرہ ابن حشام (ج ۲، ص ۱۰۹، ۱۰۸) تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۹۰ (ج ۲۰، ص ۱۲، نمبر ۱۳۶) اسد القلبی، ج ۲، ص ۲۲۱ (ج ۲، ص ۷۷، نمبر ۱۸۲۲) مطالب المؤول، ص ۱۸، ارشاد الساری، ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۸، ص ۷۶) شرح المواهب، ج ۱، ص ۳۷۳

انسان اتنا بھی بدحواسی میں جہالت پر نہ اتر آئے کہ کہنے لگے: ”ابو بکر کے سوا دوسروں کیلئے ثابت ہی نہیں“۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عناوِ حدیث سے واقف ہے اور مسلمانوں کو جہالت میں پھنسائے رکھنا چاہتا ہے، جس حدیث پر تمام دانشور متفق ہیں، صحاح و مسانید ایک زبان ہیں۔ اس کے خلاف اندری عقیدت کا مظاہرہ شرمناک ہے۔ امیر المؤمنینؑ کیلئے ثابت شدہ اخوت مخصوص مفہوم کی حامل ہے جس کا دعویٰ کوئی جھوٹا ہی کر سکتا ہے، مجھ حدیث سے ثابت ہے، اس پر احتجاجات و اشعار کی بھرمار ہے۔ سب کا احاطہ طوالت کا سبب ہے۔ رسول خدا نے صحابہ کے درمیان مواخاة قائم کی ہے۔ ابو بکر کی عمر سے اور فلاں کی فلاں سے... اور علیؑ کی خود اپنے آپ سے۔ فرمایا: تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

اس حدیث کی سند امیر المؤمنینؑ، عمر، انس بن مالک، زید بن ابی اوفر، عبد اللہ بن ابی اوفر، ابن عباس، محمدون، جابر، ابوذر، عامر، ابی امامہ، زید بن ارقم، سعید بن مسیب تک پہنچی ہوئی ہے۔ حوالے اور تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: ترمذی، مصائب یعقوبی، مسدرک حاکم، استیغاب، تیسیر الوصول، مشکاة، ریاض، مواید، فضول اہم، تذکرہ سبط جوزی، تاریخ ابن کثیر، اسی الطالب، صواعق، تاریخ الخلفاء، اصحاب، مطالب السوول، سیرۃ حلیمیہ، طبقات شعرانی خلیفات، سیرۃ الحبوبیہ، زینی دحلان، کفاریہ شنیطی، الامام علیؑ استاد محمد رضا، ابن عساکر، کنز العمال، کفایہ گنجی، بشیس الاخبار کے علاوہ دیگر کتب۔ (۱)

۱۔ شیخ ترمذی، ج ۵، بیں ۲۱۳ (ج ۵، ص ۵۹۵، حدیث ۳۲۷۲۰) مصائب الرتہ، ج ۲، بیں ۱۴۹ (ج ۲، ص ۳۲۳، حدیث ۳۲۷۱۹) مسدرک علیؑ، شیخ حسین، ج ۳، ص ۱۲ (ج ۳، ص ۱۶، حدیث ۳۲۸۹) استیغاب، ج ۲، ص ۳۶۰ (نمبر ۱۸۵۵) تیسیر الوصول ج ۳، ص ۲۱، مسدرک علیؑ، حدیث ۲۷) مشکاة المصائب، مطبوع بر حاشیہ مرقاۃ، ج ۵، بیں ۵۶۹ (ج ۳، ص ۳۵۶، حدیث ۵۶۹) ریاض العترة، (ج ۳، ص ۲۱۵، حدیث ۲۷) فراز کرد اسٹبلین (ج ۱، بیں ۱۱۲، حدیث ۸۱) الفضول اہم، بیں ۲۹، ۲۲ (ص ۳۷) تذکرہ الخوارص، ص ۲۲ (ص ۱۳، ۱۵، ۱۷) کفایۃ الطالب، بیں ۸۲ (ص ۱۹۳، باب ۲۷) اسیرۃ الطالب ص ۹ (۲۰) الصواعق اخر قد، ص ۷۳، ۷۵، مطالب السوول، بیں ۱۸، تاریخ الخلفاء، بیں ۱۱۳ (ص ۱۵۹) المواقف، ج ۲، بیں ۲۶ (ص ۳۰۰) شرح المواهب، ج ۱، بیں ۳۷، طبقات شعرانی، ج ۲، ص ۵۵، اخبار الدول مطبوع بر حاشیہ الکامل، ج ۱، بیں ۲۱۶ (ج ۱، بیں ۳۰۶) اسیرۃ الاحلیۃ، ج ۲، ص ۲۲، (ج ۲، بیں ۹۰، ۲۰) زینی دحلان کی المسیرۃ المبسوطة مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلیمیہ، ج ۱، بیں ۳۲۵ (ج ۱، بیں ۱۵۵) استاد محمد رضا کی امام علیؑ بن ابی طالب ص ۲ (ص ۲) استاد عبد الفتاح عبد المقصود کی الامام علیؑ بن ابی طالب ص ۳۷ (ج ۱، بیں ۶۰)

۱۰۔ رافضیوں کے متكلم ہشام ابن حکم اور ابو علی خحاک وغیرہ کہتے ہیں کہ علم خداوندی حادث ہے، ابتدا میں وہ کچھ نہیں جانتا جب اپنے نفس کو آمادہ کرتا ہے تو الگیت ہوتی ہے اور لازمی طور سے کفر ہے۔ ہشام نے ابوالہدیل علاف سے مناظرہ کرتے ہوئے کہا کہ خدا اسکی بالاشت سے سات بالاشت ہے اور یہ بھی کفر ہے۔ رافضیوں کے عظیم متكلم داؤد جوزی کا خیال ہے کہ خدا انسان کی طرح گوشت پوست کا لامحرا ہے۔ (۱)

جواب:

متذکرہ متكلمین کے علاوہ بھی دوسروں کے بیہاں کہیں بھی اس فہم کی باتوں کا کوئی پتہ نشان نہیں بلکہ اکثر متكلموں نے ان ہمہل خیالات کے خلاف تردیدی استدلال کے ذمہ رکاوے ہیں۔

سب سے پہلے ہشام کی طرف اتهام طرازی حافظ نے کی۔ بقول اسکافی: حافظ کی زبان، دین اور عقل پر کوئی لگام نہیں تھی۔ پھر حافظ کے بعد ابن تجیہ نے نظام کا حوالہ دیا۔ (۲) ان سے خطاط نے لیا۔ (۳) یہ سب ہی ہشام کے سخت ترین دشن ہیں، اس لئے ان کی باتوں پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کسی عقیدہ کی بات ثابت کرنے کیلئے خود اس کا قول اسی کی کتابوں سے فراہم کرنا چاہیے یا معتبر افراد کو نقل کرنا چاہیے۔ ان افراہ پردازوں کی بات پر اعتماد کرنا داشندی تو نہیں۔ حافظ و خطاط کے بعد ارباب ہوس کے نقل کی قطار لگ گئی ہے۔ ابن حزم بھی انہیں میں ہے لیکہ تمام متكلمین شیعہ کے ساتھ بھی جھوٹی نسبت دے کر انہیں بدنام کیا گیا ہے۔

۱۱۔ تمام رافضیوں کا عقیدہ ہے کہ علیؑ کے لئے دوبار آفتاب پڑتا۔ کیا اس سے بڑی بے شری، بہت دھرمی اور جھوٹی نسبت ممکن ہے جب کہ عہد نبوی سے قریب کی بات ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو تمام لوگوں نے اسے دیکھا ہوتا۔ ایک دوسری جگہ کہتا ہے: رافضیوں کے تمثیلہ غلو میں ایک آفتاب پلتے کی بات بھی ہے۔ (۴)

جواب:

ممکن ہے ابن حزم کی تئیخ کتابی سے لوگ سمجھیں کہ رد میں کا عقیدہ صرف شیعوں سے مخصوص ہے اور یہ بات محض جھوٹ اور مکاری ہے۔ اسلام میں اس عقیدہ کی کوئی اہمیت نہیں۔ لیکن شیعی تہذیب

۱۔ (الفصل، ج ۲، ص ۱۳۲)

۲۔ (الفصل، ج ۲، ص ۱۸۲)

۳۔ (الفصل، ج ۲، ص ۵۹)

۴۔ (الفصل، ج ۲، ص ۲۷)

اگرچہ بد گوئی کی اجازت نہیں دیتی لیکن آب و باختہ افراد کا جواب دینے کی اجازت بہر حال دیتی ہے۔ تم یہاں صحاب و مسانید کے حوالوں کا ذمیر لگا دینا چاہئے ہیں تاکہ ابن حزم کی بے شرمی، بہت دھرمی اور گستاخانہ جہالت کا پتہ چل سکے۔ اور یہ ثابت ہو سکے کہ روشن کی بات قطعی اور ثابت شدہ ہے۔

اس پر اہل سنت کی گرفتار تالیفات اور اس کے اسناد اور طرق حدیث کا احاطہ کیا گیا ہے:
۱۔ ابو بکر و راق نے مستقل کتاب میں روایہ ردا شمس لکھی (۱)

۲۔ ابو الحسن شادان فضیلی نے اس کے اسناد و طرق کا احاطہ کیا ہے، سیوطی نے اللئالی المصورہ (۲)
میں اس کے حیرت ناک طرق اسناد کا اعتراف کیا ہے۔

۳۔ محمد بن حسین موصی (۳) ۴۔ ابو القاسم حاکم حکانی (۴)

۵۔ ابو عبد اللہ جعل الحسین الہری نے جواز ردا شمس پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ (۵)

۶۔ اخطب خوارزmi نے ردا شمس لا میر المؤمنین پر کتاب لکھی ہے۔ (۶)

۷۔ ابو علی شرف محمد بن اسد نقیب نابہ۔ (۷) ۸۔ محمد بن یوسف صائغی شاگرد سیوطی۔ (۸)

۹۔ سیوطی نے اسی موضوع پر مستقل رسالہ لکھا ہے۔ (۹) ان کے علاوہ بھی دوسروں نے لکھا ہے۔

جن حفاظ و محدثین نے ردا شمس کو اپنی کتاب میں لکھا ہے، ان کے نام یہ ہیں:

حافظ ابن ابی شیبہ عیسیٰ، حافظ احمد بن صالح مصری، محمد بن حسین ازوی، حافظ دولابی، حافظ طحاوی،
حافظ ابن ابی عقیل، طبرانی، ابن شاہین، حاکم نیشاپوری، حافظ ابن مردویہ، ابو سحاق الخبی، فقیر ابو الحسن بصری،
حافظ نیقی، خطیب بغدادی، ابو ذکر یا اصفہانی، قاضی عیاض، اخطب خطباء خوارزmi، حافظ نظری، ابو

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۱، ص ۵۷۷ (ج ۱، ص ۳۲۸) ۲۔ اللئالی المصورہ، ج ۲، ص ۵۳۸ (ج ۲، ص ۳۵۲)

۳۔ کفاية الطالب (ص ۳۸۳، باب ۱۰۰)

۴۔ مناقب آل ابی طالب (ج ۳، ص ۳۵۲)

۵۔ مناقب آل ابی طالب (معروف بـ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۶۰)

۶۔ سان المیر ان، ج ۵، ص ۶۷ (ج ۵، ص ۵۵، نمبر ۳۰۳)

۷۔ کشف المیس عن حدیث ردا شمس۔

۸۔ الامم لا يحيط بهم ص ۶۳۔

المظفر قزواغلی، حافظ گنچی شافعی، شمس الدین اندرسی، شیخ الاسلام جوینی، امام ابوالریح سقی، ابن حجر عسقلانی، امام عینی حنفی، حافظ سیوطی، نور الدین سہودی، ابوالعباس قسطلانی، سید عبدالرحیم عباسی، حافظ ابن حجر یعنی، ملا علی قاری، نور الدین طلبی شافعی، شہاب الدین خفاجی، ابوالعرفان شیخ کردی کورانی، زرقانی، میرزا بہر چشتی، شیخ محمد صبان، ابن عابدین، سید احمد رزینی دھلان، سید موسیٰ شبلی چشتی۔ (۱)

۱۔ عسکری نے اپنی سنن میں، مصری سے بخاری نے اپنی صحیح میں اور طحاوی نے مشکل الآثار میں، ازدی نے مناقب علی علیہ السلام میں، دولا پی نے ذریۃ الطاہرہ (ص ۱۲۹، حدیث ۱۵۶) میں، طحاوی نے مشکل الآثار، ح ۲، ج ۱، پر، علی نے الفضعا والکبیر (ج ۳، ج ۲۷، نمبر ۱۳۲۸) میں، طبرانی نے تجمیکبیر (ج ۲۳، ج ۱۳۵، حدیث ۲۸۲) میں، ابن شاہین نے اپنی سند میں، حاکم نیشاپوری نے تاریخ نیشاپوری میں، ابن مردویہ نے اپنی مناقب میں، طلبی نے اپنی تفسیر اور العرائی ص ۱۳۹ (ص ۲۲۹) پر، فقیہ ابوالحسن بصری نے اعلام الدوڑۃ، ج ۲۷ (ص ۱۳۲) اور الاربعین میں، ابوزکریا نے المعرفت میں، قاضی عیاض نے الفتا (ج ۱، ج ۱، ج ۵۸) میں، خوارزی نے المناقب (ص ۳۰۶، حدیث ۲۰۱) میں، بطحی نے خصائص علویہ میں، ابوالمظفر قزواغلی نے تذکرۃ خواص الامات، ج ۳ (ص ۲۹) پر، گنچی شافعی نے کتابیۃ الطالب، ج ۲، ج ۲۷-۲۸ (۲۲۸-۲۸۱)، باب ۱۰۰) پر، شمس الدین اندرسی نے الذکرۃ بحوال الموتی و امور الآخرۃ (ص ۱۲) میں، شیخ الاسلام جوینی نے فائدۃ الحمین (ج ۱، ج ۱۸۳، حدیث ۱۳۶، باب ۲۷) میں، ابن سینا نے شفاء الصدور میں، ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری، ح ۲، ج ۱، ج ۲۲۲) پر، عینی حنفی نے محدثۃ القاری شرح صحیح البخاری، ح ۷، ص ۱۳۶ (ج ۱۵، ج ۳۲) پر، سیوطی نے جمع الجواہم، الہلکی المفروضة، ح ۲، ج ۱۷۶، ج ۲۲۱ (ج ۳۲۱-۳۲۲) اور ذرۃ العلیمین، ج ۱۳ پر، ملاحقی ہندی نے کنز العمال، ح ۵، ج ۱، ج ۲۷ (ج ۱۲، ج ۲۲۹، حدیث ۳۵۲۰۲) پر، نور الدین سہودی نے وفایہ الدوام، ح ۲، ج ۲۲ (ج ۳، ج ۸۲۲) پر، ابوالعباس قسطلانی نے الموابع اللدنیۃ، ح ۱، ج ۱، ج ۲۵۸ (ج ۲، ج ۱۹۸، نمبر ۲۱۵) پر، ابن دیج نے تمیز الطیب من الحدیث، ج ۱، ج ۹۶ (ص ۹۶، حدیث ۲۲۳) پر، سید عبدالرحمٰن عباسی نے معابرۃ الصیحیں، ح ۲، ج ۱۹۰ (ج ۲، ج ۱۹۸، نمبر ۲۱۵) پر، ابن حجر یعنی کی نے الصواعق المحرقة، ج ۱، ج ۲۷ (ص ۱۲۸) پر، طالعی قاری نے مرقاۃ شرح المکاکۃ، ح ۳، ج ۱، ج ۲۷ پر، نور الدین طلبی شافعی نے المسیرۃ الحلیۃ، ح ۱، ج ۲۱۳ (ج ۱، ج ۲۸۶) پر، شہاب الدین خاکی نے شرح الشفای، ح ۳، ج ۱، ج ۲۷ پر، ابوالعرفان شیخ کردی کورانی نے الام لایہ ظاہم، ج ۲، ج ۲۳ (ج ۱، ج ۲۸۶) پر، زرقانی نے شرح المواہب، ح ۵، ج ۱۱۸-۱۱۳ اپر، شمس الدین حنفی شافعی نے حاشیہ راجح میر شرح جامع صیر، ح ۲، ج ۲۹۲ (ج ۲، ج ۲۷) پر، میرزا محمد بدشی نے نزل الابرار، ج ۱، ج ۲۹ (ص ۲۷) پر، شیخ محمد صبان نے اسحاف الراغبین ص ۲۲، ابن عابدین نے رد المحتار علی الدرز الحمار، ح ۱، ج ۱، ج ۲۵۲ (ج ۱، ج ۲۲۱) پر، سید احمد رزینی دھلان نے المسیرۃ الحلیۃ مطبوع بر حاشیہ المسیرۃ الحلیۃ، ح ۳، ج ۱۲۵ (ج ۲، ج ۲۰۱) پر اور سید موسیٰ شبلی چشتی نے نور الابصار، ج ۱۲ (ص ۲۸) پر حدیث شش کو نقل بھی کیا ہے اور مستند بھی شش اور مؤرخین سے اس کے صحیح ہونے کو بیان بھی کیا ہے۔

متن حدیث: اماء بنت عمیس سے مروی ہے کہ رسول خدا نے خبر کے مقام "صہباء" پر نماز ظہر پڑھی۔ پھر علیؑ کو ایک ضرورت سے کہیں بھیج دیا، جب واپس آئے تو رسول خدا نماز عصر پڑھ چکے تھے۔ علیؑ کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا۔ اس وقت رسول خدا نے کہا کہ خدا یا! تیرابندہ علیؑ تیرے رسولؐ کے کام سے اپنے نفس کو روکے ہوئے تھا تو اس کے لئے آفتاب پٹا دے۔ ناگاہ آفتاب طلوع ہوا اور پھاڑ وغیرہ نہیاں ہو گئے۔ علیؑ نے انھوں کو روکو کیا اور نماز عصر پڑھی۔ پھر آفتاب غروب ہو گیا۔

حدیث کے دوسرے متون بھی ہیں۔ اس حدیث رد الشکس سے علیؑ نے بروز شوری اسند لال فرمایا ہے۔ مناقب خوارزمی میں ہے کہ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ جواب دیا۔ علیؑ وہی ہیں کہ اسلام میں سبقت فرمائی، وقبلہ میں نماز پڑھی، وoba بیعت نبیؑ کی، انہیں دو سبط (فرزندان رسولؐ) عطا ہوئے، انہیں کیلئے ڈوبنے کے بعد آفتاب پٹا۔ (۱) اس سلسلے میں پہلی صدی سے آج تک شعراء نے بلند پایہ اشعار بھی کہے ہیں۔ ان تمام باتوں سے ابن حزم کی افتراض داری کی قدر و قیمت معلوم ہو جاتی ہے۔

اس کی کتاب الفصل میں خرافات کے ذہیر ہیں۔ کہاں تک ان کا تذکرہ کیا جائے۔ اس کی نوش گوئی، افتراض داری، مکاری اور دروغ بانی کا احصاء نہیں کیا جاسکتا۔ وہ الاحکام میں کہتا ہے کہ شیعوں کو یہ بھی پڑھنہیں کہ رسول خدا ایک کافر مان باب کے فرزند تھے۔ (۲) کیا اس کے بعد ابن حزم کو ادب و شرافت و عفت کا زرا بھی بہرہ ہو سکتا ہے؟ شرم شرم شرم۔

یہ کہتے ہیں ﴿أَوْلُقَى الدَّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْتِنَا بَلْ هُوَ كَذَابٌ أَشِرْ سَيَعْلَمُونَ خَذَا مِنَ الْكَذَابِ الْأَشِرِ﴾ "کیا ہمارے درمیان یہی ایک شخص تھا جس پر قرآن نازل کیا گیا، وہ حقیقت یہ جھوٹا ہے اور بڑائی کا طلبگار ہے عنقریب کل ہی انھیں معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور مٹکبر کون ہے۔" (۳)

۱۔ مناقب خوارزمی، ج ۲۶۰ (۳۲۹)، حدیث (۳۲۹)

۲۔ الاحکام فی الاصول الاحکام، ج ۵، ج ۱۷ (ج ۵، ج ۱۶۰)

الملل والخل

تألیف: عبدالکریم شہرتانی

یہ کتاب بھی الفصل کی طرح غیر مخفی ہے جسیں بے بنیاد الرايات، بھل مفروضات اور جھوٹے پروپیگنڈے کی بھروسے جنہیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

۱۔ شہرتانی کہتے ہیں کہ شیعہ شکلم ہشام بن حکم کا قول ہے کہ خدا جسم والا ہے اور سات بالشت کا ہے، اس کا تخصوص مکان اور مخصوص جہت ہے۔ (۱)

۲۔ ہشام کا علیٰ کے بارے میں نظریہ ہے کہ وہ خدائے واجب الاطاعت ہیں۔ (۲)

۳۔ ہشام بن سالم کہتے ہیں کہ خدا انسانی صورت میں ہے، اس کا اور پری حصہ کو کھلا اور پھلی طحیخوں ہے، وہ درخشاں نور ہے، خواں خمسہ بھی ہیں، ہاتھ پاؤں ناک کان، آنکھ اور منہ ہیں۔ کان پر لبے روئیں ہیں، وہ سیاہ اور ہے لیکن گوشت و خون سے عاری ہے۔ یہ ہشام کہتا ہے کہ ان بیانات سے گناہ ہو سکتا ہے، لیکن انہیں عصمت کے حال ہیں۔ (۳)

۴۔ زرارہ بن اعین کہتے ہیں کہ صفات خلق کرنے سے پہلے خدا نہ عالم تھا، نہ قادر، نہ نتی، نہ بصیر، نہ سرید، نہ شکلم۔ (۴)

۵۔ ابو جعفر محمد بن نعیمان (مومن طاق) کہتے ہیں کہ خدا انسانی صورت میں نور ہے لیکن اس کے

۱۔ الملل والخل مطبوع بر حاشیہ الفصل، ج ۲، ص ۲۵ (ج ۱، ص ۱۶۳)

۲۔ الملل والخل (ج ۱، ص ۱۶۵)

۳۔ الملل والخل (ج ۱، ص ۱۶۵)

جسم نہیں۔ (۱)

۲۔ یوس بن عبد الرحمن کا گمان ہے کہ ملائکہ عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور عرش خدا کو اٹھائے ہوا ہے۔ وہ شیعوں میں مشہد نقطہ نظر کا مبلغ ہے اس نے اس موضوع پر کتاب بھی لکھی ہے۔ (۲)

جواب:

مسلم حیثیت سے یہ عقائد باطل ہیں۔ لیکن اس شخص نے ان باطل عقائد کی نسبت دانشور ان تشیع کی طرف دی ہے جو ائمہ مخصوصین کی زیر تربیت سائے کی طرح رہے۔ انہوں نے تمام عقائد و نظریات ہادیان برحق سے حاصل کر کے وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔ اس کے علاوہ خود ان سے مروی احادیث میں عقائد و معارف کا بیان ہے۔ جن سے روحا نیت شاداب ہو جاتی ہے۔ انہیں پڑھ کر ان بہتان طرازیوں کی قطعی تردید ہوتی ہے۔ پھر یہ کامہ نے ان کی ستائش کی ہے جبکہ متذکرہ عقائد باطلہ کی بُنیاد پر ذمہ دار کرنی چاہیے تھی تاکہ شیعہ ان سے بیزاری اختیار کرتے۔ شیعہ سیرت نگاروں نے ان کے حالات و کارنا میوں پر کتابیں لکھی ہیں جن میں ان کی طرف منسوب باطل عقائد و نظریات کی تردید ہے۔ علمائے شیعہ انہیں زیادہ پہچانتے تھے کیونکہ وہ ان سے قریب تھے۔ مخالفوں کو ان کے نظریات کی معرفت کیسے ہوتی وہ تو ان سے دور تھے۔ آج تک کبھی شیعہ عالم نے فرقہ ہشامیہ، زرادیہ اور یونیسی کی نشاندہی نہیں کی۔ علامہ ابوبکر بن عقایقی نے ان متذکرہ فرقوں کی لفظی کی ہے۔ علم الهدی نے شافی (۳) میں اور علامہ مرتفعی رازی نے تبرۃ العوام (۴) میں ان فرقوں کے وجود کی تکذیب کی ہے، یہی حال علامہ حلی کا بھی ہے۔

کیا یہ شخص اپنے دعوے کا ثبوت فراہم کر سکتا ہے؟ خدا کی قسم اہر گز نہیں، نہ کتب کلام میں الوہیت علی کا ہشامی شوشہ ہے، نہ یوس کا عرش شیعی شکوفہ کسی نے دیکھا سنا۔ اس سے دلچسپ بات ملاحظہ فرمائیے، وہ لکھتا ہے:

۱۔ اسلسل و داخل (ج ۱، ص ۱۶۸)

۲۔ تبرۃ العوام (ص ۵۲-۸۲)

۳۔ الشافی فی الامامة (ج ۱، ص ۷۸)

۴۔ الشافی فی الامامة (ج ۱، ص ۷۸)

”امام حسن عسکری کی وفات کے بعد شیعوں میں ایک اور اختلاف ابھرا۔ کچھ نے جعفر کی امامت مان لی اور کچھ لوگوں نے حسن بن علی کی، ان میں علی بن قلاں طہاری نامی تھا۔ جس نے جعفر کی گاڑی چلا دی۔ لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے۔ اس نے کہا کہ میں نے حسن کا امتحان لیا ہے وہ علم سے عاری ہیں۔ جو لوگ امامت حسن کے قائل ہیں انہیں حمار یہ کہا جاتا ہے۔ جعفر کے مانع والوں کی یہ بھی دلیل تھی کہ چونکہ حسن کی وفات کے وقت ان کا کوئی فرزند نہیں تھا جو جانشین بن سکے اس لئے ان کی امامت باطل ہے۔ ان بھل بہتان طراز یوں میں آگے کہتا ہے کہ اس وقت جعفر بن علی کے بعد اور ان کی بین فاطمہ کی امامت میں شدید اختلاف ہوا۔ کچھ لوگ جعفر کو امام مانتے تھے اور کچھ فاطمہ خاتون کو۔ پھر علی و فاطمہ کی موت کے بعد بھی سخت اختلاف رونما ہوا۔ (۱)

ان امتحانوں افتر اپرداز یوں پر بنی آتی ہے لیکن رونما اس بات پر آتا ہے کہ اس شخص کو بہتان کا سلیقہ بھی نہیں۔ کاش! اس نے کچھ لکھنے سے قبل قوم شیعہ کی تاریخ و عقائد پر مشتمل کتابیں دیکھ لی ہوتیں۔ نہ کبھی امام حسن عسکری و جعفر میں اختلاف ہوا اور نہ علی بن قلاں نامی نے جعفر کے لئے حالات استوار کئے۔ اس انجان شخص کا کہیں اتنے پتہ نہیں۔ خود شہرتانی کیا کسی بھوئی کو بھی پتہ نہیں، جن لوگوں نے امام حسن عسکری کا علم جانچا اور ان کا امتحان لیا وہ کون لوگ تھے؟ آپ کے علم و فضل کی ستائش سے تو سیرت کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہی و ان حسن جنمیں حمار یہ کہا جاتا ہے کون لوگ ہیں؟ واضح بات ہے کہ آہل محنت سے ہمیشہ ہی حد و عناد کا مظاہرہ کیا گیا اس لئے ان پر دشام طرازی کرنے والے ہر عہد میں ہوئے ہیں۔ ان میں حمار یہ کاظن کہیں نہیں ملتا۔ یہ حسن بن فضال کو امام حسن عسکری کے عہد میں کیسے پٹکا دیا گیا؟ فضال کا انقال ۲۲ھ میں ہوا، اس وقت امام حسن عسکری کی ولادت بھی نہیں ہوئی تھی۔ امام علی نقی علی نقی کی دفتر فاطمہ کی امامت کا قائل کون ہے؟ آپ کی فاطمہ نامی کوئی بیٹی ہی نہیں تھی۔ آپ کے بیٹوں میں حسن و حسین اور جعفر تھے۔ اور صرف ایک بیٹی تھیں، اس پر تمام تاریخیں تتفق ہیں۔ اس قسم کی افتر اپرداز یوں سے شہرتانی کی تمام کتاب بھری ہوئی ہے۔ (۲)

۱۔ (املل و انخل، ج ۱، ص ۱۵) ۲۔ املل و انخل مطبوع رحمائیہ الفصل، ج ۲، ص ۵ (ج ۱، ص ۱۵۰)

شہرستانی نے شیعی انتیازات گناتے ہوئے کہا کہ ”شیعہ تاریخ اور طول اور تنشیہ کے قائل ہیں“ (۱) شیطان ہر جھوٹے گھنکار پر نازل ہوتا ہے۔ شیعوں کے عقائد و کلام کی کتابیں موجود ہیں۔ ہر شخص پڑھ سکتا ہے۔ کسی شیعہ عالم سے پوچھئے، آئیے خود مجھ سے پوچھئے۔ آپ کی نادانی کی تشفی کروں۔ شہرستانی ہی پر کیا مختصر عصر حاضر کے طحیں جیسے عیاروں نے جو جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف منسوب کی ہیں، انہیں سے پوچھئے۔ کیا کوئی شیعہ اس کا قائل ہے؟ شہرستانی کس قماش کے انسان تھے۔ انہیں کے معاصر محمد خوارزmi سے پوچھئے، وہ مجتم البدان (۲) میں لکھتے ہیں کہ اگر اس کے عقائد، کفر و احاد پر مشتمل نہ ہوتے تو وہ یقینی طور سے امام ہوتا۔ مجھے تو اس کی داش افروزی پر تجھب ہوتا ہے کہ جن باتوں کا کہیں پتہ نہیں اس کا دہ کیسے قائل ہے؟ خدا ہمیں ان خرافات سے محفوظ رکھے۔

﴿أَفَرَأَيْتَ مِنْ أَتَخْذَ إِلَهَةً هُوَا وَأَضْلَلَهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشاوةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ﴾^۱ کیا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش ہی کو خدا بنا لیا ہے اور خدا نے اسی حالت کو دیکھ کر اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور خدا کے بعد کوئں ہدایت کر سکتا ہے کیا تم اتنا بھی غور نہیں کرتے ہو؟۔ (۳)

۱۔ املل و انجل ج ۲، ص ۲۵ (ج، ص ۱۳۷)

۲۔ مجتم البدان، ج ۵، ص ۳۱۵ (ج ۳، ص ۲۷۶)

۳۔ (جاشر ۲۲۷)

منہاج السنۃ

تالیف: ابن تیمیہ

آپ اس کتاب کا نام بدل کر منہاج البدعتہ بھی رکھ سکتے ہیں کیونکہ اس میں گمراہیاں، دروغ بافیاں، بہتان اور انکار مسلمات دین، نکفیر اہل اسلام اور اہل بیت سے عزاد کے جانجا مظاہرے ہیں۔ تنخ کلائی، فاشی کی حدیں بھی پھلاں گے جاتی ہے۔ کچھ نوٹے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ شیعوں کی نادانی دیکھتے کہ وہ دن کے عدد سے بدکتے ہیں۔ کسی کام یا تعمیرات میں دن کا عدد آنے نہیں دیتے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ کو علمی سے سخت دشمنی تھی۔ مزہب یہ کہ وہ نو کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اور دس کو برا سمجھتے ہیں۔ (۱) حتی الامکان دن سے پرہیز کرتے ہیں۔ (۲)

جواب:

اس قسم کی ذلیل باتیں مسلمانوں میں رائج کرنا شیخ الاسلام کو زیر دیتا ہے، وہ اس قسم کے لچر بگھار کر اپنی دوکان سجا سکتا ہے۔ اس قسم کی جھوٹی باتیں شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے اسے شرم بھی نہیں آتی۔ دنیا میں کروڑوں شیعہ پھیلے ہوئے ہیں، ان کی کتابیں وستیاب ہیں، ان سے پوچھئے اور دیکھئے کیا کہیں اس کا وجود ہے؟ شیعوں کے قرآن میں تو ﴿تلک عشرة كاملة﴾ ﴿من جاء بالحسنة فله عشر امثالها﴾ ﴿والفجر ولیال عشر﴾ ﴿قالوا يعشر سور مثله﴾ جیسی آیات ہیں جنہیں وہ صبح و شام پڑھتے ہیں۔

وہ ہر شب دعائے عشرات پڑھتے ہیں۔ ان کے علاوہ ان کے وظائف میں دس اور علم و دانش میں بحث عقول عشرہ معروف ہے۔ ان کے بیہاں دس کی بھرمار دیکھئے کہ چینگیر کے دس نام ہیں، امام کے دس صفات ہیں، علیؑ نے رسولؐ سے دس خصلت حاصل کی، شیعوں کو دس بشارتیں ملیں، مکارم اخلاق کی دس خصلتیں، دس علامتوں کے بعد قیامت برپا ہوگی، دس چیزیں نہیں کھانی چاہیے، مومن دس خصالی سے داشتمد ہوتا ہے، دس جگہ نماز نہیں پڑھنی چاہیے، ایمان کے دس درج، عافیت کے دس حصے، زہد کے دس حصے، شہوت کے دس حصے، برکت کے دس حصے، حیا کے دس حصے، شیعوں میں دس خصالی، اسلام کے دس حصے، مساواک کے دس فائدے۔

یہ تمام احادیث ابن تیمیہ کی دروغ باغیوں کو مسترد کرتی ہیں۔ اصولی طور سے شیعہ کسی کی دشمنی و دوستی میں عدد کے قائل نہیں۔ خدا کی پناہ اس اتهام طرازی سے۔

۲۔ کہتا ہے: شیعوں کی نادانی دیکھئے کہ اپنے امام منتظر (ع) کے اڈے بنائے کہ ان کا انتظار کرتے ہیں۔ جیسے سامرہ کا سردار بجہاں سے ان کے گمان کے مطابق امام غائب ہوئے ہیں۔ اسی طرح دوسری جگہیں ہیں، کبھی ان جگہوں پر کوئی جانور کھڑا کر کے آواز دیتے ہیں: یا مولانا اخراج (آقا جلد نکلنے) نیام سے تکوار نکالتے ہیں، اپنے کو سلطھ سے آراستہ کرتے ہیں۔ کچھ تو شیعہ ایسے ہیں کہ انتظار میں مستقل کھڑے ہیں، نماز بھی نہیں پڑھتے کہ کہیں امام کا خروج ہو جائے اور ہم نماز ہی پڑھتے رہ جائیں، ماہ رمضان کے آخری دنوں میں پورب کی طرف رخ کر کے امام کو صد الگاتے ہیں۔ (۱)

۳۔ ان کی حماقت دیکھئے کہ بکری کا پچھہ پالتے ہیں، اسے سرخ رنگ میں رنگتے ہیں کیونکہ عائشہ کا نام حمیرا تھا (جس کا مطلب ہے سرخ انگارہ عورت) اسے عائشہ فرض کر کے مختلف طریقوں سے اذیت دیتے ہیں تاکہ اس طرح عائشہ کا بدلہ لے سکیں۔ (۲)

۴۔ ایک اور طریقہ رائج ہے کہ کھال میں تیل بھر کے چکدار بناتے ہیں پھر کھال شگافتہ کر کے اس کاروگن پی جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ عمر کی ماہ ہے اور یہ اس کا خون پینا ہے۔

- ۵۔ اسی طرح دو چیز لیکر ایک کا نام ابو بکر اور دوسرے کا عمر رکھ چھوڑے ہیں پھر ان پر مار پڑتی ہے
بطور انتقام آخر الذکر تینوں اتهام کو بار بار ذکر کیا ہے۔ (۱)
- ۶۔ اپنے تکوؤں پر عمر و ابو بکر کا نام لکھ کر زمین پر پکتے ہیں۔
- ۷۔ اپنے کتوں کا نام ابو بکر و عمر رکھ دیتے ہیں اور ان پر لعنت کرتے ہیں۔ (۲)

جواب:

میں نے اکٹھ گندے اڑات نقل کرنے سے پر بھیر کیا ہے جن سے شیعوں کی قومی زندگی کو اس شخص نے سیاہ کرنا چاہا ہے۔ اس قسم کے اتهامات بازاری لوگوں کو خوش کرنے کیلئے تو مفید ہیں لیکن کوئی داشمند انہیں بھی نہ مانے گا، اس قسم کے جھوٹ پروپیگنڈوں سے وہ مدمت و ٹکنیکر کے موقع تلاش کرتا ہے۔ اس قسم کی شرمناک باتیں اسی عہد سے مخصوص نہیں، آج بھی کی جا رہی ہیں تاکہ اس روشنی کے زمانے میں بھی عقائد و نظریات کے فاصلوں میں مزید شکاف پیدا کیا جاسکے۔ آج مصری قلم کاراپنے پر کھوں سے بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے جھوٹ پروپیگنڈے کل سے زیادہ خطرناک ہیں۔ آگے ان کے نمونے پیش کئے جائیں گے۔ اساتذہ اور اہل قلم جھوٹ اور غلط پروپیگنڈوں کی گہوارچائے ہوئے ہیں۔ مزید یہ کہ وہ آقیان قوم اتحاد اسلامی کی بھی بات کرتے ہیں۔

۸۔ کہتا ہے: علماء اس بات پر متفق ہیں کہ راضی جھوٹے ہیں، بخاری جیسے محدثین نے متفق میں شیعہ جیسے عاصم بن حمزہ، حارث الحور، عبد اللہ بن سلم جیسوں سے اس لئے روایت کی ہے کہ وہ نیک تھے۔ (۳)

جواب:

فتاوے میں علماء کے اتفاق سے تو پتہ چلتا ہے کہ کہیں اس موضوع پر بحث ہوئی ہو گی کہ مسلمانوں میں کون فرقہ جھوٹا ہے اور کس کا درج جھوٹ میں زیادہ ہے۔ لیکن ابن تیمیہ نے اس فتوے کی نشاندہی نہیں کی۔ وہ یہ بیان کرنے سے کترارہا ہے کہ تمام اہل قبلہ اس کے کافر و کذاب ہونے پر متفق ہیں۔ اسی کی کتابوں میں اس کے ثبوت موجود ہیں، مزید جھوٹ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ لکھتا ہے: ”محمد بن نے شیعوں سے

۱۔ منہاج النہی، ج ۲، ص ۱۳۵۔ ۲۔ منہاج النہی، ج ۱، ص ۱۱۔ ۳۔ منہاج النہی، ج ۱، ص ۱۵۔

روایت بھی نہیں لی۔ حالانکہ تمام صحاح و مسانید میں مشائخ تسبیح بھرے پڑے ہیں، تفصیل آگے بیان ہوگی۔
۹۔ شیعوں کے زدیک اصول دین چار ہیں: توحید، عدل، نبوت و امامت۔ وہ توحید کے سلسلے میں نفی صفات، خلق قرآن اور قیامت میں خدا کا دیدار مجال ہے جیسے عقیدہ شیعہ کو بیان کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ وہ عدل میں قدرت خدا کے منکر ہیں یعنی خدا جسے چاہے ہدایت کرے ایسا نہیں۔ وہ جسے چاہے گراہ کر سکتا ہے... وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا نہیں کہ خدا جو چاہے وہ ہوئی جائے وہ ہر چیز پر قادر نہیں۔ (۱)

جواب:-

اس جاہل کو اصول دین و اصول مذہب کا فرق بھی نہیں معلوم۔ اس نے امامت کو جو اصول مذہب میں ہے اسے اصول دین میں ٹھوٹ دیا ہے۔ اس کی وجہ سے بحث کرنے والوں کو ختم اشتباہ لاقع ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہ اس نے اصول دین سے عقیدہ قیامت کو نکال دیا ہے حالانکہ ایک شیعہ بھی اس کا منکر نہیں۔ سب کا عقیدہ ہے کہ عقیدہ قیامت اصول دین میں ہے حالانکہ اگر امامت کو اصول دین میں شمار کیا جائے تو معیار دلیل سے بعید نہ ہوگا کیونکہ خدا نے امیر المؤمنینؑ کی ولایت کو رسولؐ کی ولایت سے ہم آہنگ قرار دیا ہے۔ آیہ ﴿فَإِنَّمَا وَلِيْكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ میں خاص امیر المؤمنینؑ کی ولایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آیہ کمال دین بھی ولایت امیر المؤمنینؑ سے متعلق ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت اصول دین سے ہے کیونکہ اس وجہ سے دین کامل ہوتا ہے اگر نہ مانا جائے تو دین ناقص اور بندوں پر خدا کی نعمتیں ناتمام رہ جائیں۔ اس ولایت کی اس قدر اہمیت ہے کہ اگر رسولؑ بھی اس کے اعلان میں کوتا ہی کریں تو ان کی تمام تبلیغی مساعی اکارت ہو جائیں۔ آیہ بلغ گواہ ہے۔ پھر یہ کہ تمام اعمال کی قبولیت مشروط ہے صحت ولایت پر، یہ خصوصیت عقیدہ توحید و نبوت کو حاصل نہیں کہ تمام اعمال کو اس کی صحت پر مشروط قرار دیا گیا ہو۔ شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے دو آدمیوں کے نزاع میں فرمایا تھا کہ یعنی میرے مولا ہیں اور تمام موسنوں کے مولا ہیں۔ جس کے یہ مولانہیں وہ موسن نہیں۔ آگے کچھ احادیث بیان کی جائیں گی کہ علیؑ کی دشمنی نفاق و کفر کی پیچان ہے اگر آپؑ نہ ہوتے تو بعد پیغمبرؐ موسن

پہچانے نہ جاتے۔ ان کا دشمن موسن نہیں ہو سکتا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جو بھی ولایت سے روگروان ہوا وہ
گویا تو حید و نبوت سے روگروان ہوا، صراط مستقیم سے مخالف ہوا پھر یہ کہ اکثر احکام ولایت ان دونوں کے
احکام سے مربوط ہیں۔ بعض مصالح کی بنیاد پر کچھ احکامات میں فرق ہونا، استثناء میں شامل کیا جاسکتا ہے۔
اگر شیعوں پر نئی صفات کا احراام ان معنوں میں لگایا جاتا ہے کہ وہ خدا کے زائد بر ذات نہیں تو یہ توحید
غالص ہے اس سلسلے میں کیت کلام دیکھی جاسکتی ہے۔ اور اگر ان معنوں میں کہا جائے جو مuttle کا قول ہے کہ
شیعہ اس سے تمرا کرتے ہیں۔ خلق قرآن کے بارے میں بھی شیعوں کا عقیدہ یہی ہے کہ جو صفت خدا کے
ازلی ہونے کے ہم آہنگ ہو شیعہ اسے نہیں مانتے۔ رویت خدا کے حال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خدا جسم نہیں
رکھتا اور صحیح منطق، اس کی تائید بھی کرے گی اسے بھی کیت کلام میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، ان کے علاوہ جن
باتوں کی شیعوں کی طرف نسبت دی گئی ہے وہ محض افتراض ہے شیعوں کے یہاں ان کا کہیں وجود نہیں۔
۱۰۔ خدا نے احراام مساجد کا حکم دیا ہے لیکن راضی نہ تو مساجد کا احراام کرتے ہیں نہ اس میں جمع
و جماعات بجالاتے ہیں۔ اگر مسجدوں میں نماز پڑھتے بھی ہیں تو فرادی پڑھتے ہیں۔

مگر مزاروں اور روضوں کا بہت زیادہ احراام کرتے ہیں۔ وہ وہاں مشرکوں کی طرح حج کے اركان
بجالاتے ہیں، وہی ان کا مقصود و مطلوب ہے۔ اکثر زیارت کو حج پر ترجیح دیتے ہیں کہ زیارت کا ثواب
زیادہ ہے۔ کوئی مالدار حج کے لئے نہ جائے تو کوئی بات نہیں لیکن اگر زیارت کیلئے نہ جائے تو اس کی
ذمت کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر جمود جماعات کی جگہ مشاہد مقدمہ میں نہ جائے تو ذمت کرتے ہیں۔
یہ خود ان کے عیسائی و مشرک ہونے کا ثبوت ہے۔ (۱)

جواب:

شیعوں کی مساجد ہر دیہات، قبیلے اور شہر میں آباد دیکھی جاسکتی ہیں، وہاں محلی آنکھوں سے ان کا احراام بھی
دیکھا جاسکتا ہے جسے ہر شیعہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے۔ شیعوں کے یہاں مسجد نجس کرنا حرام اور اس کا پاک
کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شخص ناپاک مسجد میں نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح نہیں۔ حالت جنابت و حیض

وغیرہ میں مسجد کے اندر بیٹھنا حرام ہے، مسجد میں دنیاواری کی بات سکر دہ ہے اگر کوئی ایسا کرے تو طمانچہ لگا کر کہنا چاہئے فض اللہ فاک، (خدا تیر منحوڑے)۔ الحمد سے مردی ہے کہ مسجد کے پڑوی کی نماز مسجد کے سوا دوسری جگہ قبول نہیں۔ شیعی فقہ میں اس قسم کی بے شمار باتیں درج ہیں۔ رہی جمود جماعت کی بات تو جس کی آنکھ ہے ہر جگہ شیعوں کی مسجدوں میں جمود جماعات کے شاندار مناظر دیکھ سکتا ہے۔ مشاہد مقدسہ کی تعظیم کا شرک سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ شیعہ ان صاحبانِ مشاہد کی زیارت کر کے درود و سلام اور تعریف و تعریت کر کے خدا سے تقرب حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ اولیاءِ خدا ہیں جن کی احادیث میں تاکید آتی ہے۔ خود قرآن کہتا ہے:

﴿عَبَادٌ مُكْرَمُونَ لَا يَسْفُونَ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بَامِرٌ يَعْمَلُونَ هُجُّ كُوْزِيَارَتْ پُرْتَرِيجُ دِينَ وَالِّي
بَاتْ قَطْعِيْ بِهَتَانَ ہے۔ شیعوں کے بیہاں متفرقہ حدیث ہے ”بُنَى الْاسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: الصَّلَاةُ وَ
الزَّكُوْةُ وَالْحَجُّ وَالصُّومُ وَالْوَلَايَةُ“ (اسلام کے پانچ ستون ہیں: نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور
ولایت) اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں کہ باوجود استطاعت، حج نہ کرنے والا کافر یہودی یا عیسائی مرتا
ہے۔ ایسی سخت تاکیدوں کے بعد کیا ان بے بنیاد پروپیگنڈوں کی کچھ وقعت رہ جاتی ہے۔

شیخ مفید نے فنکِ الزیارات نامی کتاب لکھی ہے۔ لفظ فنک کو ارکان حج سے جوڑنا سفط ہے
کیونکہ فنک کا مطلب ہے حقوق الہی ادا کرنے والی عبادت۔ شرعی حیثیت سے یہ لفظ حج ہی سے مخصوص
نہیں اگرچہ عرفی حیثیت سے حج سے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ اس لئے ہر وہ عبادت جس میں خدا کی
خوشنودی ہوا سے فنک کہا جاسکتا ہے۔ زیارتؤں میں دعا میں اور نمازیں ہیں۔ قبر پر سجدہ یا قبر کی طرف
رخ کر کے نماز پڑھنے کی بات غلط ہے لیکن صاحب قبر کو واسطہ بنا کر خدا سے دعائیں گنجائیں ہے۔ اسے شرک
سمجنا صریحی گراہی ہے کیونکہ خاصان خدا کا مرتبہ خدا کے نزدیک بلند ہے۔

شیخ مفید اور دیگر لوگوں کی کیتی مزارات میں ابن تیمیہ کے اتهامات کا کہیں پتہ نہیں۔
سفیفہ والے سحمداری کے دشمن ہیں۔

۱۱۔ اکثر جھوٹوں نے حدیث گڑھ لی ہے کہ آیہ ولایت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اس

میں حالت رکوع میں انگوٹھی کے تصدق کی بات باجماع علماء غلط ہے۔ (۱) اسی طرح شیعوں کی پجردیلوں میں ایک بات یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ علیؑ کے لئے ذوباہ اور حرج پلانا۔ آپ نظیر اور آیہ مودت الہمیت کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حدیث مواخاة بھی بیان کی جاتی ہے۔ یہ مخفی جھوٹ ہے۔

جواب:

انسان اپنے تعصُّب و عناد میں اس قدر بھی اندازہ ہو جائے کہ واضح حقائق کا انکار کر بیٹھے۔ جسے ائمۃ تفسیر، محمد شین و حفاظت نے امیر المؤمنین، ابن عباس، ابوذر، عمر، جابر، ابو رافع، انس بن مالک، سمل، ابن سلام کے سلسلہ سند سے بیان کیا ہے اور اس کی صحت پر اجماع ہوا اس کا انکار کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ اس جاہل نے اپنے مہکوپن میں ائمۃ حدیث کو بیک قلم جھوٹا اور کذاب لکھ مارا ہے جنہوں نے اس آیت سے احکامات متعلق کئے ہیں (۲) کہ فل قلیل مظلوم نماز نہیں اور صدق سختی کو زکوٰۃ بھی کہتے ہیں۔ انہیں بھی جھوٹا لکھ دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام افراد اس حدیث کی صحت پر متفق ہیں۔ اس آیت کے سلسلے میں عمومی حیثیت سے مفسرین نے طریق دلالت کا واضح انداز اختیار کرتے ہوئے کہا ہے کہ تمام مفسرین کا اس امر پر اتفاق ہے کچھ نے حوالے بیان کئے اور کچھ نے واضح طریقے سے اس کے علیؑ کے بارے میں نازل ہونے کی صحت پر اتفاق ہونے کا اعلان کیا ہے۔ ذرا دیکھئے تو کہ اب تیسیہ اسے جھوٹ کہہ رہے ہیں اور مندرجہ ذیل علماء میں سے بعض نے اس کی صحت پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے:

قاضی محمد بن عمر واقدی، حافظ ابو بکر صفاری، ابن شیبہ، ابو حضراس کافی، حافظ کشی، ابو سید اشیخ، ابو الحسن زمانی، حاکم بن تیج نیشاپوری، ابو بکر شیرازی، حافظ ابن مردویہ، ابو اسحاق تخلی، ابو نعیم اصفہانی ماوردی، حافظ بنیہلی، خطیب بغدادی، بن ھوازن نیشاپوری، واحدی، ابن مغازی، عبد السلام قزوینی، ابو القاسم حکافی، فقیہ طبری، فرزانغوی، ابو الحسن رزی، اندلسی، جار اللہ زمخشیری، حافظ سمعانی، نظری امام قرطی، خوارزمی، ابن عساکر، ابو الفرج بن جوزی، فخر رازی، ابن اشیر شیبانی، بن طلحہ شافعی، سبط بن جوزی،

۱- محتاج النساء، ج ۱، ص ۱۵۵۔

۲- جیسے صاحب نے احکام القرآن (ج ۲، ص ۳۷۶ پر)، نقی نے تفسیر نسی، ج ۱، ص ۳۸۹، اور طبری نے احکام القرآن، ج ۲، ص ۸۲) میں کیا ہے۔

ابن الہبید، حافظ گنجی شافعی، قاضی بیضاوی، حافظ الدین نفی، شیخ الاسلام جوئی، علاء الدین خازن، شمس الدین محمود اصفهانی، جمال الدین محمد بن یوسف زرندی، محبت الدین طبری، ابو حیان اندرلی، حافظ کلبی، قاضی عضد الدین، نظام الدین، نیشاپوری، سعد الدین نقشارانی، شریف جرجانی، قوشچی، ابن صباغ مالکی، سیوطی، ابن حجر کی، حسن چلی، سعود شروانی، قاضی شوکانی، سید محمود آلوی، شیخ سلیمان قدوزی، شبیحی، عبد القادر کردستانی کے علاوہ بھی متكلمین و مفسرین نے علیٰ کے بارے میں تازل ہونے پراتفاق کیا ہے۔ (۱)

۱۔ قاضی محمد بن عمر والدقی کی روایت ذخیر العقی ص ۱۰۲ اپر، عبد الرزاق ضحاکی کی روایت تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۷ پر، ابن شیبہ نے اپنی تفسیر میں، ابو عفراء سکافی نے اپنے رسائل (تفسیر اعتمادی، ص ۳۱۹) میں، حافظ کشی نے اپنی تفسیر میں، ابوسعید عثیمین نے اپنی تفسیر میں، خسائی نے اپنی سخن میں، ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر (جامع البيان، مجلد ۲، ص ۲۸۸) ج ۲، ص ۱۸۶ اپر، ابن الہام کی روایت کو ابن شیر نے اپنی تفسیر اور سیوطی نے درمنثور اور اسباب نزول میں، ابو القاسم طبرانی نے مجمع الاوسط (ج ۲، ص ۱۳، حدیث ۶۲۲۸) میں، حافظ ابو محمد النصاری نے اپنی تفسیر میں، ابو یکبر حاصب نے احکام القرآن، ج ۲، ص ۵۲۲ (ج ۲، ص ۳۲۹) اپر، ابو الحسن زمانی نے اپنی تفسیر میں، ابن پیغمبر نیشاپوری نے معرفہ اصول الحدیث، ص ۱۰۲ اپر، ابو یکبر شیرازی نے مازل من القرآن فی امیر المؤمنین میں، حافظ ابن سرودیہ نے اپنی مناقب میں، ابو سحاق شبی نے اپنی تفسیر میں سورہ نائد کی آیہ ۵۵ میں، ابو یحیی اصفہانی نے مازل من القرآن فی علی میں: ابو الحسن اور دوی نے اپنی تفسیر (النکت والعلویون، ج ۲، ص ۳۹) میں، حافظ بیہقی نے اپنی کتاب المصنف میں، خطیب بغدادی نے الحعن میں، ابن ہوازن نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں، واحدی نے اسباب النزول، ص ۱۳۸ (ص ۱۳۳) اپر، ابن مغازی نے مناقب علی (ص ۳۱۲-۳۱۳، حدیث ۲۵۲-۲۵۸) میں، عبد السلام قزوینی نے اپنی تفسیر میں، ابو القاسم جذکانی نے شوابیۃ التغییل (ج ۱، ص ۲۳۱، نبر ۲۳۵) میں، فقیہ طبری نے اپنی تفسیر (احکام القرآن، ج ۳، ص ۸۲) میں، فرز الغوی نے معلم التغییل مطبوع بر حاشیۃ تفسیر خازن، ج ۲، ص ۵۵ (ج ۲، ص ۳۲) اپر، ابو الحسن ریزی اندرلی نے الجیح میں، الصحاح الرست میں، جارالله رزق تحریر نے تفسیر کشف، ج ۱، ص ۳۲۲ (ج ۱)، ص ۲۳۹ (ج ۲، ص ۳۲) اپر، حافظ سعیانی نے فضائل الصحابة میں، بطجزی نے خصائص علویہ میں، امام ابو یکبر قرطبی نے اپنی تفسیر الجامع الاحکام القرآن، ج ۲، ص ۲۳۱ اپر، خوارزمی نے اپنی مناقب ص ۸ (ص ۱۷) (ص ۲۲۶، ۲۲۷، حدیث ۲۲۸، ۲۲۹) اور تاریخ دشخ (ج ۱۲، ص ۲۰۵، نبر ۹۱۵) میں، ابو الفرج ابن جوزی سے ریاض الحضرۃ، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۳، ص ۱۸۲) اور ذخیر العقی (ج ۹، ص ۲۷۸) میں، ابن طلوف شافعی نے اپنی تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۳۱ (ج ۱۲، ص ۲۶) اپر، ابن اشیر شیباعی نے جامع الاصول (ج ۹، ص ۲۷۸) میں، حدیث ۲۵۰۳ میں، بن طلوف شافعی نے مطالب المزول، ص ۳۱ اپر، سبط ابن جوزی نے تذکرة الخواص، ص ۹ (ص ۱۵) اپر، ابن الہبید نے شرح فتح البلاغہ، ج ۳، ص ۲۷۵ (ج ۱۳، ص ۲۷۷، خطبہ ۲۲۸) اپر، حافظ گنجی شافعی نے کظیۃ الطالب، ص ۱۰۶ (ص ۲۲۹، باب ۲۱، ص ۲۵۰، باب ۲۲) اپر، قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی، ج ۱، ص ۳۵۵ (ج ۱، ص ۲۷۲) اور مطالع الاظفار (ص ۲۷۷، ۲۷۹) میں، حافظ الدین نفی نے تفسیر نفی مطبوع بر حاشیۃ تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۹۶ (ج ۱، ص ۲۸۹) اپر، شیخ الاسلام جوئی نے فرماداً مخطوب (ج ۱، >>>)

متن حدیث: انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک سائل مسجد میں آیا اور صد الگائی: کوئی وفادار دولت مند ہے جو قرض دے؟ اس وقت علیٰ حالت رکوع میں تھے اشارہ کیا کہ میری انگوٹھی ہاتھ سے لے لے۔ رسول نے عمر سے فرمایا: واجب ہو گئی۔ عمر نے پوچھا: کیا؟ فرمایا: بخدا بہشت اس پر واجب ہو گئی، جیسے ہی اس نے انگوٹھی ہاتھ سے لی خدا نے تمام چھوٹے بڑے گناہ بخش دیے۔ انس کہتے ہیں کہ ابھی لوگ مسجد سے باہر بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپ ولایت نازل ہوئی: اسما ولیکم اللہ۔ اس وقت حسان بن ثابت نے پانچ شعر اس بارے میں کہے۔ اے ابو الحسن! تم پر میری جان قربان اور ہر سائق ہدایت تم پر صدقہ ہو جائے، کیا میری اور تمام دوستوں کی مدح فضائع ہو جائے گی؛ خدا کی مدح تو ضائع ہونے والی نہیں۔

آپ نے حالت رکوع میں انگوٹھی دی، اے بہترین راکح! آپ پر تمام امت کی جانیں قربان، اے بہترین خریدار، اے بہترین فروشنہ! پھر آپ کے لئے خدا نے آپ ولایت نازل فرمائی۔

انختار کے خیال سے اتنے ہی پر اکتفا کی جاتی ہے!!!

>>> م ۱۹۰، حدیث ۱۵۰، باب ۲۹ (۲۹) میں، محبت الدین طبری نے ریاض المختصر، ج ۲، م ۲۷ اور ذخیر العقین، م ۱۰۲ اپر، خازن نے فخر خازن، ج ۱، م ۳۹۶ (ج ۱، م ۳۲۵) پر، شمس الدین محمود اصحابی نے شرح تحریر موسوم پر تذید العقا ند میں، حال الدین محمد بن یوسف زرندي نے فلم در راستین (م ۸۶) میں، ابو حیان اندری کی تفسیر، بحر حیط، ج ۲، م ۵۱ پر، بلکی نے اپنی تفسیر تہییل العلوم الشتریل، ج ۱، م ۱۸۱ اپر، عضد البیجی نے المواقف، ج ۲، م ۲۶ (م ۳۱) پر، نظام الدین غیاثا پوری نے غراب القرآن، ج ۲، م ۳۶۱ (مجلد ۲)، ج ۲، م ۱۶۷ (۱۶۷) پر، سعد الدین تقیزادی نے القاصد اور شرح مقاصد، ج ۲، م ۲۸۸ (ج ۵، م ۲۷۲) پر، شریف جرجانی نے شرح المواقف (ج ۸، م ۳۶۰) میں، قوچی نے شرح انجرید (م ۷۷) میں، ابن صباح مالکی نے الفصول الاصحہ، م ۱۲۲ (م ۱۲۲) پر، سیوطی نے درمنثور، ج ۲، م ۲۹۳ پر، اسباب نزول القرآن، م ۵۵ (م ۸۱) پر، کنز العمال، ج ۲، م ۳ (ج ۱۳، م ۱۰۸) میں، حدیث ۳۶۵۳ (۳۶۵۰) کے بقول جمع الجواعی میں، ابن حجر کی نے الصواعق الامری، ج ۲، م ۳۹۱ (م ۳۹۱) پر، حسن طبا نے شرح المواقف (ج ۸، م ۳۶۰) میں، سعید شرفاوی نے بھی شرح المواقف میں، قاضی شوکانی نے اپنی تفسیر (فتح القدر، ج ۲، م ۵۳) میں، سید محمد آلوی نے اپنی تفسیر روح الحالی، ج ۲، م ۳۲۹ (ج ۲، م ۷۷) پر، شیخ سلیمان تندوزی نے بیانی المودة م ۲۲ (ج ۲، م ۲۷، باب ۵۶) پر، شیخ موسیٰ فیضی نے نور الابصار م ۷۷ (م ۱۵۸) پر اور شیخ عبدالقار بن حم سعید کردستانی نے تفسیر المرام فی شرح تہذیب الكلام، ج ۲، م ۳۲۹ پر کہا ہے کہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اک لمحہ اعتراض

آلہ نشر المحتوى میں آیہ ولایت کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت جیسا کہ لوگوں نے سمجھ رکھا ہے تھا حضرت علیؑ کی شان میں نازل نہیں ہوئی ہے بلکہ تمام انصار و مهاجرین کی شان میں نازل ہوئی ہے، حضرت علیؑ ان میں سے ایک ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں الذین صیغہ جمع استعمال ہوا ہے۔ اکیلے حضرت کیسے مقصود آیت ہو سکتے ہیں۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ یہ اس شخص کی اپنی پروازنیں بلکہ ابن کثیر مشقی کے چبائے ہوئے لئے ہیں۔ اس نے تو یہاں تک بکواس کر دیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں ایک آیت بھی نازل نہیں ہوئی۔

غفلت شعاروں نے یہ حقیقت فراموش کر دی ہے کہ ہر عمومی حکم میں دوسروں کیلئے تشویق کی غرض سے بیخ تر انداز گفتگو اختیار کر کے فرد خاص کے کارناے کو موکد کیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں قرآن میں لے شمار ہیں مثلاً:

۱- ﴿الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءِ﴾ (۲) یوں ہی بن اخطب کا تھا ایسا شخص بن عاز و را کا تمہارا۔

خازن کہتے ہیں کہ ہر چند یہ قول ایک یہودی کا تھا لیکن چونکہ سب ہی راضی تھے اس لئے تمام یہود بوس کو شامل کر لپا گیا ہے۔ (۳)

۲۔ ﴿مِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذِنُونَ النَّبِيَّ﴾ (۲) یہ آیت جلاس بن سوید یا نبیل یا عتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ سب ہی متفق تھے۔ (۵)

۱- منتشر ملای علی نظم الامانی، ص ۱۶۹۔
۲- آل عمران، ص ۱۸۱

^۲ تفسیر قرطی، ج ۳، ه ۲۹۸ (ج ۳، ه ۱۸) تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ه ۲۳۲ تفسیر خازن، ج ۱، ه ۳۳۲ (ج ۱، ه ۳۱۰)

۲۰-تیر

^٥ تفسير قرطبي، ج ٨، م ١٩٢ (ج ٨، م ١٢٢)، تفسير خازن، ج ٢، م ٢٥٣ (ج ٢، م ٢٣١)، الاصلية، ج ٣، م ٥٣٩.

۳۔ ﴿وَالَّذِينَ يَبْغُونَ الْكِتَاب﴾ (۱) یہ آیت صحیح مولیٰ حمیط کے بارے میں نازل ہوئی۔ (۲)

۴۔ ﴿هُنَّ الَّذِينَ يَا كُلُونَ أموالَ الْيَتَامَىٰ ظَلَمُوا﴾ (۳) یہ مرتد کے بارے میں نازل ہوئی۔ (۴)

۵۔ ﴿لَا يَنْهَا كُمُ اللَّهُ عَنِ الظِّنَنِ لَمْ يَقْاتِلُوا﴾ (۵) یہ آیت اسماء بنت ابی بکر کے بارے میں ہے۔ (۶)

اس طرح علامہ امینی نے ستائیں آیات بطور شاہد پیش کی ہیں۔

۱۲۔ وہ کہتا ہے کہ راضی تعلقی کا ایمان وعدالت بھی ثابت نہیں کر سکتے، زجتی ہونے کا ثبوت فراہم کر سکتے ہیں۔ ان کی امامت کی بات تو دور رہی۔
لیکن اگر وہ ابو بکر، عمر اور عثمان کو مان لیں تو علیؑ کی امامت ثابت ہو سکتی ہے۔ ان سے الگ کر کے علیؑ کیلئے کوئی بھی دلیل ساز گار نہیں ہو سکتی۔ جس طرح عیسائی نبوت عیسیٰ بغیر نبوت محمدؐ ثابت کرنے سے عاجز ہیں۔ بغیر ان کے کوئی دلیل ساز گار نہیں ہو سکتی۔

ایک دوسری جگہ لکھتا ہے کہ راضی اپنے مذهب کی بنیاد پر ایمان علیؑ وعدالت ثابت کرنے سے قاصر ہیں۔ انہیں اہل سنت کا ہمزبان بننا ہی پڑے گا۔ اور اگر وہ اہل سنت کے ہمزبان بن کے علیؑ کا ایمان تو اتر کے بطور ثابت کریں گے تو معاویہ، یزید اور خلفاء میں امیہ اور خلفاء میں عباس کا اسلام و نمازو

۱۔ (نور، ۳۳)

۲۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۲، ص ۲۲۲ (ج ۱۲، ص ۱۶۲) اسد القابی، ج ۳، ص ۱۱ (ج ۳، ص ۸، نمبر ۸۷) الاصابة، ج ۲، ص ۲۶۔

۳۔ (نساء، ۱۰)

۴۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۵۳ (ج ۵، ص ۳۶) الاصابة، ج ۳، ص ۲۹۷۔

۵۔ (مکہ، ۸)

۶۔ صحیح بخاری (ج ۲، ص ۹۲۳، حدیث ۷۷) صحیح مسلم (ج ۱، ص ۳۹۱، حدیث ۵۰) کتاب الزکاة منداحمد (ج ۷، ص ۳۸۳، حدیث ۲۲۳۷۵) جامع البیان (محلہ ۱۲، ج ۲۸، ص ۲۶) تفسیر قرطبی، ج ۱۸، ص ۵۹ (ج ۱۸، ص ۳۰) تفسیر خازن، ج ۳، ص ۲۲۲ (ج ۳، ص ۲۵۸)

صیام و جہاد بھی متواتر طور سے ثابت ہو جائے گا۔ (۱)

جواب:

جگ جگ جیو میرے یار! کاش! ہم سمجھ سکتے کہ ایمان و عدالت علیٰ بھی دلیل و شہوت کا محتاج ہے۔ ابتدائے اسلام میں انہوں نے جس طرح رسولؐ کا بوجہ ہٹایا اور برادری کے حقوق ادا کئے وہ دلیل کے محتاج نہیں۔ انہیں کی تلوار سے اسلام اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، شرک کی فوج کو خاک چٹائی، ان کے بیان و برہان سے الحاد کاتیا پانچ ہوا، انہیں کے ہاتھوں کعبہ بتون سے پاک ہوا، ان کے لئے آئی تطمیہ نازل ہوئی، وہ قرآن کی روشنی میں نفس رسولؐ ہیں، بستر رسولؐ پر سوکر رضاۓ خدا کا سودا کیا، وہی رسولؐ کی طرح مومنوں کے نفوس پر اولیٰ بالتصرف ہیں۔

اس سلسلے میں احادیث شیعہ متواتر ہیں لیکن جب ہمارا مخالف ہم سے الجھتا ہے تو اہل سنت کی کتابوں سے احتجاج کر کے تو اتر ثابت کرتے ہیں۔ یہ ایک مناظرے کا خت طریقہ ہے۔

علیٰ کے ایمان کا ایریوں غیروں کے ایمان سے موازنہ!!۔ کیا یہ لوگ ان کو علیٰ کا نفس واحد خیال کرتے ہیں جس کے اجزاء نہ کئے جائیں؟ یا روح واحد تمام میں جاری و ساری ہو گئی۔ شیعوں کے مناظرات و احتجاجات ان کی محاذ و مجالس میں گونجتے رہے ہیں، جو ناقابل فراموش ہیں۔ یہ سب کچھ نہیں بات صرف اتنی ہے کہ ابن تیمیہ نے شیعوں کو یہودیوں سے تشبیہ دیکر دل کی بھڑاں نکال لی ہے۔ اس کی دینداری و دانش کا معیار یہی ہے کہ علیٰ کے ایمان سے مواہیہ و یزید اور دیگر اموی و عباسی خلفاء کا موازنہ کرے اور بس۔

۱۳۔ جلد دوم میں شیخ طوی اور تمام شیعوں پر اتهامات کی بھرماری کر دی ہے کہ وہ نماز ضائع کرتے ہیں، حرام کاموں کے مرتكب ہوتے ہیں، شراب و فواحش سے ماہ صیام میں بھی پرہیز نہیں کرتے، شرک فی العبادة کے مرتكب ہوتے ہیں۔ اس طرح کے جھوٹے پروپیگنڈے کر کے اس نے شیعوں کو بدنام کرنے کی مکن سُقی کی ہے۔ (۲) انصاف خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَذِينَ رَقِبَتْ عَيْدِهِ﴾ "ہربات جو منہ سے نکلتی ہے فرشتہ لکھنے کے لئے موجود ہے۔" (۱)

۱۲۔ لکھتا ہے کہ مشہور ترین دشمنان ابو بکر صدیق مسیمہ کذاب جیسے افراد ہیں۔ لیکن یہ راضی انہیں دوست رکھتے ہیں۔ علامہ حلی اور دیگر افراد کہتے ہیں کہ مرتدین حق پر تھے ابو بکر صدیق نے نا حق انہیں قتل کیا۔ (۲)

جواب:

کوئی اس مرد سے پوچھئے تمہیں کس نے یہ سب خرافات بتائے کہ راضی مسیمہ کے طرفدار ہیں جبکہ تمام شیعہ اس کے نام کے ساتھ کذاب کا لفظ ضرور لگاتے ہیں، اس کی بد اعمالی کی نہادت کرتے ہیں، شیعوں کا عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی، اب جو بھی مدعاً نبوت ہے وہ یقیناً کافر ہے۔ آخر اس مرد نے اس شخص کا نام کیوں نہ بتایا جو اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن اس کا ضمیر مطمئن نہیں تھا۔ اس لئے نام یا کتاب کی نشاندہی نہیں کی۔

علامہ حلی کی تمام کتابیں آج بھی موجود ہیں مخطوطہ ہوں یا مطبوعہ اس تہمت کو کہیں بھی کوئی نہیں دکھا سکتا۔ شاید ان تیسیہ کے بد باطنی کے صندوق میں بند ہے۔ خدا یا! اس بد باطنی کی تجویز سے شکایت ہے۔

۱۵۔ کہتا ہے: اس جہالت کے نمائندے (علامہ حلی) نے جھوٹ کے طور پر باندھ رکھے ہیں۔ مثلاً سورہ دہر (﴿هُلْ أَتَى عَلَى إِنْسَانٍ﴾) کے متعلق کہتا ہے کہ اہل بیت کی شان میں نازل ہوا ہے۔ حالانکہ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ کسے میں نازل ہوا نہیں ہے سورہ ہل اتی ان حضرات کی شان میں نازل ہونے کا دعویٰ ایسا جھوٹ ہے جسے قرآن کی معمولی سمجھ رکھنے والا بھی جانے گا۔ (۳)

۱۔ (سورہ ق، ۱۸، ق)

۲۔ محتاج النہی، ج ۲، ص ۱۰۲۔

۳۔ محتاج النہی، ج ۲، ص ۷۰۔

البداية والنهاية

تألیف: ابن کثیر مشقی

اس بات کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ اس کتاب کا مولف غلط بیانی اور افترا پردازی میں تمام سرحدیں پھلا مگ گیا ہے، خود کشی کی حد تک دروغ بانی، نوش کلامی اور بغیر دلیل کے طنزیہ فقرہوں سے استدلال کرتا ہے۔ یہ سب کچھ شیعوں کے لئے، اور نفظ شیعوں کے لیے.... اس اعتبار سے یہ کتاب تاریخ کے بجائے یا وہ گوئی، قومی تعصبات اور انہیروں کی گھار بن کر رہ گئی ہے جس کی وجہ سے قومی اتحاد پارہ پارہ ہوتا ہے۔

امل بیت کی دشمنی میں اس قدر آگے ہے کہ جہاں کہیں خاصاں خدا کا نام آتا ہے یا ان کی فضیلت کا گوشہ لکھتا ہے طنز کے نشتر چلا رہتا ہے۔ اموی طینت کے مندرجہ ذیل نمونے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ابن اسحاق اور تمام ارباب سیرت و تاریخ کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے اپنے اور علی کے درمیان برادری قائم کی۔ اس سلسلے میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ لیکن ایک بھی صحیح نہیں۔ ان کے تمام اسناد ضعیف اور اس کے متن میں رکا کست اور نامعقولیت ہے جس ۲۲۳، جس ۳۲۵ پر ابن حاکم کے طریق سے اس روایت کو نقل کر کے کہتا ہے کہ اس حدیث کی صحت محل تالیم ہے۔ (۱)

جواب:

قارئین کرام ہمارے گزشتہ صفات ملاحظہ کر سکتے ہیں جس میں ہم نے طرق حدیث کا تذکرہ کیا

(۱) البداية والنهاية، ج ۷، ج ۲۲۳، ج ۳۲۵، ح ۲۵۰ (ج ۷، ج ۲۲۳، ج ۳۲۵، ح ۲۵۰، ح ۱۷۳، ح ۲۷۴)

ہے ان میں بھی احادیث صحیح اور اس کے رجال موثق ہیں۔ ائمہ حدیث اور ارباب سیرت نیز حفاظت نے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے اس کے بعد اس شخص کی بہل کوئی کاندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اہل بیت کی دشمنی میں اس نے اموی سرشت کا بھر پور مظاہرہ کر کے اسی گندے نالے سے سیراب بھی ہوتا ہے۔ یہی عوامل ہیں کہ وہ حقائق تسلیم کرنے سے گریزان ہے۔ مناقب اہل بیت اور خاصان خدا کے فضائل جوز بان رسالت سے بیان ہوئے ہیں اپنی ہوا پرستی سے ان کے انکار پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ حدیث طیرفی نقل کر کے اقرار کرتا ہے کہ یہ متواتر صحیح ہے، اس کی صحت کو ائمہ حدیث نے اقرار کیا ہے۔ لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ تمام طریقوں کی صحت کے باوجود اس کو قبول کرنے میں دل تردد اور تامل کا شکار ہے۔ (۱)

جواب:

بجود تردود اور تامل کا شکار ہے اس پر خدا نے مہر کر دی ہے ورنہ ان تمام شرائط صحت کے باوجود تردید کی گنجائش کہاں ہے۔

یہ بات کہ ایک انسان رسول خدا کے نزدیک تمام لوگوں سے محبوب تر ہو کوئی نئی اور اچھی بات نہیں اور کسی کو محبوب رسول ہونے پر اعتراض کرنے کی گنجائش بھی نہیں۔ نہ کہ حضرت امیر المؤمنین کی ذات گرامی پر اعتراض کیا جائے جو نفس پیغمبر اور برادر رسول تھے۔

رسول کے نزدیک ان کا تقریب و امتیاز، دین خدا کے لئے ان کی فدائی و غیرہ دو پہر کے سورج کی طرح روشن ہے۔ آئندہ صفات میں اس موضوع پر بھر پور بحث کر کے دل کا سارا زمگ چھڑا دیا جائے گا۔

۳۔ کہتا ہے: اکثر عوام کے درمیان مشہور ہے کہ علیٰ ساتی کوثر ہیں اس کی بتو کوئی اصل ہے نہ اس کا کوئی مأخذ ہے، نہ اس حدیث کا کوئی لائق وثوق سلسلہ روایت نقل کیا گیا ہے۔ ایک بات جو تردید و انکار سے بلند ہے وہ یہ کہ صرف رسول خدا اسی ساتی کوثر ہیں۔ وہی تمام لوگوں کو آب کوثر سے سیراب کریں گے۔ (۲)

۱۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ج ۳۵۲ (۳۹۰، جوان ۱۹۷۰)

۲۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ج ۳۵۵ (ج ۷، ۳۹۲، جوان ۱۹۷۰)

جواب:

قارئین کرام!

اس شخص نے عوام کے درمیان مشہور ہونے کی جو بات کی ہے وہ قطعی جھوٹ ہے اس سلسلے میں موثق حفاظ و ائمہ احادیث کے اعتراضات گزشتہ صفات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

۲۔ جلد ہفتہ ص ۳۲۸ پر امام احمد ترمذی کی سند سے امیر المؤمنین کے سابق الاسلام اور اولين نمازو گزار ہونے کی روایت نقل کی ہے پھر کہتا ہے کہ یہ حدیث جس طریق سے بھی روایت کی جائے صحیح نہیں۔ اور اس سے زیادہ بھی اس بارے میں احادیث وارد ہوئی ہیں کہ علی سابق الاسلام تھے لیکن کوئی بھی روایت صحیح نہیں..... اخ (۱)

جواب:

کوئی بھی اس بے دوقوف سے پوچھنے والا نہیں کہ آخر کیوں تمام طریقوں سے روایت نقل ہو جانے کے باوجود صحیح نہیں، بلکہ اس کے رجال موثق ہیں اور حافظان حدیث نے اس کی صحت کا حکم صادر کیا ہے اور تمام ارباب سیرت نے متفقہ طور سے اس کو نقل کیا ہے، صحابہ و تابعین کے یہاں یہ بات مسلم ہوتے ہوئے بھی آخر صحیح کیوں نہیں؟

اگر ہم اپنی بات یہیں ختم کر دیں تو ممکن ہے کہ قارئین کرام کہہ دیں کہ یہ بات بلا دلیل ہے لہذا وضاحت کے لئے بعض دلیلوں کی طرف اختصار سے اشارہ کرتے ہیں۔

واضح احادیث نبوی (نصوص نبوی)

۱۔ رسول خدا نے فرمایا: سب سے پہلے تم میں جو میرے پاس حوض کو شپر وارد ہو گا، وہ وہی ہو گا جو سب سے پہلے اسلام لایا یعنی علی ابن ابی طالب۔

اس حدیث کو حاکم نے مدرسک میں نقل کر کے اس کی صحت کا اقرار کیا ہے نیز تاریخ خطیب

بغدادی، استیغاب اور شرح ابن الہید وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ (۱)

ایک دوسری تعبیریوں ہے: اول ہے امتہ ورودا علی الحوض اولہا اسلاماً علی ابن ابی طالب۔ (۲)

۳۔ رسول خدا نے قاطمہ سے فرمایا: میں نے تیر ان کا جائیے شخص سے کیا ہے جو میری امت کا بہترین شخص ہے۔ اس کا علم سب سے زیادہ، حلم سب سے برتر اور سابق الاسلام ہے۔ (۳)

۴۔ رسول خدا نے دست علی تھام کر فرمایا: یہ ہے جو سب سے پہلے میرے اوپر ایمان لایا اور بروز حشر سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا۔ (۴)

۵۔ ابوالیوب سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: سات سال تک فرشتوں نے تمہارا مجھ پر اور علی پر صلوات پڑھی، کیونکہ تم دونوں ہی نمازوں پر ہتھتے تھے۔ ہمارے علاوہ کوئی نمازوں میں پر ہتھتھا۔

مناقب ابن مغازی، اسد الغابہ،مناقب خوارزمی میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا: ایسا کیوں ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا: کیونکہ علی کے سوا کوئی میرے ساتھ نہ تھا۔ (۵)

۱۔ مسند رک علی الحسنین، ج ۲، ص ۱۳۶ (ج ۳، ص ۱۳۷، حدیث ۳۶۶) تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۸۱۔ استیغاب، ج ۲، ص ۳۵ (نمبر ۱۸۵۵) شرح ابن الہید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۳۸) اورمناقب ابن مغازی (۱۲، حدیث ۲۲)

اورمناقب خوارزمی (ص ۵۲، حدیث ۱۵) میں اولکم داران کے بجائے اول الناس ہے۔

۲۔ السیرۃ الحلبیہ، ج ۱، ص ۲۸۵، زینی دحلان کی السیرۃ الحلبیہ مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلبلیہ، ج ۱، ص ۱۸۸ (ج ۱، ص ۹۱)

۳۔ خطیب نے الحسن میں اور بلاطیقی ہندی کی کنز العمال، ج ۲، ص ۳۹۸ (ج ۱۱، ص ۱۰۵، حدیث ۳۲۹۲۶) کے مطابق سیوطی نے جم الجوابیں میں نقل کیا ہے۔

۴۔ بیہقی الکبیر (ج ۲، ص ۲۶۹، حدیث ۶۱۸۳) بیہقی الروانہ، ج ۹، ص ۱۰۲، کتبیۃ الطالب، ص ۷۹ (ص ۱۸۷، باب ۲۲) کنز العمال، ج ۲، ص ۵۶ (ج ۱۱، ص ۲۱۶، حدیث ۳۲۹۹۰)

۵۔مناقب ابن مغازی (ص ۱۲، حدیث ۱۷، ۱۹) اسد الغابہ، ج ۳، ص ۱۸ (ج ۲، ص ۹۲، نمبر ۲۷۸۳)مناقب خوارزمی (ص ۵۳، حدیث ۱۷) الفردوس باشور الخطاب (ج ۳، ص ۳۲۳، حدیث ۵۳۳۱) ابن الہید کی شرح فتح البلاغہ، ج ۲، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۰، خطبہ ۲۳۸) فزادہ الحمدی (ج ۱، ص ۲۲۵، حدیث ۱۹۰)

- ۶۔ ابن عباس سے حدیث رسول مروی ہے: سب سے پہلے علی نے میرے ساتھ نماز پڑھی۔ (۱)
- ۷۔ معاذ بن جبل سے حدیث رسول مروی ہے: یا علی! تمہارے مقابلے میں مجھے نبوت کا امتیاز حاصل ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور تمہیں امت کے مقابلے میں سات باتوں میں امتیاز حاصل ہے اس کا مقابلہ کوئی فروریت نہیں کر سکتا۔ تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لائے، سب سے زیادہ عہد خدا کو پورا کیا اور معاملات خدا کے سلسلے میں سب سے زیادہ توانا ہو۔ (۲)
- ۸۔ ابوسعید خدری سے مروی ہے: رسول خدا نے پشت علی پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: یا علی! خدا نے تمہیں سات خصلتیں عطا کی ہیں کہ روز قیامت کوئی شخص ان کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ تم سب سے پہلے ایمان لائے، تم نے سب سے زیادہ عہد خدا کو بردا اور معاملات خداوندی میں سب سے زیادہ توانا ہو۔ (۳)
- ۹۔ ابو بکر ہذلی، واؤ د بن ابی ہند شعی سے حدیث رسول روایت کرتے ہیں کہ یہ علی میرے اوپر سب سے پہلے ایمان لانے والے، میری تصدیق کرنے والے اور میرے ساتھ نماز پڑھنے والے ہیں۔ (۴)
- ۱۰۔ ابو بکر و عمر نے فاطمہ سے تزویج کی خواستگاری کی۔ رسول نے انہیں دھنکارتے ہوئے فرمایا: مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ پھر فاطمہ کا نکاح علی سے کر کے فرمایا: میں نے ایسے شخص سے تیرا عقد کیا ہے جس نے تمام امت کے مقابلہ میں سب سے پہلے قول اسلام میں پیش قدمی کی۔ اس کی روایت، اسماء، امام ایکن، ابن عباس اور جابر نے کی ہے۔ (۵)

۱۔ فراہم اسطعلین (ج ۱، ص ۲۲۵، حدیث ۱۹۰)

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۶۔

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۶۔

۴۔ شرح فتح البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۵۶ (ج ۱۳، ص ۲۲۵)

۵۔ ابن ابی الحدید کی شرح فتح البلاغہ، ج ۲، ص ۲۵۷ (ج ۱۳، ص ۲۲۸، خطبہ ۲۲۸)

کلمات امیر المؤمنین علیہ السلام

آپ نے فرمایا: میں بندہ خدا ہوں، رسول خدا کا بھائی ہوں، میں صدیق اکبر ہوں، یہ بات میرے بعد وہی کہے گا جو جھوٹا اور افتر اپرداز ہوگا۔ میں نے رسول خدا کے ساتھ لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔ میں رسول کے ساتھ نماز پڑھنے والا پہلا شخص ہوں۔ (۱)

اسی طرح آپ نے بارہا فرمایا: انا اول من اسلم مع النبی۔ (۲)

مدرسک حاکم میں ہے: عبد اللہ مع رسول اللہ سبع سویں قبل ان یعبدہ احد من هذه الامة۔ (۳)

۹۔ کسی کتاب میں ہے: لوگوں سے سات قتل ایمان لایا۔ (۴)

۱۰۔ کہیں فرمایا: میں اس امت میں اپنے سوا کسی کو نہیں جانتا کہ نبی کے سوا کسی نے مجھ سے پہلے عبادت خدا کی ہو۔ (۵)

۱۱۔ صحنیں کے دن فرمایا: میرے چھیرے بھائی تمہارے رسول میں جنہوں نے تمہارے سامنے

۱۔ (المصنف، ج ۱۲، ص ۵۶، حدیث ۱۲۳۳، خصائص نبأی، ص ۲۵، حدیث ۷، خصائص نبأی، ج ۵، ص ۷، حدیث ۸۳۹۵، سن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۳۲، حدیث ۱۲۰، المدرسک علی الحسنی، ج ۲، ص ۱۲۱، حدیث ۳۵۸۲، زار بن طبری، ج ۲، ص ۳۰)

۲۔ شرح نجیب البلاعنة، ج ۲، ص ۲۵۵ (۱۲۵)، ص ۲۲۸، خطبہ (۲۲۸) تاریخ بغدادی، ج ۳، ص ۲۲۳، مجمع الزوادی، ج ۹، ص ۱۰۳، استیغاب، ج ۲، ص ۲۵۸ (نمبر ۱۸۵۵) ابن تھیبہ کی المعارف، ص ۲۷ (۱۲۹) ریاض النصر، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۲، ص ۱۰۰)

مدرسک علی الحسنی، ج ۲، ص ۱۲۱ (ج ۲، ص ۱۲۱، حدیث ۳۵۸۵)

۳۔ امت سے سات سال پہلے میں نے رسول خدا علیہ السلام کے ساتھ عبادت کی۔ مدرسک علی الحسنی، ج ۲، ص ۱۲۲ (ج ۲، ص ۱۲۱، حدیث ۳۵۸۵) شرح ابن الہید، ج ۲، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۲۸) اور استیغاب، ج ۲، ص ۲۳۸ (نمبر ۱۸۵۵) ریاض النصر، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۱، ص ۱۰۰) اور سیرۃ حلیبہ، ج ۱، ص ۲۸۸ (ج ۱، ص ۲۷) پر امت سے سات سال پہلے کے بجائے امت سے پانچ سال پہلے کی روایت ہے۔

۴۔ خصائص نبأی، ص ۳ (ص ۲۹، حدیث ۶)

۵۔ خصائص نبأی، ص ۲ (ص ۲۷، حدیث ۸، خصائص نبأی، ج ۵، ص ۷، حدیث ۸۳۹۲)

اطاعت رب اور اپنی سنت پر عمل کی دعوت دی۔ میرے سوا کوئی نہ تھا جس نے نماز میں سبقت کی ہو۔ (۱)
 ۱۲۔ فرمایا: خدا یا! اس امت میں تیرے نبی کے سوا کسی بندے کو میں نہیں جانتا جس نے تیری
 عبادت مجھ سے پہلے کی ہو (اے تمین باردہ ہر لیا) پھر فرمایا: میں نے لوگوں سے پہلے نماز پڑھی۔ دوسری
 روایت ہے: قبل ان یصلی اللہ علیہ وسلم (۲)

۱۳۔ معاویہ کو خط لکھا: اس امت کی قیادت کا سزاوار ترین شخص وہی ہے جو رسول خدا کا قریب ترین رشتہ دار، سب سے زیادہ عالم قرآن، سب سے زیادہ دینی بصیرت رکھنے والا، سابق الاسلام اور جہاد میں سب سے افضل ہے۔ (۳)

۱۲۔ آپ کی ایک گفتگو ہے: نہیں، خدا کی قسم! میں اس (رسول) کی تقدیم کرنے والا پہلا شخص ہوں میں اس کی تکمیل کرنے والا پہلا شخص نہیں ہو سکتا۔ (۲)

۱۵۔ رسول خدا امشیتیلہم دو شنبہ کے دن معموت ہوئے اور میں سہ شنبہ کو اسلام لایا۔ (۵)

۱۶۔ معاویہ کو خط لکھا: جب محمدؐ نے لوگوں کو تو حیدر ایمان کی دعوت دی تو میں اہل بیتؐ کی اوپرین فرد تھا جو ایمان لایا۔ جو کچھ وہ لائے اس کی تصدیق کی۔ جزیرہ عرب پر طویل عرصہ تک میرے سوا کسی نے خدا کی عبادت نہیں کی۔ (۶)

۱۔ صحنیں میں اصحابِ معاویہ سے خطاب فرمایا: تم پر افسوس ہے، میں پہلا شخص ہوں جسے کتاب

^١ وقف صحن مصطفى (٣٥٥) شرح ابن أبي الحميد، ج ٤، ص ٥٠٢ (ج ٥، ص ٢٢٨، خطبٌ ٦٥)

٢- منذر احمد (ج ١، ص ١٤٠، حدیث ٧٧٨) مجمع الادسط (ج ٢، ص ٣٣٣، حدیث ٦٧٦) مجمع الاوامد، ج ٩، ص ١٠٢، فرائد اساطیر، (ج ١، ص ١٢٧، حدیث ٩١)

٣- وقت الصفر (١٦٨) ص ١٥٠

^۲ المحسن السادس، ج ۱، ص ۳۶۰ (ص ۵۰) اخبار الدول مطبوع برهاشیتارخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۸ (ج ۱، ص ۳۰۸)

٦- و تقدیم اصغریت، ص ۱۰۰ (ص ۸۹)

خدا کی دعوت دی گئی اور پہلا شخص ہوں جس نے لمبک کہا۔ (۱)

۱۸۔ معاذہ عددیہ کہتی ہیں: میں نے علی کورسول کے منبر پر فرماتے سنا: میں صدیق اکبر ہوں، میں ابو بکر سے پہلے ایمان لایا، میں اس وقت اسلام لایا جب ابو بکر اسلام نہیں لائے تھے۔ (۲)

۱۹۔ صفين میں لشکر سے خطاب فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ خدا نے قرآن میں سابق کو مسیوں پر غصیلت عطا کی ہے اور مجھ سے پہلے خدا رسول پر ایمان لانے میں کسی نے سبقت نہیں کی۔ سب نے کہا: جی باں۔ (۳)

۲۰۔ ایک دوسرے موقع پر فرمایا: میں نے رسول کے ساتھ لوگوں سے تین سال قبل نمازِ ربِ جمیع۔

۲۱۔ شوری کے دن لوگوں سے پوچھا: کیا تم میں کوئی ہے جس نے مجھ سے پہلے اقرار توحید کیا ہے؟ سب نے کہا: نہیں۔ پوچھا: کیا تم میں کوئی میرے سوا ہے جس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہو؟ سب نے کہا: نہیں۔ (امن الی الحدید، نیز پہلی جلد میں احتجاج کے ذیل میں مکمل حوالہ ملاحظہ فرمائیں)

۲۲۔ آپ نے معاویہ کو خط میں ایک شعر اس موضوع کا لکھا:

سباقكم الى الاسلام طرداً غلاماً ما سلقت او ان حلمي

^{۲۳}-ابن طلحہ نے مطالب (۲) میں دو شعر لکھے ہیں:

انا اخو المصطفى لا شک في نسبتي به ریست و سلطان هما ولدی

حَدَّقْتُهُ وَجَمِيعَ النَّاسِ فِي بَهْمٍ مِنَ الضَّلَالِ وَالاشْرَاكِ وَالنَّكَدِ

جب ابر کامیاب ہے کہ رسول نے اس انکار کو سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا: علی تم نے بچ کہا۔

ا۔ وقتھے صفحیں، ص ۵۶۱ (ص ۳۹۰)

٢- المعارض، ج ٣، ص ٧٣ (ص ١٦٩) ذخائر لفظي، ص ٥٨، الرياض العصرية، ج ٢، ص ١٥٥، ١٥٧، ١٥٨ (ج ٣، ص ٩٥، ٩٦) شرح نجع البلاغة، ج ٣، ص ٢٥١ (ص ٢٥٧) خطب (٢٣٨)، ج ١٣، ص ٢٢٠، ٢٢٨، ٢٣٨، ٢٤٠ (ج ١٣، ص ١٦٣، حدثه ٣٢٣٩٨)

۳۔ کتاب سلیمان بن قيس (ج ۱، ص ۷۵۷، حدیث ۲۵)

^٣- مطالب المسؤول، ج ١ (فرانكلن ليفستين، ج ١، ص ٢٢٦، حدیث ٢٧٤، باب ٣٣، مناق خوارزی، ج ٧، حدیث ١٨٦) (١٨٦)

ارشاد امام حسن علیہ السلام

۲۳۔ معاویہ کی بزم میں آپ نے فرمایا:

حاضرین ہرم امیں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، بتاؤ تو کیا جانتے ہو کہ جسے تم اب تک گالی دیتے رہے اُس نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ اور اے معاویہ! تو اس وقت کافر تھا، اس عمل کو گمراہی سمجھتا تھا، تو گمراہی میں لات و عزی کی عبادت کرتا تھا۔

اور میں تمہیں خدا کی قسم دیکھ پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ علیؑ نے دو تمہیں کیس: بیعت فتح اور بیعت رضوان۔ اور تو اے معاویہ اپنی بیعت میں کافر تھا اور دوسرا بیعت توڑ بیٹھا۔ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ وہ سب سے پہلے مومن ہیں اور تو اے معاویہ اور تیرا باب مولفۃ القلوب میں ہیں۔ (۱)

۲۴۔ ایک خطبہ پہلی جلد میں نقل کیا گیا جس میں فرمایا: رسول خدا ﷺ نے خدا کی دعوت دی تو میرے باب نے سب سے پہلے لبیک کہا، ایمان لائے اور قدم دیق کی۔ چنانچہ آیت ہے ﴿المن کانه علیٰ بینہ﴾ چنانچہ میرے نانا خدا کے بینہ ہیں اور میرے بابا ان کے قش قدم پر چلنے والے گواہ ہیں۔

سبقت اسلام کے متعلق صحابہ و تابعین کی رائے

صحابہ و تابعین میں جن لوگوں نے حضرت علیؑ کی سبقت کا تذکرہ کیا ہے ان میں انس بن مالک (۲)

۱۔ شرح ابن الجدید، ج ۲، ص ۱۵۱ (ج ۲، ص ۲۸۸، خطبہ ۸۲)

۲۔ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۵، ص ۵۹۸، حدیث ۲۷۸) المحدث علی الحسن، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱)، حدیث ۲۵۸۷ استیاع، ج ۳، ص ۳۲ (نمبر ۱۸۵۵) جامع الاصول (ج ۹، ص ۲۷۶، حدیث ۲۷۲) تفسیر الوصول، ج ۳، ص ۱۷۲ (ج ۳، ص ۳۱۵، حدیث ۱) فائدۃ الطین، باب ۲ (ج ۱، ص ۲۳۲، حدیث ۱۸۹) التقریب، ج ۱، ص ۸۵، شرح ابن الجدید، ج ۲، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۲۸) تذکرۃ المؤاص، ص ۲۳ (ص ۱۰۸) السراج المنیر شرح الجامع الصغیر، ج ۲، ص ۲۲۳ (ج ۲، ص ۳۵۸) شرح المواهب، ج ۱، ص ۲۳۱۔

بریدہ اسلئی (۱) زید بن ارقم (۲) (تین طریقوں سے) عبد اللہ بن عباس (۳) (آٹھ طریقوں سے) عفیف (۴)، سلمان فارسی (۵) ابو رافع (۶)، ابو زرفقاری (۷)، خباب بن ارت (۸) مقداد بن عمر الکندي (۹)

- ۱۔ المسدرک علی الحسن، ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۲۱، حدیث ۳۵۸۶)۔
- ۲۔ تاریخ طبری (ج ۲، ص ۳۱۰) مسند احمد، ج ۳، ص ۳۶۸ (ج ۵، ص ۳۹۵، حدیث ۱۸۷۶) مسدرک علی الحسن، ج ۳، ص ۳۳۶ (ج ۳، ص ۱۲۷، حدیث ۳۶۲۳) تاریخ الکامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۳۸۷) الحجۃ البزر (ج ۵، ص ۱۷۶، حدیث ۵۰۰۲) استیعاب، ج ۲، ص ۳۵۹ (نمبر ۱۸۵۵) جمیع الزوائد، ج ۲، ص ۲۵۹۔
- ۳۔ سنن ترمذی، ج ۲، ص ۲۱۵ (ج ۵، ص ۲۰۰، حدیث ۲۱۵) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۲۱ (ج ۲، ص ۳۰۰) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۱ (ص ۳۸۳) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۶ (ج ۱۲، ص ۲۲۳، خطبہ ۲۲۸) مسدرک علی الحسن، ج ۳، ص ۱۱۱ (ج ۳، ص ۱۲۰، حدیث ۳۵۸۲) استیعاب، ج ۲، ص ۳۵۷ (نمبر ۱۸۵۵) تذکرة الخواص، ص ۸ (ص ۱۸) وحدۃ صفتین، ص ۳۶۰ (ص ۳۱۸) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۵۰۳ (ج ۵، ص ۲۵۱، خطبہ ۶۵) حجرۃ الخطب، ج ۱، ص ۱۷۵ (ج ۱، ص ۳۵۱، نمبر ۴۲۸) جمیع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، شرح المواهب، ج ۱، ص ۲۳۲، الحسان والمساوی، ج ۱، ص ۳۰ (ص ۳۲۳)۔
- ۴۔ خاصیں نسائی، ص ۲۲ (ص ۲۲، حدیث ۲۱) سنن نسائی، ج ۵، ص ۱۰۶، حدیث ۸۳۹۳ (ج ۲، ص ۲۱۲) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۲ (ج ۲، ص ۱۱۱) ریاض العصرة، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۱۰۰) استیعاب، ج ۲، ص ۳۵۹ (ج ۱، ص ۹۳) عیون الاشر، ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۱۲۵) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۳۸۳) السیرۃ الحلبیۃ، ج ۱، ص ۲۸۸ (ج ۱، ص ۲۷۰)۔
- ۵۔ استیعاب، ج ۲، ص ۳۵۷ (نمبر ۱۸۵۵) جمیع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، عرباتی کی شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، مواصب اللدیۃ، ج ۱، ص ۳۵ (ج ۱، ص ۲۱۶) (شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۲، ص ۲۲۹)۔
- ۶۔ (حجۃ البزر، ج ۱، ص ۳۲۰، حدیث ۹۵۲) شرح المواهب، ج ۱، ص ۲۳۰، عیون الاشر، ج ۱، ص ۹۲ (ج ۱، ص ۱۲۳) ریاض العصرة، ج ۲، ص ۱۵۸ (ج ۳، ص ۹۹) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۲۸) جمیع الزوائد، ج ۹، ص ۱۰۲، فران لامستان، باب ۲۷ (ج ۱، ص ۲۳۳، حدیث ۱۸۸۸)۔
- ۷۔ استیعاب، ج ۲، ص ۳۵۶ (نمبر ۱۸۵۵) شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواهب اللدیۃ، ج ۱، ص ۳۵ (ج ۱، ص ۲۱۶)۔
- ۸۔ (شرح نسخ البلاغ ابن ابی الحدید، ج ۱۲، ص ۲۳۲، خطبہ ۲۲۸) استیعاب، ج ۲، ص ۳۵۶ (نمبر ۱۸۵۵) المواهب اللدیۃ، ج ۱، ص ۳۵ (ج ۱، ص ۲۱۶)۔
- ۹۔ استیعاب، ج ۲، ص ۳۵۶، شرح التقریب، ج ۱، ص ۸۵، المواهب اللدیۃ، ج ۱، ص ۳۵۔

جاير ابن عبد الله انصارى (١)، ابو سعيد خدرى (٢)، حذيفة بن يماني (٣)، عمر بن خطاب (٤)، عبد الله بن مسعود (٥)، ابو أيوب النصاري (٦)، ابو مرازم يحيى بن مرد (٧)، هاشم بن عبد (٨)، مرقى (دو طریقوں سے)۔ مالک اشتر (٩)، عذری بن حاتم (١٠)، (دو طریقوں سے) محمد حنفیہ (١١)، طارق بن شہاب (١٢)، عبد الله بن هاشم (١٣) مرقى، عبد الله بن جبل (١٤)، ابو عربہ بشیر بن محسن (١٥)، عبد الله بن

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۱ (ج ۲، ص ۳۱۰) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۳۸۲) شرح فتح البلاغہ، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۲۹، خطبہ ۲۲۸) (استیاع، نمبر ۵۵۵) طرح التعریب فی شرح التعریب، ج ۱، ص ۸۵، المواهیب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۲۱۶

۲۔ استیاع، ج ۲، ص ۳۵۶، شرح التعریب، ج ۱، ص ۸۵، المواهیب اللدنیۃ، ج ۱، ص ۳۵۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۰ (ج ۱۳، ص ۲۳۸، خطبہ ۲۲۸)

۴۔ مناقب خوارزی، (ص ۵۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۳۰، خطبہ ۲۲۸)

۵۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۲۲۵)

۶۔ شرح التعریب، ج ۱، ص ۸۵، شرح زرقانی، ج ۱، ص ۲۳۲۔

۷۔ شرح المواهیب، ج ۱، ص ۲۳۲۔

۸۔ وقہ صفين، ص ۱۲۵، ۲۰۳ (ص ۳۵۵، ۲۰۲) تحریر الخطب، ج ۱، ص ۱۵ (ج ۱، ص ۳۲۲، نمبر ۲۱۲) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۲

(ج ۵، ص ۳۳، حادث ۲۲۶) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۱۳۵ (ج ۱، ص ۳۸۲، حادث ۲۲۶)

۹۔ وقہ صفين، ص ۲۶۸ (ج ۲۲۸) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۸۲ (ج ۵، ص ۱۹۰، خطبہ ۲۵) تحریر الخطب، ج ۱، ص ۱۸۳

(ج ۱، ص ۳۵۹، نمبر ۲۲۷)

۱۰۔ وقہ صفين، ص ۲۲۱ (ص ۲۷۶) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲ (ج ۵، ص ۵، حادث ۲۲۶) شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۳۳

(ج ۲، ص ۲۱، خطبہ ۵۲) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۳۶۷ (ج ۱، ص ۱۲۳، حادث ۲۲۶) الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۰۳ (ج ۱، ص

۱۰۶)

۱۱۔ استیاع، ج ۲، ص ۳۵۸ (نمبر ۱۸۵۵)

۱۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۶۷ (ج ۱، ص ۲۲۶، خطبہ ۶)

۱۳۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۰۳ (ج ۱، ص ۲۷)

۱۴۔ وقہ صفين، ص ۳۰۵ (ص ۳۵۶)

۱۵۔ وقہ صفين، ص ۲۱۰ (ص ۱۸۷)

فہد بیوی: قرآن، حدیث اور ادب میں: ج ۲ ۳۲۲

خباب (۱)، عبد اللہ بن بریدہ (۲)، محمد بن ابی بکر (۳)، عروہ بن الحسن (۴)۔

جن شعراء نے اس سلسلے میں اشعار کہے ہیں ان کے نام ہیں:

سعید بن قیس ہمدانی (۵)، عبد اللہ بن ابی سفیان (۶)، خزیمہ بن ثابت انصاری (۷)، کعب بن زہیر (۸)، زفر بن یزید (۹)، نجاشی بن حارث (۱۰)، جریر بن عبد اللہ البجلي، عبد اللہ بن حکیم، عبد الرحمن بن حنبلی۔ (۱۱)

ان کے علاوہ تابعین کی فہرست میں جن کے نام اہمیت کے حامل ہے ان میں ابو عمرو عامر فتحی (۱۲) ابو سعید حسن بصری (۱۳)، امام محمد باقر (۱۴)، محمد بن مسلم (۱۵)، محمد بن منکدر (۱۶)، قتاوہ بن دعامة (۱۷)

۱۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۲۲ (ج ۱، ص ۱۲۶)

۲۔ سیرۃ ابن اسحاق (ص ۱۳۸)

۳۔ وقہ صفين، ص ۱۳۳ (ص ۱۱۸)

۴۔ وقہ صفين، ص ۱۱۵ (ص ۱۰۲)، تحریرۃ الخطب، ج ۱، ص ۱۳۹ (ج ۱، ص ۳۲۱) (نمبر ۲۰)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۵۹ (ج ۱۳، ص ۲۲۲، خطبہ ۲۲۸)

۶۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۱۳، ص ۲۳۱، خطبہ ۲۲۸) کفاية الطالب، ص ۳۸ (۱۲۷ باب ۲۵)

۷۔ شرح التغیریب، ج ۱، ص ۸۵، شرح مواہب الدنیز رقالی، ج ۱، ص ۲۳۲

۸۔ شرح مواہب الدنیز، ج ۱، ص ۲۳۲

۹۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۵۹ (ج ۱۳، ص ۲۲۲، خطبہ ۲۲۸)

۱۰۔ وقہ صفين، ص ۶۶ (ص ۱۲۷، باب ۲۵)

۱۱۔ کفاية الطالب، ص ۳۸ (ص ۱۲۷، باب ۲۵)

۱۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۲۰ (ج ۱۳، ص ۲۲۵، خطبہ ۲۲۸)

۱۳۔ احمد کی فضائل الصحابة (ج ۲، ص ۵۸۹، حدیث ۹۹۸) شرح فتح الباری، ج ۲، ص ۲۲۰ (ج ۱۳، ص ۲۲۲، خطبہ ۲۲۸) (ج ۱۳، ص ۲۳۱، خطبہ ۲۲۸)

۱۴۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۲۰ (ج ۱۳، ص ۲۲۵)

۱۵۔ مواہب الدنیز، ج ۱، ص ۳۵، شرح مواہب، ج ۱، ص ۲۳۲

۱۶۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۲ (ج ۲، ص ۳۱۲) تاریخ کابل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۳۸۳)

۱۷۔ مواہب الدنیز، ج ۱، ص ۳۵ (ج ۱، ص ۲۱۶) شرح المواہب، ج ۱، ص ۲۳۲

سلم بن دینار (۱)، رسیعہ بن الی عبد الرحمن (۲)، محمد بن سائب کلبی (۳)، محمد بن اسحاق (۴)، جنید بن عبد الرحمن (۵) ہیں۔

یہ جنید بیان کرتے ہیں کہ میں اپنا وظیفہ لینے کے لئے حوران سے دمشق آیا۔ نماز جمعہ پڑھ کر باب درج سے جارہا تھا کہ ایک بڑھے پر نظر پڑی جس کا نام ابو شیبہ تھا۔ وہ لوگوں کو قسم سارہاتھا اور لوگ بڑی توجہ سے سن رہے تھے۔ اس کی تشویق پر ہم خوش ہو رہے تھے، تجویف پر رورہے تھے۔ جب اس کی بات ختم ہوئی تو بولا: آواہ ابو راتب پر لعنت پڑھ کر مجلس ختم کریں۔ یہ کرسی نے ابو راتب پر لعنت کی۔ جو شخص میرے پہلو میں تھامیری طرف متوجہ ہوا تو میں نے پوچھا: یہ ابو راتب کون ہے؟ اس نے جواب دیا: علی ابن ابی طالب، رسول کے چھیرے بھائی، رسول ﷺ کی بیٹی کے شوہر جو سب سے پہلے اسلام لائے، حسن و حسین کے باپ۔ میں نے کہا: اس قصہ کو نے اچھا کام تو نہیں کیا۔ پھر تو میں کھڑا ہو گیا اور قریب جا کر اس کے بال اور بی بی داڑھی پکڑی اور زبردست گھونسہ رسید کیا پھر لیجا کرد یوار پر اسے دے مارا۔ وہ لگا گھار سچانے، مسجد کے ملازم ثوٹ پڑے اور میری گردن میں عباڈاں کر کشاں کشان ہشام بن عبد الملک کے پاس لے چلے۔ میرے آگے ابو شیبہ فریاد کرتا جارہا تھا: اے امیر المؤمنین! آپ کے داشستان گوپر، آپ کے باپ دادا کے تعریف کرنے والے پر آج دیکھئے کیسی عظیم مصیبت ثوٹ پڑی ہے۔

ہشام نے پوچھا: کس نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا؟ بولا: اس شخص نے۔ ہشام کے اروگ در شریف

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳، سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۶۵، ۲۶۳، ۱۰۱، این سید الناس کی السیرۃ لنبویہ، ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۱)۔

۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۲، (عیون الاثر، ج ۱، ص ۱۲۵) شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۲۶۰ (خطبہ ۲۲۸) پیرہ حلیہ، ج ۱،

ص ۲۸۷ (ج ۱، ص ۲۷۰)۔

۶۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۷ (ج ۱، ص ۲۷) مختصر تاریخ دمشق، ج ۲، ص ۱۱۰)۔

اور معزز افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے میری طرف رخ کر کے کہا: اے ابو بیحی! تم کب آئے؟ میں نے کہا: کل آیا ہوں اور آج امیر المؤمنین سے ملنے کیلئے آرہا تھا کہ راستے میں نماز جمعہ پڑھنے رک گیا۔ یہ لوگوں کو قصے سنارہا تھا، میں بیٹھ گیا، لوگ بڑی توجہ سے اس کی باتیں سن رہے تھے، کبھی خوش ہوتے کبھی خوف کا ماحول طاری ہو جاتا۔ پھر اس نے دعا کی اور ہم نے آمین کی۔ آخر کلام میں کہنے لگا: آؤ، اب ابوتراب پر لعنت بھیج کر مجلس ختم کر زیں۔ میں نے پوچھا: ابوتراب کون؟ لوگوں نے کہا: علی ابن ابی طالب، اولین مسلمان، رسول خدا ﷺ کے چیرے بھائی، دختر نبی کے شوہر۔

خدای کی قسم اے امیر المؤمنین! اگر مجھے یہ بھی معلوم ہوتا کہ یہ آپ کا رشتہ دار ہے اور پھر یہ اسی حرکت کرتا تو جو کچھ بھی میں نے کیا بھی کرتا۔ مجھے کیسے یہ بات برداشت ہو سکتی ہے کہ داماد نبی اور دختر نبی کے شوہر پر لعنت من کر غصہ نہ کروں۔

ہشام نے کہا: اس نے بڑی و اہمیات حرکت کی۔

یہ مختصر تذکرہ تفاصیل نبوی، کلمات علیٰ و صحابہ و تابعین کا۔ جس میں حضرت علیؓ کے سابق الاسلام ہونے کا بناگ و دلائل اعلان کیا گیا۔ ان واضح تصریحات کی تعداد سو تک پہنچ جاتی ہے۔ ان کے علاوہ جلد دوم میں بھی بیان کر چکا ہوں۔ نیز وہیں یہ بھی بیان کیا کہ امیر المؤمنین اس امت کے صدیق ہیں۔ کیا ان تمام فصوص کے بعد ان کثیر کے مکابرہ و مجادلہ کی کوئی حیثیت رہ جاتی ہے؟ اگر یہ بات واضح نہیں تو پھر کوئی چیز بھی واضح نہیں، نہ کوئی حدیث صحیح ہے۔

اس شخص کی ہٹ دھرنی دیکھئے کہ بے شمار حفاظ حدیث کی تصریحات صحیت کو تو ایک جملہ میں روکر دیتا ہے لیکن جن باتوں کی کوئی اصل نہیں اور انہیں مرسل و مقطوع اور احادیث و ایات میں پیش کیا گیا ہے، ان پر اعتماد کرتا ہے۔

ذیلی بحث

مامون رشید نے چالیس دانشوروں سے امیر المؤمنین کی اولویت کے بارے میں جو مناظرہ کیا تھا

اسی میں یہ بات بھی تھی کہ مامون نے پوچھا: اے اسحاق! بعثت پیغمبر کے وقت سب سے افضل عمل کون سا تھا؟ اس نے اقرار کیا کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنا۔ اسحاق نے عذر تراشنا کہ اگرچہ علیؑ کا سابق اسلام ہونا واضح ہے لیکن وہ نابالغ تھے اور ابو بکر نے بالغ ہونے کے بعد اسلام قبول کیا۔ مامون نے بچپن اور بڑھاپے کی بحث رکر کے پوچھا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ اسحاق نے علیؑ کا نام لیا۔ اس نے پوچھا: وہ اسلام لائے تو نبیؐ کی دعوت پر یا خدا نے انہیں الہام کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ نبیؐ کی دعوت پر اسلام قبول کیا، اور نبیؐ کا کوئی بھی کام خدا کے حکم ہی سے ہوتا تھا۔ کیا نبیؐ کی ایسے کو دعوت دے سکتے ہیں جس کی اہمیت نہ ہو۔ (۱)

ابو جعفر اسکانی کے خیالات

عام طور سے لوگوں نے علیؑ کے سابق اسلام ہونے کی روایت کی ہے اور یہ کہ رسولؐ نے دشنبہ کو انہمار نبوت فرمایا اور سہ شنبہ کو علیؑ اسلام لائے۔ نیز یہ کہ علیؑ کا ارشاد ہے کہ میں لوگوں سے سات سال قبل اسلام لایا، میں اولین مسلمان ہوں۔ آپ اس پر نازار بھی تھے، آپ کے شیعہ و احباب اس کا افتخار رہ تذکرہ کرتے ہیں اور یہ بات مشہور تر ہے۔ میں نے آج تک یہ بات نہیں دیکھی کہ کسی نے آپ کے قبول اسلام کو غیر اہم سمجھا ہو یا اس حقیقت سے بے تو جبکی برلن ہو یا کہا ہو کہ آپ کا اسلام بچپن کا اسلام تھا۔

طف کی بات تو یہ ہے کہ عباس و حمزہ جیسی شخصیتیں تو ابو طالبؑ کے حکم کی منتظر ہیں لیکن حضرت علیؑ بن ابی طالب نے اس معاملے میں ذرا بھی پس و پیش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ نہ مدگاروں کی کمی تعداد سے ہر اسماں ہوئے، انجمام پر نظر کئے بغیر اسلام قبول کر لیا۔ نہ معلوم جاخط وغیرہ اس واقعیت کے کیسے منکر ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو وہ اسلام لائے۔

میرے پاس صحیح روایت ہے کہ اعلان نبوت کے وقت رسولؐ نے علیؑ کو دعوت طعام کے انتظام کا حکم دیا اور عبدالمطلب کے فرزندوں کو بلا کر کھانا کھلایا اور دعوت اسلام پیش کی۔ اس دن ابوالعبہب کے رخ

ذالنے کی وجہ سے رسولؐ کی بات پوری نہ ہو سکی اور سبؐ ہی لوگ متفرق ہو گئے، رسولؐ نے دوسری بار علیؐ کو طعام کا انتظام اور لوگوں کو بلا نے کا حکم دیا۔ آج رسولؐ نے فرمایا کہ جو میری نصرت کا وعدہ کرے گا۔ وہ میرا بھائی اور میری موت کے بعد میرا وصی ہو گا۔ سبؐ ہی خاموش رہے۔ اکیلے علیؐ نے کہا کہ میں آپؐ کا نہیں و مددگار رہوں گا، اس بات پر آپؐ کی بیعت کرتا ہوں۔ رسولؐ نے علیؐ کی بات پر توجہ نہ دی لوگوں کو دیکھا کہ سبؐ ہی سر جھکائے ہوئے ہیں کوئی جواب نہیں دیتا تو فرمایا کہ یہ علیؐ میرا بھائی، وصی اور میرے بعد میرا خلیفہ ہو گا۔ تمام لوگؐ انہی اڑاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالبؐ سے کہنے لگے کہ تمہیں اپنے بیٹے کی اطاعت کرنی چاہیے کیونکہ اسے تم پر امیر بنایا گیا ہے۔

میں پوچھتا ہوں کہ کیا انتظام طعام اور قوم کو اکٹھا کرنے کی ذمہ داری کسی نا سمجھ بچے کو سونپی جاسکتی ہے؟ کیا پانچ یا سات سال کا بچہ اسرار بوت کا امین ہو سکتا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کسی بوڑھے اور تجربہ کار کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ رسولؐ صرف علیؐ کا ہاتھ قائم کر پیان برادری، وصایت و خلافت استوار کرتے ہیں۔ اس سے کیا سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس مقام و منزلت کے سزاوار تھے اور حد تکلیف تک پہنچ گئے تھے نیز دوستی خدا اور دشمنی خدا برتنے کا تخلی رکھتے تھے۔ (۱)

حاکم نیشا پوری کتاب المعرفۃ میں علیؐ کے اولین مسلمان ہونے کی بات مسلمہ سمجھتے ہیں، اختلاف صرف یہ ہے کہ وہ سن بلوغ تک پہنچ تھے یا نہیں۔ (۲)

ابن عبد البر استیعاب میں کہتے ہیں کہ اولین مسلمان خدیجہ اور پھر علیؐ ہیں۔ (۳) مقریزی امتاع میں لکھتے ہیں: علیؐ بن ابی طالبؓ کبھی شرک کے قائل نہیں تھے۔ خدا نے ان کا تمام خیر کفارات پیغمبرؐ میں قرار دیا۔ جیسے ہی آپؐ پر وحی نازل ہوئی خدیجہ آپؐ پر ایمان لا کیں اور خدیجہ، علیؐ اور زید آپؐ کے ہمراہ نماز پڑھتے تھے۔

۱۔ شرح نجح البلاغ (ج ۱۳، ص ۲۲۸، خطبہ ۲۲۸)

۲۔ کتاب المعرفۃ، ص ۲۲۔

۳۔ استیعاب، ج ۲، ص ۲۵۷ (نمبر ۱۸۵۵)

آگے کہتے ہیں: علیٰ محتاج دعوت نہ تھے، کبھی مشرک نہیں تھے کہ انہیں موحد بنایا جائے اور کہا جائے کہ اسلام لائے بلکہ اسی وقت سے جب رسولؐ پر خدا نے وحی نازل کی وہ آخر سال یا گیارہ سال کی عمر میں چونکہ خانہ رسالت میں رہتے تھے اور خاندان کی فرد کی طرح تمام حالات میں آپؐ کی پیروی کیا کرتے تھے۔ (۱)

علیٰ کی سبقت اسلامی پر سلم بن ولید اور ابو الفلاح حنبلی (۲) جیسے شعراء نے بھی اشعار کئے ہیں۔ یہاں تک جو باتیں کہی گئیں یہ سب اہل سنت کا نقطہ نظر تھا، جہاں تک شیعوں کا تعلق ہے تو ہمارا عقیدہ ہے کہ ابن کثیر وغیرہ کے بقول علیٰ، اولین مسلمان نہیں تھے کیونکہ جو شخص اسلام قبول کرتا ہے اس کا لازم ہے کہ اس سے پہلے کافر تھا۔ ان سے سوال یہ ہے کہ علیٰ کب کافر تھے کہ اسلام لائے؟ وہ کب مشرک تھے کہ خدا پر ایمان لائے؟

امیر المؤمنین کی تو تخلیق ہی دین حنف پر ہوئی تھی، رسولؐ نے آپؐ کی تربیت فرمائی، آپؐ ہمیشہ سائے کی طرح رسولؐ کے ساتھ رہے، انہیں دعوت اسلام سے قبل، کفر کی نسبت کیسے دی جاسکتی ہے حالانکہ مدعی خود کہتا ہے: اگر چہ اس کی بات صحت کے ثبوت کی محتاج ہے۔

امیر المؤمنین شکم مادرتی میں اپنی والدہ کو بتوں کے سجدے سے روکتے تھے۔ (۳) کیا جو امام طعن مادر میں بتوں کے سجدے سے روکے وہ شہود پر آنے کے بعد خود بتوں کو سجدہ کر سکتا ہے آپ تو طفلی و جوانی، بزرگی اور دوران خلافت ہر حال میں ایمان باللہ سے سرفراز تھے۔

ولو لا ابو طالب و ابنته بما مثل الدين شخصاً و قاماً

”اگر ابو طالب اور ان کے صاحزادے نہ ہوتے تو دین کا شخص برقرار نہ ہوتا نہ استوار ہوتا۔“

بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ کے اولین مسلمان ہونے اور سابق ہونے کا مطلب وہی ہے جو

۱۔ الامان، ج ۱۶، ص ۱۷۸۔

۲۔ شذرات الذهب، ج ۱، ص ۳۰۸ (ج ۲، ص ۳۸۳، حدائق ۱۸۵)۔

۳۔ المسيرة الأخلاقية، ج ۱، ص ۲۸۵ (ج ۱، ص ۲۶۸) زینی دحلان کی المسيرة الأخلاقية (ج ۱، ص ۹۱) نور الابصار، ج ۱، ۷ (ص ۱۵۶)۔

زینہ الجالس، ج ۲، ص ۲۱۰۔

قرآن نے حضرت ابراہیم کی حکایت کے سلسلے میں کہا ہے کہ ﴿أَنَا أَوْلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ "میں سب سے پہلا مسلمان ہوں"۔ (۱) ﴿هَذَا قَالَ لِهِ رَبُّهُ إِنِّي أَسْلَمَتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ "جب خدا نے کہا: مسلمان ہو جاؤ تو وہ بولے: میں سارے جہاں کے پروردگار پر اسلام لایا"۔ (۲) یا حضرت موسیٰ کی حکایت کی ہے: ﴿وَإِنَّمَا أَنَا أَوْلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ "میں سب سے پہلا مومن ہوں"۔ (۳) یا حضرت خاتم النبیین کے متعلق حکایت ہے: ﴿آمُنْ بِالرَّسُولِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ رَبِّهِ﴾ (۴) یا خدا نے آپ کو حکم دیا: ﴿قُلْ أَنْتَ أَمْرُتَ أَنْ تَكُونَ أَوَّلَ مَنْ مُسْلِمٌ﴾ (۵) یا فرمایا ہے: و امرت ان اسلام رب العالمین -

اس سلسلے میں حضرت علیؑ کے خطبے سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے:

ان وضعت في الصغر بكل أكل العرب وكسرت نواجم قرون ربيعة و مضر " میں نے کمنی ہی میں عربوں کے سینے کو ردنا، قبیله رجید و ضر کی گلگنی توڑیں ہم رسول خدا سے میری نزدیک ترین رشدت داری کو جانتے ہو۔ میرے احترام سے بھی واقف ہو، انہوں نے بچپن میں مجھے اپنی آغوش میں پالا۔ اپنے سینے سے چپکائے رہے، اپنے بستر پر میرے ذریعے نگهداری کی..... (۶)

رہ گئی ابو بکر کے سبقت اسلامی کی بات تو اس سلسلے میں صرف ایک روایت پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔ تاریخ طبری میں موثق راویوں سے صحیح محمد بن سعد بن ابی وقاصل ہے کہ ان سعد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ ابو بکر سب سے پہلے مسلمان ہیں؟ باپ نے کہا: نہیں، ان سے پہلے تو بچپاں سے زیادہ افراد اسلام قبول کر چکے تھے۔ (۷)

میں کیا رائے دوں حالانکہ ابو حیفرا کافی تشیع سے دوری کے باوجود کہتے ہے کہ جاخط نے ابو بکر

۱۔ انعام / ۱۳۶ / ۱۹۱۳ء۔

۲۔ اعراف / ۱۳۳ / ۱۹۲۳ء۔

۳۔ ۲۸۵ / ۲۸۵۔

۴۔ غافر / ۲۶ / ۱۹۲۶ء۔

۵۔ نبی البلاغ، ج ۱، ص ۳۹۲ (ص ۳۰۰، خطبہ ۱۹۲)۔

۶۔ تاریخ طبری، ج ۱، ص ۲۱۵ (ج ۲، ص ۳۱۶)۔

کے اولین مسلمان ہونے کی جو دلیل دی ہے تو اگر وہ دلیل صحیح ہوتی تو ابو بکر نے خود بھی سیفیہ کے دن یہ دلیل پیش کی ہوتی۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ صرف یہ کہا کہ حضرت عمر اور ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے کہا کہ میں ان دونوں میں کسی ایک کو تمہارے لئے پسند کرتا ہوں جس کی چاہو بیعت کرو۔ اگر ان کے اولین مسلمان ہونے کا استدلال صحیح ہوتا تو حضرت عمر یہ نہ کہتے کہ بیعت ابو بکر ہنگامی حدادیہ تھا خدا نے اس کے شر سے اسلام کو محفوظ رکھا۔

اگر یہ استدلال کچھ بھی وزن رکھتا تو کوئی شخص تو اس کا قائل ہوتا۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ زمانہ ابو بکر اور ان کے بعد ایک شخص نے بھی اس کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر اس بات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے کہ اکثر محدثین نے ابو بکر کے اسلام کو علی، چغفر، زید وغیرہ کے بعد شمار کیا ہے، ہم تمام روایات کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ علی کے اولین مسلمان ہونے کی روایات صحیح درست ہیں۔ (۱)

ابن عباس کی وہ روایات جن میں ابو بکر کے اولین مسلمان ہونے کی بات کی گئی ہے یہ ایکیلو روایت ہے اس کے مقابلے میں بے شمار روایات کی شہرت زیادہ ہے۔ ان میں تیجی بن حماوی کی روایت ہے۔ اس کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ ہے علیؑ کے سبقت اسلامی کے متعلق ابن عباس کا نظریہ اور یہ قول حدیث عجمی سے زیادہ ثابت اور مشہور تر ہے۔ اس کے علاوہ ابو بکر ہندی کی حدیث کے خلاف بھی قول ملتا ہے۔ جن احادیث کو ہم نے عجمی کی حدیث کے ساتھ نقل کیا ہے وہ کتب صحاح و مسانید میں معترض و موثق ہیں۔

تجهیز طلب:

حضرت علیؑ کے ارشاد میں نماز پڑھنے کی مدت میں تین سال، پانچ سال، سات سال، نو سال کا اختلاف ہے ممکن ہے اس پر قاری کا ذہن الجھے۔ اس لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ تین سال سے ممکن ہے بعثت سے اعلان نبوت تک کی تعداد مراد ہو۔ (۲) کیونکہ رسول اسلام آغاز نبوت کے بعد تین سال تک

۱۔ شرح نجی البلاعہ ابن الہبی (ج ۱۳، ص ۲۲۳، خطبہ ۲۲۸)

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۶، ۲۱۸ (ج ۲، ص ۲۱۸) سیرہ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۷۳ (ج ۱، ص ۲۸۰) مطبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۱ (ج ۲، ص ۲۱)

- ۲۰۰ (ج ۳، ص ۲۱) اسناد، ج ۱، ص ۱۵

روپوشی کی زندگی گزارتے رہے چوتھے سال اعلان نبوت کیا۔

پانچ سال کی مدت سے مراد شاید وہ دو سال فترت نزول وحی کے ہوں جس میں پہلے اقراباً باسم ربک کے بعد یا ایہا المدثر کا سورہ اترتا۔ اور تین سال آغاز بعثت کے فترت کے بعد کامانہ جس میں ﴿فاصد ع بما تومر﴾ اور آیہ ﴿و اندر عشیر تک الاقربین﴾ تک کئی سال تک رسول خدا پوشیدہ طریقے سے دعوت اسلام کرتے رہے۔ آپ کے ساتھ خدیجہ اور علیؑ کے سوا کوئی نہ تھا۔ میرا خیال ہے کہ پانچ سال سے پہلی زمانہ مراد ہے جس میں کسی نے جو کہا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پانچ سال تک مخفیانہ اسلام کی تبلیغ کی جیسا کہ امتناع مقرری میں بیان ہوا۔ (۱)

سات سال (۲) کا قول جور و ایت اور سلسلہ سند کے لحاظ سے زیادہ قوی ہے۔ یہ تبلیغ رسول کی مجموعی مدت، اول بعثت سے نماز و بُجگانہ کے واجب ہونے کی مدت تک محیط ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا اتفاق سال ہے کہ نماز، شبِ معراج میں واجب ہوئی۔ اور معراج، جیسا کہ زہری کا بیان ہے: بہرہت کے تین سال قبل واقع ہوئی۔ رسول خدا ﷺ دس سال تک میں رہے اور امیر المؤمنین نماز واجب ہونے کے سال سے دسویں سال تک جو سات کی مدت ہوتی ہے عبادت خدا کرتے رہے اور رسول خدا کے ساتھ کبھی شبِ الی طالب میں کبھی غار حرام میں باہم نماز پڑھتے رہے۔ حالات اسی طرح گزرتے رہے (۳) یہاں تک کہ خدا نے ﴿فاصد ع بما تومر و اندر و عشیر تک الاقربین﴾ کی آیات نازل کیں۔ کیونکہ ان دونوں آیات کے نازل ہونے کا زمانہ بعثت کے تین سال بعد کا ہے، امیر المؤمنین نے بنی ہاشم کے اجتماع دعوتِ ذوالعشیرہ میں اظہار اسلام فرمایا۔ اس دون علیؑ کے سوا کسی نے بھی

۱۔ الامتناع، ص ۳۳۔

۲۔ مناقب ابن مغازی، ص ۱۳، حدیث ۱۷، ۱۹، اسد الغائب، ج ۳، ص ۱۸ (ج ۲، ص ۹۷، نمبر ۲۸۳۷) (مناقب خوازی، ص ۵۳، حدیث ۱۷) الفردوس بناور الخطاب (ج ۳، ص ۳۳۲، حدیث ۵۲۳۱) شرح تحقیق البلاعہ، ج ۲، ص ۲۵۸ (ج ۱۳، ص ۲۳۰، خطہ ۲۳۸) فرانک لاسٹن، باب ۳۷ (ج ۱، ص ۲۲۲، حدیث ۱۸۷) تجمیع کیر (ج ۱، ص ۲۲۰، حدیث ۹۵۲) بحث الزوابد، ج ۹، ص ۱۰۳ فرانک لاسٹن، باب ۳۷ (ج ۱، ص ۲۲۳، حدیث ۱۸۸)

۳۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۲، ص ۳۱۳) سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۶۵ (ج ۱، ص ۲۶۵)

دوعت نبی پر بیک نہیں کہا تھا۔ اسی دن رسول خدا نے علیؐ کو بھائی، وصی، خلیفہ اور روزِ قرار دیا۔ (۱) ان کے علاوہ جو لوگ اس دن ایمان لائے وہ از روئے معرفت ہم جتنی حیثیت سے عبادت میں کامل نہ تھے، عرصہ گزر اتاب جا کے تدریجی حیثیت سے معرفت و تہذیب سے بہرہ مند ہوئے۔ بلکہ انہوں نے صرف زبان سے ہی اقرار کیا تھا۔ اور ہتوں کی پرشش سے توبہ کی تھی فقط۔ برخلاف اس کے امیر المؤمنین پہلے ہی دن سے رسولؐ کے ساتھ ساتھ رہے۔ وہ دیکھتے رہے کہ رسول خدا ﷺ کس طرح عبادت کرتے ہیں۔ واجبات عبادت کے معیار کو سمجھا اور جیسا بجالا ناچاہیے، بجالا لائے۔ اس حقیقت سے ان کی عبادت، تو حید کامل کا نتیجہ تھی۔ یہ مطلب ہے جسے علیؐ نے فرمایا کہ انہوں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی۔

ایک احتمال یہ بھی ہے کہ سات سال سے مراد وہ سات سال ہوں جسے ابن عباس نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پندرہ سال کے میں قیام فرمایا، سات سال تک آپؐ نے غبی پر تو کام شاہدہ کیا نہ فرشتے کی آواز سنی۔ اس کے آٹھ سال کے بعد وہی نازل ہونے لگی۔ (۲) اور پہلے ہی دن سے علیؐ آپؐ کے ساتھ ساتھ رہے جو کچھ رسولؐ دیکھتے علیؐ بھی دیکھتے جو کچھ وہ سنتے یہ بھی سنتے۔ صرف مقام پیغمبری حاصل نہ تھا۔ (۳)

اب ذرا ذہبی کے اس فقرے کا بھی لطف انحصاریہ و تخلیص متدرک میں کہتے ہیں:

سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں خدیجہ، ابو بکر، جلال، زید اور علیؐ تھے۔ اور حضرت علیؐ علیہ السلام نے زید سے ذرا دیر آگے پیچھے ایمان قبول کیا اور انہوں نے خدا کی عبادت کی۔ اب یہ دوسرے سات

۱۔ شرح فتح البلاغہ ابن الہبید، ج ۲، ص ۲۶۳ (ج ۲، ص ۲۲۲، خطبہ ۲۲۸) ابناہ بنیاء، ج ۲، تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۲۸۷) البدلیہ والنهائیہ، ج ۱، ص ۱۱۶، نسیم الریاض شرح شفا، ج ۲، ص ۳۷ (ج ۲، ص ۳۵ تاریخ طبری، ج ۱، ص ۲۱ (ج ۲، ص ۲۱۱) خصائص نسائی، ج ۱۸ (ص ۸۳، حدیث ۲۶، نسیم نسائی، ج ۵، ص ۱۲۵، حدیث ۸۳۵) کفایۃ الطالب، ص ۸۹ (ص ۲۰۶ کنز الصال، ج ۲، ص ۳۰۸ (ج ۳، ص ۱۷۲، حدیث ۳۶۵۰)

۲۔ طبقات ابن سعد، ص ۲۰۹ (ج ۱، ص ۲۲۳)

۳۔ فتح البلاغہ، خطبہ ۱۹۲۔

کون سے ہیں؟ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں کہ یہ تھی سات کی توضیح جسے میں نے بیان کیا۔ بلکہ ہم تو پوچھتے ہیں کہ ذہبی نے جو ذرا آگے پیچھے کی بات کی ہے، یہ کہاں سے پیدا کی؟ کس نے یہ بات کہی ہے؟ کس موقع پر اور کہاں سے حاصل کیا؟ اس کا ماذکر کیا ہے؟ اس کا راوی کون ہے؟ ہم تو کتابوں کے حوالے بھی پیش کر رہے ہیں۔ ایک داستان سرا کا حوالہ بھی پیش کر دیں تو ہم سمجھیں کہ ذہبی کا پذیر کچھ وزن رکھتا ہے۔

طبری کی ایک صحیح روایت ہے کہ ابو بکر نے پچاس افراد کے بعد اسلام قبول کیا۔ (۲) گویا یہ شخص تاریخ اسلام کے سلطنتیات سے بھی نابلد ہے ممکن ہے کہ جانتا ہو لیکن باطل گفتار پر اسے مزہ آتا ہے۔

اب رہمنی ۹ سال کی بات تو ممکن ہے کہ اس سے دو سال فترت وحی اور سات سال بعثت سے نماز واجب ہونے کی مدت تک مراد ہو۔ یہ ساری باتیں میں نے تقریبی حیثیت سے کی ہیں تحقیقی حیثیت سے نہیں۔ ان میں تحقیق کے بعد تعارض و اختلاف بھی ہو سکتا ہے۔

۵۔ ابن کثیر ساقویں جلد میں آیہ ولایت کے ذیل میں حضرت علیؓ کے واقعہ خاتم بخشی کو ابوسعید کے طریقہ سے نقل کر کے کہتا ہے کہ یہ روایت کی حیثیت سے بھی صحیح نہیں کیونکہ اس کے اسناد ضعیف ہیں۔ اور حضرت علیؓ کے بارے میں تو قرآن میں کوئی آیت نازل ہی نہیں ہوئی۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ﴿ انسا انت مندر و لکل قوم هاد ﴾ (۳) ﴿ و يطعمون الطعام على جبهة ﴾ (۴) اور ﴿ اجعلتم سقاية الحاج... ﴾ (۵) وغیرہ آیات حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، یہ کسی حیثیت سے بھی صحیح نہیں ہے۔ (۶)

۱۔ تجھیں مدرس، ج ۳، ج ۱۱۲ (ج ۳، ج ۱۲۱، حدیث ۳۵۸۵)

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ج ۲۲۰ (ج ۲، ج ۲۱۶)

۳۔ انسان ر ۸۔

۴۔ رعد ۷

۵۔ توبہ ۱۹

۶۔ البدری و انجلی، ج ۷، ج ۱۷ (ج ۷، ج ۲۹۵، حدیث ۲۵۰)

جواب:

بڑی بڑی بات ہے جو یہ اپنی زبان سے نکال رہے ہیں یہ تو سراسر غلط گوئی پر آمادہ ہیں۔ (۱) یہ شخص آپی ولایت علیؑ کے متعلق نازل ہونے کو صحیح نہ کہہ کر کس قدر جسارت و جرات کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ کہتا ہے کہ اس کے اسناد ضعیف ہیں جبکہ خود اس نے اپنی تفسیر (۲) میں اہن مردویہ کے حوالے سے کلبی کی روایت نقل کی ہے اور کلبی کا بھی قول نقل کیا ہے کہ اس کے اسناد میں کسی قسم کا خدشہ یا اندر یہ نہیں ہے اور میں نے اس سے قتل کہا ہے کہ ابوسعید عثیمینؓ کی حدیث کے رجال صحیح اور موثق ہیں۔

اس کے علاوہ جو روایت بھی حضرت امیر المؤمنینؑ کی شان میں نازل ہونے والی آیات کی تفسیر و توضیح کرتی ہو اگر اس بے وقوف کے بقول صحیح نہ ہو تو ان تمام تفاسیر و صحاح و مسانید کو پارہ پارہ کر کے دریا بردا کر دینا چاہیے کیونکہ جن کتابوں میں غلط مطالب درج ہوں ان سے فائدہ ہی کیا؟ دانشوروں کو اس پر بھروسہ ہی نہ رہے گا تو اپنی عمر عزیز اس کے مطالعہ میں ضائع کیوں کریں؟

اگر ان تمام باتوں کو اہن کثیر کی ہوا پرستی کا باہندہ بنالیا جائے تو ارباب تحقیق کس کتاب کی طرف مراجعت کریں۔ ہاں خود ابن کثیر اپنے خرافات کو مأخذ سمجھتے ہیں، وہ فضائل امیر المؤمنینؑ کے سوا ہر مقصد و مطلب کو زیر بحث لاتے ہیں جب فضائل علیؑ کی بات آتی ہے تو کینہ جوش مارنے لگتا ہے۔ میں نے دوسری جلد میں آپؑ کے انہا انت منذرؑ کے متعلق دو تحقیق دی ہے رجوع فرمائیے۔

۶۔ ساتویں جلد میں امام احمد (۳) کی روایت وکیع، اسرائیل، ابوسحاق، زید بن شیع سے ابوکبر کا بیان، تبلیغ برائست کے سلسلے میں نقل کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں اس حدیث میں انکار کی گنجائش موجود ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ ابوکبر کو واپس آنے کا حکم دیا گیا تھا۔ حالانکہ ابوکبر واپس نہیں لوٹے وہی امیر حجؒ تھے... اخـ۔ (۴)

۱۔ سورہ کاف کی آیت ۵۵ سے اقتباس ۲۔ کبرت کلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا

۳۔ مسند احمد (ج ۱، ص ۱۷، حدیث ۲۷)

۴۔ البدایة والنہایة، ج ۷، ص ۳۹۳، حادث ۲۷

جواب:

واہ! کیا بات ہے، نصوص کے مقابلے میں اس لکھنے سے اجتہاد پر جتنا بھی ہنسا جائے کم ہے، جس نص پر اجماع ہے، ثبوت و یقین کے ڈھیر لگے ہیں۔
ہم آگے اس پر مفصل بحث کریں گے۔

۷۔ ساتویں جلد میں امام احمد (۱) کے طریق سے ابن نعیم، ابی حیان، عبد اللہ بن بریدہ سے حدیث رسول نقل کی ہے کہ آپ نے علی کے بارے میں فرمایا کہ بد گوئی نہ کرو کیونکہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم پر صاحب اختیار ہے۔

اس کے بعد کہتے ہیں:

اس حدیث کا مقصد نامعلوم ہے۔ اس روایت میں ابی حیان شیعہ ہے اور جس روایت کو اکیلہ شیعہ نقل کرے وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ اس کی پیروی انہیں لوگوں نے کی ہے جو اس سے ضعیف تر ہیں اور خدا بہتر جانتا ہے۔

اس سلسلے میں جو روایت حفاظت نے نقل کی ہے وہ یہ ہے:

احمد نے کعب، اعمش، سعید، بن عبیدہ، عبد اللہ بن بریدہ اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: من کنت مولاہ فعلی ولیه "جس کا میں مولا ہوں اس کے علی وی ہیں"۔ (۲)

جواب:

کیا کوئی عربی داں اس تعبیر کو مٹکلوں سمجھ سکتا ہے، ہاں! بنی امیہ کی نسل سے ہونا دوسرا بات ہے۔ اگر تعصیب کی عینک اتار دی جائے تو اس جملے میں ذرا بھی اجنبیت نہیں رہ جاتی۔ یہ مطلب صحیح و ثابت ہے۔ جو وحی ترجمان کی زبان سے ادا ہوئے ہیں اور اس مفہوم کی تائید میں بے شمار احادیث

۱۔ منhadîr (ج ۲، ص ۳۸۹، حدیث ۲۲۵۰۳)

۲۔ البدایہ والتحالیہ، ج ۷، ص ۳۳۳ (ج ۷، ص ۳۸۰، حوارث ۲۷۶)

(۱) ہیں۔

ابن کثیر اسی مفہوم کو نامعلوم کہتے ہیں جبکہ یہ زبان رسالت سے ادا ہوا ہے اور اسر المونین علیہ السلام اجسی باوقار شخصیت کے لئے ادا ہوا ہے۔ ابن کثیر کی بکواس قطعی مہمل ہے کیونکہ اس کے اسناد اور مدلول تمام فرم کی نکتہ چینیوں سے بلند ہیں۔

کیا آپ نے کہیں سنائے کہ جس روایت کو ائمہ حدیث نے نقل کیا ہو، بخاری و مسلم بھی نقل کرتے ہوں محض اس لئے کہ اس میں ایک شیعہ ہے اسے مسترد کر دیا جائے؟ بھلا شیعیت کا گناہ کیا ہے جبکہ وہ ائمہ حدیث کے نزدیک معتبر ہو۔ اخراج کو ابن معین، احمد بن خبل، ترمذی، ابی شیبہ، محبت الدین طبری میں (۲) حفاظ نے اپنی کتابوں میں نقل کر کے کہا ہے کہ اس کے رجال موافق و صحیح ہیں۔ ابن کثیر کی جہالت دیکھنے کے وہ حدیثوں کو ایک ہی جوڑ کر پیش کر دیا ہے حدیث ولایت عام ہے اور حدیث: لا تقع فی علی "علی کی پد گوئی نہ کرو"۔ یہ شخصی واقعہ ہے، ہر پڑھا لکھا انسان جانتا ہے کہ حدیث غدری میں عمومیت کا پہلو ہے۔

۸۔ ابن کثیر نے اپنی کتاب میں شیعوں کی طرف ایک جھوٹی نسبت بھی دی ہے کہ کچھ شیعہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ خراسانی اوثنوں میں متعدد کو ہاں اس دن سے پیدا ہوئے جب واقعہ کربلا میں اہل حرم اسیر کئے گئے۔ آگے اور پیچھے متعدد کو ہاں اس لئے پیدا ہوئے کہ اہل حرم کی پرده دری کر سکے۔ (۳)

- ۱۔ مندادی بعلی (ج ۱، ص ۲۹۳، حدیث ۲۵۵) المصنف (ج ۱۲، ص ۸۰، حدیث ۷۰) حدیث اولیاء، ح ۲، ص ۲۹۳، ریاض المscr، ح ۲، ص ۱۷۱ (ج ۲، ص ۱۱۶) مصائب النساء، ح ۳، ص ۲۷۵ (ج ۳، ص ۲۷۱، حدیث ۷۶۶) البدایہ و النہایہ، ح ۷، ص ۳۳۳ (ج ۷، ص ۱۸۱، حدیث ۳۰۰) کنز العمال، ح ۲، ص ۱۵۲، حدیث ۳۰۰ (ج ۱۱، ص ۲۰۸) خاص نسائی، ص ۲۳ (ص ۱۰۹)، حدیث ۸۹، سنن نسائی، ح ۵، ص ۱۳۲، حدیث ۸۷۲ (ج ۳، ص ۱۱۹، حدیث ۷۹) وغیرہ۔
- ۲۔ التاریخ (ج ۲، ص ۲۷۰، نمبر ۶۱۲) مندادی، ح ۵، ص ۳۵۵ (ج ۲، ص ۳۸۹) حدیث ۲۲۵۰۳ (ج ۲، ص ۲۲۵) خاص نسائی، ص ۲۲ (ص ۱۱۰، حدیث ۹۰، سنن نسائی، ح ۵، ص ۱۳۳، حدیث ۸۷۲) المصنف (ج ۱۲، ص ۸۰، حدیث ۷۰) کنز العمال، ح ۲، ص ۱۱۰ (ج ۱۱، ص ۸۹، حدیث ۳۲۹۳۲) ریاض المscr، ح ۲، ص ۱۷۱ (ج ۳، ص ۱۱۵) مجموع الرؤاکد، ح ۹، ص ۱۷۸۔
- ۳۔ البدایہ و النہایہ، ح ۸، ص ۱۹۶ (ج ۸، ص ۲۱۲، حدیث ۱۱۶)

جواب:

میں نہیں سمجھتا کہ کوئی احمد اور مجنون شیعہ بھی عربی یا خراسانی اوثنوں کے کوہاں کا مندرجہ عقیدہ رکھتا ہوگا۔ کسی شیعہ کا عقیدہ ہرگز نہیں، یہ جھوٹ گز ہا گیا ہے۔ ہر شیعہ خاندان اہل بیت کو زیورات کی آرائش کا محتاج نہیں سمجھتا بلکہ ان کی عصمت و طہارت ہی ان کی زینت تھی، وہ اسیری میں بھی صاحب جلال تھے۔ عثایات خداوندی سے نہال ہونے کی وجہ سے وہ ان مصائب و شدائوں کو بعد افتخار برداشت کر گئے۔

انہوں نے اپنے انقلابی اقدام سے بنی امیہ کی بد طینی کو بے نقاب کیا۔ امام حسین بھرم دین و ہدایت تھے اور اہل حرم ان کے جہاد میں ان کے شریک کا رہتھے۔ انہوں نے نجات امت اور تحفظ اسلام کے لئے خود اپنے خاندان اور دوستوں سمیت اپنے کومہا لک میں ڈال کر تمام عالم کو بتا دیا کہ جو شخص ان شرم ناک حرکات کا مرکب ہو رہا ہے اس کا نہ تو رسولؐ سے کوئی تعلق ہے نہ خلافت سے۔ حسینؑ نے بنی امیہ کی انہیں حرکتوں کو بے نقاب کیا اور آخر کار قربان گاہ کر بلا میں شہادت سے سرفراز ہوئے اور اہل حرم اسیکر کے شام لے جائے گئے۔ اسی وجہ سے تمام لوگ بنی امیہ اور ان کے ہم نوازوں سے نفرت کرنے لگے۔ نفرت کی اس چنگاری نے مردان حمار کے زمانے تک بنی امیہ سے تمام زمین کو پاک کر دیا۔ یہ انہیں لوگوں کی کمائی کا پھل تھا اور خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دین اسلام کو محمدؐ نے رواج دیا لیکن اس کی بقاء حسینؑ سے ہے۔

ابن کثیر جیسے منہوس افراد اس حقیقت کو سمجھے بغیر شیعوں کے متعلق خرافات اڑاتے پھرتے ہیں۔
انہیں جھوٹی اور شرمناک باتیں بیان کرنے میں شرم بھی نہیں آتی۔

یہ ابن کثیر کے کچھ بد بودا نہ نو نے تھے جن میں فریب، جھوٹ اور دنیا بھر کے عیوب کی بھر مار ہے۔
ہمیں اتنا موقع نہیں کہ ان تمام دشام والہام کو نقل کر سکیں جن کو وجد ان وعقل سیم کسی طرح بھی قول نہیں کرتے۔

«وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ يَعْدُ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَعِنْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ
نُولِهِ مَا تَوَلَّٰ وَنُضْلِهِ جَهَنَّمُ وَسَأَثْ مَصِيرًا» اور جو شخص بھی ہدایت کے واضح ہو جانے کے

بعد رسول سے اختلاف کرے گا اور مومنین کے راستے کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا اسے ہم ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور جہنم میں جھوک دیں گے جو بدترین ٹھکانا ہے۔ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں: یہ معمولی نمونے تھے اہل سنت کی یاد و سرائی کے۔ اگر ان کا احصاء کیا جائے تو دفتر تیار ہو سکتے ہیں چونکہ ہمارا مقدار امت اسلامی کی توجہ مذہب اہل سیق کے خلاف کینہ تو زی و عناد کی طرف مبذول کرنا تھا کہ وہ ان تعصبات سے چوکنار ہیں اور غلط الزام تراشیوں پر اعتماد نہ کریں۔ ظاہر سی بات ہے کہ اگر وہ متوجہ ہو کر ان باطل سرائیوں کو پڑھیں گے تو تحقیق کے میزان پر ضرور تو لیں گے۔ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ متاخرین علماء اہل سنت کے اندر ہی تعصبات کی طرف بھی متوجہ کر دیا جائے جن کی وجہ سے وحدت اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کیلئے دشمنی و عناد کی ہوا بھڑکانے کی سعی کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں نقتہ و فساد بھڑک اٹھتے ہیں۔ ہر زہ سرائیوں کی وجہ سے اسلامی قومیت، پیشی اور ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئی ہے۔ بھائی بھائی کا اور دوست دوست کا دشمن ہو جاتا ہے۔

محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ

تألیف: شیخ محمد خضری

اظاہریتاریخ کی کتاب ہے لیکن سید ہے سادھے لفظوں میں تاریخ کے بجائے اموی قشناگیزیوں کا پلندہ ہے۔ اس میں شیعوں پر جلومن طعن کیا گیا ہے اس کی وجہ سے یہ کتاب نہ تاریخ کی ہے نہ کلام کی کہ جس کے مطالب کو تقدیم کا نشانہ بنایا جائے، یہ شخص وہنی عیاشی کا پلندہ ہے جس کی وجہ سے برادری بھی غارت ہوتی ہے اور سکون بھی۔ میرے لئے مناسب تو یہی تھا کہ اس کے شہادات کو نظر انداز کیا جائے لیکن قارئین کے سامنے اس کی بعض لغزشوں کو پیش کرنا ضروری خیال کیا:

۱۔ جلد دوم میں افسوس تاک مطالب کا اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ جنگ صفين کی دینی مقصد کے پیش نظر یاقومی مظالم کو دفع کرنے کیلئے نہیں لڑی گئی۔ بلکہ اس کا مقصد ایک شخص کی دوسرے پر فتح و کامرانی کی سمجھی تھی۔ علی والوں نے ان کی اس لئے مدد کی وہ رسولؐ کے پیچا زاد بھائی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ معاویہ والوں نے اس لئے مدد کی کہ انہوں نے خون عثمان کا مطالبہ کیا اور وہ مظلوم کے تھاں کے سب سے زیادہ حقدار تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ قاتلان عثمان جس کی پناہ میں ہوں اس کی بیعت کرنا صحیح نہیں۔ (۱)

جواب:

کاش اُس شخص نے اپنے بنیادی عقائد بھی بیان کر دیے ہوتے تاکہ اسی میزان پر ہم جنگ صفين کو

تو لئے۔ لیکن چونکہ اس نے اپنے بنیادی عقائد بیان نہیں کئے اس لئے ہم پوچھتے ہیں کہ رسول کے فرمان کے نفاذ سے زیادہ تو قرآن سی دینی بنیاد ہو سکتی ہے جس میں آپ نے امیر المؤمنین علیہ السلام اور اصحاب سے قاطین (طردار ان معاویہ) سے جنگ کا حکم دیا تھا۔ آپ نے انہیں حکم دیا کہ ”سیکون بعدی قوم یقاتلون علیا علی الله جهادهم فمن لم يستطع جهادهم بیده فبلسانه ...“ بہت جلد میرے بعد ایک قوم علیٰ سے جنگ کرے گی۔ خدا نے لازم قرر دیا ہے کہ ان کے خلاف جنگ کی جائے جو ان سے جہاد کی صلاحیت ہاتھ سے نہ رکھتا ہو تو زبان سے کرے۔ اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو دل سے کرے اس کے سوا حارہ نہیں۔ (۱)

آخر کوں سی دینی بنیاد اس سے قوی تر ہو سکتی ہے کہ ایک شخص خلیفہ رسولؐ کے خلاف جنگ کر رہا ہے جس کا اعتراض خود خضری کو ہے۔

نصرت امیر المؤمنین کی قوی ترین دلیل یہ ارشاد رسول ہے:

”تمہاری جنگ میری جنگ ہے۔“ (۲) نیز یہ کہ ”عقریب تم سے باغی گردہ جنگ کرے گا اور تم حق پر ہو گے جو شخص ایسے میں تمہاری مدد نہ کرے وہ مجھ سے نہیں۔“ (۳) کیا اس سے اہم دلیل ہو سکتی ہے جو مسلمان بھی اس حدیث رسول کو نے گا ضرور علی کی مدد کرے گا۔ حدیث رسول کے مطابق باغیوں کے جنگ کی اس سے مضبوط تر دلیل کیا ہو سکتی ہے؟ آپ نے عمار سے فرمایا:

^١ لِحَمْ الْكَبِيرِ (ج ٤، ص ٣٢١، حدِيث ٩٥٥) مُعْجم الزَّوَانِدِ، ج ٢، ص ١٥٥، ح ٧، ص ٣٠٥ (ج ١١)، م

۲۱۳ حدیث اے ۳۲۹، ج ۱۵، ص ۱۰۲، حدیث (۲۰۱۶)

٢- مدرسک علی الحسین، ج ٣، ص ١٤٣٩ (ج ٣، ص ١٦١، حدیث ٢٧١٣) کتابیۃ الطالب، ص ١٨٩ (ص ٣٣١، باب ٩٩) اجمع
اکبر (ج ٣، ص ٣٠، حدیث ٢٦٢٠) مناقب خوارزی، ص ٩٠ (ص ١١٣٩، حدیث ١٧٤) کنز العمال، ج ٢، ص ٢١٦ (ج ٣، ص
٩٦، حدیث ٣٣١٥٩) سنن ترمذی (ج ٥، ص ٢٥٦، حدیث ٢٨٧٠) سنن ابن ماجہ (ج ١، ص ٥٢، حدیث ١٣٥) تاریخ بغداد

ج ۲، ص ۱۳۶، مسند احمد، ج ۲، ص ۳۳۲ (ج ۳، ص ۱۸)، حدیث: ۹۲۰۵)

^٣ م. زغابه، عاشر (١٢٢٠، ٣٢٠، نمبر ٣٢٠) كنز العمال (ج ١١، ص ٢١٣، حدیث ٣٢٩٧٠) شرح المواهب، ج ٣، ص

تقتلک الفتة الباگیه ”تمہیں باعی گروہ قتل کرے گا۔“ (۱)

نیز ایک دن فرمایا: عمار پر افسوس! کہ انہیں باعی گروہ قتل کرے گا جس دن وہ لوگوں کو بہشت کی طرف بلارہے ہوں گے اور وہ انہیں جہنم کی طرف۔ (۲)

خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کے متعلق حدیث رسولؐ کو مطبوط بنیاد دین قرار دیا جائے جن لوگوں نے خلیفہ کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ جس کی بیعت کی اس میں تمام شرائط خلافت موجود تھے۔ خود انہیں کی تصریحات کے مطابق لوگوں ہی نے خلیفہ معین کیا تھا۔ کیا ایسے شخص کے متعلق جو امام وقت کے خلاف خروج کرے آئیت نہیں ہے کہ ان کہ ﴿إِنَّ طَائِفَتَنَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ...﴾ ”اگر مومنین کے دو گروہ ہاہم جنگ کر رہے ہوں تو ان میں مصلح کر ادا اور اگر ان میں سے ایک بغاوت کرے تو دوسرے کی حمایت میں باعی گروہ کے خلاف اس وقت تک جنگ کرو کہ وہ حکم خدامانے پر آمادہ ہو جائے۔“

اس امت کی سب سے بڑی مصیبت تو یہی ہے کہ معاویہ جیسا انسان بنیاد اسلام کو تھس نہیں کر کے ان پر حکومت کرے اور خلافت کو بغیر نص یا بغیر ارباب حل و عقد کی بیعت یا بغیر اجماع یا مشاورت یا وصیت کے خلیفہ بن جائے۔ بغیر ولی ہونے کے خون عثمان کا مطالبہ کرے اور لوگ اس کی حمایت کریں۔

چکی بات تو یہ ہے کہ خود معاویہ ہی نے شامی لشکر کو ٹال مٹول میں رکھا، عثمان کی مردی میں کوتا ہی کی یہاں تک کہ وہ قتل کر دیئے گئے۔ جائز بھی دتبھے ان باتوں کو معاویہ میں نہ شرافت نفس تھی، نہ خطائے محفوظ رکھنے والا علم، نہ تقویٰ کی وہ تو اتنا تھی جو اسے خواہش نفس کے جھیلوں سے باز رکھ سکے اور نہ اکیلی

۱۔ سیوطی نے خصائص، ج ۲، ص ۱۳۳ (ج ۲، ص ۲۳۹) پر اس کے تواتر کا ادگی کیا ہے فویں جلد میں ۲۵ طرق سے یہ حدیث بیان کی جائے گی۔ نیز ملاحظہ کریجیج: الاصابة، ج ۲، ص ۵۱۲ (نمبر ۵۷۰۳) تہذیب العہد بیب، ج ۷، ص ۳۰۹ (ج ۷، ص ۲۵۸، نمبر ۲۶۵) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۱، ص ۲۳۷) کنز العمال، ج ۷، ص ۲۷ (ج ۱۳، ص ۵۲۷، حدیث ۳۷۰۶) البدایہ والہجۃ، ج ۷، ص ۲۷۰ (ج ۷، ص ۳۰۰) ج ۶، ص ۱۸۸ (ج ۱۱، ص ۲۵۷، حدیث ۳۳۵۳۹)

۲۔ صحیح بخاری (۱، ص ۲۷۱، حدیث ۳۳۶) صحیح مسلم (ج ۵، ص ۳۳۱، حدیث ۲۳۲)، کتاب الحسن (سن ترمذی) (ج ۶، ص ۶۲۸)، حدیث ۳۸۰۰ (تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۲۵۷) (ج ۱۰، ص ۵۹، حدیث ۲۸۲) شرح المواہب، ج ۱، ص ۳۶۶۔

شاہی طاقت و اقتدار ہی سے بہرہ مندی تھی۔ نتیجے میں وہ ناقص اقتدار کے ذریعے شقاوت، ڈرانے، دھمکانے اور لالچ دینے کی پالیسی کے ذریعے دینداری اور اصلاح طلبی کے نام پر لوگوں پر مسلط ہو گیا۔ پھر اس نے خوزیری اور ہلاکتوں کا چکر چلا دیا۔

اس کی اسلام و شمی اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کیلئے بھی کافی ہے کہ اس نے امت اسلامی میں ظلم و ستم کو رواج دیا۔ مزید یہ کہ اس نے یزید جسے فاسق و فاجر کو جانشین بھی نامزد کر دیا۔

۲۔ بلا تردید جس طرح حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے بزرگ ترین فرد ہاشم بن عبد مناف کے فرزند تھے۔ اسی طرح معاویہ بھی اپنے کو بزرگ قریش سمجھتا تھا۔ کیونکہ وہ بزرگ قریش ابوسفیان بن حرب کا بیٹا تھا ابوسفیان قریش کی بزرگ ترین فرد امیہ بن عبد شمس نبی عبد مناف کا فرزند تھا۔ اس طرح دونوں ہی نسبت کے اعتبار سے برابر تھے۔ (۱)

جواب:

میں اس عقل کے اندر سے کیا پوچھوں کہ جو شخص عنصر نبوت اور تقدیس کا پیکر تھا، جو پاکیزہ اصلاح و ارحام میں منتقل ہوتا رہا، ختم نبوت کا جزو تھا، صاحب ولایت کبریٰ تھا، ایسے کا مقابلہ کسی شکم پرست سے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ دونوں کو ایک نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ دونوں کے شجرہ نسب میں بھی برا فرق ہے۔ ایک شجرہ طیبہ جس کی شاخیں آسمان پر ہیں دوسرا شجرہ خبیث جس کی جڑیں زمین پر بکھری ہوئی ہیں۔ ایک زینون کا مبارک درخت دوسرا قرآن کی نظر میں ملعون درخت۔ جس کی تاویل حدیث رسول میں نبی امیہ سے کی گئی ہے۔ (۲)

یہ شخص دونوں کو کس ڈھنائی سے برابر قرار دے رہا ہے۔ جبکہ حدیث رسول ہے کہ خدا نے نبی آدم سے عرب کو چنان، عرب میں خانوادہ مضر کو، مضر سے قریش کو، قریش سے نبی ہاشم کو، اور نبی ہاشم سے

۱۔ حاضرات تاریخ الامم و اسلامیہ، ج ۲، ص ۶۷۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۳۵۶ (ج ۱۰، ص ۵۸، حادث ۲۸۳) تاریخ خطیب بغدادی، ج ۳، ص ۳۲۲ (نمبر ۱۳۵۱) تفسیر

قرطبی، ج ۱۰، ص ۲۸۶ (ج ۱۰، ص ۲۸۶) تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج ۵، ص ۵۵۔

ہمیں منتخب فرمایا۔ (۱)

یہ شخص دونوں درختوں کو کیسے برابر قرار دے رہا ہے جبکہ رسول خدا ملائیلہ اپنی تمام زندگی اس شجرہ ملعونہ کی حرکات سے غزدہ رہے۔ جب سے خواب دیکھا کہ میرے منبر پر بذریعہ اچک رہے ہیں، اس کے بعد سے کبھی آپ کو ہنسنے نہیں دیکھا گیا۔ خدا نے آیت نازل فرمائی کہ میں نے تمہیں جو خواب دکھایا ہے یہ لوگوں کے لئے آزمائش تھی۔ (۲)

دونوں برادر کیسے ہو سکتے ہیں جبکہ بنی امیہ نے بندگان خدا کو غلام بنایا، ان کا مال و اسباب لوٹا اور کتاب خدا کو اپنی فریب کاریوں کی سپر بنا لیا تھا۔ رسول خدا ملائیلہ نے اس کی خبر پہلے ہی دے دی تھی۔ (۳)

یہ شخص ابوسفیان کو بزرگ قریش کہتا ہے حالانکہ وہ قریش کے لئے باعث نگ تھا۔
رسول کی نظر میں ملعون تھا۔ آپ نے فرمایا تھا: خدا یا! تابع و متبع دونوں پر لعنت فرم۔
خدا یا! قیص پر لعنت ہو۔ براء کہتے ہیں کہ قیص سے مراد معادیہ ہے۔

رسول ملائیلہ نے ایک دن ابوسفیان کو سوار دیکھا اور معادیہ کو ہٹکاتے ہوئے۔ فرمایا: خدا یا! قائد اور ساکن دونوں پر لعنت فرم۔ (۴)

۱- من بنیہی (ج ۷، ص ۱۳۲) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۷، ص ۲۲۶، نمبر ۲۱۳۶) من تنذی (ج ۵، ص ۵۵۳۳، حدیث

۲- تاریخ ابن عساکر (ج ۵، ص ۳۵، نمبر ۱۷۱) تاریخ العمال، ج ۲، ص ۲۰۳ (ج ۱۲، ص ۳۳، حدیث ۳۳۹۱۸)

۳- تفسیر طبری، ج ۱۵، ص ۷۷ (جلد ۹، ج ۱۵، ص ۱۱۲) تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۳۵۶ (ج ۱۰، ص ۵۸) حوالہ ۲۸۷ (تاریخ

خطیب بغدادی، ج ۹، ص ۳۳ (نمبر ۲۶۲۷) ج ۸، ص ۲۸۰ (نمبر ۲۷۷) تفسیر نیشاپوری مطبوع بر حاشیہ تفسیر طبری، ج ۱۵، ص

۴- تفسیر قرطی، ج ۱۰، ص ۲۸۳ (ج ۱۰، ص ۱۸۳) الزراع والتحاوم، ص ۵۲ (۷۹) اسد القلبی، ج ۲، ص ۳۲ (نمبر ۱۱۲۵) الحصان

الکبری، ج ۲، ص ۱۱۸ (ج ۲، ص ۲۰۰) تفسیر خازن، ج ۲، ص ۷۷ (ج ۲، ص ۱۶۹)

۵- الزراع والتحاوم، ص ۵۲، ۵۳ (ص ۸۱) الحصان، الکبری، ج ۲، ص ۱۱۸ (ج ۲، ص ۲۰۰)

۶- نصر بن حرام کی کتاب حرب ضمین ص ۲۲۸، ۲۲۹ (ج ۲۲۰، ص ۲۱۸) تاریخ طبری، ج ۱۱، ص ۷۵۷ (ج ۱۰، ص ۵۸) حادث

(۲۸۳)

یہ شخص شیخ اسٹھ ابو طالب کے مقابلے میں ابوسفیان کو لارہا ہے حالانکہ علقہ نے ابوسفیان کے لئے اپنے اشعار میں صاف کہا ہے کہ وہ شروع ہی سے اسلام کا دشمن تھا۔ شوکت اسلامی دیکھ کر چہرے پر اسلامی نقاب ڈال لی۔ (۱)

کاش خضری نے مقریزی (۲) کے یہ فقرے بھی پڑھے ہوتے: ابوسفیان جنگ احمد میں اس گروہ کا سر غنہ تھا جس نے رسولؐ سے جنگ کی، جس میں ستر ہمہا جرو انصار کے افراد قتل ہوئے۔ انہیں میں حزہ جیسے خدا کے شیر بھی تھے، جنگ خندق میں بھی رسولؐ سے جنگ کی اور رسولؐ کو خط لکھا:

”بسمک اللہم... لات وعزی کی قسم! ساف وناکہ وہل کی سوگند، اے محمدؐ! میں تمہاری طرف آ رہا ہوں، میں تمہارا تینا پانچ کردوں گا تم نے خندق بنا کر اپنی حفاظت کر رکھی ہے۔ احمد کا دن تمہیں یادو لا دوں گا۔“

اس خط کو ابوسلمؑ کے ذریعے بھیجا، رسولؐ نے ابی بن کعب سے پڑھوا کر جواب لکھوایا:

”تمہارا خط تیرے متقد کے درمیان حائل ہو جائے گا جو میرے حق میں منفید ہوگا۔ اے احمدؐ!

بہت جلد وہ دن آ رہا ہے جب میں لات، عزی، ساف، ناکہ وہل کو توڑ پھوڑ دوں گا۔“

وہ ہمیشہ خدا اور رسولؐ کا دشمن رہا، یہاں تک کہ رسولؐ خدا جب فتح مکہ کے بعد تشریف لے گئے تو عباس بن عبدالمطلب نے اسے اپنی سواری کے پیچھے بٹھایا اور خدمت رسولؐ میں لا کر حاضر کیا کیونکہ عباس کا زمانہ جالمیت میں اس سے یارانہ تھا، خدمت رسولؐ میں لا کر امان کے خواہش مند ہوئے رسولؐ خدا نے اسے دیکھ کر اس سے فرمایا: دائے ہو تجھ پر اکیا اب بھی تجھے سمجھ میں نہیں آیا کہ خدا نے واحد کے سوا کوئی خدا نہیں؟ ابوسفیان بولا: میرے ماں باپ قربان! آپ کس قدر مہربان، کریم اور جوان مرد ہیں۔ خدا کی قسم! اگر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو ضرور میری مدد کرتا۔

رسولؐ نے فرمایا: اے ابوسفیان! کیا اب بھی تیری سمجھ میں نہ آپا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ ابو

۱۔ کتاب نظر بن مزاحم، ص ۲۱۹ (ص ۱۹۵)

۲۔ الزراع والنقاص، ص ۲۸ (ص ۵۲)

سفیان بولا: میرے ماں باپ قربان! آپ بڑے مہربان اور کریم ہیں لیکن آپ کی پسیگبری میرے دل میں ابھی کھٹک رہی ہے۔

عباس دہاڑے: تجھ پر وائے ہو! گواہی دیدے کہ گردن نہ ماری جائے۔ تب وہ گواہی دے کر اسلام لایا۔

پسیگبر اسلام نے اگر معاملہ خلافت کو ایک معین شخص کے لئے وصیت کر دی تھی تو کوئی تو آگے بڑھتا اور رسولؐ کی نص صریح کے خلاف اپنے کو خلیفہ کہلواتا؟

اور کیا سعد بن عبادہ اس صورت حال میں اپنی بیعت کیلئے لوگوں کو دعوت دے سکتے تھے؟ انہوں نے انصار کی ترجیح کرتے ہوئے کہا تھا: منا امیر و منکم امیر "ایک حاکم ہمارا ایک تھہارا"۔ ایک دوسرے نے ہاکی لگائی: میں تھہار الائچ اعتماد ہوں مجھ پر مدرسہ کرو۔ مہاجرین ابو بکر کے گرد تجمع ہو گئے اور کچھ لوگ عباس اور بنی هاشم کے ساتھ آئے اور کہنے لگے کہ اس کے حقدار صرف امیر المؤمنین ہیں۔

یہ وہ جامع سوالات ہیں جن کا جواب خضری کے پاس ہرگز نہیں۔ وہ تو صرف یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ معاویہ رسول خدا ملتِ نبیل میں سے زیادہ امت پر مہربان تھے۔

بیزید کی خلافت کے دوران واقعہ کربلا پیش آیا، واقعہ حرمہ و قوع پذیر ہوا، ابن زبیر کی وجہ سے خانہ کعبہ پر چڑھائی ہوئی اور پرده جلا۔ یہ تمام باتیں بیزید کے انتخاب کا نتیجہ تھیں۔ بیزید کی خلافت کے قبض سے بڑے مخالف خود حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھ فرزندان عبد مناف، عامہ جرین و انصار مدینہ کی ڈھیر ساری تعداد تھی۔

ان باتوں کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تو اگر معاویہ انتخاب خلیفہ کے سلسلے میں مجبور تھے تو کیوں نہ انہوں نے کسی نیک صحابی رسولؐ کو منتخب کیا۔ اور کیوں نہ سب پر ترجیح دیتے ہوئے خود امام حسینؑ کو منتخب کیا جو فرزند رسول خدا بھی تھے؟

کس ڈھنائی سے خضری یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ انتخاب بالکل صحیح، نیک اور امت کے حق میں مفید تھا۔ اس کے منحہ ہے یہ نہیں لکھتا کہ یہ انتخاب سراسر ظلم اور امت اسلامی پر عذاب اور کتاب و سنت کے حق

میں زہر تھا۔ حالانکہ خود رسول نے سالہ سال قبل خبر دار کر دیا تھا کہ اس امت میں سب سے پہلا شخص جو میری سنت میں تحریف کرے گا وہ منی امیہ کی فرد ہوگا۔ ایک دوسرے ارشاد میں فرمایا تھا کہ یہ دین برابر اپنی حدود میں متوازن رہے گا جب تک کہ منی امیہ کی ایک فرد یزید نے اس میں رخنہ ڈالے۔ (۱) اہن ابی شیبہ اور ابو یعلی نے روایت کی ہے کہ زمانہ معاویہ میں یزید نے ایک جنگ میں شرکت کی، ایک شخص کے حصہ میں ایک کنیز آئی یزید نے اس سے لے لیا۔ وہ شخص ابوذر کے پاس آیا اور شکایت کی۔ ابوذر نے یزید سے تین بار کہا کہ اس کنیز کو اسے دیدے اور وہ بہانہ کرتا رہا آخراً کارابوذر نے کہا: میں نے رسول خدا سے سنائے، وہ فرماتے تھے: سب سے پہلا شخص جو میری سنت کو متغیر کرے گا وہ منی امیہ کی فرد ہوگا۔ یہ کہہ کے اس سے منہ پھیر لیا۔ یزید نے ان کا تعاقب کر کے پوچھا: آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں میں ہی وہ شخص ہوں۔ ابوذر نے جواب دیا: میں نہیں جانتا، بعد میں یزید نے کنیز واپس کر دی۔ (۲)

اہن جگہ نے تطہیر الجہان میں اس پر تبصرہ کیا ہے کہ یہ حدیث اور قبل کی ان حدیثوں میں جس میں یزید کے نام کی صراحت ہے کوئی مناقات نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ابوذر کی بات: ”میں نہیں جانتا“، کو حقیقت پر حمل کیا جائے تو مقصود یہ ہو گا کہ اس معاملے میں انہیں ابہام ہے اور یہ ابہام اگلی روایات سے ختم ہو جاتا ہے۔ یا اگر کہا جائے کہ ابوذر اچھی طرح جانتے تھے کہ اس سے مراد یزید ہی ہے لیکن فتنہ و شورش سے ڈرتے ہوئے نام نہیں لیا۔ چنانچہ دوسرے معاملات میں ظاہر ہوا کہ ان پر دشمنی کا الزام عائد کیا گیا۔ (۳)

حضری نے جو ایک خانوادہ میں خلافت مددود ہونے کی بات کہی ہے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اعتراض صرف اس بات پر ہے کہ خلافت نالائق خاندان میں نہ جائے اگر ایسا خاندان ہو جو زیور لیاقت میں دینی و سیاسی اعتبار سے آرستہ ہو تو اس میں کوئی کلام ہی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جب کبھی لیاقت

۱۔ انعام اکبری، ج ۲، ص ۱۳۹ (ج ۲، ص ۲۲۶) تطہیر الجہان مطبوع بر حاشیہ الصواعق المحرقة، ص ۲۲۵ (ص ۶۲)

۲۔ المصطف (ج ۱۳، ص ۱۰۲)، حدیث (۱۷۷۲۶)

۳۔ تطہیر الجہان مطبوع بر حاشیہ الصواعق المحرقة، ص ۲۲۵ (ص ۱۳۵)

نہ ہوگی تو اس خاندان کے طرف دارند ہوں گے کیونکہ مسئلہ خلافت کو صرف ایک خاندان میں محدود کر دینا فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے سبب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب بھی لوگ خلیفہ کے خلاف شورش کر کے اس کو قتل کریں گے تو لازمی طور سے ایسے کا انتخاب کریں گے جو صالح، نیک اور جوان مرد ہو گا۔ اسی صورت میں خلیفہ کی نالائق کے باوجود ایک خاندان میں خلافت محدود کر دینے سے فاد کا مقابلہ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ لیکن اگر لاائق خاندان میں خلافت ہو گی اور لوگ بھی اس کی لیاقت کے معرفت ہوں گے تو خاندان کے باہری افراد کی طمع اس کے لئے نہ ہو گی۔ پھر تو شورش کا بہانہ بھی نہ رہے گا۔ ایسی صورت حال میں لازمی طور سے ہمارے شرائط کے بیان کردہ معیار پر امت متفق ہو گی اور خلیفہ کی عزت بھی زیادہ کی جائے گی معاملات اچھی طرح استوار ہیں گے، لوگ اس کی اطاعت کریں گے، وہ خلیفہ برائیوں کے خلاف جنگ بھی کر سکے گا۔

اسی لئے شیعہ حضرات خلافت کو آل علیٰ میں محدود کر سکتے ہیں کہ وہ مخصوص ہیں اور خلافت کے لئے ان کے ناموں کی پہلے سے تعین ہے، رسول خدا کے نصوص اس پر قطعیت کی مہر صادر کر چکے ہیں۔ (۱)

۲۔ کہتا ہے کہ خلاصہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام نے جو قیام فرمایا اس کی وجہ سے امت میں اختلاف و تفرقہ پڑا۔ اس طرح امام حسین نے اقدام کر کے بڑی غلطی کی (نفعہ بالله)۔ اس کی وجہ سے امت کا پاہ استوار آج تک متزلزل ہے۔ لوگوں نے اس واقعہ کو جس طرح پھیلایا ہے اس کی وجہ سے آج تک باہر کینہ و عناد اور نفرت کی فضا قائم ہے۔ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ جوبات کی جاسکتی ہے وہ یہ کہ امام حسین علیہ السلام اس سیرت کے طبلگار تھے جو انہیں وسائل کے اعتبار سے فراہم نہ تھی جس کی وجہ سے ان کے اور ان کے مقصد کے درمیان رکاوٹیں پیدا ہو گئیں اور وہ اس وجہ سے قتل کر دیئے گئے۔ ان سے پہلے ان کے

۱۔ تذكرة الخواص، ج ۲، ص ۳۱ (ص ۵۳)۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ج ۲۷، ج ۲۸، تاریخ بغدادی، ج ۲، ج ۳۶، الصواعق المحرقة، ج ۳۶ (ص ۸۲۸)۔ سنن ترمذی (ج ۵، ج ۲۲۱، حدیث ۲۷۸۷) مسن احمد (ج ۲، ج ۳۶۳، حدیث ۱۱۱۷) حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ج ۲۶ (غیر ۲)۔ بیہم کبیر (ج ۵، ج ۱۹۳، حدیث ۵۰۶) کنز العمال (ج ۱۲، ج ۱۰۳، حدیث ۳۳۱۹۸) ذخیر الحکمی، ج ۱، ج ۲۷، المحدث علی الحسین، ج ۳، ج ۱۳۹ (ج ۱۳، ج ۱۱۳، حدیث ۲۷۸۰)، ج ۳، ج ۱۲۲، حدیث ۲۷۱۵) یہود الاخبار (ج ۱، ج ۲۱)

والد ماجدل کے گئے تھے لیکن قلم کاروں نے ان کے واقعہ قتل پر تقدیمیں کی، کوئی بھی ان کی شہادت کو برا نہیں کہتا کہ آتش عناد بھڑکے۔ ان لوگوں کا حساب کتاب خدا کے ذمے ہے۔ ان کا حاسبہ خداوند عالم ہی کرے گا۔

اور تاریخ ان واقعات سے عبرت فراہم کرتی ہے کہ جس شخص کو بھی مہمات امور حاصل کرنا ہو۔ وہ بغیر طبیعی وسائل تیاری کے قدم آگے نہ بڑھائے۔ تکوار اس وقت اٹھائے جب اسے ایسی طاقت حاصل ہو جو اسے کامیابی سے ہمکنار کر دے۔ اسی طرح خروج سے پہلے دیکھ لے کہ مصلحت امت کے اسباب حقیقی موجود ہیں۔ مثلاً امت پر ناقابل برداشت ظلم کا بوجھنہ پڑتا ہو یا طاقت فرما ظلم نازل نہ ہو۔

لیکن امام حسین علیہ السلام نے اس وقت یزید کے خلاف خرون کیا جب لوگ یزید کی بیعت کر چکے تھے اور ابھی اس سے ظلم و ستم کا ظہور نہ ہوا تھا۔

اور ان جملوں سے پہلے یزید کی شخصیت ظلم و جور سے قطعی پاک ہو جاتی ہے اور یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ اس نے حضرت علی بن الحسین علیہ السلام کو اپنے سے نزدیک کیا انہیں انعام سے نواز اور احترام و اکرام سے پیش آیا۔

جواب:

کاش! اس شخص نے ان نقوشوں کے لکھنے سے قبل معلوم کر لیا ہوتا کہ خلافت کیا ہے اور اس کے شرائط کیا ہیں، غلیفہ معاملات کی تدبیر اور انتظام کے سلسلے میں کس قدر ہوشیار، مہذب اور لوگوں کی تربیت کے سلسلے میں بصیرت سے آشنا ہونا چاہیے۔ اور خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تمام پست خصلتوں سے پاک ہونا چاہیے۔ اس کی تبلیغ بد کردار یوں سے آلوہہ نہ ہو۔ ان کے علاوہ بہت سے ضروری صفات سے خلیفہ کو آرائت ہونا چاہیے کیونکہ اس کے کاندھوں پر مسلمانوں کی امارت کا بارہ ہے۔ لیکن خضری ان تمام باتوں سے قطعی بے خبر ہے۔ وہ ان پست و ذیل تحریر سے جو اس کی روحاںی کشافت کا ثبوت ہے محض اپنی دشمنی اہل بیت کو نمایاں کرنے کیلئے اپنی مختصر زندگی کے آسانش خیال پر قائم ہو گیا ہے۔ اس کی آوارہ فکری نے ایک موہوم خوشہ کو اس کی نظر میں جلوہ زار کر دیا ہے۔ وہ نہ تو ایک بلند روح رکھتا ہے جو اس شرم ناک

زندگی سے فرار کر سکے۔ نہ عقل سليم ہی رکھتا کہ اس کی فطری بحث کو پچھو جاؤ سکے۔ اس کے پاس بلند اسلامی تعلیمات ہیں جو شہامت اور طبعی بلند نظری کا درس فراہم کر سکے نہ تاریخ کی بلند و بہار شخصیتوں کو پیچانے کا ملکہ ہے، نہ وہ یزید کی سرکشی و غلطیانی سے واقف ہے کہ وہ پیچان لیتا کہ اس میں کسی طرح بھی شرائط خلافت نہیں پائے جاتے۔ نہ وہ امام حسین علیہ السلام کی شرافت، طبعی بلند فطری، شہامت و عظمت اور آفاتی رہبری سے واقف ہے کہ وہ پیچانتا کہ ان جیسے بلند مرتبہ انسان سے کبھی یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ یزید جیسے آربو باختہ، لا ابالی، فاسق و فاجر اور حیوان صفت انسان کی بیعت کرے۔

مصطفیٰ علیہ السلام کے پارہ جگر نے صرف اس لئے اقدام کیا تھا کہ وہ اپنادینی فریضہ سمجھتے تھے کیونکہ جو شخص بھی دین اسلام کا معتقد ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس کی اویں ذمہ داری ایسے شخص سے جو دین کو مخلونا ہنالے تقدیس شرعی کا مذاق اڑائے، تعلیمات اسلامی کو بدالے، جہاد کے ذریعے دین کا دفاع ہے۔ اس کا واضح ترین نمونہ یزید شراب خور اور بنابر ہے۔ وہ اپنے باپ کے زمانے میں بھی انہیں خصلتوں کے ساتھ مشہور تھا۔ چنانچہ جس وقت معاویہ نے چاہا کہ یزید کی بیعت لے اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تھا:

”تم لوگوں کو ابہام میں رکھنا چاہتے ہو۔ گویا تم کسی اجنبی انسان کی تو صیف کر رہے ہو، کسی غائب شخص کے متعلق باقیں کر رہے ہو یا کسی ایسے شخص کے متعلق خبر دے رہے ہو جس کی اپنی مخصوص اطلاع ہے۔ حالانکہ یزید اپنی فکری افتاد اور عقیدے کی آپ ہی پیچان ہے یزید کو اسی طرح پچھو جو اُجیسا کہ وہ خود ہے، وہ پرندوں اور کتوں سے کھلتا ہے، ہم جنوں سے بازی گری میں مصروف رہتا ہے، مغدوں کے ساتھ مختلف لہو و لعب میں اپنی زندگی گزارتا ہے۔ وہ تمہارے معاملات میں نہ تو تمہارا مد گار ہے نہ امر خلافت میں۔ اے معاویہ! تم کتنے مستغنى نظر آ رہے ہو کہ مخلوقات کا بارگیں اپنے کاندھے پر لئے خدا سے ملاقات کر گے۔“ (۱)

امام نے معاویہ سے یہ بھی فرمایا: ”تمہاری نادانی کا سبھی ثبوت کیا کم ہے کہ تم نے دنیاۓ قافی کو دنیاۓ باقی پر ترجیح دی ہے۔“

معاویہ نے کہا: آپ نے جو کہا کہ آپ بزریہ سے بہتر ہیں، خدا کی قسم! بزریہ امت محمدیہ کے لئے آپ سے بہتر ہے۔ (۱)

امام نے جواب دیا: یہ تہمت ہے، سراسر باطل ہے، کیا بزریہ جیسا شراب خور دھوں کیش مجھ سے بہتر ہو سکتا ہے؟

معتمد کے ایک خط میں جو اسی کے زمانے میں ایک عظیم اجتماع میں پڑھا گیا یوں تحریر ہے: اس معاویہ نے دنیا کو دین پر ترجیح دی، اپنے بیٹے بزریہ مجھے متکبر اور شراب خوار، مرغوں، کتوں اور بندروں سے کھینچنے والے کو خلیفہ بنانے کیلئے لوگوں کو مجبور کیا۔ کسی کو لاچ دیکر، کسی کو ڈرا دھکا کر، کسی کو زبردستی کر کے، کسی پر دھونس جما کر، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ انتہائی احمق ہے، خبیث ہے، ہر وقت شراب اور فتن و غور میں دھت رہتا ہے، اس کے الحاد و کفر کا بھی مشاہدہ کیا تھا۔ اس طرح معاویہ نے لیے حالات پیدا کر دئے کہ اس کی جائشی کے تمام وسائل فراہم ہو گئے۔ اس نے اس سلسلے میں خدا اور رسول کی صریح مخالفت کی۔ پھر جب وہ خلیفہ بن گیا تو اس نے مسلمان سے شرکوں کا بدله لینے کی مہمانی۔ اس نے واقعہ حرہ میں وہ کچھ کر لیا جو ایک تیک انسان سے کسی طرح بھی سرز نہیں ہو سکتا تھا۔ اس طرح اس نے پرانے کہنے نکال کر دل ٹھنڈا کیا، اپنے گمان میں اس بنے دوستان خدا سے انتقام لے لیا۔ اس طرح اس نے خدا سے اپنی انتہائی دشمنی ظاہر کر دی۔ اپنے کفر و شرک کا اعلانیہ ان اشعار میں اظہار کیا، یہ ہے ایک ایسے شخص کی گفتار جو دین سے خارج تھا۔ اسے خدا اور رسول سے کوئی سروکار نہ تھا خدا پر ایمان تھا۔ نہ جو کچھ خدا نے نازل کیا اس پر ایمان تھا۔ پھر اس کی حمارت یہاں تک پڑھ جاتی ہے کہ فرزند فاطمہ بت رسول کو انتہائی بے باکی سے ان کے اہل بیت سمیت قتل کرتا ہے۔ جیسے ترک و دیلم کے افراد کو قتل کرتے ہیں حالانکہ ان کی منزلت سے واقف تھا۔ خود رسول نے ان کے لئے اور ان کے بھائی کیلئے فرمایا تھا کہ وہ جوانان جنت کے سردار ہیں، اسے نہ تو انتقام خداوندی کا ڈر ہوتا ہے نہ انکار دین کا نہ عذاب خدا کا۔ یہاں تک کہ خدا نے اس کی عمر مختصر کر دی اور جڑ کاٹ دی اور اسے اس کے کیفر کروار تک پہنچا دیا (۲) قبل

ازیں یہ حدیث نقل کی جا چکی ہے کہ اولین شخص جو میری سنت کو بد لے گا وہ بنی امیہ کی فرد ہو گا جس کا نام
یزید ہو گا۔ (۱)

ہمیشہ یہ دین، معتدل اور استوار ہے گا۔ یہاں تک بنی امیہ کی یزید ناہی ایک فرد اس میں رخنه
ڈالے گا۔

جن لوگوں نے بیت یزید کو رد کیا ان کے پیش نظر چند باتیں تھیں کیونکہ ایسے شخص کا خلافت پر
متکسن ہونا، اسلام اور مسلمانوں کے لئے عظیم خطرہ تھا:

۱۔ کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ بات پر ورش پانے لگی کہ یہ جس شخص کا جائشیں ہے وہ اسی طرح کا
ہو گا۔ جنہوں نے عہد رسالت کو درک نہیں کیا تھا۔ انہیں اس تاریکی کے دور میں قطعی طور سے شبہ پیدا
ہو چکا تھا۔ اس سے تقدیس رسول محرّج ہو رہی تھی، وہ اس بات سے قطعی بے خبر تھے کہ یہ شخص رسول کا
جائشیں نہیں ہے بلکہ اپنے باپ کا جائشیں ہے۔ مختلف حرمس و میلانات اور خوف و ہراس کے سہارے سے
غلیفہ بن بیضا تھا۔

۲۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں غلیفہ کی پیروی میں اس کی آبرو باختی اچھی لگتی ہے۔ خواہ وہ
نادانی کی وجہ سے ہو یا غلیفہ کے تقرب کی وجہ سے ہو۔ پھر لوگ خواہ نفس کی پیروی میں کھیل کھینے لگتے
ہیں غلیفہ سے چند گام آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایسی صورت حال کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مملکت اسلامی تمام
براہمیوں کا مجموعہ ہو کر رہ جاتی ہے اور دینی نوادری میں کاپٹہ نشان بھی مت جاتا ہے۔

۳۔ اس درمیان ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ان شرمناک مظاہر کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے
ہیں چونکہ انہوں نے مظاہر دینی کو کھو دیا ہے ایسے پاکدل افراد نہیں جانتے کہ کوہر جائیں۔ دین کی
نبیادی باتیں کس سے حاصل کریں۔ ایسے عالم میں کچھ لوگ شہباد میں پڑ کے پہلی جاتی حالت میں
پلٹ جاتے ہیں۔

۴۔ جس قوم کے رہبر اور حکمران اپنے کو قود سے آزاد بھکر فتن و فجور میں بتلا ہو جاتے ہیں ان

سے طبعی طور سے اجتماعی و سیاسی امور کا انعام نہیں چلتا۔ چونکہ وہ افراد تفری اور داغلی انتشار پر کنڑوں نہیں کرپاتے اس لئے باہری دشمنوں کو موقع مل جاتا ہے۔ بہت جلدی ایسے لوگ درندگی اور حرص کا لقہ بن جاتے ہیں کوئی بھی مخالف ان پر چڑھ دوڑتا ہے۔

۵۔ اسلامی نوامیں کی طبعی حالت یہ ہے کہ وہ دوسرے ملکوں میں بڑے نفس اور حکمت سے بھر پور اثرات ذاتی ہے۔ اس کی ہم آہنگی عقل و منطق کی میزان پر پوری اترتی ہے، زیادہ تر لوگوں کو اس کی جذب و کشش دیوارہ بنا دتی ہے کچھ لوگ اس کے زیر اٹا جاتے ہیں یادل سے اس کے قائل ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب لوگوں کو اس کے برخلاف اطلاعات ملتی ہیں، وحشت ناک خبریں حاصل ہوتی ہیں، خلافت کی طرف سے ظلم و جور اور فتن و فجور کی خبریں سنتے ہیں کہ وہ تعلیمات اسلامی ضائع کر دی گئیں تو شہرت اسلامی، پریشانی کا شکار ہو جاتی ہے، دوستیاں دشمنیوں میں بدل جاتی ہیں، وہ اس کے اصل حرکات کو سمجھ نہیں پاتے، اس طرح اسلامی ترقی متاثر ہوتی ہے۔ غیروں پر اسلام کے اچھے اثرات مدھم پڑ جاتے ہیں بلکہ ائمہ اثرات پڑتے ہیں۔

۶۔ ان تمام باتوں کے بعد خاندان بی امیہ کی اسلام کے خلاف گستاخانہ باتیں، ان کے شرمناک اعمال اس بد بالطنی میں اضافہ کر دیتے ہیں۔

ہم اس قسم کے آثار سے سمجھ لیتے ہیں کہ بی امیہ نے آبائی دین "بت پرستی" کو صرف اس لئے ترک کیا کہ انہیں تکوہ کا خوف تھا یا حکومت کی لائی تھی۔ ان کی بھرپور کوشش ہے کہ اسلام کو تباہ کر دیں اور اپنے فتن و فجور اور ناشائستہ اخلاق کی وجہ سے اسلام کو قیصر روم اور جاہلیت عرب کے رنگ میں رنگ دیں۔

پھر یہ کہ جب خود خلیفہ دیکھتا ہے کہ اس کی گستاخیاں لوگوں پر مشتبہ ہیں اور وہ خود لوگوں کے متعلق سمجھ لیتا ہے کہ ان کی گردن پر سوار ہے۔ کوئی اس کی بدکاریوں پر ٹوکنے والا نہیں ہے۔ تنقید کرنے والا نہیں ہے ایسی صورت میں خلیفہ کی جسارتیں، شہوت پرستیاں بڑھتی جاتی ہیں، تکبیر اور سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے۔

اب میں میاں خضری سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ دینی معاشرے کے لئے اس سے براخطرہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس شرمناک صورتحال سے زیادہ دینی مصلحت اور کیا ہو سکتی ہے کہ کوئی غیور، دیندار انسان، اس ظلم و تتم کے خلاف انٹھ کھڑا ہو، تمام لوگ اس ناقابل برداشت اور تنگین بوجھ کی وجہ سے اس ظالم حکومت کا انکار کر دیں خواہ کوئی اکیلا ہی انسان ایسا اقدام کرے۔ خواہ اس راہ میں اسے قتل ہی ہونا پڑے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس راہ میں قتل ہونے کے بعد زندگی جاودا نی فیصلہ ہو گی اور وہ تنگر حکومت نیست و نابود ہو جائے گی، اس کے واقعہ قتل سے لوگوں پر اس خلیفہ کی تتم کشی اور فتنہ و فیروزاخ ہو جائے گا۔ سمجھ جائیں گے کہ اس نے کس طرح مقدس مند اسلامی پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ اس نے ظلم و تتم سے ایک شریف انسان کو قتل کر دیا ہے۔

قوم کو اس واقعے سے فدا کاری کا سبق طے گا۔ عقیدے کی راہ میں ان کی جانبازی ترقی پذیر ہو گی۔ اس کی پیروی کریں گے، اس کی فدا کاری کا دشنوں سے انتقام لیں گے، کچھ لوگ جو اقدام نہ کر سکیں گے وہ بھی اس ظالم حکومت کا انکار کریں گے۔ یہ دانتقام و انکار کے جذبے ظالم حکومت کی ناک میں دم کر دیں گے اس طرح ظلم کا خاتمہ ہو جائے گا۔

امام حسین^{علیہ السلام} کے انقلاب نے یہی اثر لوگوں میں پیدا کیا کہ مردان حمار تک پہنچتے چکچتے حکومت نبی امیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اس عظیم درس کو خضری جیسے کو رباطن کیا سمجھ سکیں گے۔

امام حسین^{علیہ السلام} کی بانجھ حکومت کے طلبگار نہیں تھے کہ ان کے لئے کہا جائے کہ مظلوبہ و سائل فر اہم نہ کر کے حسین نے غلطی کی۔ خضری اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتا کہ جاہد و جوانمرد حسین نے دین کی راہ میں فدا کاری کا مظاہرہ کیا تھا تاکہ امت، بنی امیہ کی کرتوقوں سے واقف ہو سکے۔ آپ نے امت کو بتا دیا کہ بنی امیہ دین و شریعت تو دور کی بات انسانیت کی حدود سے بھی گر گئے ہیں۔ بنی امیہ میں جانلی اخلاق و اعمال جز پکڑے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے دیکھ لیا کہ بنی امیہ اتنے گئے گزرے ہیں کہ نہ انہوں نے بزرگوں کا احترام کیا نہ پکوں پر حرم کیا۔ شیر خواروں کو بھی نہ بخشا، اہل حرم کو اسیر کیا۔

امام حسین^{علیہ السلام} نے دیکھتے دیکھتے اپنے تمام جگر گوشوں کو اسلام کیلئے معرکہ شہادت میں پیش کر دیا۔

امام حسینؑ کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ ذرا سی تیز ہو لوگوں کی نظروں سے انہیں اوچھل کر دے کیونکہ وہ امت محمدی میں عظیم مرتبہ کے حامل تھے۔ ان کا علم مراج، نظر اصلی، عدل واضح اور تقویٰ روشن تھا۔ وہ گل بستان رسالت تھے جن کی راہ پر چل کر لوگوں نے فضائل حاصل کئے۔ امت محمدی میں کوئی بھی ان کے مسائل کا مغکر نہیں چاہے وہ عقیدہ خلافت کو مانتا ہو، یا نہ مانتا ہو اس لئے امت کی کوئی بھی فرد امام حسینؑ کے اقدام پر تقید نہیں کرتی۔ سب نے آپ کے اقدام کو مصالح اسلامی سے بھرپور قرار دیا ہے۔ انقلاب حسینی پر سب ہی احترام کی نظر ڈالتے ہیں۔ اس نے خضری کی طرح کوئی بھی آپ کے اقدام کو اشتباه کا الزام دیکر گستاخی کا مرتب نہیں۔ (وہ قطعی ناپسندیدہ اور عیارانہ بات کہتے ہیں) ہمیں فرزند رسولؐ کی فدا کاری سے سبق ملتا ہے کہ ہر باطل کے خلاف انھوں کھڑا ہونا چاہیے۔ حق کی مدد ہر حال میں کرنا چاہیے۔

دینی بندیوں کے قیام کی ہر ممکن سعی کرنی چاہیے، بلند ترین فضائل پر مشتمل اخلاقی تعلیمات کو عام کرنا چاہیے۔

ہاں! تاریخ نے ہمیں بتایا کہ اس محدود زندگی کو چھوڑ کر امام نے ایک ظالم حکومت کے خلاف قیام کیا اور موت کا راستہ اپنایا۔ انہوں نے ذلت کی زندگی پر موت کو ترجیح دی۔

یہ ہیں شہادت حسینی کے معمولی درس۔ خضری کو یہ حقائق کیا کبھی میں آئیں گے یہاں پر ایک بات اور بھی یاد دلانا ضروری ہے کہ خضری کی طرح اکثر افراد اس قسم کے بیہودہ خیالات لوگوں میں پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں لوگوں کو ان ذیل اموی خیالات سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

﴿يَنْتَخِفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يُنْتَخِفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعْلُومٌ إِذَا يَبْيَسُونَ مَا لَا يَبْرُضُ
مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا﴾ یہ لوگوں سے تو اپنی شرارت چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپاتے حالانکہ وہ تو اس وقت بھی ان کے ساتھ ساتھ ہے جب وہ راتوں کو بیٹھ کر باہم مشورہ کرتے ہیں جن سے خدارا ضی نہیں، خدا تو ان کے تمام کرتی توں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (۱)

السنة والشیعہ

بقلم: محمد شیدر رضا، صاحب تفسیر النار

اس کتاب کے مولف کا مقصد بے لائگ تقدیم کے بجائے علامہ سید محسن امین عالی پر طعن و تشنیع ہے۔ اس نے علامہ عالی پر فخش القاب کے توڈھیر لگادیے ہیں لیکن ان کی ناقمل تردید باقتوں اور مسحکم دلیلوں میں سے کسی ایک کا بھی جواب نہیں دیا ہے۔

اس کتاب کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔ عراق، عرب، حجاز، یمن کے شیعوں اور سنیوں کے درمیان غلط تعبیرات اور جھوٹ کے پلندے کھڑے کر کے غلط فہمی پھیلانی جائے۔ کسی محقق کے لئے اس کی مہل باتوں پر توجہ دینا مناسب نہیں لیکن ہم نے اس کے جھوٹ اور غلط فہمیوں کی طرف اشارہ کر دیا ضروری خیال کیا۔ وہ شخص خود اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اسلامی مملکتوں پر دوسروں کے دانت گڑے ہوئے ہیں ایسے میں تفرقہ و انتشار پھیلانے سے اسلام کو نقصان پہنچے گا۔

۱۔ اعتراض:

اپنی کتاب تاریخ تشنیع سے شروع کر کے شیعہ اصولوں کو عبد اللہ بن سبایہودی کی بدعت قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سبائیوں نے تشنیع کے غلو آمیز عقائد کے ذریعے تفرقہ پھیلایا۔ ایرانی زندیقوں نے بھی اس کو ہوا دی۔ ان عالی شیعوں کی تعلیمات اور بدعتوں میں سے چند یہ ہیں: اماموں کی عصمت، تحریف قرآن، امام منتظر کے متعلق بدعتیں، بعض اماموں کے متعلق عقیدہ الوبیت۔

اس نے امامیہ فرقے کو دھونوں میں تقسیم کیا ہے: ایک اعتدال پسند جو زیدیوں سے قریب ہیں۔

دوسرے غالی شیعہ جو باطنی فرقوں سے قریب ہیں۔ پھر کہتا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی کفر آمیز تعلیمات کو دوسرے عقائد سے خلط ملط کر کے گڑھ لیا ہے مثلاً تحریف قرآن کا عقیدہ، بعض آیات کا کتنا۔ حرمت کی بات تو یہ ہے کہ قرآن کے کچھ مخصوص سورے آپس میں نقل کرتے ہیں جو اہل بیت سے مخصوص ہیں چنانچہ ایک سیاح نے مجھ سے بیان کیا کہ اس نے ایران میں ایک شیعہ خطیب سے اس سورہ کو بروز جمعہ منبر پر سنائے اور اکثر عیسائی محققین نے اس کو نقل بھی کیا ہے۔ ان لوگوں کو امامیہ اٹھا عشری اور جعفریہ کہتے ہیں۔

اس نے بایوں اور بہائیوں کو بھی شیعوں ہی کی بدعت قرار دیا ہے۔ کہتا ہے کہ یہ لوگ بہاء کی الہیت کے قائل ہیں اور اس کے ذریعے سے دین کی منسوخی کا عقیدہ رکھتے ہیں، نتیجے میں اس کے سوا تمام مذاہب کو باطل سمجھتے ہیں۔

ان فتنہ اگنیزیوں کے باوجود وہ سید جمال الدین افغانی کے بعد خود کو اکیلا پائے وحدت اسلامی سمجھتا ہے پھر اپنی خرافاتی باتوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے۔

ہر حقق اس کی مہمل باتوں کا جواب ہماری کتاب کے صفحات میں ملاحظہ کر سکتا ہے، نہ تو اس سی سیاح کا بتایا ہوا سورہ کہیں موجود ہے نہ اسے کبھی بالائے منبر پر ہاگیا ہے۔ یہ سب قطعی جھوٹ ہے، کوئی شیعہ بھی قرآن سے الگ اس عجوبہ سورہ کا قائل نہیں۔ کاش! اس شخص نے علامہ بلاغی کی تفسیر ”آلاء الرحمن“، (۱) ہی دیکھ لی ہوتی جس میں تفصیل سے عقائد شیعہ بیان ہوئے ہیں۔ ڈراجسارت تو دیکھنے کے اپنے جھوٹ کا گواہ ایک عیسائی کو قرار دے رہا ہے۔ جہالت کی حد کردی ہے کہ اس نے بانی اور بہائی فرقے کو شیعوں کا فرقہ کہا ہے جبکہ اول روز سے علماء شیعہ اس گمراہ فرقے کو دین سے خارج اور بہائیوں کی نجاست کے قائل ہیں ان کی تزوییہ میں اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ اعتراض:

عراق کی افراتفری رافضیوں کی وجہ سے ہے عراق کی خاک ان کی گمراہی سے آلودہ ہے۔ جب

بھی مسلمانوں پر حادثہ واقع ہوتے ہیں وہ خوش ہوتے ہیں یہاں تک کہ جس دن رو سیوں کو مسلمانوں پر فتح ملی اس دن کو عید قرار دیتے ہیں۔ اس دن خوشی میں اپنے کو جاتے سنوارتے ہیں۔ (۱)

جواب:

اس شخص کے جھونے دھوے پر تعجب ہوتا ہے۔ شایدی بحثتا ہے کہ عراق و ایران میں کوئی آتا جانا نہیں یا کسی کو یہاں کی خبر بھی نہیں ملتی یا عراقی عوام جہاں شیعوں کی اکثریت ہے محض انہیں بھرے ہیں یا یہ ایک پرانہ از قوم ہیں جن پر تاریخ نے پردہ ڈال دیا ہے، کوئی ان کی شرافت کا دفاع کرنے والا نہیں، تہست طراز یوں کا کوئی جواب دینے والا ہی نہیں۔

یہ لوگ جو مسلمانوں کے حادثہ پر خوش ہوتے ہیں کون لوگ ہیں؟ یہ صرف عراقی ہیں یا دوسری جمیتوں کے لوگ ہیں جن کا انتہا پڑنے نہیں ایران کو بھی اس میں شامل بھٹاچاپیے۔ ان دونوں مملکتوں میں جو مسلمان ہتے ہیں یہاں اکثر سفراء رہتے ہیں۔ سیاحوں کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے ان لوگوں کو اس جشن مسرت کی خبر کیوں نہیں۔ شیعوں تو تمام مسلمانوں کا خون محترم سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ شیعہ ہوں یا نہیں۔ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ قرآن میں جو اسلامی برادری قرار دی گئی ہے اس میں شیعہ سنی کی تفریق نہیں۔ اس شخص سے پوچھتا چاہیے کہ جس دن شیعہ خوشی مناتے ہیں، وہ کون ہی تاریخ ہے، کس مہینے میں وہ تاریخ آتی ہے؟ وہ حادثہ کس شہر میں ہوتی ہے۔ اس شخص کے پاس ان میں سے کسی سوال کا جواب نہیں ہو گا۔ وہ تو عیسائی سیاح کی گواہی پر اعتبار کرنے والا دشمن ہے۔

۳۔ اعتراض:

شیعوں کی اہل بیت دشمنی کا عنوان قائم کر کے وہ کہتا ہے کہ رافضی یہودیوں کی طرح بعض آیات خدا پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

آگے کہتا ہے: اکثر اولاد فاطمہ سے نفرت رکھتے ہیں بلکہ انہیں بر ایملا بھی کہتے ہیں جیسے زید بن علی بن احسین علیہ السلام، ان کے فرزند بھی، اسی طرح ابراہیم و جعفر جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فرزند تھے۔ ابراہیم کا تو

لقب ہی کذاب رکھ دیا ہے۔

حالانکہ عظیم ولی خدا تھے۔ ابو زید بسطامی نے ان سے کب فیض کیا تھا۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حسن
ثنی، ان کے فرزند عبد اللہ الحسن اور عبد اللہ کے فرزند محمد نفس زکیر اور ابراہیم بن عبد اللہ مرتد ہو گئے تھے۔
ای طرح زکریا بن محمد باقر، محمد بن عبد اللہ بن حسین بن حسن محمد بن قاسم بن حسن اور تیجی بن عمر بھی مرتد
ہو گئے تھے۔ یوں ہی جن لوگوں نے زید بن علی کی امامت کا اقرار کیا وہ سب ہی سادات حسن و حسینی مرتد
ہو گئے تھے ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا ان کا خیال ہے کہ چند کے سواباتی سب ہی مرتد ہو گئے تھے۔ بعض کو
چھوڑ کر بقیہ سب پر لعنت بھیجنے ہیں۔ یہ ہے ان کے محبت الہ بیت کا حال۔ جن کی مودت قیامت میں
مسئول ہے۔ (۱)

جواب:

یہ ہے آلوی کی بے سرو پا باتیں جنہیں وہ حقائق سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ ان اڑامات کے ذریعے
شیعوں کی شہرت و اغدر کرے حالانکہ ان میں اکثر باتیں محض جھوٹ اور زیادہ ترجیحی ہیں۔

زید بن علی کے متعلق شیعوں کا عقیدہ گزشتہ صفات میں (زید شہید اور شیعہ امامیہ کے عنوان سے)
ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ رہ گئے تیجی بن زید شہید، ان کے متعلق کوئی شیعہ نفرت کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ ان کا
مرتبہ بہت بلند ہے، انہوں نے اپنے آبائے طاہرین سے روایت کی ہے کہ امام بارہ ہیں اور ہر ایک کا نام
گناہی ہے۔ عمل نے اپنے مشہور قصیدہ تائیہ میں ان کا تذکرہ کیا اور امام رضا علیہ السلام کے سامنے وہ قصیدہ سنایا
ہے۔ کسی شیعہ سے لعنت کوون کہے اعتراض بھی نہیں سنائی۔ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی امامت کے قائل
تھے جو عقیدہ اور بصیرت سے آراستہ تھے۔ صادق آل محمد نے ان کی شہادت پر گریہ فرمایا تھا۔ تیجی بن زید
سے عقیدت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ بقول مقاتل الطالبین (۲) جب لوہار نے تیجی کے پاؤں
کی زنجیر کاٹی تو تمام شیعہ لوہار سے تم کا وہ زنجیر خریدنے پر آمادہ ہو گئے اور قیمت میں ہزار روپے پائی۔ لوہار
ڈرا کہ کہیں بات مشہور ہوئی تو اس کا سارا مال چھین لیا جائے گا۔ اس نے شرط کر دی کہ بہت

لوگ پیسے نقد لا کیں اس طرح زنجیر کے گڑے لوگ خرید کے لے گئے اور لوہے سے اپنی انگوختی بنوائی۔ یہ عقیدت آج تک شیعوں میں باقی ہے۔

اب زہگی ابراہیم کی بات۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس ابراہیم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر ابراہیم اکبر زید یوس کے امام مراد ہیں جنہوں نے مکن میں اپنے کوز ماتحت ابوالسریا میں ظاہر کیا تھا تو انہیں امام مویٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی وصیت میں داخل کیا تھا۔ اپنی اولاد میں ان کا تذکرہ مقدم کر کے فرمایا تھا: میں نے اس لئے اسے اپنے فرزندوں میں داخل کیا کہ ان کا نام احترام سے لیا جائے اور ان کی عزت کی جائے۔ (۱) شیخ مفید نے ارشاد میں الشیخ الشجاع الکریم کہا ہے (۲) ابن زہرہ نے غالیۃ الاخصار (۳) میں ان کی عظمت و انش کا اعتراف کیا ہے۔ تشقیع القال میں انہیں صاحب تقویٰ و کردار کہا ہے۔ (۴) اگر مقصود ابراہیم اصغر ہیں جن کا لقب مرتضیٰ تھا تو شیعہ ان کی محبت کو بھی تقرب خدا کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سید حسن صدر الدین ابن الحمنا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ عابد و زاہد اور عالم تھے۔ وہ ابوالسریا کے ساتھ کبھی نہیں رہے۔ علامہ امین عاملی نے اعیان الشیعہ میں ان دونوں ابراہیم کو معزز شیعوں میں شمار کیا ہے۔ ان سے دشمنی کا تذکرہ ہرگز کبھی نہیں سن آگیا۔ (۵)

جعفر بن مویٰ کاظم کے متعلق کسی شیعہ تالیف میں کوئی اعتراض نہیں دیکھا گیا۔ انہیں کسی شید نے کذاب کا لقب نہیں دیا ہے۔ تہمت رکھنے والے کو حوالہ بھی دینا چاہیے۔ ابو زید بطاطی نے بھی جعفر سے اکتاب فیض نہیں کیا، ارباب سیرت نے لکھا ہے کہ ابو زید نے جعفر صادق علیہ السلام سے اکتاب فیض کیا حالانکہ امام کی وفات ۱۳۷ھ میں ہوئی اور اس کی لارا ۲۲۷ھ میں۔ شاید اس خبطی نے اس لئے مشتبہ کیا ہے کہ ابو زید کا نام طیفور بن عیسیٰ تھا اور مشہور رازہ طیفور بن عیسیٰ شروسان کو ابو زید بطاطی سمجھ بیٹھا ہے۔ (۶)

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۳۲۶ (ج ۱، ص ۳۱۷) باب الاشارة و انصاع علی الامام ابی الحسن الرضا علیہ السلام۔

۲۔ الارشاد (ج ۲، ص ۲۳۶) (۲۳۶)

۳۔ تشقیع القال، ج ۱، ص ۲۵، ۲۳۲۔

۴۔ اعیان الشیعہ، ج ۵، ص ۲۸۲، ۲۷۲، ۲۷۳ (ج ۲، ص ۲۲۷، ۲۲۸)

۵۔ تجمیع البلدان، ج ۱، ص ۳۲۱ (ج ۱، ص ۱۸۰)

حسن شیعی اپنے پچھا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کر بلائیں تھے، زخموں کی تاب نہ لارک گھوڑے سے گرے، اشقیاء نے سر قلم کرنا چاہا کہ ابو حسان اسماء بن خارجہ جوان کے ماموں تھے اٹھا کر کوفہ لائے اور علاج معالجہ کے بعد مدینہ روانہ کر دیا۔ (۱) شیخ مفید نے انہیں ریس قوم اور متدين کہا ہے، وہ صدقات امیر المؤمنین علیہ السلام کے ذمہ دار تھے۔ محسن عاملی نے بزرگ شیعوں میں شمار کیا ہے۔ (۲) اب اس شرمناک تہمت کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے۔

عبداللہ الحضن کو طوی نے اصحاب امام جعفر صادق علیہ السلام میں شمار کیا ہے، (۳) صاحب عمدہ نے انہیں شبیر رسول اور نبی ہاشم کی بزرگ فرد کہا ہے۔ اپنے والد حسن شیعی کے بعد صدقات امیر المؤمنین کے منصرم ہوئے۔ (۴) اگرچہ ان کے متعلق احادیث مدح و مدعا و نوادرات و نوادرات کی پالی جاتی ہیں لیکن انتہائے نقطہ نظر سید بن طاؤوس نے اقبال میں پیش کیا ہے کہ وہ صلاح اور حسن عقیدہ سے آراستہ تھے، وہ امام جعفر صادق سید بن طاؤوس نے اقبال میں امام نے انہیں العبد الصالح کے نام سے یاد کیا ہے۔ ان کے متعلق اور اپنے دوسرے چھیرے بھائیوں کے متعلق دعا نے خیر کی ہے۔ اس کے بعد سید بن طاؤوس لکھتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں نے انہیں سور و طعن بنایا ہے۔ امام کے نزدیک عبد اللہ الحضن مخدوش تھے جن کتابوں میں امام سے جدا ہونے کی بات ہے وہ تقبیہ پر محبوں کی جائے گی۔ (۵) ان تمام باتوں کے بعد ان کے یا دوسرے سادات حسن کے ارتدا کا نظر یہ قطعی غلط ہو جاتا ہے۔

محمد جن کا لقب نفس ذکر یہ تھا۔ شیخ طوی کے نزدیک وہ صادق آئل محمد کے صحابی تھے۔ صاحب عمدہ الطالب لکھتے ہیں کہ انہیں اجر ارزیت میں قتل کیا گیا اور حدیث رسول ہے کہ اجر ارزیت میں میرے فرزندوں کو قتل کیا جائے گا۔ (۶) سید ابن طاؤوس نے ان کے حسن عقیدہ کی نشاندہی کی ہے اور یہ کہ وہ امر

۱۔ ارشاد شیخ مفید (حج ۲، ص ۲۵) عمدة الطالب، ص ۸۶ (ص ۱۰۰)

۲۔ اعيان الشيعه، ح ۲۱، ص ۱۸۲-۱۲۲ (حج ۵، ص ۲۷-۲۳)

۳۔ رجال طوی (ص ۲۲۲، نمبر ۱۲۷) رجال ابن داود (ص ۱۱۸، نمبر ۹۶) (۸۳۹)

۴۔ عمدة الطالب، ص ۸۷ (ص ۱۰۳، ۲۲۲)

۵۔ عمدۃ الاعمال، ص ۵۱ (ص ۱۰۵)

۶۔ اقبال الاعمال، ص ۵۸۱ (ص ۵۲۹)

بامعروف اور نبی عن انگر کے لئے شہید کے گئے۔ وہ اپنے شہادت کی خبر رکھتے تھے اسے بیان بھی کیا تھا
یہ تمام باتیں خدا اور رسول سے ان کی وابستگی کی نشاندہی کرتی ہیں۔ (۱)

نفس ذکیر کے متعلق شیعوں کا یہ نظریہ۔ صاحب مقائل نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اہل بیت کی
بزرگ اور معزز فرد تھے۔ قرآن کے عالم و حافظ تھے۔ فقیہ، بہادر اور سخنی تھے۔ ان کے ارتداد کا نظریہ ان
کی بلند ذات سے بہت دور ہے۔ (۲)

ابراہیم بن عبد اللہ جنہیں پاغری میں شہید کیا گیا۔ یہ بھی اصحاب صادق آل محمد میں تھے۔ (۳) ہمہ
اپنی کتاب ”عمدة“ میں اکثر فنوں سے آراستہ خیال کرتے ہیں۔ (۴) عجل نے قصیدہ تائیہ میں ان کا
بھی تذکرہ کیا ہے۔ اگر شیعوں میں ان کا حسن عقیدہ معروف نہ ہوتا تو ان کے متعلق مرہیے نہ کہے
جاتے۔ عجل نے تو اپنا مرثیہ امام علی رضا علیہ السلام کو بھی سنایا تھا۔ ان کے متعلق ہمارا عقیدہ صاحب مقائل
سے ہم آہنگ ہے کہ وہ دین، علم و شجاعت و شفقت عمل سے آراستہ تھے۔ (۵) علامہ محسن عاملی نے انہیں
اعیان شیعہ میں شمار کیا ہے۔ (۶)

زکریا بن محمد باقر۔ ابھی متولد ہی نہیں ہوئے ہیں، ان کا وجود صرف آلوی کے خیال میں ہے کیونکہ
امام کے بالفاظ چھوٹی فرزند تھے۔ جعفر، عبد اللہ، ابراہیم، علی، زید، عبید اللہ۔ اس لحاظ سے زکریا بن محمد
باقر علیہ السلام کی طرف ارتداد کی نسبت قطعی مہمل بات ہے۔

اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ علامہ شیعہ نے حدیث کی سند و متن پر اعتراض کو دیکھتے ہوئے چار قسمیں
قرار دی ہیں سمجھ، حسن، موثق اور ضعیف۔ جمال الدین ابن طاؤوس حسنی اور ان کے شاگر علامہ علی کے
عہد سے یہ باتیں شائع ہیں۔

۱۔ اقبال الاعمال، ج ۵۳ (ص ۵۸۲)

۲۔ مقائل الطالبین، ج ۸۵ (ص ۲۰۷)

۳۔ رجال طوی (ص ۱۳۳)

۴۔ عمدة الطالب، ج ۹۵ (ص ۱۰۹)

۵۔ مقائل الطالبین، ج ۱۱۲ (ص ۲۲۳)

۶۔ اعیان الشیعہ، ج ۵، ج ۲۰۸-۲۲۳ (ج ۱۸۱-۱۷۷)

کاش! یہ شخص کتب اربعہ کی شرح ہی دیکھ لیتا۔ علامہ مجلسی کی شرح کافی (مرأۃ العقول) ہی کا مطالعہ کر لیتا تو معلوم ہوتا کہ حدیث کوئتی قسموں پر منقسم کیا گیا ہے۔

اس نے کتب اربعہ کے اخبار احادا اور رجال اسناد کے متعلق ایسی بات کہی ہے جس سے وہ قطعی مبررا ہیں، شیعہ و سنی دونوں کے یہاں حدیث کو صحیح وضعیف قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس شخص کو علم درایت سے واسطہ ہی نہیں بیجا جان بوجہ کرنا دافی کر رہا ہے تاکہ اس واسطے سے شیعوں کی بدگوئی کر سکے اس نے کم سے کم فتح الباری ابن حجر، شرح قسطلانی، شرح عینی اور شرح مسلم نووی وغیرہ ہی کو دیکھ لیا ہوتا تو اس کے دل کی بیماری ختم ہو جاتی اور مہمل باتوں کو قلم سے نہ لکھتا۔

۵۔ اعتراض:

ٹوی، ابن مسلم سے روایت کرتے ہیں اور مسلم، ابن بابویہ سے جو کذاب تھے اور جھوٹ رقص دالے تھے۔ نیز وہ مرتفعی سے بھی روایت کرتے ہیں اور یہ دونوں ہم درس تھے اور انہوں نے اپنے استاد ”محمد بن نہمان (شیخ مفید) سے علم حاصل کیا تھا جو مسلیہ کذاب سے بھی زیادہ جھوٹ نے تھے۔ انہوں نے دینی انصافت کیلئے جھوٹ کو جائز قرار دیا ہے۔ (۱)

جواب:

صاحب تقيع جن کو اس شخص نے جھوٹوں کے رقص دالے تحریر کیا ہے ان کا نام علی بن الحسین بن موسی بن بابوی تھا۔ مابوی نہیں۔ انہیں کو صدق و ق اول کہا جاتا ہے۔ ان کا انتقال ۳۲۹ھ میں شیخ مفید سے سات یا نو سال قبل ہوا تھا۔ شیخ مفید کی ولادت ۳۳۸ھ یا ۳۴۰ھ میں ہوئی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ شیخ مفید، صدق و ق سے روایت کریں۔ ہاں! انہوں نے ان کے فرزند صدق و ق دوم ابو جعفر محمد بن علی سے روایت کی ہے جو صاحب تقيع ہیں۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس ذیل نے آلوی کو خبر دی ہے کہ شیخ مفید مسلیہ کذاب جیسے سب سے بڑے جھوٹے اور کافر باللہ سے بھی بڑے جھوٹے ہیں۔ یہ شخص کس قدر گستاخ ہے۔ کیسی کیسی بے پرکی اڑاتا ہے۔ حالانکہ یافعی نے تو برآۃ الجان میں کہا ہے: شیخ مفید تو شیعہ

عالم، رافضیوں کے امام اور بہت زیادہ کتابوں کے مصنف تھے، شیخ مفید اور ابن حعلم کے لقب سے معروف تھے۔ کلام، مناظرہ اور فقہ میں بڑے ماہر تھے۔ ان ابی طلی کہتا ہے کہ وہ صدقات و خیرات بہت زیادہ کرتے تھے، باعظت خشوع تھا، بہت زیادہ روزہ نماز کرتے تھے، مونا اور چھوٹا کپڑا پہننے تھے۔ (۱) ان کیتری لکھتا ہے: ان کی محل میں اکثر دوسرے کتب فگر کے علماء بھی حاضر ہوتے تھے یہ اس بات کی دلالت تھی کہ وہ صرف امامیہ فرقہ ہی کے رہبر نہیں بلکہ تمام امت اسلامیہ کے رہبر ہیں۔ جس کے پاس بھی دین و عقیدہ ہے اسے ان کا احترام کرنا چاہیے۔ (۲)

کیا یہی علم و ادب ہے؟ کیا یہی دین و شرافت ہے؟ کہ علماء کے خلاف بزدلانہ جملے کے جائیں۔ کیا اس کا جواز ہے؟ کیا قانون اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کسی مسلمان کو کافر سے بھی بدتر کہا جائے چاہے وہ شخص ہی کیوں نہ ہو۔ ان معلم تو بہت بڑی شخصیت تھے۔ وہ دین کے ستون اور حق کے مد و گار تھے انہوں نے اپنی عظمت سے عراق میں علم کی بنیاد رکھی۔ لوگوں میں علمی شوق بیدار کیا۔

انہوں نے کیا گناہ کیا تھا؟

صرف یہی کہ آلوی جیسے لوگ جن حقائق کو درک نہ کر سکے انہوں نے اس کو درک کر لیا۔ انہوں نے اپنا علمی مقام اس قدر بلند کیا کہ آلوی اس کی گرد پا بھی نہیں پاسکتے۔ کاش اس نے جس بنیاد پر شیخ مفید کو کذاب کہا ہے اس کا مأخذ بھی بتا دیتا۔ انہوں نے تو اپنی تایفات میں ایسی روکیک حرکت کہیں نہیں کی ہے۔ ہائے! اب عقل کے اندر ہے اور کورے بر تن بھی علم کا دعویٰ کرنے لگے ہیں۔

۶۔ اعتراض:

ایک عنوان قائم کیا ہے: ”اما میہ، مہدی منتظر کی طرف سے صادر رقوں کے محبوب ہیں“ اس کے ذمیل میں کہتا ہے کہ ہاں! ان لوگوں نے اپنے مذہب کا زیادہ تر حصہ انہیں جھونے رقوں سے حاصل کیا ہے جو بلاشبہ خدا پر افترا ہے اور خود انہیں ان رقوں کا اعتراف ہے۔ تجھ تو یہ ہے کہ رافضیوں نے

۱۔ مرآۃ الہجات، ج ۲، ص ۲۸۔

۲۔ البدایہ والہجایہ، ج ۱۲، ص ۱۵ (ج ۱۲، ص ۱۹، حدادت ۲۳۴)

صاحب الواقع کا نام صدق رکھا ہے۔ حالانکہ وہ بہت بڑا جھوٹا ہے بلکہ وہ دین سے عیحدہ ہے۔ اس کا گمان تھا کہ وہ رات کے وقت کوئی مسئلہ کی درخت کے سوراخ میں رکھ دیتا تھا اور صبح کو اس میں مہدی منتظر سے جواب لکھا ہوا ملتا ہے۔ یہ رقیع ردا فض کے قوی ترین دلائل اور موافق ترین صحیحیں ہیں۔ ان کا ناس ہو جائے۔

جاننا چاہیے کہ اس قسم کے رقیعے بے شمار ہیں، کچھ علی بن موسی بن بابویہؑ کے ہیں جو انہوں نے صاحب الامر (ع) سے سوال کر کے جواب حاصل کئے ہیں۔ ان کا گمان ہے کہ حسین بن روح (صاحب الامر (ع) کے ایک سنیر) نے علی بن جعفر کو دئے کہ صاحب الامر (ع) کو پہنچا دیں۔ اس کا جواب صاحب الامر (ع) نے دیا۔ دوسرارقعہ ابو جعفرؑ کا ہے، انہوں نے صاحب الامر سے خط و کتابت کر کے چند شرعی مسئلے ذریافت کئے تھے، وہ کہتا ہے کہ احمد بن حسین نے مجھ سے کہا کہ میں نے ان سوالات کو حاصل سے حاصل کیا ہے اور تو قیع کو میں السطور دیکھا۔ ان جوابات کو محمد بن حسن طوی نے کتاب الغیبة (۱) اور الحجاج (۲) میں نقل کیا ہے۔

یہ تو قیعات ان کے عقیدے کے مطابق ائمۃ کے ہاتھوں کی لکھی ہیں جنہیں شیعوں نے سوال کر کے حاصل کیا، صحیح اسناد کے ساتھ نقل ان روایات کو تعارض کے وقت ترجیح دی جاتی ہے۔ ابن بابویہ نے فقہ میں ان تو قیعات ناہیہ مقدسہ سے وارد ان تو قیعات کو بیان کرنے کے بعد مسئلہ (وہ مرد کہ جو دوسرے شخص کو وصیت کرے) کے ذیل میں کہا ہے کہ یہ تو قیع میرے پاس بخط ابو احمد بن الحسن بن علی ہے اور کلینتی کی کافی میں حضرت صادق آل محمد سے مردی اس تو قیع کے خلاف حدیث ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ میں اس حدیث کے مطابق فتوی نہیں دوں گا بلکہ ناصر حسن بن علی کے مطابق فتوی دوں گا۔

کچھ تو قیعات ابوالعباس جعفر بن عبد اللہ بن جعفر حیریؑ اور ان کے بھائی حسین اور احمد کی ہیں۔

۱۔ الغیبة (ص ۳۴۵، حدیث ۲۹۵)

۲۔ الحجاج (ج ۲، ص ۵۲۲-۵۲۳، حدیث ۳۶۰-۳۵۸)

ابوالعباس نے ان مردی حدیثوں کو ”قرب الاشنا دالی صاحب الامر“ کے نام سے جمع کیا ہے۔ کچھ تو قیعات علی بن سلیمان بن جہنم بن بکیر بن اعین ابو الحسن رازی کی ہیں۔ ان کا بھی دعویٰ ہے کہ میں نے امام عصر (ع) سے خط و کتابت کی ہے۔

یہ ہے احکام شیعہ کی اساس اور ان کے اعتقادات۔ میں نے دریا سے چند قطرے ہی چیز کے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی حقیقت ہے جو اپنے کو عترت رسول سے دین حاصل کرنے کے دعویدار ہیں۔ (۱)

جواب:

اس شخص پر لازم تھا کہ مجال الدین قائمی کی تائید کے مطابق اپنی کتاب دوسرے کونہ دکھاتا۔ اسی طرح مناسب تھا کہ محمد رشید رضا چاہے جو وقت ہوتی کسی شیعہ یا اپنی قوم کے انصاف پسند کو اپنی تحریر دکھاتا۔ کیونکہ جو کچھ بکواس اس نے کی ہے سراسرا اس کی بد باطنی کا ثبوت ہے اور اس کے اعتبار پر طما نچو لگا رہی ہے کوئی بھی دانشنودا اس کے تعصب کو صاف محسوس کر سکتا ہے۔

ارباب تحقیق پر پوری طرح واضح ہے کہ امامیہ، امام منظر کے ناجیہ مقدسہ سے صادر متذکرہ تو قیعات پر عمل نہیں کرتے، اس افترا پر دعا اور فرضی کو بھی معلوم ہے کہ شیعہ ان تو قیعات کے معتقد نہیں۔ چنانچہ کتب اربعہ جو عمدہ مرجع شیعہ ہیں جن کے مولف تینوں ”محمد بن یعقوب کلینٹ، محمد بن علی بن بلاویہ، محمد بن حسن طوی“ ان لوگوں نے بھی ان تو قیعات کو اپنی کتابوں میں جگہ نہیں دی۔ یہ تینوں بیدار تحقیقین آگاہ تھے کہ رخہ اندازوں کے نزدیک یہ تو قیعات بے وقت ہو کر امام عصر کے انکار کا سبب بن جائے گی۔ اسی وجہ سے متع کیا گیا تھا کہ ناجیہ مقدسہ کے آثار کو اپنی کتابوں میں جگہ نہیں دیں جبکہ وہ خود بھی ان تو قیعات کے راوی تھے۔ کیونکہ اس طرح جعفری مذهب مہدوی مذهب میں تبدیل ہو جاتا۔ متصب اور کور باطنوں کو کہنے کا موقع مل جاتا کہ شیعہ مذهب ایک ایسے امام غائب سے حاصل کیا گیا ہے جن کا کہیں کوئی وجود نہیں اور وہ جھوٹے تو قیعات پر عمل کرتے ہیں۔ یہ چیز بجائے خود اسرا راما مات میں سے ہے اور مذهب شیعہ کے وثائق کا حصہ ہوتے۔

یہ بزرگ محدث الاسلام کلمن تھے جن کا بغداد میں قیام تھا اور نواب ار بجہ سے دوری تھی۔ یہ ایک ہی جگہ اور ایک ہی زمانے میں تھے۔ انہوں نے ۳۷۳ھ زمانہ غیبت صفری میں وفات پائی تھیں سال کے عرصے میں کتاب تالیف کی۔ سولہ ہزار ایک سو نانوے احادیث میں کہیں بھی تاجیہ مقدسہ سے صادر کوئی حدیث درج نہیں۔ حالانکہ ان کے واسطے سے بہت سی توقعات نقل ہوئی ہیں۔

اور یہ ابو جعفر ابن یابو یتی ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اپنی کتاب اکمال الدین میں توقعات نقل کی ہیں لیکن من لا حضرہ الفقیر میں ایک بھی تو قیع نہیں۔ ہاں ایک جگہ ہے جہاں امام کا نام نہیں لینا چاہیے اس کی تائید کی گئی ہے۔ (۱)

ابو جعفر طوی نے بھی باوجود واس کے کہ محمد بن عبد اللہ کے ذریعے تاجیہ مقدسہ کی تو قیع کتاب الغیبة میں نقل کی ہے لیکن استبصار و تہذیب میں ایک بھی تو قیع درج نہیں کی ہے۔

انہیں یہ بھی نہیں سوچتا کہ اسحاق بن یعقوب کی تو قیع جسے سب (۲) نے متفق طور سے تاجیہ مقدس سے روایت کی ہے، اس تو قیع میں تین مسائل کے احکام میں جن میں کتب ار بجہ میں عنوان بنا یا گیا، لیکن اس تو قیع کے بغیر ہی استدلال کیا گیا ہے، اس استدلال میں ذرا بھی تو قیع کا اثر دکھائی نہیں دیتا۔

وہ تینوں مسائل حرمت مقام (جو کی شراب) شیعوں پر خمس کا حلال ہونا، مغفیہ کی اجرت سے متعلق ہیں۔ ان تینوں کا عنوان کافی (۳)، تہذیب (۴)، استبصار (۵) اور من لا حضرہ الفقیر (۶) میں قائم کیا گیا ہے۔ انہیں امام علی بن موسیٰ، امام جواد، امام ابو جعفرؑ سے مکاتبت کے ذیل میں روایت کیا گیا ہے۔

۱۔ کتاب الغیبة، ج ۲، ص ۲۱۳، ۲۸۲، ۲۵۸، ۱۸۲ (ص ۲۳۲-۲۸۲) (۲۷۲-۲۸۲)

۲۔ اکمال الدین، ج ۱، ص ۲۶۶ (ص ۲۸۲)، الغیبة، ج ۱، ص ۱۸۸ (ص ۲۹۰)

۳۔ کافی، ج ۱، ص ۲۶۱، ۲۲۵، ۲۲۵، ج ۲، ص ۷۶ (ج ۱، ص ۵۲۶، ۵۲۶، ج ۵، ص ۱۱۹، ج ۲، ص ۳۲۲)

۴۔ تہذیب، ج ۱، ص ۲۵۶-۲۵۹، ج ۲، ص ۲۵۶، ج ۳، ص ۱۳۲، ۱۳۲ (ج ۲، ص ۳۵۶، ۳۵۶، ج ۹، ص ۱۱۳)

۵۔ استبصار، ج ۲، ص ۳۲-۳۲، ج ۲، ص ۲۲، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۲، ص ۲۲-۲۲، ج ۵، ص ۲۱، ج ۳، ص ۹۳)

۶۔ من لا حضرہ الفقیر، ج ۲، ص ۱۳، ج ۲، ص ۵۲، ج ۲، ص ۵۲ (ج ۲، ص ۳۲۱، ۳۲۱، ج ۲، ص ۲۵-۲۵، حدیث ۱۶۵۲-۱۶۶۳، ج ۲، ص ۱۷۲)

حدیث ۳۲۸۹، ج ۲، ص ۳۱۹ (ص ۳۱۹، حدیث ۵۹۱۵)

لیکن امام مفتخر کی توقع میں کہیں ان کا تذکرہ نہیں۔ یہاں آلوی کے طعن سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کتب ارب عہد میں توقیعات کو درج نہ کرنے کا راز کیا تھا۔ ان مخصوص افتراءزوں کو بے پر کی اڑانے کا موقع مل جاتا۔

اب ذرا اس طعن و تشنیع کی زبان دراز کرنے والے سے پوچھا جائے کہ شیعوں نے کب توقیعات سے اپنا مہب اخذ کیا اور انہیں تعبدی حیثیت دی؟ کس نے اس بات کا اقرار کیا ہے؟ صدقہ کے پاس کب خطوط اور توقیعات تھیں؟

کب انہیں لکھا؟ کہاں روایت کی؟ اس کینے نے کیسے صدقہ پر کفر کا فتوی لگادیا۔ جبکہ وہ علم قرآن کے حامل، سنت نبوی پر عالم اور حق اور عالم دین کے ہادی تھے۔ ان با توں کو چھوڑ دیئے بھی کیا کسی شہادتین کا اقرار کرنے والے مسلمان کو جو خدا اور رسول، قرآن اور قیامت کا اقرار کرتا ہو، کفر کا فتوی جماڑا جا سکتا ہے؟ یہ کہاں کا ادب علم، ادب عفت، ادب کتاب اور ادب سنت ہے۔ شریفوں کو گالی بکنے کے بعد کیا اس کے پاس شرافت رہ جاتی ہے۔ پھر یہ کس نے بیان کیا کہ وہ درخت کے سوراخ سے توقیعات حاصل کرتے تھے۔ صدقہ نے کب پوچھا؟ کیا پوچھا؟ جس رات یادوں میں جواب حاصل کیا کس نے اس کی حکایت کی؟ رافضیوں کے یہاں کب اسے نبوت کے طور پر پیش کیا گیا کہ ان کی قوی ترین دلیل ہن سکے۔ سیلان اس ہواں کینے کا۔

تمام توقیعات کو علامہ مجلسی نے بخار الانوار کی تیر ہویں (۱) جلد کے کل بارہ صفحات میں جمع کر دیا ہے، کیا شیعوں کے تمام احکام کی پوچھی بھی بارہ صفحات ہیں۔ کیا ایک عظیم الشان مذہب کے ماذصرف بھی بارہ صفحات ہو سکتے ہیں۔ میں تو نہیں جانتا لیکن قارئین خوب جانتے ہوں گے۔

وہی لوگ تہمت لگاتے ہیں جنہیں آیات خدا پر ایمان نہیں۔ کاش ان گدھوں نے علی بن بابویؓ کی کامتن بھی نقل کر دیا ہوتا تا کہ امت اسلامی سمجھ جاتی کہ صرف وہی ایک خط ہے اور اس میں احکام کا تذکرہ نہیں ہے اما میر اس سے تمک کیا اختیار کریں گے؟! متن نامہ یہ ہے:

”علی بن حسین بن علی بن جعفر سے لکھوا یا حسین بن بن روح کو وہ امام زمانہ سے خواہش کریں کہ خدا اسے فرزند فقیرہ کرامت فرمائے۔“ جواب آیا کہ تمہیں اس زوجہ سے اولاد نہ ہوگی لیکن ایک دیلمی کنیت تھا ماری ملکیت میں آئے گی اور اس سے دوفقیرہ فرزند (ابو جعفر محمد۔ ابو عبد اللہ حسین) نصیب ہوں گے۔ (۱)

محمد بن جعفر حمیری کا خط بھی کتاب الغیۃ (۲) اور احتجاج (۳) میں نقل کیا گیا ہے وہ کل چار خط ہیں، ایک نو مسائل پر دوسرا پندرہ مسائل پر مشتمل ہے۔ اگر افترا پر داڑ کے پاس انصاف ہوتا تو سمجھ جاتا کہ شیخ نے ان مسائل کو تہذیب و استیصار میں درج نہیں کیا ہے اس کا شہرہ باطل کرنے کیلئے یہی کافی ہے۔ اس جاہل کو یہ بھی نہیں معلوم کہ کتاب احتجاج شیخ طوی کی نہیں بلکہ ابو منصور احمد طبری کی ہے۔ اس خبیث نے توقعات کو بخاطر انہمہ، مقام تعارض میں ترجیح وغیرہ کی بات کر کے صریحی فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ کتاب من لا محضر میں توقعات ہیں وہ ایک بھی توقع نہیں دکھا سکتا۔ فقط باب اول میں امام حسن عسکری کی ایک توقع ہے۔ اس جاہل نے امام زمانہ سمجھ لیا ہے جبکہ ابو محمد، امام حسن عسکری کی کنیت ہے، امام زمانہ (ع) کی کنیت ابو القاسم ہے (علام امینی نے یہاں پوری عبارت نقل کی ہے)۔

ان کے علاوہ ابوالعباس، حسین، احمد اور علی کے ناموں کی بات کی ہے جن کا کہیں اتنا پتہ نہیں۔ اصول و احکام کی بات تو الگ رہی۔ اگر اس گدھے کو ایک موقع بھی نظر آ جاتا تو وہ گہار مچاتا کہ خدا کی پناہ! اور عبد اللہ بن جعفر کی کنیت ابوالعباس ہے اور وہی قرب الانتاد کے مولف ہیں نہ کہ جعفر بن عبد اللہ۔ جیسا کہ اس جاہل نے گمان کیا ہے اور جعفر محمد جن کا پہلے نام لیا لیکن ان کی شناخت نہ کی ان کے علاوہ حسین و احمد یہ چاروں بھائی ہیں اور ابوالعباس کے فرزند ہیں۔

كتب شیعہ میں متذکرہ محمد بن عبد اللہ کے سوا کہیں بھی ان کی طرف منسوب ناموں کو نہیں دیکھا گیا۔ تاریخوں میں صرف ان مولفوں کے نام درج ہیں لیکن ان کی خط و کتابت کا کہیں وجود نہیں۔

۱۔ کتاب الغیۃ (ص ۲۰۸، حدیث ۲۶۱)

۲۔ کتاب الغیۃ، ج ۲، ص ۲۵۰-۲۵۲ (ص ۳۷۳-۳۸۳، حدیث ۳۳۵-۳۳۶)

۳۔ احتجاج (ج ۲، ص ۵۹۰-۵۶۲، حدیث ۳۵۷-۳۵۳)

یہ ہے احکام الشیعہ کے متعلق باطل دعویٰ کی حیثیت ایساں ضروری ہے کہ اس شخص کے جھل مرکب کی بھی نشاندہی کروی جائے۔ اکثر اس نے موسی بن مابویہ لکھا ہے صحیح موسی بن بابویہ ہے۔ ابوالقاسم بن ابی الحسین، ابوالقاسم بن حسین ہے۔

حرمت ہوتی ہے کہ یہ شخص جس قوم پر تقدیم کرنے بیٹھا ہے اس کے عقائد، تعلیمات، ناخذ، احکام، دلائل و افکار اور عقائد رجال یہاں سک کر خطوط کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتا، ان کی کتابوں سے بے خبر ہے، باپ اور بیٹے کے درمیان فرق نہیں کر سکتا۔ یہ بھی نہیں جانتا کہ کون پیدا ہوا اور کون ابھی پیدا ہمی نہیں ہوا۔ اس کے پاس ذرا بھی حیا و شرم ہوتی تو قلم سے اس قسم کی گندگی نہ اچھاتا۔

۔۔۔ چند عقائد شیعہ کے سلسلے میں زہرا گفتہ ہوئے اکثر کے متعلق جھوٹی نسبتیں دی ہیں۔ مثلاً یہ کہ یہ لوگ اکثر اصحاب رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔ چند کو چھوڑ کر یقینہ سب ہی کے متعلق کہتے ہیں کہ مرتد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اماموں پر وحی ہوتی تھی اور یہ کہ انہیں اپنی موت پر اختیار تھا۔ یہ لوگ تحریف قرآن اور اس میں کمی کے قائل ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جب بھی کسی مجلس میں امام زمانہ (ع) کا نام لیا جائے تو جو لوگ موجود ہوں سب کو احتراماً کھڑا ہو جانا چاہیے۔ یہ لوگ اکثر ضروریات دین کے مکر ہیں۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: ہاں اشیعہ تمام اصحاب رسول کو عادل نہیں سمجھتے وہ ان کے متعلق وہی کہتے ہیں جو قرآن و سنت میں ہے۔ آگے ہم اس موضوع پر بحث کریں گے۔ اس کے علاوہ اس نے جتنی باتیں کہیں ہیں سراسر جھوٹ اور افتراء ہے۔ اس شخص نے متعدد کے بارے میں بھی گستاخانہ باتیں کہی ہیں۔

علامہ عاملی نے متعدد کے بارے میں جو باتیں کہی ہیں ان کے متعلق کہتا ہے کہ یہ ان کی گمراہی کا کافی ثبوت ہے۔ ان لوگوں کے یہاں متعدد دریہ رانج ہے۔ اس کی ان لوگوں کے یہاں بڑی فضیلت ہے۔ اس میں کئی افراد ایک عورت کے ساتھ دادیش دیتے ہیں۔ اس طرح سے کہاں شخص اس عورت کو صبح سے دن چڑھے تک استعمال کرتا ہے۔ دن چڑھے سے ظہر تک دوسرا شخص، ظہر سے عصر تک تیرا اور

عصر سے مغرب تک چوچا شخص اور مغرب سے عشا تک پانچواں شخص اور عشا سے آدمی رات تک چھٹا اسی طرح آدمی رات سے صبح تک ساتواں شخص استعمال کرتا ہے۔ جو شخص اس قسم کے متعدد کو جائز سمجھتا ہو اس کے حیرت کی بات بھی نہیں کیونکہ اس نے اس کا نام الحصون المدعیہ (محکم قلعہ) لرکھا ہے۔

جواب:

متحده دور یہ یادو ا واضح فاشی کی نسبت شیعوں کی طرف دینا عظیم ترین تہمت ہے اسے سن کر دل لرز احتنا ہے۔ دل و دماغ شدید غم و غصہ کی زد میں آ جاتے ہیں۔ اگر وہ اپنی کسی کتاب کا بھی حوالہ دیتا تو ہم مان لیتے یا یہ بھی لکھ دیتا کہ میں نے کسی سے نا ہے کہ وہ شیعوں کے متعلق ایسی باتیں کہہ رہا تھا۔ یا میں نے نا ہے کہ شیعہ اس کے مرکب ہوتے ہیں چاہے وہ جاہل اور لا ابالی شیعہ ہی کے متعلق خبر ہوتی۔ لیکن کسی شیعہ کے متعلق ایسا ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکتا۔ سب سے پہلے اس کی نسبت قصہ می نے الصراع میں اسلامیں والوثقیہ میں دی دوسروں نے بھی اسی حقیقت سے اڑاکی ہے۔

کاش! شیعہ جانتے کہ یہ تحدی کی صورت کب رائج ہوئی؟ کس زمانے میں یہ عمل واقع ہوا ہے کس نے سب سے پہلے یہ نام رکھا؟ اور کیوں شیعہ کتابیں اس کی نشاندہی نہیں کرتیں؟ میرے خیال میں تو صرف اسی جھوٹے بدمعاش کے بیہاں اس کا وجود ہے۔ اس شہرے دور کو تو دور آلوئی کہنا چاہیے۔ کاش! اس شخص نے اس بارے میں شیعہ روایات کو بھی نقل کیا ہوتا۔ یہ تو صرف اس بدمعاش کی ذہنی اختراع ہے۔

علام محسن امین عاطلی، صاحب حصون مدعیہ کے متعلق اس کی نسبت کہ وہ اس نکاح دور یہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر ان کی کتنے کتابوں میں ان کا بیان ہے۔ کس موقع پر انہوں نے یہ بات کہی، وہ ابھی زندہ ہیں۔ وہ بلند ہمت بزرگان دین میں ہیں۔ رہبر امت اسلامی اور مصلح ہیں، کسی کمینے کا ان کی طرف نسبت دینا ان کی شخصیت کو داغدار نہیں کر سکتا۔

یہ تھیں ”النَّيْدُ وَ الشِّيْعَةُ“ کی افتر اپردازیاں۔ اگر چہ رسولہ بہت مختصر ہے لیکن اس کے عیوب بے شمار ہیں۔ ۱۳۲ صفحات کے اس رسائلے میں طوفان بد تیزی بے شمار ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْفُكُرِ عَصَبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَخْسِبُهُ شَرًا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ اُنْفُرٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلَّ إِلَيْهِ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾
”بیٹک جن لوگوں نے زنا کی تہمت لگائی وہ تم ہی میں سے ایک گروہ تھا تم اسے اپنے حق میں شرمند کھو جیتا ہے تو اور ہر شخص کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے خود کیا ہے اور ان میں سے جس نے بڑا حصہ لیا ہے اس کے لئے بڑا عذاب ہے۔“ (۱)

اسلام و بت پرستی کی معرکہ آرائی

تألیف: عبداللہ علی قصیٰ مقیم قاہرہ

یہ نام ہی مولف کی نفسیاتی حالت کا واضح ثبوت ہے، اس شخص نے سب سے بڑی اہانت تو یہی کی ہے کہ مسلمانوں کو بت پرست کہا ہے۔ جس میں لاکھوں افراد کی تعداد رہبروں، قائدوں، علماء، دانشوروں، مفسروں اور محدثوں کی ہے جو صرف دین خدا کی خدمت کر رہے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ شائستہ کردار صحابہ و تابعین کے نام کی مالا جیپتے ہیں۔

کیا اس نام گزاری سے اسلامی بھائی چارگی پیدا ہوگی؟ کیا جب اس قسم کی باتیں شائع ہوں گی تو بھر مسلمان ایک جمٹے تلتے جمع ہو سکیں گے؟ جی ہاں! انہیں باتوں سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہوتا ہے، تفرقہ پھیلی ہے نتیجے میں نظریاتی اختلاف ابھرتے ہیں اور بات جدال و قتال تک جا پہنچتی ہے۔

”مسلمانو! تم ان فتنہ اگریز ہنگاموں پر توجہ کئے بغیر امن و سلامتی اور برادری کی طرف آجائو کیونکہ شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان بعض وعداوت پیدا کرے، اس کی پیروی نہ کرو کیونکہ جو شیطان کی پیروی کرتا ہے وہ اس شخص اور شرمناک باتوں کا حکم دیتا ہے۔“ (۱)

۱۴۰۰ صفحات پر مشتمل اس کتاب میں دشام طرازی، اہانت، جھوٹی باتوں کی نسبت، مہمل گوئی اور جھوٹے الزامات کی بھرمار ہے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ ایک بدھے شیعہ کا طیفہ سنئے جس کا نام ”بیان“ تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ خدا نے اس آیت ﴿هذا

فديوب قرآن حدیث اور ادب میں ۲۲

بیان للناس میں اس کو مراد لیا ہے۔ اسی طرح دوسرے کاتاًم ”کف“ تھا، آیت ۲۲ و ان یرووا کسفامن السماء کے متعلق وہ اور اس کے یار و احباب سمجھتے تھے کہ اسی کو مراد لیا گیا ہے۔ (۱)

جواب:

یہ اگلوں کے چبائے لقے ہیں جنہیں ابن تیمیہ نے تاویل الحدیث (۲) میں نقل کیا ہے، یہ محض افسوسی تہمت ہے جس کا خارج میں کہیں وجود نہیں۔ اپنی پریشان خیالی کو متعصباً رنگ میں پیش کر دیا ہے۔ ابن تیمیہ، جاخط و خیاط جیسے لوگ شیعوں کے متعلق اس قسم کی مٹھکے خیز باتیں کرتے ہی رہے ہیں۔ قصہ میں نے انہیں دس صدیوں بعد نئے رنگ میں پیش کر دیا ہے تاکہ شیعہ بد نام ہوں۔

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَذْرًا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْسِي بَغْضَهُمْ إِلَىٰ بَغْضِ رُخْرُوفِ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلُؤْ شَاءِ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَلَذِرُهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ﴾ ”تم ان کی خواہشوں کی بیروتی نہ کرو وہ پہلے بھی لوگوں کو گراہ کرتے رہے اور اب بھی اکثر لوگوں کو گراہ کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ خود بھی راوحت سے بسلکے ہوئے ہیں انہیں چھوڑ دیجی، یا افتر اپردازی کرتے ہیں۔“ (۳)

بالفرض اگر یہ دونوں آدمی بیان و کشف کا خارج میں کہیں وجود بھی ہو تو کیا اس سے کوئی شرعی احتجاج و دلیل کا جواز پیدا ہوتا ہے؟ کیا کسی مذہب کے عقائد پر ان تاویل ان افراد کی حرکتوں سے استدلال کیا جاسکتا ہے؟

۲۔ اعتراض:

امیر ٹکیب ارسلان نے کتاب حاضر الاسلام میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایک معزز اور دانشور شیعہ سے ملاقات کی۔ وہ شیعہ عربوں کا گزر دشمن تھا۔ عربوں پر شدید نکتہ چینی کر رہا تھا اور حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کی اس قدر مرح سرائی کر رہا تھا کہ اسلام اس کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ امیر ٹکیب نے حیرت سے

۱۔ المراجع بين الاسلام والوثنية، ج ۱، ص ۳ اور ص ۵۳۸

۲۔ تاویل مختلف الحدیث، ص ۷۸ (ص ۸۵)

۳۔ انعام ۱۱۲

پوچھا: عربوں کی شدید نفرت کے ساتھ حب علی ﷺ کیسے جمع ہو سکتی ہے کیا علی اور اولاد علی عربی نہیں تھے؟ اپاک وہ شیعہ ناصیبی ہو گیا۔ علی کی دشمنی اور عربوں کی نیز اسلام کی نفرت میں شرمناک باتیں کرنے لگا۔ (۱)

جواب:

یہ خرافاتی باتیں امیر ٹکلیب کی ذہنی پستی کی نشاندہی کرتی ہیں۔ کیونکہ اس نے ایسے شخص کو معزز اور داشتمند بتایا ہے جو زرادی میں محبت کی انتہائی منزوں پر پہنچ جاتا ہے۔ بغیر جانے بوجھے کہ وہ کون لوگ تھے۔ کیا کوئی مسلمان ایسا ہے کہ جو یہ نہ جانتا ہو کہ محمد و آل محمد عرب کے بزرگ ترین فرد میں تھے، امیر ٹکلیب نے اس سے یہ نہ کہہ کر بڑا احسان کیا کہ رسول خدا جس کی وجہ سے عترت کو یہ کرامت نصیب ہوئی، وہ بھی عرب تھے ورنہ وہ شخص مجوسی ہو جاتا۔ اس شخص کی سرعت انتقال کو امیر ٹکلیب کا بیسویں صدی کا مجرزہ ہی کہہ سکتے ہیں۔

یہ تو اس وقت صحیح ہو گا جب ہم قسمی کو نقل بیان کے معاملے میں سچا سمجھیں حالانکہ امیر ٹکلیب کی کتاب حاضر العالم الاسلامی کی اصل عبارت یوں ہے:

”میں نے ایک بار شیعوں کی بلند مرتبہ اور داشتمند فرد سے ایران میں گفتگو کی۔ میری بات عرب و عجم کے مسئلے پہنچ گئی۔ بات غلوکی اس حد پر پہنچ گئی جیسے وہ کتاب طبع کرا رہا ہو، اس کا آغاز جملہ ”ہو العلی الغائب“ کا تھا۔ میں نے دل میں کہا: بلاشبہ یہ شخص الہ بیت سے غلو میں یہ ضرور جانتا ہے کہ وہ عربی تھے۔ ایسی صورت میں عربوں سے نفرت کیسے رکھے گا جبکہ جانتا ہے کہ الہ بیت عربی انہل تھے، کیونکہ بیک وقت نفرت و محبت ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ خدا نے کسی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے ہیں لیکن میرا خیال غلط ثابت ہوا جیسے ہی میں نے عرب و عجم کی بحث چھیڑی، وہ عجم کی طرف داری کرنے لگا۔ اپنی پچھلی غلوکی کیفیت کو نظر انداز کر گیا جو علی اور آل علی سے تھی۔ وہ ترکی زبان میں دہازا: ایران اسلامی حکومت نہیں، وہ ایسی حکومت ہے جس نے دین اسلام قبول کیا ہے۔ (۲)

۱۔ الصراع میں اسلام والوثقیہ، ج ۱، ص ۱۳۔ ۲۔ حاضر العالم الاسلامی، ج ۱، ص ۱۶۲۔

پڑھئے اور تھی کی خیانت پر سر پیٹئے۔ جو شخص اپنوں کے حوالہ جات نقل کرنے میں اس قدر خیانت کرتا ہے، وہ اپنے دشمن مسلم کے حوالہ جات نقل کرنے میں کس قدر گستاخ ہو گا...؟
 قارئین جانتے ہیں کہ امیر ٹکیب نے شیعہ داشمنہ کا فقرہ "ہو العلی الغائب"، نقل کرنے میں غلوسے کام لیا ہے کیونکہ وہ جملہ "ہو العلی الغائب" ہو گا جو شیعوں کے ازحد محبت کی علامت ہے۔
 ہو العلی الغائب تو عام طور سے سر نامہ تحریر ہوتا ہے جیسے بسم اللہ الرحمن الرحيم، ہو الواحد الاحمد۔

ہر شخص جانتا ہے کہ شیعہ دشمن عرب نہیں۔ وہ دل سے عرب اور عربی سے عقیدت رکھتے ہیں کیونکہ خیبر اکرم ﷺ عربی تھے، قرآن عربی زبان میں ہے، شیعہ احادیث تمام کی تمام عربی میں ہیں، شب و روز وجود عائیں پڑھتے ہیں سب عربی میں ہیں، شیعوں کا دین، عشق و جذب، مذہبی شور و شوق، ولاء و علاقہ، اخلاق و کردار تمام کا تمام عربی اور صرف عربی ہے۔

ہاں! شیعہ ان ہوں کیش عربوں سے نفرت رکھتے ہیں جنہوں نے حقوق خداوندی کو کورے سکون میں نیچ ڈالا، عترت رسول اور ائمہ و میم پر ظلم کے پھاڑ توڑے اور عربی مزاج سے خیانت کی۔ وہ عقیدہ تمام شیعوں کا یکساں طور سے ہے چاہے وہ عربی ہو یا عجمی ہو۔

لیکن بعض ارباب ہوں، لوگوں کو سمجھاتے رہتے ہیں کہ شیعہ ایک ایرانی تحریک ہے جو عربوں سے نفرت رکھتی ہے۔ اس طرح وہ معاشرے میں نفرت و فساد کی فضا پیدا کرتے ہیں۔

۳۔ اعتراض:

جس زمانے میں روس نے حکومت عثمانی پر نیچ پائی شیعوں نے طاق نفرت بھرا، خوشیاں منا کیں، تمام ایرانی شہروں میں پرچم شادمانی ہمراۓ گئے۔ (۱)

جواب:

یہ بات بھی آلوی کا چبایا ہوا القہم ہے۔ قصہ میں نے اسے نئے ڈھنگ سے پیش کیا ہے، اکثر اگلوں کی

جنہ باتی تے پچھلے لوگ حلق میں اتارتے رہے ہیں۔

۲۔ اعتراض:

علیٰ اور اولاد علیٰ کے متعلق شیعوں کا وہ عقیدہ ہے جو حضرت عسکریؑ کے بارے میں عیسائیوں کا ہے۔ مثلاً وہ حلول کے قائل ہیں، ان کی تقدیمیں اور مجرمات کے متعلق خیالات، ختنیوں میں ان سے استغاثہ اور مد طلب کرنا، ان کی طرف شوق و خوف میں پوری کیسوئی۔ جو شخص بھی حضرت علیٰ اور امام حسینؑ کے روضوں کو دیکھنے گا وہاں بخف و کربلا میں شیعوں کے حالات اور ان کے اعمال کا مشاہدہ کرے گا۔ وہ میری بات کی تائید کرے گا کہ جو کچھ میں نے کہا، وہ کم ہی ہے۔ اس وجہ سے شیعہ ہمیشہ سے اہل توحید کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی ہیں، آئندہ بھی رہیں گے۔ (۱)

جواب:

شیعوں کی طرف سے عقیدہ الوہیت کی نسبت یا حلول کا عقیدہ تو قطعی غلط ہے، ہمیشہ کے عقائد کی کتابیں موجود ہیں جن میں ایسے لوگوں کے کفر اور ارتداد کا فتویٰ ہے، تمام فقہی کتابوں میں ایسے لوگوں کی نجاست کا حکم ہے۔

لیکن تقدیمیں و مجرمات کا عقیدہ قطعاً غلوٰ ہیں کیونکہ تقدیمیں تو اس بات کی ہے کہ ان کا مولد پاک اور وہ تمام معاصی و رذائل سے پاک ہیں اور یہ عصمت کی شرط ہے اور تمام ائمہ مخصوص ہیں۔

اب رہنمی مجرمات کی بات تو جو بھی دعویٰ کرے گا اس کے پاس اوراء فطرت طاقت ہوئی چاہیے ایسا شخص یا رسول ہوتا ہے یا امام۔ اسے فطرت کا مجرہ دکھانا چاہیے اور حقیقت میں امام کا مجرہ رسولؐ کے مجرے کی طرح ہے جس سے ان کے نمائندہ اللہ ہونے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے لوگوں کا دل مطمئن ہوتا ہے۔ جدت تمام ہوتی ہے نتیجے میں لوگ طاعت سے قریب اور مصیبت سے دور ہوتے ہیں نیز خدا پر بھی لازم ہے کہ مسیلمہ کذاب جیسے لوگوں کو رسوا کرنے کیلئے اپنے نمائندوں کو مجرمات عطا کرے تاکہ جھوٹوں کا دعویٰ باطل ہو۔ علم کلام میں اولیاء کی کرامات سب ہی مانتے ہیں۔ فلاسفہ کی بحث

۱۔ المراجع میں الاسلام والوثقیۃ، ج ۱، ص ۱۹

یہاں ذکر کرنے کی مجاز نہیں۔ اگر یہ اولیاء کے لئے صحیح ہے تو الہی نما بندوں کے لئے یہ نکر صحیح نہ ہوگا۔ اہل سنت کی کتابوں میں اولیاء کی کرامات بھرپوری پڑی ہیں۔ مولانا علی کی کرامتوں کو سب ہی مانتے ہیں۔

انہم سے استغاش یا ان کی طرف توجہ یہ سب کچھ صرف اس لئے ہے کہ ہم انہیں خدا تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں تاکہ ان کے واسطے سے ہماری دعائیں قبول ہوں۔ انہیں خدا کا تقرب حاصل ہے نہ یہ کہ وہ خود حاجت پوری کرنے میں موثر ہیں۔ وہ صرف فیضان خداوندی کا واسطہ ہیں۔ خود بندوں کے درمیان رابطہ و اتصال کا ذریعہ ہیں۔ یہ حکم کلی تمام اولیاء صالحین کے لئے ہے اگرچہ تقریب کے درجات مختلف ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ جو بھی انہیں واسطہ بنا کر دعا مانگتا ہے وہ انہیں بذات خود موثر نہیں سمجھتا۔ مشاہد مقدسہ میں زاروں کی دعائیں اور وظائف بھی اسی توسل کی قسم ہیں۔ ان باتوں سے عقیدہ توحید متاثر ہونے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ انہیں اہل توحید سے کب دشمنی رہی ہے؟

﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكُلْبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾
ان کی تہتوں کو نظر انداز بھی کرو۔ سوائے اُس کے کچھ نہیں کہ تہمت وہی لوگ دھرتے ہیں جنہیں آیات خدا پر ایمان نہیں اور وہی جھوٹے ہیں۔ (۱)

۵۔ اعتراض:

شیعہ معتزلہ کی بیرونی میں روز قیامت، دیدار خدا کے مکر ہیں۔ اس کے صفات فعل کے مکر ہیں اور شبہات تمام کے تمام باطل ہیں کیونکہ اہل حدیث اور اہل سنت کے تمام ائمہ ارجاع ان امور پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ خدا ہر چیز کا خالق ہے۔ یہاں تک کہ ان کے افعال کا بھی خالق ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ خداوند عالم کا روز قیامت دیدار ہوگا۔ حریت کی بات ہے کہ شیعہ تشییہ کے خوف سے ان باتوں کے مکر ہو کر حلول تشییہ صریح، انسان کی خدائی، خدا کے ناقص صفات کی توصیف کے قالی ہیں اس لئے اہل سنت انہیں بدمعنی اور ہدایت سے دور سمجھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان صفات کے عقیدے پرختی سے اڑے ہوئے ہیں۔ (۲)

جواب:

یہ شخص خدا اور اس کے صفات کے بارے میں اب تک تیہیہ اور اس کے شاگردابن قیم کی پیروی کر رہا ہے۔ ان دونوں کا مذہب ہمیشہ موروث طعن رہا۔ شرح مواہب (۱) میں زرقانی کہتے ہیں کہ یہ شخص خدا کے جسم اور اس کی جہت کا قائل ہے۔ زرقانی کے مطابق عنادی کہتے ہیں کہ بلاشبہ یہ دونوں بدعتی ہیں۔ اور قسمی ہے کہ ان دونوں کے عقائد کا احترام کر رہا ہے۔ وہ خدا کی جہت کو واضح طور سے مان رہا ہے۔ میں اس کے قاسد عقیدے پر تقدیم نہیں کروں گا۔ قارئین کتب فریقین میں ان کے مہلات ملاحظ کر سکتے ہیں، میں تو یہاں قسمی کی تہتوں پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔

ایسی بات نہیں ہے کہ شیعہ حضرات معزز لہ کی پیروی میں دیدار خدا کے مکر ہیں بلکہ وہ برہان و دلیل سے اس بات کے قائل ہیں۔ شیعہ عقیدہ حلول و تشییہ سے مبرأ ہیں۔ وہ کسی انسان کو بھی الوہیت کا درجہ نہیں دیتے نہ خدا کے صفات میں نقش کے قائل ہیں۔ نہ صفات ثبوتیہ کے مکر ہیں بلکہ شیعہ تو کہتے ہیں کہ جو بھی ان باقوں کا قائل ہو وہ کافر ہے، شیعہ علم کلام کی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں۔ یہ شخص ایک بھی ثبوت دکھانہیں سکتا اگر ثبوت پایا جاتا تو وہ گہار مچاتا کہ خدا کی پناہ!

ہاں! شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ صفات خداوندی میں ذات ہیں۔ یہ باقی کتب کلام میں درج ہیں۔ اب رہ گئے بندوں کے افعال تو اگر وہ تخلوق خدا ہوتے۔ بندے اپنے افعال پر مجبور ہوتے تو ان افعال پر خدا کا وعدہ وغیرہ سب بے معنی ہو کر رہ جاتا۔ علم کلام کا یہ انتہائی مشکل مسئلہ ہے۔ علماء نے اس پر بڑی بحث کی ہے، بندوں کا اپنے افعال میں مجبور ہونے کا عقیدہ رکھنے سے خدا پر ظلم لازم آتا ہے۔ اس سلسلے میں قسمی کے دلائل لچر اور پوچ ہیں۔

سنیوں نے جوشیوں اور معززیوں کو کافر کہا ہے۔ یہ کوئی خنی بات نہیں ہے پہلے بھی انہیں بدعتی اور کافر کہا جاتا رہا ہے۔

۶۔ اعتراض

شیعہ کہتے ہیں کہ تمام فرزندان رسول پر آتش جہنم حرام ہے، وہ ہر برائی سے معصوم ہیں۔ منہاج الشریعہ میں ہے کہ خدا نے تمام اولاد فاطمہ (س) پر آتش دوزخ کو حرام قرار دیا ہے جس سے یہ فضیلت شروع میں فوت ہو جائے مرنے سے قبل وہ اس بات کا موافق ہو جاتا ہے۔ پھر ان سب کی شفاعت کی جائے گی۔ اعیان الشیعہ میں ہے کہ فرزندان رسول گناہ نہیں کرتے قیامت تک ان سے گناہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ (۱)

جواب:

شیعہ عصمت کو صرف بارہ جانشینان رسول اور فرزندان فاطمہ (س) سے مخصوص سمجھتے ہیں۔ خدا نے انہیں آئی تطہیر کے ذریعے یہ حد صرف پیغمبر کے زیب تن کیا ہے جن میں کی ایک فرد خود رسول اعظم ہیں اس پر عقلی دلائل موجود ہیں تمام شیعہ اور سنی علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ جہاں بھی لفظ موسوم استعمال کیا جائے خواہ کسی عہد میں استعمال کیا جائے اس سے مراد یہی بارہ تن ہوتے ہیں حالانکہ کچھ خانوادہ رسول کی شخصیتیں ایسی بھی گزری ہیں جن سے عمر کے کسی حصے میں گناہ سرزد نہیں ہوا لیکن شیعہ انہیں معصوم نہیں سمجھتے۔

اس شخص نے صاحب منہاج الشریعہ کا جو حوالہ دیا ہے اس میں کہیں بھی عصمت کا اشارہ نہیں ملتا۔ بلکہ اس کے خلاف کی وضاحت ہوتی ہے۔ اس سے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اہل بیت میں بعض ایسے ہیں جن سے یہ فضیلت فوت ہو جاتی ہے پھر قبل وفات بذریعہ توبہ حاصل کر لیتے ہیں، اس کے بعد شفاعت کے ذریعے۔ انہیں معصوم نہیں کہا جاتا بلکہ یہ امتیاز اس مومن کیلئے ہے جو توبہ کر لے اور ذریت رسول کے لئے یہ چیز ہر وقت حاصل ہے۔

قطلانی نے مواہب میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ رسول نے بذریعہ الہام ولادت سے پہلے ہی فاطمہ (س) کا نام رکھا۔ کیونکہ خدا نے ان پر اور ان کی ذریت پر آتش دوزخ کو حرام قرار دیا ہے۔ (نظم کے معنی روکنے ہیں۔ اسی سے کہا جاتا ہے: بچے کو دودھ سے روک دیا گیا) ان کو اور ان کے

دونوں فرزندوں کو مطلق طریقے سے آتش دوزخ سے روک دیا گیا ہے۔ لیکن فاطمہ کی دوسری اولاد کو بخارا طریقہ جہنم سے روکا گیا ہے اور یہ بات دراصل رسول اکرم ﷺ کو بشارت سے مطابقت رکھتی ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ تمام مسلمانوں کا انجام بغیر ہوگا۔ اس کی نظیر شریف سہودی کی وہ روایت ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ جو لوگ مدینہ میں مرتے ہیں اس کی رسول ہر حال میں شفاعت کرتے ہیں یا پھر یوں کہا جائے کہ خداوند عالم احترام فاطمہ میں گنگواروں کو بخچے گا اور انہیں توبہ نصوح سے موفق فرمائے گا تاکہ وقت مرگ توبہ سے سرفراز ہوں۔ (۱)

نائلی (۲) و خلیف (۳) روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ کا نام فاطمہ اس لئے ہے کہ خدا نے انہیں اور ان کے دوستوں کو جہنم سے روک دیا ہے۔

یہ روایت اصل میں تمام ان مسلمانوں کو بشارت ہے تاکہ وہ فاطمہ کو دوست رکھتے رہیں۔ اس میں گذشتہ تاویلات کا مفہوم شامل ہے۔

ایک روایت ابو قیم اور خلیف کی ہے۔ امام علی بن موسی رضا علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اس حدیث کا کیا مطلب ہے: ان فاطمہ احصنت فرجها محرومہا اللہ و ذریتها علی النار ”فاطمہ نے اپنی عفت کا حفظ کیا اس لئے خدا نے ان پر اور ان کی ذریت پر جہنم کو حرام قرار دیا۔“

آپ نے فرمایا: اس میں مقصود ذریت حسن و حسین ہیں؟

آپ سے ایک روایت اور بھی نقل ہوئی ہے جس میں آپ نے اپنے بھائی زید کو سرزنش فرمائی کہ تم نے ما مون سے بغاوت کیوں کی۔ پوچھا: تم رسول خدا کو کیا جواب دو گے؟ کیا تمہیں اس حدیث نے معزز ہنا دیا ہے کہ: ان فاطمہ احصنت فرجها۔

سچھ لوکہ اس حدیث سے مراد وہی لوگ ہیں جو فاطمہ کے لطف سے پیدا ہوئے۔ ہمارے اور

۱۔ المواهب اللددینیہ (ج ۲، ص ۶۲) شرح المواهب، ج ۲، ص ۲۰۳، تاریخ ابن عساکر (ج ۵، ص ۲۶، نومبر ۱۷۴۲)

۲۔ تتم الشیخ (۲۵۹، نومبر ۱۷۴۲)

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۳۱

یا ایسی بات کے قائل ہیں جو دین حنفی کی بنیادوں کے مخالف ہو۔ کیا وہ ابن حجر زرقانی جیسے لوگوں پر بھی وہ اسلام نگاہ سکتا ہے جو شیعوں پر لگایا ہے۔ انہوں نے ذریت فاطمہ کے متعلق جوابات کی ہے، کیا وہ بھی تمام اولاد فاطمہ کی عصمت کے قائل ہو گئے۔ جو حملہ شیعوں پر کیا ہے ان پر بھی کر سکتا ہے؟

خدا کے فضل و احسان سے بعد نہیں کہ وہ گناہوں پر پیشائی کے بعد لوگوں پر عنایت فرمائے پھر انہیں شفاعت سے سرفراز فرمائے یہ بات کسی طرح بھی قانون عدل اور مسلمانوں سے مخالف نہیں کرتی کیونکہ اس کی رحمت غصب پر برتری رکھتی ہے اور اس کی رحمت سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس عقیدے کی توصیف سے تاکید ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ مصلحت خیز و عقیدہ ہے جس میں تمام صحابہ کو عادل کہا گیا ہے حالانکہ قرآن میں اکثر جگہوں پر ان کے ارتداد و نفاق ان کی سرزنش کی ہے۔ کتب صحاح میں اس مضمون کی بہت سی احادیث بھی ہیں۔

بعض اصحاب رسول کو قیامت میں باعیں طرف لے جایا جائے گا۔ رسول فرمائیں گے: میرے اصحاب، میرے اصحاب۔ آپ سے کہا جائے گا: انہوں نے آپ کے بعد دین سے برٹشی اختیار کی تھی، مرتد ہو گئے تھے۔

دوسری سمجھی حدیث ہے: تم میں سے اکثر کو مجھ سے جدا کر دیا جائے گا۔ میں کہوں گا: خدا یا! یہ میرے اصحاب ہیں۔ کہا جائے گا: تم نہیں جانتے تمہارے بعد انہوں نے کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔ تیسرا حدیث ہے: میں کہوں گا: یہ میرے اصحاب ہیں۔ کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کیں۔

چوتھی حدیث ہے: میں کہوں گا: یہ مجھ سے ہیں۔ جواب ملے گا: آپ نہیں جانتے آپ کے بعد انہوں نے احداث کئے۔ میں کہوں گا: افسوس ان پر جو میرے بعد میری سیرت بدل دی۔ پانچویں حدیث ہے: میں کہوں گا: خدا یا! یہ میرے اصحاب ہیں۔ خدا کہے گا: تم نہیں جانتے یہ تمہارے بعد مرتد ہو گئے تھے۔

چھٹی حدیث ہے: جس وقت میں کھڑا ہوں گا اچانک ایک گروہ جسے میں پہچانتا ہوں گا، باہر نکل کر

کہے گا: جلد آئیے، میں کہوں گا: کہاں؟ کہے گا: بخدا! جہنم کی طرف۔ میں کہوں گا: انہیں جہنم کی طرف لئے جا رہے ہو؟ کہے گا: یہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ اسی طرح دوسرا گروہ نٹلے گان کے لئے بھی کہا جائے گا کہ آپ کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ الاش عمل النعمة بھولے بھکنے اونٹ کی طرح جو چرتے پڑھتے ہیں۔ (۱)

سلطانی اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ نجات یافتہ بہت کم ہوں گے، زیادہ تر اصحاب کافر اور معصیت کار ہوں گے۔ (۲)

ان باتوں کو جانے دیجئے۔ آپ جانتے ہیں کہ صحابہ کے درمیان باہم دشمنی و عناود، اختلافات، جنگ و جدال، کہیں موجود تھے جو ان کی حماقت کا صاف ثبوت ہے آخراً انہیں کون سی فضیلت حاصل تھی کہ ان باتوں کے باوجود موروث فضل الہی ہوں گے۔

ای شخص نے علامہ امین عاطلی کی عبارت (۳) میں جو کتر بیونت اور خیانت کی ہے، اسے واضح کرنے کیلئے میں ان کی عین عبارت ہی پیش کر رہا ہوں۔ ان کی طرف فاحش نسبت دے رہا ہے کہ وہ تمام ذریت پیغمبر کا عقیدہ رکھتے ہیں حالانکہ وہ اس کے برخلاف تصریح کر رہے ہیں۔ حدیث ثقلین کے اسناد مسلم و احمد جیسے محدثین و حفاظات سے نقل کر کے فرماتے ہیں:

”یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل بیت گناہ و خطاء سے محروم تھے۔ کیونکہ پڑھے چلتا ہے کہ جس طرح قرآن نقلین کا ایک جزو ہے اسی طرح اہل بیت بھی جزو ہیں (۲) یہ دونوں عصمت میں برابر ہیں۔

۲- ارشاد اساری، ج ۹، ص ۳۲۵ (ج ۱۳، ص ۶۸۶)، حدیث ۷۴۶

٣- اعيان الشيعة، ج ٣، ص ٤٥ (ج ١، ص ٣٧٠)

^{۳۷}- اپنی ہارک فیکم اشکین اور لٹھی چین کتاب اللہ و عترتی اہل بیتی، حدیث ٹھکین کے نام سے مشہور ہے (صحیح مسلم، ج ۵، بی ۲۷۴)۔

^{٣٢} كتاب فضائل الصحابة، منداحم، ج ٣، ص ٣٨٨، حدیث ١٠٧٤٢، ١٠٧٣٧، ١٠٧٣٦، حدیث ٣٩٢، حدیث ١٨٧٨٠، ج ٦، ص ٣٩٢.

(٢٣٢، ٦٨، ٣١٠ وغیره)

ان سے تمک قرآن سے تمک کے برابر ہے۔ اگر ان سے گناہ ممکن ہوتا تو تمک کا حکم نہ دیا جاتا کیونکہ ان کے گفتار کو جنت قرار دیا گیا ہے۔ ان سے تمک پر جب گمراہی نہ ہوگی جس طرح قرآن سے تمک گمراہی نہ ہوگی۔ اگر ان سے گناہ یا اشتباہ کا امکان ہوتا تو ان سے واپسی باعث گراہ ہوتی۔ ان کی پیروی باعث ہدایت و نورانیت ہے۔ جس طرح قرآن کی پیروی ہدایت و نور ہے۔ اگر یہ معصوم نہ ہوتے تو ان کی پیروی گمراہی کا سبب بن جاتی۔ یہ جل تین ہیں جو آسمان سے زمین تک کھنچی گئی ہے اسی طرح قرآن ہے۔

یہ قرآن سے جدا بھی نہیں اور قرآن بھی ان سے جدا نہیں، اگر یہ گناہ کے مرتكب ہوتے تو قرآن سے جدا ہو جاتے اور قرآن ان سے جدا ہو جاتا۔ حالانکہ حدیث کی روشنی میں ایک لمحے کی بھی علیحدگی ناممکن ہے کیونکہ جو شخص اپنے کو ان کی بارگاہ میں پیش کرے انہیں اپنا امام سمجھے یا کوتاہی کر کے دوسرے کو اپنا امام سمجھے لے یا ایسا ہوگا جیسے کوئی شخص قرآن کو چھوڑ کر دوسری کتاب اپنالے۔ ان کے مخالف کی پیروی بھی ناجائز ہے۔ انہیں کچھ بتانا یا ان کی باتوں کو درکرنا بھی ناجائز ہے۔ حالانکہ اگر یہ جاہل ہوتے تو ان کی پیروی بھی ناجائز ہوتی اور انہیں بتانا و سکھانا بھی ناجائز ہوتا۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں ان کی ایک فرد موجود ہوگی کیونکہ رسول نے :لن یفتقرا حتی یردا علی الحوض ” یہ ہرگز جدانہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں ”۔ (حوض کوثر کے پاس اصل میں دنیا کے اختتام کا کنایہ ہے پس اگر کوئی زمانہ ان کے وجود سے خالی ہو تو یہ حدیث پچی ندرہ جائے گی کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس وارد ہوں گے)۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو یہ بھی ثابت ہوا کہ اس حدیث سے تمام بندی ہاشم مراد نہیں ہو سکتے بلکہ اس سے مراد وہی لوگ ہوں گے جو فضیلت و علم و زہد و تقویٰ میں ممتاز ہیں اور وہ صرف بارہ امام ہی ہو سکتے ہیں جو ذریت جناب فاطمہ زہرا ہیں کیونکہ یہ بات مسلسلہ ہے کہ ان کے علاوہ کوئی بھی معصوم نہیں۔ دوسروں میں عصمت دیکھی ہی نہیں گئی۔ علاوہ اس کے تمام بندی ہاشم سے اکثر گناہ صادر ہوا۔ وہ جاہل بھی تھے دوسرے لوگوں سے ممتاز بھی نہ تھے اس لئے وہ شریک قرآن نہیں ہو سکتے۔ بنابریں اس حدیث سے

بعض نبی ہاشم مراد ہیں سب نہیں اور وہ حضرات صرف انکے مخصوصین ہیں۔ اور یہ جو زید بن ارقم نے کہا ہے کہ اس سے مراد تمام نبی ہاشم ہیں اگر یہ قول زید بن ارقم کا صحیح سند سے ثابت ہو جائے تو اگرچہ یہ قول ان کا باطل بھی ہے اس کے باوجود کہا جائے گا کہ ان کی پیروی کرنا واجب کہاں ہے؟“

ذرا اس روشنی کے عہد میں خیانت پر سرد ہٹنے، ہٹنے اور زندہ باد کہیے۔

۷۔ اعتراض:

ایک مصیبت یہ بھی ہے کہ شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت علیؑ محشر میں لوگوں کی تلقینی کے وقت دوستوں کو حوض کوثر سے سیراب کریں گے اور وہ جہنم تقسیم کریں گے۔ جہنم ان کی اطاعت کرے گی اور جس کو چاہیں گے جہنم سے نکال لیں گے۔ (۱)

جواب:

میں نے دوسری جلد میں بہت سے حافظ و محدثین کی روایات نقل کی ہیں۔ جس میں اکثر کو صحیح کہا گیا ہے اور اکثر کی تائید کی گئی ہے۔ اس بنیاد پر صرف یہ شیعوں کا ہی عقیدہ نہیں ہے بلکہ ائمہ اہل سنت بھی اس کے قائل ہیں لیکن قسمی کو ان احادیث کی خبر نہیں یا علی سے دشمنی و عناد ہے اس لئے اس عقیدے کو شیعوں کی آفت قرار دے رہا ہے۔

دوسری حدیث: قسم النار بھی شیعوں کی آفت نہیں بلکہ تمام اہل سنت کے علماء نے علیؑ کی اہم ترین فضیلت شمار کیا ہے، حافظ ابو الحاق، اعشش، موسیٰ نے عبایہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے علماء کو فرماتے سن: انا قسم النار يوم القيمة اقول خدمی زا وزری ذا“ میں قیامت میں جہنم تقسیم کروں گا۔ میں کہوں گا اسے لے اور اسے چھوڑ دے۔“ (۲)

اس حدیث کے بارے میں محدث منصور طوی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حبل سے سوال ہوا۔ ایک

۱۔ الصراحتین الاسلام والوثنية، ج ۲، ص ۲۱۔

۲۔ شرح تحقیق البلاغ ابن الہبید، ج ۱، ص ۲۰۰ (ج ۲، ص ۲۶۰، خطبہ ۳۵) تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۲۷۱، نمبر ۷۸)

شخص نے ان سے پوچھا: اے ابو عبد اللہ علی کے ارشاد: ”انما قسم النار“ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

احمد نے کہا: اس میں انکار کی کیا گنجائش ہے؟ کیا رسولؐ سے یہ روایت نہیں ہے کہ فرمایا: تم سے مومن عی الافت رکے گا اور منافق عی دشمنی رکے گا۔ ہم نے کہا: میں ہاں بیہد حدیث ہے۔ پھر پوچھا: مومن کہاں رہے گا، ہم نے کہا بہشت میں۔ پوچھا: منافق کہاں رہے گا: ہم نے کہا: جہنم میں۔ فرمایا: اس لئے علی جہنم کے تقسیم کرنے والے ہوئے۔

یہ طبقات احمد اور کفایہ تجھی (۱) میں بھی موجود ہے۔ کاش قسمی کو یہ معلوم ہوتا۔

رسول خدا تعالیٰ نے حضرت علیؓ سے فرمایا: انت قسم الجنة و النار يوم القيمة نقول النار هذالی و هذالک. انہیں الفاظ کو ابن حجر نے صوابع میں روایت کیا ہے۔ (۲) چنانچہ اصحاب میں یہ بات مشہور تھی اسی لئے حضرت علیؓ نے روز شوری فرمایا: انشدد کم الله“ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں بتاؤ، کیا تم میں کوئی میرے علاوہ ایسا ہے جس کے متعلق رسولؐ نے فرمایا ہو کہ تم قیامت میں جہنم تقسیم کرو گے۔ سب نے کہا: خدا گواہ ہے، نہیں۔

اس احتجاج کے قائل تمام عظیم علماء اہل سنت تھے۔ بقول صوابع، دارقطنی نے اسے نقل کیا ہے۔ ان ابو الحدید اس احتجاج کو لکھ کر کہتے ہیں: علیؓ کے حق میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔

ابو عبیدہ ہروی“ اجمعین الغریبین“ میں لکھتے ہیں: انہے ادبیات نے اس کی روایت کی ہے اور مفہوم کی شرح کی ہے کہ جبکہ ان کا دوست جنتی اور دشمن جہنمی ہے تو اس اعتبار سے وہ جنت و نار کے تقسیم کرنے والے ہوئے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں ان کے علاوہ دوسرے بھی قائل ہیں۔ علیؓ خود جنت و نار کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ واقعی وہ کچھ کو بہشت اور کچھ کو دوزخ میں بھیجنیں گے۔ فرمائیں گے: نیہ تیرا ہے۔

۱۔ کشفیۃ الطالب م ۲۲ (ص ۷۷، باب ۲)

۲۔ الصوابع انحراف م ۵ (ص ۱۲۶)

اے لے لے۔ یہ میرا ہے اسے چھوڑ دے۔ (۱) قاضی نے شفایہ میں لکھا ہے کہ علی قسم نار ہیں۔ (۲) اور خفاجی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ ظاہر کلام سے پتہ چلتا ہے کہ رسول سے اس کی روایت ہے۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ اس کی روایت صرف ابن کثیر نے کی ہے۔ نہایہ (۳) میں حضرت علیؓ کا کلام نقل کیا ہے کہ: انا قسم النار۔ آپ کا مقصد یہ ہے کہ لوگ یا جنتی ہیں یا جہنمی۔ جو لوگ علیؓ کے دوست ہیں وہ جنتی ہیں اور جو علیؓ کے دشمن ہیں وہ جہنمی ہیں۔ خفاجی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن اثیر قابل اعتبار شخص ہیں۔ علیؓ نے جو کچھ فرمایا اپنی طرف سے نہیں فرمایا۔ حکم رسول ہے اس لئے اجتہاد کی گنجائش نہیں کیوں کہ دشمن علیؓ جہنمی اور محبت علیؓ جنتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قسم معنی تقسم کرنے والا ہے جیسے جلیس اور سیر (یعنی قصہ گو)۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد خوارج کے مقتولین ہیں چنانچہ نہایہ میں ایسا ہی ہے۔ (۴)

۸۔ اعتراض:

شیعوں کی بے شمار روایات میں ہے کہ امام منتظر تمام مسجدوں کو تباہ و خراب کر دیں گے۔ اسی لئے شیعہ ہمیشہ سے مسجدوں کے دشمن رہے ہیں۔ کوئی بھی شیعوں کے شہروں میں جا کر ان کی ویران مسجدیں دیکھ سکتا ہے۔ (۵)

جواب:

اس شخص نے مکاری، عیاری، جھوٹ کی حد کر دی ہے اس نے بے شمار روایات کا تذکرہ کیا ہے کوئی ایک ہی روایات کہیں ٹوپی کے پیش کرتا، اس کتاب کا نام ہی لکھتا۔
مجتہد منتظر ہر اس مومن کے امام ہیں جو ایمان باللہ یوم آخر سے سرفراز ہے وہ مساجد کو آباد کرنے

۱۔ شرح نجع البلاغ، ج ۲، ص ۳۳۸ (ج ۹، ص ۱۲۵، خطبہ ۱۵۲)

۲۔ الشناصر بیف حقوق المصطفی (ج ۱، ص ۲۵۷)

۳۔ انجلیہ (ج ۲، ص ۶۱)

۴۔ خفاجی کی شرح شفا، ج ۲، ص ۱۶۳

۵۔ الصراع میں الاسلام والوثقیہ، ج ۲، ص ۲۲

والے ہیں نہ کہ خراب دیران کرنے والے۔ جو شیعہ مسجدوں کے دشمن ہیں وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے ہیں جن شہروں کا تذکرہ اس نے کیا ہے مجھے نہیں معلوم وہ کہاں ہیں اگر وہ شخص شیعہ آبادیوں میں جائے اور ان کی بھی سجائی آباد مسجدوں کو دیکھے، جمع جماعات کا اہتمام دیکھے، اس میں چراغاں دیکھے اور بہترین فرش کا مشاہدہ کرے تو قصیٰ کے ازمات کی تردید کرے گا۔

۹۔ اعتراض:

کوئی شیعہ کسی مسئلے میں کسی ایک امام سے استفاضہ کرتا ہے۔ انہیں بے سمجھے بوجھے وہ فتویٰ دے دیتا ہے۔ پھر ایک سال بعد وہی آتا ہے اور وہی مسئلہ پوچھتا ہے اس بارہ وہ پچھلے سال کے فتوؤے کے خلاف فتویٰ دیتا ہے۔ اس دوبار کے استفاضہ میں تیرا شخص بھی اپنے امام کے بارے میں مغلکوں ہو جاتا ہے۔ اور شیعہ مذہب چھوڑ دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر امام نے یہ فتویٰ حالت تقیہ میں دیا ہے حالانکہ دونوں بار مسئلہ پوچھنے میں تیرا شخص نہیں تھا اور میں نے خلوص کے ساتھ امام کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا۔ اگر اس نے جو کچھ کہا ہے۔ غلط ہے یا اشتباہ ہو گیا ہے تو اسی صورت میں ائمہ مucchom کہاں رہے؟ حالانکہ شیعہ عصمت کا دعویٰ کرتے ہیں اس طرح اس نے مذہب شیعہ چھوڑ دیا اور وہ سرانہ مذہب اختیار کر لیا۔ یہ روایت ان لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ (۱)

جواب:

اس احتمق کی بکواس پر توجہ دینا یہی بیکار ہے، وہ ایک شیعہ کے امام کی بات کرتا ہے اور یہ بھی نہیں بتاتا کہ وہ امام کون تھے۔ ایک اجنبی مسئلہ اور اجنبی شخص کی بات کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ شیعوں کی کتابوں میں بھی ہے۔ شاید ابھی وہ کتاب شائع نہیں ہوئی ہے خدا کی قسم! اگر یہ بات صحیح ہوتی تو قصیٰ وہ گہار مچاتا کہ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی۔ لیکن اس نے جوبات کی ہے کہیں اس کا وجود ہی نہیں۔ یہ صرف اس کا خیالی اعتراض ہے۔ جھوٹی باتیں گڑھنے میں اسے بڑی مہارت حاصل ہے۔

۱۰۔ اعتراض:

جو بھی شیعہ کتابوں کو دیکھے گا اسے معلوم ہو گا کہ یہ لوگ عظمت خداوندی کے قاتل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اپنی باتوں کے شواہد قرآن سے بہت کم پیش کرتے ہیں۔ صرف وہی لوگ آیات سے استشہاد کرتے ہیں جن کا الحنا بیٹھنا سینیوں کے ساتھ ہے۔

اور وہ بھی سینیوں کی محبت کی وجہ سے لیکن جو لوگ اہل سنت سے معاشرت نہیں رکھتے وہ ایک آیت بھی ایسی نہیں پیش کر سکتے جو کسی یا زیادتی یا غلطی سے پاک ہو۔ جو لوگ شیعہ آباد یوں میں گھوئے ہوئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ ان میں حافظ نہیں ہوتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے یہاں بہت کم پائے جاتے۔

جواب:

یہ شخص کہیں پن میں تمام حدیں پھلا مگ گیا ہے۔

سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

میں نہیں جانتا کہ اس نے یہ بوارہ کیسے کیا ہے۔ حالت مستی میں کیا ہے یا حالت ہشیاری میں، حالت جنوں میں یا حالت بیداری میں۔ کیا اس جھوٹے نے شیعہ کتابوں سے حاصل کیا ہے۔ کیا اس نے شیعوں کے غلط قرآنوں کو دیکھا ہے یا بد نام کرنے کیلئے بات گز ہی ہے؟ کیا اس کہیں کو معلوم نہیں کہ قرآنیات پر علماء شیعہ نے عظیم ترین خدمات انجام دیں ہیں۔ تفسیر وزبان اور ادب عربی کے مأخذ و قواعد وغیرہ پر ان کے افادات ناقابل فراموش ہیں۔ اگر آپ شیعہ کتابوں کو دیکھیں گے تو قرآنی آیات بر جستہ اور برعکس اداز میں اس طرح بکھری نظر آئے گی جیسے آسان پر بکھرے ستارے۔

ہم آج تک نہیں سمجھ سکے کہ تلاوت قرآن کا صحیح پیانہ کیا ہے۔ اس کے حرکات خالص قلبی ہوتے ہیں۔ زبان، لہجہ اور کلمات کے مخارج اور صوتی افادات وغیرہ سے اس کا تعلق نہیں۔ ان متذکرہ چیزوں میں جغرافیائی فرق کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہی رہتا ہے۔ شیعوں کو دوسروں سے تلاوت قرآن کے آداب سیکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ کیا یہ ضرورت زبان عربی کے اسلوب کی وجہ سے ہے یا جہالت والی قرأت کی وجہ سے! خدا کی قسم ایسی جھوٹی نسبت آج تک کسی نے شیعوں کی طرف نہیں دی ہے۔ عرب میں بھی شیعہ ہیں جنکی مادری زبان عربی ہے، عراق، جبل عامل کے شیعہ، سعودی عرب کے مردار خوروں سے کہیں زیادہ

بہتر لمحے میں قرأت قرآن کرتے ہیں۔ عرب کے باہر کے شیعہ علماء و مشائخ بھی عربی ادب کی خدمت کے سلسلے میں کسی سے پچھے نہیں۔ تاریخ جانے والے بتائیں گے کہ شیعوں میں مصنفوں و شعراء بے شمار ہیں۔ جنہوں نے اپنی عظمت کا لوہا منوایا ہے۔ ادبیات شیعوں میں سیکھی گئی، فن خطاب شیعوں کی دین ہے، مضمون نگاری، تجوید و قرأت وغیرہ جیسے قرآنی خدمات شیعوں ہی کا کارنامہ ہے، اسی لئے علی بن حیم کے حالات کے سلسلے میں ابن خلکان لکھتا ہے کہ باوجود واس کے کہ وہ علی سے مخفف تھا اور اہل سنت کا دم بھرتا تھا لیکن اچھی آواز میں اشعار پڑھتا تھا۔ گویا اس کا خیال تھا کہ طبعی شعرو شاعری میٹھے الفاظ میں خاص شیعوں کا شعار ہے اور اسے اپنی اس بات پر پورا بھروسہ تھا۔ (۱)

ایران، عراق اور ہندوستان میں چھپے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں قرآن تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ زمانہ طباعت سے قبل کے خلیل قرآن بھی محفوظ ہیں۔ آج بھی ایسے شیعہ ہیں جو برکت کے خیال سے قرآن اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں ان میں سے کس نے غلط قرآن لکھا ہے کوئی دکھائے نہ کہیں اسلوب نگارش میں غلطی ہے نہ فی قسم ہے اگر کہیں غیر شعوری طور پر غلطی ہو گئی ہو تو یہ لا زمہ انسان ہے چاہے وہ تن ہو یا شیعہ، عربی ہو یا عجمی۔ سب سے غلطی ہو سکتی ہے۔

جس سیاح نے گھوم گھوم کر قصیمی کو یہ بے پر کی خبر دی ہے وہ اس کی عالم تخلیل کی بکواس ہے کہیں شیعوں کی آبادی میں گلی کوچوں میں قرآن پڑے ہوئے نہ ملیں گے شیعوں کے یہاں طاقوں میں نہایت احترام سے قرآن رکھے جاتے ہیں۔ ان کے لئے مخصوص صندوق ہوتے ہیں۔ جب بھی شب دروز میں اس کی تلاوت کرنی ہوتی ہے تو نہایت احترام سے نکال کر اسے پڑھا جاتا ہے۔ توبیذی سائز کا قرآن الگ ہوتا ہے، سفری قرآن الگ۔ مردوں کے ایصال ثواب کا قرآن الگ سائز کا ہوتا ہے، بچوں کے پڑھانے کا الگ، لہن کو جہیز میں دینے کا قرآن الگ ہوتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے نئے گھر میں جانے سے قبل سب سے پہلے ایاث الیت میں قرآن ہی سمجھتے ہیں۔ کچھ ایسے ہی قرآن ہوتے جو عورتوں کی جنات و انسان سے حفاظت کیلئے ان کے پہلو میں رکھتے ہیں۔ ایسے شیاطین سے تحفظ کے لیے جو اپنے دوستوں

مریدوں کو وحی کرتے ہیں۔

کیا ایسے لوگ قرآن کی عظمت کے قائل نہ ہوں گے؟ ان کے جیسی سوچھ بوجھ تو دیکھنے کو نہیں ملتی۔ اس کمینے کو جس سیاح نے خبر دی ہے کہ شیعوں میں حافظ قرآن نہیں ہوتے کم سے کم کتاب کشف الاشتغال ہی دیکھ لیتا جسے موئی جاراللہ کی تردید میں لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۵۲۲-۵۳۲ پر ایک سوچوتیس حافظان قرآن کے نام درج ہیں۔

۱۱۔ اعتراض:

کیا کوئی شخص شیعی قرآن کا ایک حرف بھی ایسا بتا سکتا ہے جس میں تاخ کا ثبوت ہو۔ اماموں کے جسم میں خدا کے طول کی بات ہو۔ عقیدت رجعت اور اماموں کی عصمت کا ثبوت ہو یا ابو مکر، عمر اور عثمان سے علیٰ کا افضل ہونا ثابت ہو سکے۔ علیٰ کا بادلوں میں وجود ثابت ہو سکے۔ کیا کسی آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بر ق علیٰ کے تہسم کا مظاہرہ ہے۔ گرج، چمک علیٰ کی آواز ہے۔ شیعہ ان تمام باتوں کے معتقد ہیں۔ (۱)

جواب:

حیرت ہوتی ہے کہ یہ جھوٹا اور اس کی نولی شیعوں پر تہمت کے سلسلے میں ذرا بھی شرم محسوں نہیں کرتے جبکہ مسلمانوں کے درمیان روایہ دہم آہنگی عام طور سے پائی جاتی ہے۔ اس تیز رفتار سواریوں کے دور میں مسلمانوں کے تمام فرقے ایک دوسرے کے شہروں میں آتے جاتے رہتے ہیں کسی نے بھی اس قسم کی جھوٹی نسبتیں شیعوں کی طرف منسوب نہیں کی ہیں۔ آج کل ان باتوں کی آسانی سے تحقیق کی جاسکتی ہے اور اس شخص کی بے شری دبے حیائی طشت از بام ہو سکتی ہے جو بھی تحقیق کرے گا وہ اسے جھوٹا، پاپی اور مہمل گوئی سمجھے گا۔

اسے خدائے پر رگ کے ارشاد کو پیش نظر رکھنا چاہیے: ﴿مَا يَلْفَظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا وَلَدِيهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ﴾ جو بھی کوئی بات زبان سے نکالتا ہے اس پر ایک نگہبان فرشتہ تیار رہتا ہے۔ (۲)

۱۔ الصراط میں الاسلام والوحدۃ، ج ۱، ص ۲۷۔
۲۔ (سورہ ق، ۱۸)

یاد کی وعید پیش نظر رکھنی چاہیے: ہو بیل لکل افاک ائمہ هماز مشاء بن میم ہے "ہر افترا پر دواز اور گنہگار پر دواز ہے ہو جو طعن و تشنیع کرتا رہتا ہے چغل خوری میں دوز دھوپ کرتا رہتا ہے۔" (۱) اگر یہ وعید پیش نظر رہتی تو شیطان خود اسے جواب دے دیتا کہ شیعہ بھی تنخ کے قاتل نہیں رہے نہ بھی یہ عقیدہ رہا کہ خدا نے جسم ائمہ میں حلول کیا ہے۔ ابتداء سے آج تک ایک بھی شیعہ اس بات کا قاتل نہیں رہا کہ علی کا وجود بادلوں میں ہے۔

لیکن ہاں! علی کا وجود بادلوں میں ہے اس کا ایک شیعہ قاتل ہے اور وہ ذات پیغمبر اسلام کی ہے۔ میں نے جلد اول میں اس کی نشاندہی کی ہے لیکن یہ کیونہ تو زاس کی تحریف کر کے غلط معنی پہنچ رہا ہے تاکہ شیعوں کو بدنام کر سکے۔

اس شخص کو عظیم مذہب شیعہ کے خلاف تہمت درتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی۔ جھوٹے اور بے سرو پا الزامات کے ذریعے جلدی دل کے پھپھو لے نکال رہا ہے۔ کیا قدم زمانے سے آج تک کسی شیعہ کتاب میں اس کا کہیں نشان بتایا جا سکتا ہے، بجائے شیعہ کتابوں کے وہ اپنی نوئی کے طحیم، احمد این، موسیٰ جاراللہ جیسے جھوٹوں کی کتاب سے سند پیش کرتا ہے۔

شیعوں کا عقیدہ رجعت قرآن میں موجود ہے لیکن اس عقل کے اندر ہے کو قرآن میں نظر نہیں آیا اسے شیعوں کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ شیعہ علماء نے خاص اسی موضوع پر بیسط کتابیں لکھی ہیں۔ چنانچہ آئی تحریر سے قاعدة وحدت ملاک اور واضح و صریح روایات کے ذریعہ پنجتن کے علاوہ تمام ائمہ معصومین کی عصمت پر استدلال کیا جا سکتا ہے، آئی شریفہ کے ذیل میں امام احمد بن حنبل نے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں جو ایک انسان کو مطمئن کرنے کے لئے کافی ہیں۔ (۲)

۱۔ (اقتباس از سورہ قلم ۱۱)

۲۔ منhadîr، حج، اس ۳۲۱، حج ۳، ص ۲۸۵، حج ۲، ص ۳، حج ۱۰، حج ۲، ص ۷۶، حج ۲۶، ص ۲۹۸، ۲۹۶ (ج ۱، ص ۳۲۲، ۳۰۳، ۳۰۴)، حدیث ۳۰۵۲

حج ۳، ص ۳۰۲، حدیث ۲۶۲۶، حج ۵، ص ۹، حدیث ۱۶۵۳۰، حج ۷، ص ۳۲۱، حدیث ۲۶۰۰۰، ص ۳۲۳، حدیث ۲۶۰۱۰، ص ۳۲۰

(۲۶۰۲، حدیث ۳۲۱، ص ۲۶۰۵۷، ص ۳۵۵، حدیث ۲۶۰۶)

فديو: قرآن حدیث للوادب میں ج ۳ ۲۹۲

علیٰ کو دوسرے خلقاء پر فضیلت و تقدیم کیوں نہ حاصل ہوگا جبکہ خدا نے آئیٰ ولایت میں علیٰ کی ولایت کو اپنے اور رسول کی ولایت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ اس پر گزشتہ صفات میں تفصیل سے بحث کرچکے ہیں۔ ہر انصاف پسند محقق فیصلہ کر سکتا ہے کہ یہ آیت خاص علیٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے علیٰ کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے کیونکہ خدا نے انہیں ولی کہا ہے، انہیں کی ولایت کی وجہ سے دین کامل ہوا اور نعمت تمام ہوئی۔

اب میں بصیرتی کے جملوں کو اسی پر مارتے ہوئے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ ایک حرف بھی قرآن میں ایسا دکھا سکتا ہے کہ جس میں ابو بکر، عمر اور عثمان کی علیٰ پر فضیلت ثابت ہو سکے اگر اس کے منہ میں دانت ہے تو سامنے آئے۔

۱۲۔ اعتراض:

شیعہ اپنے اعتقاد کے بارے میں احادیث نبوی پر اعتماد نہیں کرتے بلکہ ان جھوٹے خطوط پر اعتماد کرتے ہیں جو ان کے خیال کے مطابق ائمہ مخصوص میں کی طرف منسوب ہیں۔ (۱)

جواب: آپ نے ان خطوط اور توقیعات کی وجہے صفات میں حقیقت سمجھ لی۔ اس شخص کو نئے شیطان نے پھر وحی کی ہے کہ تمام آئمہ کی توقیعات متفقہ ہیں۔ اس کا گمان ہے کہ صرف شیعہ ہی ائمہ کی عصمت کے قائل ہیں، گویا کہ اسے آئیہ اولاد الامرکی خبر ہی نہیں ہے۔

۱۳۔ اعتراض:

شیعوں کے یہاں متہ ہاتھوں ہاتھ رانج ہے۔ اس کی مختلف قسمیں ہیں۔ ایک بڑا متہ اور چھوٹا متہ۔ ایک قسم یہ ہے کہ مرد و عورت تعلقات قائم کرنے کیلئے طے کرتے ہیں کہ مرد کچھ مال یا کھانا یا دوسرا چیز چاہے وہ بہت کم ہی ہو۔ اس کے مستحق ہونے کے بدالے میں عورت کو دے گا۔ اور اپنی شہوت حسب قرار دادا یک دن یا چند دن پوری کرے گا۔ مدت پوری ہونے کے بعد دونوں ایسے ہو جائیں گے جیسے کسی کی آشنائی ہی نہ تھی، دونوں اپنی راہ لیں گے۔ یہ آسان ترین متہ ہے۔ ایک متہ کی قسم ہے جسے عدو

دور یہ کہتے ہیں۔ وہ اس طرح ہے کہ بہت سے مرد ایک عورت سے باری باری اس طرح مجاہدت کریں گے: صبح سے چاشت تک چاشت سے ظہر تک ظہر سے عصر تک، عصر سے مغرب تک، مغرب سے آدمی رات تک، آدمی رات سے صبح۔ اس کو وہ لوگ شریعت کا جزو سمجھتے ہیں جس میں بہت زیادہ ثواب ہے حالانکہ یہ بدترین حرام ہے۔

جواب: شیعوں کے نزدیک متحہ وہی ہے جسے رسول خدا ﷺ نے رانج فرمایا اور اس کے حدود مسمیں کئے۔ یہ متحہ رسول خدا کے زمانے سے اس وقت تک رانج رہا جب تک عمر بن خطاب نے اسے حرام قرار دیا۔ خلیفہ کے حرام کرنے کے بعد لوگوں کا خیال ہے کہ خلیفہ کو حکم قرآن اور حکم رسول کے خلاف حرام کرنے کا حق حاصل ہے، ان لوگوں کے یہاں متحہ حرام ہے باقی تمام اسلامی فرقوں میں متحہ اپنے حدود کے ساتھ رانج ہے اور انہوں نے اپنی کتابوں میں اس کے حدود و شرائط کی اس طرح تفصیل بیان کی ہے کہ:

۱۔ اجرت

۲۔ مدت

۳۔ ایجاد و قبول کے میثے

۴۔ مدت ختم ہونے کے بعد علیحدگی

۵۔ عدت چاہے کتنی ہو یا آزاد، حاملہ ہو یا غیر حاملہ

۶۔ میراث سے محرومی

ان حدود کو علماء شیعہ و سنی نے بیان کیا ہے۔ سنیوں کے یہاں صحیح مسلم، سنن داری سنن ہیئت، تفسیر طبری، احکام القرآن جصاص، تفسیر ابن کثیر، تفسیر رازی، تفسیر خازن، تفسیر سیوطی، اور کنز العمال لائق ذکر ہیں۔ (۱)

شیعوں کے یہاں صدوق کی من لا حضرۃ الفقیہ، المع اور المحمد ایہ۔ علم الہدی کی کافی اور انتصار

۱۔ اس موضوع پر آئندہ بحث ہوگی۔

سلا رکی المراسم، شیخ طوی کی نہایہ، بہبود، تہذیب اور استصار، ابوالکارم کی الغنی، ابو حضر کی الوسیلہ، محقق حلی کی بکھت النہایہ علامہ حلی کی تحریر کے علاوہ شرح المعد، مسالک، حدائق اور الجواہر میں اس کا بیان ہے۔ (۱) متعدد یا معمین مدت کی شادی جوشیوں کے بیہاں راجح ہے وہ یہی ہے اور پر بیان کیا گیا ہے اس کے علاوہ متعدد کے چھوٹے بڑے اقسام ہے اس افتر اپرداز نے نقل کیا ہے نہ تو شیعہ فقهاء کے بیہاں راجح ہے نہ عوام میں رواج ہے۔ یہ مرضی کی افتر اپردازی ہے۔ ممکن ہے قسمی کی بیسویں صدی کی فقہ میں اس کا کہیں وجود ہو۔

قصیمی اور اس کے جرگے متعدد کے ان خیالی قسموں کی کہیں نشانہ ہی نہیں کر سکتے۔ یہ فقہاء و علماء کے بیہاں نہ ائمہ مخصوصین کے بیہاں نہ کسی ملک میں راجح نہ شہر میں خدا کی قسم نہ کسی شیعہ دیہات میں اس کا رواج ہے نہ شیعہ آبادی میں بات یہ ہے کہ شیاطین اپنے مریدوں کو سرکشی راجح کرنے کیلئے جھوٹی باتیں بتاتے رہتے ہیں۔

۱۲۔ اعتراض:

کچھ احق قسم کے جاہل شیعہ ہیں کہ ایک بکری لا کر اس کی کھال اوہیزتے ہیں پھر اسے مختلف طریقوں سے شکنخوں میں کرتے ہیں۔ اس طرح ان کے خیال میں حضرت عائشہ کو سزادیتے ہیں۔ ایسے ہی وہ دو بکرے لا کر انہیں شکنخہ دیتے ہیں اس طرح ان کے خیال میں ابو بکر و عمر کو سزادیتے ہیں۔ شیعوں کے بیہاں بہت زیادہ معمول ہے۔ ان میں نادان ترین شیعہ ایسے بھی ہیں کہ اپنے امام کو سردار (تہہ خانے) میں مصحف و قرآن کے ساتھ غائب کئے ہوئے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہیں کہ خمر لئے تہہ خانے کے

- ۱۔ من لاحضرۃ الفقیہ، ج ۳، ص ۱۳۹ (ج ۳، ص ۳۶۷-۳۵۸-۳۶۱)، حدیث ۲۶۱۶ (ص ۱۵۲) الحدیۃ (۳۲۵)
- باب ۱۲۲) الکافی، ج ۲، ص ۳۳۸ (ج ۵، ص ۳۳۸) انتصار (۱۹۰) المراسم (ص ۱۵۵) انحلای (ص ۳۸۹) السموط (ج ۳، ص ۲۳۶) تہذیب الاحکام، ج ۷، ص ۱۸۹ (ج ۷، ص ۲۲۹) استصار، ج ۲، ص ۲۹ (ج ۲، ص ۱۳) الغنی (ج ۱، ص ۲۸۲) الوسیلہ (ص ۳۰۹) انحلای و نکحا (ج ۲، ص ۲۷۲) تحریر الاحکام طی، ج ۲، ص ۲۷ (ج ۲، ص ۲۲) شرح المعد، ج ۲، ص ۸۲ (ج ۵، ص ۲۲۵) مسالک الافتہام (ج ۱، ص ۲۰۰) الحدائق الناضرة، ج ۲، ص ۵۲ (ج ۲، ص ۱۱۳) جواہر الکلام، ج ۵، ص ۱۶۵ (ج ۳، ص ۱۳۹)

باہر جاتے ہیں اور امام غائب کا انتظار کرتے ہیں۔ بعض آواز بھی دیتے ہیں تاکہ سردارب سے باہر تشریف لا کیں۔ ایک ہزار سال سے مسلسل وہ ایسا ہی کرتے آ رہے ہیں۔ ان سے بھی زیادہ جاہل شیعہ ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے، کمی زیادتی ہوئی ہے۔ (۱)

جواب: قریب ہے کہ اس جھونے کی تہت سے قلم کولر زہ ہو جائے۔ یہ ایسا جھوٹا محسوساتی ازام ہے کہ نہ آسان نے اس پر سایہ کیا۔ شہزادی نے اس کا بوجھ اٹھایا کیونکہ جب شیعیت عہد نبوی میں وجود پذیر ہوئی، زبان رسالت سے شیعیان علی علیہ السلام کا تذکرہ ہوا اور اصحاب رسول کو شیعیان علی علیہ السلام کیلئے پکارا گیا اس وقت سے آج تک یہ حدیث گومند نہیں کیا۔ ایسے بے گناہ جانوروں کو اذیت دینے کی بات دیکھی گئی۔ ایسا علم تو انہیں ظالموں سے متوقع ہے۔ لیکن ہم قصہ کو دیکھتے ہیں کہ اب تیسیہ کی طرح جھوٹ کے پلندوں سے اپنا دامن بھرے ہوا ہے۔ کاش یہ شخص ہمیں ایک بھی ایسا بیوت فراہم کر سکتا۔ یہاں تک کہ وہ کوئی ایسا بھی بیوت فراہم کر دے کہ کبھی اس طرح کی کوئی حرخت ہوئی ہو۔

نہ میں، نہ کوئی شیعہ اس قسم کے عمل کا انتہا پڑتے نہیں رکھتے۔ ایسی حرکتوں کو کون اچھا سمجھے گا۔ چاہے وہ بقابل قصہ گوئی کیوں نہ ہو۔ اس قسم کے اتهامات فحشی اور اس کے استاد ابا بن تیمیہ کے یہاں ہی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

سردار کی تہمت تو اس سے بھی زیادہ لچک اور پوچھ ہے لیکن ان ذلیلوں نے اپنی راگ میں خپر کو بھی سوار کر لیا ہے، اور کہتے ہیں کہ ہزار سال پہلے سے شیعہ یہ اعمال کرتے آرہے ہیں۔ حالانکہ شیعہ اپنے امام غائب کو سرداراب میں موجود نہیں سمجھتے۔ نہ انہیں وہاں چھپایا ہوا ہے نہ وہ سردار سے ظہور فرمائیں گے۔ ہمارے یہاں کی حدیثوں میں تو یہ ہے کہ وہ کمک معظمه خانہ کعبہ کی چھت سے ظہور فرمائیں گے۔ کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ یہ سور سردار میں پوشیدہ ہے بات اصل میں یہ ہے کہ سامراہ میں شدید گری سے تغوطہ رہنے کیلئے تہہ خانوں کا روایج ہے۔ چونکہ سامراہ میں تین اماموں کی قیام گاہ رہی ہے۔ دوسرے مقدس مکانوں کی طرح اسے بھی اسی لئے غلطت حاصل ہو گئی ہے۔ دوسرے

امم کے مکان روضہ رسول کی طرح اس لئے مقدس ہیں کہ خدا نے ان کی عظمت کا حکم دیا ہے۔ (۱) فی
نبوت اذن اللہ ان ترفع و يذکر فيها اسمه (۱)

کاش سردار کی جھوٹی بات اڑانے والوں میں اتفاق رائے بھی ہوتا اس طرح تو ان کی جعلی
باتوں کا پردہ فاش ہو گیا ہے۔ مثلاً این بیوطہ کہتا ہے: یہ سردار بڑے میں ہے۔ (۲)

قریبی اخبار الدول میں کہتا ہے کہ بغداد میں واقع (۳) ہے کی نے کہا کہ سامروں میں ہے۔ قسمی
کوچکہ معلوم ہی نہیں کہ کہاں ہے اس لئے صرف سردار ہی کہنے پر اتفاق ہے۔ قسمی کو چاہئے تھا کہ
ہزار سال کے بعد اس جھوٹ کا سراقوں و سطی سے ملا دیتا تاکہ سننے والے کو اجمالی طور سے وجود کا
احتمال ہو جاتا۔ لیکن اس جھوٹ کے پاس تو حافظتی نہیں ہے۔

رہ گئی تحریف قرآن کی بات تو ہم نے دوسرے صفحات میں تحقیقی بحث کی ہے۔

﴿الَّذِينَ يُجَاهِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ
آتُوا أَكْذِلَكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قُلْبٍ مُنْكَبِرٍ جَبَارٍ﴾ ”جو لوگ آیات خدا کے بارے میں بغیر
دلیل کے جھوڑتے ہیں۔ وہ براحت عناد ظاہر کرتے ہیں۔ خدا کے نزدیک بھی اور اہل ایمان کے نزدیک
بھی اسی طرح خداوند عالم ہر متنکبر اور جبار کے دل پر مہر کر دیتا ہے۔“ (۴)

۱۔ (نور ۳۶۱)

۲۔ رحلہ این بیوطہ، ج ۲، ص ۱۹۸ (۲۲۰)، این خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ، ج ۱، ص ۳۵۹ (ج ۱، ص ۲۲۹) پر اور این
غلکان نے اپنی تاریخ (وفیات الاعیان) ص ۵۸۱ (ج ۲، ص ۶۷، نمبر ۵۲۲) پر مکمل کھا ہے۔

۳۔ اخبار الدول (ج ۱، ص ۳۵۲)

۴۔ غافر ۲۵۵

فجر الاسلام، صحیح الاسلام، ظہر الاسلام

ان کتابوں کے مولف استاد احمد امین مصری ہیں۔ ان کا مقصد تالیف کیا ہے وہی بہتر جانتے ہیں اور ہم بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ناموں کا فریب محتويات کے برخلاف بیدار مغز محقق کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے کونکہ یہ اسماء کسی کے مضامین سے میل نہیں رکھتے۔ قسم خدا کی اگر وہ امین ہوتے تو علم دین اور کتاب و سنت کی رعایت کا تحفظ کرتے اور ان شرمناک مضامین سے اپنی کتاب کو سیاہ نہ کرتے اسلام اور مصر عزیز کی شہرت کو طبع و تشقیع کے ذریعے ہوا وہوں کی پیروی میں راہق سے اخراج نہ کرتے، حقائق پر پردہ نہ ڈالتے، لوگوں کو ایسے اسلوب میں الجھا کر حقائق سے دور نہ رکھتے۔ تحریف کلمات لڑ کے تہت طرازی کے انبار نہ لگاتے۔

چونکہ یہ تالیفات اسلامی ہیں جیسا کہ ناموں سے ظاہر ہے تو ان میں گمراہیاں، جھوٹی تہذیبیں اور باطل باتیں نہ ہونی چاہیے تھیں۔ آداب علم و علم نوازی، آداب پاک دامنی و برادری، جس کا قرآن نے حکم دیا ہے لحاظ کیا جانا چاہیے تھا۔

لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ احمد امین کا بیسویں صدی کا اسلام نداء قرآنی سے قطعی دور ہے جس کی قرن اولیٰ میں وحی خدا کے امین نے اعلان کیا تھا۔ کیونکہ اگر یہی اس کی کتاب ہے اور یہی اس شخص کی امانت سے تو اسلام کو الوادع کہہ دینا چاہیے۔ اگر جامعہ الازہر میں اسی طرح علم و دانشمندی کا لحاظ کیا جاتا ہے تو اس کے معیار کا خدا ہی حافظ ہے۔

اکثر شیعہ محققوں نے ان کتابوں کے مضامین کے پرچھ اڑائے ہیں اور ان کیلئے مضامین پر لے

دے چاہی ہے۔ (۱) اس سلسلے میں کتاب تخت رایش الحق (پر چم حق کے سامے میں) ان کا بھر پور جواب فراہم کر دیتی ہے۔

﴿فَيُلَمَّا كَذَبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءُهُمْ فَهِمْ فِي أَمْرٍ مُّرِيبٍ﴾
 ”بلکہ یعنی حق کو جھٹا رہے ہیں کہ ان پر امر حق مشتبہ ہو گیا ہے۔“ (۲)

۱۔ جیسے سید شرف الدین عاطلی، سید امین عاطلی اور شیخ کاشف الغلطاء۔

۲۔ سورۃ قرآن

الجولہ فی ربوع الشرق الادنی

مشرق ادنی کی زمین میں سیاحت

تألیف: محمد ثابت مصری، مدرس اول علوم اجتماعیہ، مدرسہ قبہ

سیاحوں کا معقول ہے کہ ملکوں میں چاروں طرف آبادیوں میں چکر لگاتے ہیں۔ اپنے پند کی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس طرح سیاحت کے مختلف میلانات ہوتے ہیں۔ ایک سیاح ملکوں میں صرف دانشوروں اور ادیبوں سے ملاقات کرتا ہے کوئی صرف سیاسی لوگوں سے، کوئی اقتصادی و معماشی شخص کا چکر لگاتا ہے، کوئی صرف مناظر قدرت کی سیر کرتا ہے، لیکن کچھ سیاحوں کی فطرت صرف ادبی کے اذوں پر مرکوز ہوتی ہے۔ وہ صرف گندے شخص کا ہی چکر لگاتے ہیں، میخانے چانٹو خانے گھوم پھر کر تذکردوں کے ذریعے مزے لیتے ہیں۔ کچھ سیاح ہوتے ہیں کہ صرف جھوٹی پیسی داستانیں بیان کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کی پذیرائی نہیں کرتا تو اس کا خشن لفظوں میں تذکرہ کرتے ہیں۔ ثابت مصری انہیں اخیر تم کے لوگوں میں ہیں۔ میرے لئے اس کا تذکرہ بھی مناسب نہیں تھا۔ لیکن قارئین کے سامنے اس سفر کی کچھ ہرزہ سراہی پیش کر رہا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس شخص نے تاریخ نویسی اور سفر نامے کی کس طرح ریڑھ ماری ہے۔

۱۔ کہتا ہے:
وہاں (نجف) کے علماء کہتے ہیں کہ یہاں مقبروں کی تعداد دس ہزار بے شمار زیادہ کیونکہ حضرت

علیؑ ایسی جگہوں پر اس سے زیادہ پیکر بھیجتے رہتے ہیں جن کا انتہا پتہ کوئی نہیں جانتا۔

بے شمار جسد خاکی دور دور سے بسوں کے ذریعے لائے جاتے ہیں اور غسل دینے کے بعد ان کے حرم میں طواف کرایا جاتا ہے اور نماز میت پڑھنے کے بعد اسے فن کر کے انتظار کیا جاتا ہے کہ اس کا باطن حضرت علیؑ کے کشف میں آئے پھر اس جنازے کو چھپا کر دوسرا جگہ فن کرنے لے جاتے

ہیں۔ (۱)

جواب:

ہم نے بکواسیوں، نقابوں اور ہرزہ سراووں کے کونے چھان مارے کہ کہیں اس انتہام کا پتہ معلوم ہو سکے لیکن مجھے بڑی مایوسی پوئی۔ پھر میں نے ارباب اطلاع اور کتابوں میں تلاش کیا شاید وہاں اس دروغ بے فروع کا سراغ مل سکے۔ اس سیاح نے جوبے پر کی اڑائی ہے کچھ تو پتہ چل سکے۔ نہ معلوم کس ساعت میں شیطان نے اس پر دھی کی۔ لیکن کچھ بھی ہواں نے شیطان کی آبرور کھلی۔ اسے بے پر کی اڑاتے ذرا شرم نہ آئی۔

۲۔ کہتا ہے:

وہاں (نجف) میں رسولؐ کے پہلے خلیفہ حضرت علیؑ کا مقبرہ ہے اور حضرت علیؑ سے زیادہ رسالت کے سر اوارتھے۔ (۲)

جواب:

کوئی بھی شیعہ نہ قدیم نہ جدید کبھی اس بات کا قائل نہیں رہا کہ حضرت علیؑ سے زیادہ امر رسالت کے سر اوارتھے۔ یہ اسلام شیعوں کے دشمنوں نے نفرت پھیلانے کیلئے اچھا لایا۔ شیعوں کی کسی کتاب میں یا کسی عالم نے کبھی نہ اشارہ اس بات کو کہا ہے نہ کہا یہ۔

۳۔ کہتا ہے:

۱۔ جولت فی ربع الشرق الادنی، ص ۱۰۶۔ ۱۰۵۔

۲۔ جولت فی ربع الشرق الادنی، ص ۱۰۳۔ ۱۰۴۔

حضرت علیؑ ابن جم کے ہاتھوں قتل کیئے گئے۔ لوگوں نے امام حسنؑ کی بیعت کی۔ شامیوں نے چونکہ معاویہ کی بیعت کی تھی اس لئے امام حسنؑ پر فوج کشی کر دی۔ امام حسنؑ الجنگ کیلئے آمادہ ہوئے لیکن ان کے لشکروں والوں نے بغادت کر دی اور ان سے علیحدہ ہو گئے۔ امام حسنؑ نے پھر معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت سے دستبردار ہو کر بھاگ نکلے اور پھر قتل کر دیئے گئے۔ اس وقت تمام مسلمانوں نے سوائے خوارج اور شیعوں کے معاویہ کی بیعت کر لی۔ یہی خوارج اور شیعہ مکہ میں امام حسینؑ کے گرد آگئے۔ ان سب ہی کو معاویہ کے سپاہیوں نے کربلا میں قتل کر دا لاصرف امام حسینؑ کے وہی فرزند نجی گئے جو بھاگنے میں کامیاب ہو سکے۔ (۱)

جواب:

جی ہاں! یہ ہیں قبہ ہائی اسکول قاہرہ کے علوم اجتماعی کے ماشر صاحب! اور یہ ہے ان کی تاریخ اسلام سے واقفیت۔

میں ان کی غلط دانی کی اصلاح نہیں کرنا چاہتا۔ اس کی گنجائش ہی کہاں ہے کوئی بھی اس علم کے بنے سے نہیں پوچھتا کہ جو نہیں جانتے ہو اسے لکھتے کیوں ہو؟

کیا ان سے کسی ڈاکٹرنے یہ بات پوچھی تھی یا مہندس نے؟ یا کسی سیاسی اشارے پر یہ بات لکھ ماری، یا پھر جماعت سوار ہوئی اور چند سطیریں گھسیت دیں؟! وہ سمجھتا ہے کہ میں نے نیک کام کیا ہے اس کی جہالت پر سلام کر کے آگے بڑھ جانا ہی مناسب ہے۔ اس سیاح کے اکثر افسانے مجلہ احرار میں چھپتے رہے ہیں۔ یہ اصل میں فرانسی سے ملتے جلتے ہیں۔ وہ فرانسی سیاح کی نقل اتنا نے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایک فرانسی رپورٹ آپ بھی ملاحظہ کیجئے:

اسلام میں شیعہ قوم حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے قتل ہونے کی بنیاد پر بغداد کے قریب کربلا میں قیام پر آمادہ ہوئی کیونکہ علیؑ کے رشتہ داروں اور ان کے ہمنوائیز ان کے شاگرد، ارباب علم اور شیعہ

فلسفہ خلافت عمر کو شیعوں کی خوزیری کا سبب سمجھتے تھے۔ تاب مقاومت نہ رہی۔ اس لئے صبر کر کے چپ رہے۔ انہوں نے اہل سنت حضرات سے علیحدگی اختیار کر لی اور عرب ملکوں سے نکل کر جنم میں قیام پذیر ہو گئے۔ ان کی قیادت یہودہ علی حضرت فاطمہ نے کی۔

جی ہاں ایسے ہی ہوتے میں مصر و فرانس کے سیاحت نگار۔ ظاہر ہے کہ عورت کے مقابلے میں مرد کا دو ہر ا حصہ ہوتا ہے۔ پڑھیے اور خوب جی بھر کر ہنسئے۔

۳۔ آگے لکھتا ہے:

شیعوں کا ایک فرقہ معتقد ہے کہ بعد رسول تمام صحابہ کا فر ہو گئے تھے اور خود علی نے بھی چونکہ خلافت ابو بکر کو مان لیا تھا اس لئے کافر ہو گئے تھے پھر جب انہوں نے منصب امامت کی ذمہ داری سنجاہ لی تو ان کا ایمان واپس آگیا۔ ایسے لوگوں کو امامیہ کہتے ہیں بعض شیعہ پیغمبر اسلام کے بعد بھی بیوت کو لازم سمجھتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ علی و محمد میں اس قدر یکسا نیت تھی کہ جبریل امین دھوکہ کھا گئے۔ ان لوگوں کو غلامہ کہتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جبریل نے غلطی جان بوجھ کر کی تھی اس لئے جبریل ملعون اور کافر ہے۔ (۱)

جواب:

صحابہ کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ میں نے گزینتہ صفات میں بیان کر دیا ہے۔ قرآن میں متفاقوں کے بارے میں آیات نازل ہوئیں خود صحاح ستہ میں صحابہ کے ارتداد کی احادیث موجود ہیں، میں نے انہیں نقل کیا ہے۔

اما میری حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت رکھتے ہوئے انہیں معموم جانتے ہیں، انہیں آغاز خلقت سے آخری سالوں تک تمام شیعہ جب تک دنیا باقی ہے مجسم ایمان جانتے ہیں خواہ انہیں زمام خلافت دی جائے یا چھین لی جائے وہ بہر حال امت کے امام تھے۔ شیعہ اس بات کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ آیہ تظہیر جب سے نازل ہوئی اب تک حضرت علی اس کے مصدق تھے۔ شیعوں کا عقیدہ اس بارے میں ذرا بھی مترزاں نہیں۔ شیعہ حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافت ظاہری میں اسی طرح ان کے حلقوں بگوش تھے جس طرح

۱۔ جولہ فی ربوع الشرق الادنی، ص ۱۱۰۔

خلافت سے محرومی کے زمانے میں ان کے حلقة بگوش رہے۔ شیعہ علماء کی تمام تالیفات اس عقیدے کے بیان سے بھری ہیں، ان کے قلوب اس عقیدے سے نہال ہیں۔ اس کے علاوہ شیعوں کی طرف جو بات بھی منسوب کی جائے، سراسر جھوٹ ہے۔ اس نادان نے جان بوجھ کریا انجانے میں شیعوں پر اتهام لگایا ہے۔ جریئل کے دھوکے کے متعلق بھی اس جاہل کا یاں سراسر اتهام طرازی ہے۔

۵۔ نجف میں اکثر بچے میری توجہ کا مرکز بن گئے، ان کے کانوں میں بندے پڑے ہوئے تھے۔ یہ بندے اس بات کی نشانی تھے کہ شیعہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ متعدد شیعوں میں اور خاص طور سے ایران کے شہروں میں رائج ہے۔ موسم حج (یعنی زیارت نجف) میں جب بھی کوئی شخص وہاں کے مسافر خانے میں ثہرتا ہے کسی دلال کو پکڑتا ہے کہ متعدد کا واسطہ بن جائے وہ کچھ لڑکوں کو لا کر حاضر کرتا ہے کہ ان میں سے کسی کا انتخاب کر لے۔ کسی لڑکی پر بات جب طے پا جاتی ہے تو عالم دین کے پاس لے جا کر صیغہ متعدد پڑھوایتے ہیں۔ اس میں مدت معین ہوتی ہے کچھ گھنٹے یا کچھ مہینے، یا چند سال۔ ایک لڑکی ایک ہی رات میں کئی متعدد کر لیتی ہے عام طور سے شوہر لگ بھگ پندرہ سے یا مختصر پیسے ایک دن کی فیس ادا کرتا ہے۔ ایک مہینے کی فیس چار روپے دی جاتی ہے یہ عمل عام طور سے بے عیب سمجھا جاتا ہے کیونکہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ ان بچوں کیلئے بھی باعث نگ نہیں جب متعدد کی مدت ختم ہو جاتی ہے تو شوہر اور زوجہ علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ عورت عدت بھی نہیں رکھتی۔ بلکہ روزانہ متعدد کرتی ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ حمل سے ہے تو لڑکے کا باپ سات سال کے بعد دعویٰ کرتا ہے کہ یہ لڑکا میرا ہے اور وہ ماں سے لے لیتا ہے۔ (۱)

جواب:

اگر اس بے ہودے سے میری ملاقات ہوتی تو اس سے پوچھتا کہ وہی کیلئے نجف اشرف گیا ہے یا دوسرے سیاح بھی گئے تھے۔ نجف اشرف مقدس ترین شہر ہے یہاں سید الوصیں، امیر المؤمنین کا مرقد مطہر ہے یہاں ہر سال ہزاروں لاکھوں زائرین دنیا بھر سے زیارت کرنے آتے ہیں۔ کچھ، کچھ ہفتے،

کچھ مہینے قیام کرتے ہیں۔ ان آنے والوں میں محققوں اور جتنو گروں کی نیم بھی ہوتی ہے، ان لوگوں نے ان بچوں کی نشاندہی کیوں نہیں کی جیسا کہ اس یہودے نے خیالی بچوں کی نشاندہی کی ہے۔ نہ انہوں نے کسی سفرنامے میں لکھا ہے کہ ایسے بندے والے بچے میری نظر سے گزرے، وہ لڑکیاں جو مسافروں کے سامنے اپنے کو پیش کرتی ہیں ان کی مختلف قسمیں ہیں جن کے متعلق اس نے اپنی تہمت میں میان کی ہے بغیر عدت والیوں کا کہیں کوئی انتہ پتہ نہیں ملتا۔ حالانکہ یہ محقق اور جتنو گرو جو دنیا بھر سے آتے ہیں وہ یہاں کے عادات و اطوار کا بھی پتہ لگاتے ہیں انہیں یہ سب کیوں نہ نظر آیا۔ اس بحث میں مسافر خانے بھی ہیں بچے بھی ہیں اور زائر بھی۔ ان کے بھی آنکھ کان ہیں، شاید یہ لائختی بد معاش سمجھتا ہے کہ اس کے مشاہدات کا آنکھ والے تجربہ ہی نہ کریں گے۔ ارباب بصیرت کو اس عقل کے اندر ہے پرانی آتی ہے۔

۶۔ کہتا ہے:

ایرانی، عراقی لوگوں سے دشمنی رکھتے ہیں، وہ اس انتظار میں ہیں کہ ایک دن اس پر قبضہ کر لیں گے ان کی بے پناہ دشمنی اور بیزاری اس لیے ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ عربوں نے ان کے ملک میں اسلام پھیلا�ا اور طویل مدت تک حکومت کی۔ ایرانی اپنی شخصیت و زبان کو عربوں سے بچانے کی ہر ممکن سعی کرتے ہیں۔ عربوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں وہ اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ آریائی نسل سے ہیں، ساری نسل سے نہیں ہیں۔ (۱)

جواب:

خدای قسم! یہ یہودہ اپنی مکمل گفتاری اور بکواس سے محض مسلمانوں کو آپس میں لڑانا چاہتا ہے اور بس۔ اس کا مقصد تفریق یعنی اسلامیین ہے۔

ہر شخص عراق و ایران کے باہم ہمسایہ حسن سلوک کو جانتا ہے۔ عراقی ایران جاتے ہیں اور ایرانی عراق میں ایک دوسرے کے مہمان ہوتے ہیں ایک دوسرے سے بالکل گھر بیلو تعلقات ہیں۔ باہم ایک دوسرے کا احترام کرتے ہیں۔ وہی دوستی اور معاشرتی تعلقات ان رشتہوں کو مضبوط کئے ہوئے ہیں۔

جو بھی عراق کے مقدس مقامات کی زیارت کر کے آتا ہے۔ لوگ اس سے مصافی کرتے ہیں، ہاتھ اور منہ کا بوسہ لیتے ہیں۔ ایرانیوں کو قرآن کی وجہ سے زبان عربی سے جو والہانہ عقیدت ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ اس جھوٹے بدمعاش نے تفرقہ کی ہوانا نے کیلئے یہ بات گڑھی ہے، اپنی جان کی قسم، کسی شخص نے بھی کسی دانشمند ایرانی سے متذکر ہے جا فخر نہ سناؤ گا۔

۷۔ وہ لکھتا ہے:

بے شمار بڑی بڑی بسیں متواتر تہران سے خراسان کی طرف دوڑتی رہتی ہیں اور حاجیوں کو ان کے مقصود تک پہنچاتی رہتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تہران سے مشہد کی شاہراہ رفت و آمد، اپنی تمام پریشانیوں کے باوجود اس لئے زیادہ ہے کہ ان کے عقیدے کے مطابق مشہد کی زیارت مکہ کرمہ سے افضل ہے۔ ان کا ملگان ہے کہ یہ زیارت بیت اللہ کی زیارت سے مستغفی کردیتی ہے۔

۱۰۷

شہاب عباس صفوی نے ایرانیوں کو آمادہ کیا کہ مشہد کو کعبہ مقدس سمجھو۔ اس نے لوگوں کو تعصّب کی وجہ سے مکہ مکرمہ جانے سے روکا کیونکہ حج کیلئے جانے میں انہیں پریشانی بھی زیادہ تھی اور پسیس بھی زیادہ خرچ ہوتا تھا۔ قوم کو متوجہ کیا کہ مشہد کو کعبہ سمجھیں۔ اس ایکم کو محترم بنانے کیلئے خود اس نے بارہ سو کیلو میٹر پاپیادہ چل کر زیارت کی اس لیئے لوگ مشہد کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کم ہی ایسے لوگ نظر آئیں گے جو کعبہ حج کیلئے جاتے ہوں۔ وہ لوگ لفظ حاجی کے مقابلے میں مشہدی کا زیادہ احترام کرتے ہیں کیونکہ جو مشہد جاتا ہے اس کا زیارت مکہ کے مقابلے میں زیادہ احترام کرتے ہیں۔ (۱)

جواب:

میرے خدا یہ شخص کس قدر گستاخی کے ساتھ سفید جھوٹ بول رہا ہے۔ جسے نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنًا۔ اس بات کو تو کسی افسانے میں بھی نہیں دکھایا جاسکتا ہے اور یہ جھوٹ اسے اپنی کتاب میں لکھ رہا ہے۔

شیعوں میں خراسان کی عظمت صرف اس لئے ہے کہ وہاں خلیف رسول اور شیعوں کے امام کا روضہ ہے اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ یہاں فوضات الہی نازل ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ کہ اس کی زیارت کعبہ کے حج سے مستغناً کر دے یا وظیفہ حج کو ساقط کر دے یہ شیعوں پر محض افتراء ہے۔ مرحوم شاہ صفوی نے اسے کعبہ قرار نہیں دیا تھا اس نے حضن تقرب خداوندی کے خیال سے پایادہ زیارت کی تھی کیونکہ وہاں ایک ولی خدا کی قبر ہے، ایک خلیف رسول کا مقبرہ ہے۔ اس نے اپنے اس عمل سے قوم کو حج سے نہیں روزگار۔ اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو شیعی نظریے کے خلاف ہو۔ زیارت مشہد سے شیعوں کا مقصد تقرب خدا اور عترت طاہرہ کی محبت کا مظاہرہ ہے جن کی محبت کو اجر رسالت قرار دیا گیا ہے ان کے روضوں کی زیارت کا بہت زیادہ ثواب اُنہے نیاں کیا ہے۔ شاہ ایران نے اور نہ قوم ایران نے کبھی حج جو واجبات الہی میں ہے اس پر روپیہ خرچ کرنے میں ہرگز سمجھوئی نہیں کی۔ وہ فریضہ حج کے مقابلے میں کسی بھی عبادت کو بدلتی نہیں قرار دیتے۔ اس کے قائل ہیں۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں حاجی زیارت کعبہ کیلئے جاتے ہیں۔

ہاں ادھر کچھ زمانے سے ایرانی حاجیوں کی تعداد میں کچھ کمی ہوئی ہے کیونکہ وہ مکہ میں عبادت الہی کے سلسلے میں آزاد نہیں ہیں نہ ان کا خون محترم سمجھا جاتا ہے وہ مناسک حج ادا نہیں کر سکتے۔ کسی دشمن خدا کی طرف سے کوئی ان پر الزام لگا دیا جاتا ہے اور کچھ جھوٹے گواہ گزار دیئے جاتے ہیں اور انہیں بچانی دے دی جاتی ہے، وہ اپنی جان محفوظ نہیں سمجھتے تمام باقتوں کو فراموش بھی کر دیا جائے تو حاجی طالب یزدی جسے صفا و مروہ کے درمیان ٹھیک ایسے وقت میں کہ وہ کلمہ شہادت میں زبان پر جاری کر رہا تھا مظلومیت سے قتل کر دیا گیا اور کوئی بھی اس ظلم پر احتجاج کرنے والا یارو نہیں والا نہ تھا۔

عرائی و ایرانی حضرات کو وہاں اے کافر! کہہ کر پکارا جاتا ہے انہیں وجوہ سے وہاں ان دونوں حاجیوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے۔ حکومت ایران نے بھی اس حکم شرعی کے مطابق کوئی حج میں جان و مال کا تحفظ نہیں ہے لوگوں کو حج سے روک دیا ہے کیونکہ وہ حج کے فریضہ شرعی بجالانے پر قادر نہیں۔ اس کی وجہ نہیں ہے جو اس افتراء داز، جھوٹے اور یا وہ گونے لکھا ہے کہ مشہد کو اپنا کعبہ بنالیا ہے۔ یا یہ کہ عرب

وایران میں باہم عناد ہے یہ دونوں ملک آپس میں بروانہ تعلقات رکھتے ہیں۔ جو شخص بھی صاف دل لیکر ان جگہوں کی سیاحت کرے گا اسے محسوس ہو گا کہ عربوں اور ایرانیوں میں کس قدر وسیع تعلقات ہے۔

۸۔ لکھتا ہے:

نیشاپور میں ایک بڑا خوبصورت مقبرہ ہے اس کی بینا کاری اور جاذبیت لوگوں کو اپنی طرف متوج کر لیتی ہے۔ میں وہاں گیا اس جگہ امام حسین علیہ السلام کے فرزند محمد حودق کی قبر ہے۔ ان کا نام حودق اس لیے پڑا کہ وہ اس دیہات کے بزرگ کے یہاں بطور مہمان پہنچ رات ہوئی تو میزبان کی لڑکی سے غلط حرکت کر بیٹھے لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے زندہ جلا دیا اس پاپ کے باوجود ان کی قبر بڑی شاندار بنی ہے کیونکہ وہ خانوادہ اہل بیت طاہرین میں سے ہیں۔ (۱)

جواب:

یہ شخص اہل بیت طاہرین کی مسلسل بدگوئی کر رہا ہے ایسا تھہ گڑھا ہے جس کا نہ کوئی صدر ہے نہ ماغذہ۔ کوئی کمزور ماغذہ بھی نہیں دکھایا جا سکتا اس نے ایک ایسی تاریخ تراشی ہے جسے شیطان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

کچھ لوگوں نے اس مقبرہ کی نسبت محمد بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام کی طرف دی ہے۔ ابو الفرج مقاتل الطالبین میں ان کا حال لکھتے ہوئے قطر از ہے: ابوالسرایا نے کوفہ میں محمد بن ابراہیم طباطبائی کے انتقال کے بعد ان کی بیعت کی اور کوفہ و بصرہ پر قبضہ کر لیا اور میہاشم کے افراد کو ان شہروں کے منصب دیدئے یہاں تک کہ حسن بن سہل نے ہر شمسہ بن اعین کی سرکردگی میں ان سے لڑنے کیلئے فوج بھیجی۔ ہر شمسہ نے انہیں قید کر کے مامون کے پاس خراسان بھیج دیا۔ مامون نے انہیں چالیس روز تک سیاسی قیدی بنارکھا پھر پوشیدہ طریقے سے زہر دیکر مارڈا۔ (۲)

اس کے باوجود یہ شخص اس مظلوم پر طعنہ زنی سے باز نہیں آتا۔ صدیوں بعد بھی اس سید پر تہمت دھری جا رہی ہے۔ عقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس طرح ائمہ پڑھتے جاتے ہیں۔

۹۔ لکھتا ہے:

امام حسین علیہ السلام نے ساسانیوں کے آخری بادشاہ کی بیٹی سے شادی کی۔ اس طرح امام حسین علیہ السلام اس عظمت الٰہی کے وارث ہو گئے جو ساسانیوں کو میراث میں نصیب ہوئی تھی۔

جواب:

امام حسین علیہ السلام نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث میں عظمت پائی تھی۔ ہر چند ایرانی قوم عربوں کے علاوہ تمام اقوام سے افضل ہے۔ ان کا خاندان شریف ترین خاندان ہے، ایران نے خاندان رسالت کی دامادی کے ذریعے عظیم منزلت حاصل کی کیونکہ بوت کی شرافت و منزلت کے مقابلے میں تمام شرافتیں نیچے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ایرانیوں سے ازدواج اور عظمت الٰہی کے درمیان کیا رابطہ ہے حالانکہ بنیادی طور سے عظمت الٰہی کے حامل پیغمبر اسلام ہیں۔ ان کے خاندان نے انہیں کی وجہ سے شرافت و بزرگی پائی۔ ایرانی بادشاہوں نے تو قہر و غلبہ کے ذریعے بزرگی حاصل کی تھی۔ کمالات نفسی، روحانی ترقی یا الٰہی تقدس کے ذریعے نہیں حاصل کی تھی۔ جی ہاں! یہ ہے اس نادان، عقل کے اندر ہے کا انداز نظر۔ جسے اپنی اوقات معلوم نہیں۔ اپنی حد سے آگے بڑھ گیا ہے، فریب کارانہ زبان درازی کر رہا ہے، مہمل بکوساں میں سو جھو بوجھ کا دور دور تنک پتہ نہیں۔

یہاں اس کے بے شمار معاشب اور فریب کارانہ غلطیوں کی نشاندہی کرنے کا ارادہ تھا حالانکہ وہ بے شمار ہیں لیکن صرف چند شرمناک لغزشوں کو بیان کرنے پر اکتفا کی اس شخص کی ادبی حالت بھی ملاحظہ کرتے چلے۔

اس فارسی الفاظ کو عربی کا الفلام داخل کر کے عجوبہ ادب پیش کیا ہے چند نمونے ملاحظہ کیجئے: نادر کو مدر، دشت کو الداشت، گوشت کو الجوشت، گوہرشاد کو جوہرشاد، روغن کو الروغان، ملا کو الملاہ، گرم کو جرم، کہاں تک گناہ کیا جائے بے شمار حماقتوں ہیں۔

عقیدہ شیعہ

مسترق روایت ”دفلون“

کوئی حققت اس کتاب کا مطالعہ کرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ بے جا اڑامات اور تکلیف دہ گالم گلوچ سے پاک ہے لیکن جیسے ہی نظر گہرائی میں جاتی ہے تو شیعوں کے عقائد سے عدم واقفیت اور جہل مرکب کی علاقوں واضح ہو جاتی ہیں۔ جیسے علم رجال اور اس کے احوال و آثار کا قطعی پتہ نہیں۔ پھر یہ کہ وہ شخص انہتائی افتراض پر دواز، گستاخ، بد زبان اور جھوٹا ہے۔ اشتباہ سے بھر پور تحریر ہوتی ہے۔ جہاں دخل نہ دینا چاہیے دخل دیتا ہے۔ نیچجہ سے بے خبر انگاروں سے کھیلتا ہے۔ عظیم شیعہ قوم کے بارے میں خامہ فرمائی کر کے بغیر کسی استناد کے مہمل اور لغو با تین اور بے بنیاد انسانے تراشتا ہے ایسی تہمت والی باتوں کو اپنی کتاب میں بنانوار کے پیش کیا ہے جو اہل سنت کے استعاری طاقتوں کے اشارے پر لکھی ہیں۔ ان زہریلی باتوں کا مقصد محض ذہنی عیاشی ہے۔

مثلاً وہ لکھتا ہے کہ:

Highas اپنی کتاب قاموس اسلام (۱۲۸) میں عید غدریہ کے متعلق لکھتا ہے کہ شیعہ اخبارہ ذی الحجہ کو عید مناتے ہیں جس میں آنے سے تمن مجسمہ تیار کرتے ہیں اس کے پیٹ میں شہد بھردیتے ہیں کہتے ہیں کہ عمر، ابو بکر، عثمان کا مجسمہ ہے پھر اس کا پیٹ چھری سے چاک کرتے ہیں بہتے ہوئے شہد کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ خون بہرہ رہا ہے۔ اس کا انہوں نے عید غدرینام رکھا ہے۔

Bvrtar (ص ۱۵۸ پر) نے لکھا ہے: ایرانیوں کو اگر موقعہ ملتا ہے تو عمر و ابو بکر کی قبر کے پاس نجاست کر دیتے ہیں اسے ایک پرانے کپڑے میں بھر کر وہاں رکھ آتے ہیں تاکہ رات میں اس کا

مجاور آکر اٹھائے تو سمجھے کہ یہ تخفہ بھیجا گیا ہے۔

ایک جگہ (ص ۱۶۱ پر) لکھتا ہے کہ شیعوں کا خیال ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد ان کے بڑے فرزند اسماعیل کے لئے امامت واضح تھی لیکن چونکہ اسماعیل شرابی تھے اس لئے امامت ان کے چوتھے فرزند موسیٰ کی طرف منتقل ہوئی۔ امام جعفر صادق کے سات فرزند تھے اسی وجہ سے گروہ شیعہ میں شدید اختلاف بہوت پڑا چنانچہ اس کی تصریح ابن خلدون نے کی ہے۔ (۱)

ایک جگہ (ص ۱۲۸ پر) امام حسین کے ایک لا معلوم فرزند کے پوتے عبد اللہ بن علی بن عبد اللہ بن حسین کے متعلق جن کا تاریخ و سیرت میں کہیں پتہ نشان نہیں کہ کب پیدا ہوئے۔ کہاں زندگی برکی، کب مرے اور کہاں دفن ہوئے۔ البتہ امام محمد باقر علیہ السلام کے زمانے میں عبد اللہ بن علی بن الحسین تھے۔ جو فقیہ و فاضل اور امام محمد باقر کی امام کے قائل تھے۔ بہر حال یہ لا معلوم عبد اللہ کے متعلق لکھتا ہے کہ انہوں نے دعویٰ امامت کیا۔ کہتے ہیں کہ خراسان سے ان کے پاس بہتر نہ مندے مدینے آئے وہ امام کیلئے حقوق کی رقم لائے تھے لیکن امام کو پہچانتے نہیں تھے۔ پہلے عبد اللہ کے پاس گئے انہوں نے نہ مندروں کو دکھانے کیلئے رسول کی زرہ، انگوٹھی، عصا اور عمامہ پیش کیا۔ جس وقت سب لوگ حاضر ہو گئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے فرزند جعفر سے فرمایا کہ ان کی انگوٹھی لے آئیں انگوٹھی لی اسے ذرا جبیش دی اور زبان پر کچھ کلمات جاری کیئے تاگاہ زرہ، عمامہ اور عصا نے رسول اسی انگوٹھی سے باہر آئی۔ جو نبی امام نے زرہ پہنی، عمامہ سر پر رکھا، عصا ہاتھ میں لیا لوگوں پر وحشت طاری ہو گئی جب لوگوں نے دیکھ لیا تو عمامہ وزرہ اتار کر لوگوں کو جبیش دی یہ تمام چیزیں انگوٹھی میں واپس چل گئیں اس کے بعد زائرین کی طرف رخ کر کے فرمایا: ہر امام کے اختیار میں قارن کی دولت ہوتی ہے سب نے آپ کے حق امامت کا اقرار کیا اور اپنے مال امام کے حوالے کر دیے۔ اسی کے حاشیے میں لکھتا ہے کہ دائرۃ المعارف اسلامیہ مادہ قارون کی طرف مراجعت کیجئے۔

سبحان اللہ! مجھے گمان بھی نہ تھا کہ اتنے بڑے جامعہ میں کوئی ایسا بھی صاحب قلم پیدا ہو گا جو ایسی

باتیں لکھے گا جو مخالفین سے لیکر دوسروں کے عقیدے کی ترجیحی کرے پھر یہ کہ ایسا ممکن عقیدہ جس کا نہ کوئی مأخذ نہ درک - جیسے پایا تھہت گھیثت دی۔

میں ایسے مؤلف کے متعلق کیا لکھ سکتا ہوں جونہ کوئی حوالہ دے نہ کسی کی رہنمائی قبول کرے بقول اسی کے سولہ سال اس نے کتاب کے مقدمے کی خاطر شیخ عبدالدیوب میں گروش کی ہر جگہ جھک مارا۔ ان کے اجتماعات میں حاضری دی، ان لوگوں میں رہا ہوا اس تمام مدت میں جو کچھ لکھا اس کا اثر دیکھنے کو نہ ملنا کسی شیعہ کتاب خواہ وہ سطحی کیوں نہ ہو یہ بات ملی۔ پھر وہ اسلامی برادری کو پارہ پارہ کرنے کیلئے ترقی یافتہ ترین مدارس پر ایسی الزام تراشی کرتا ہے جن سے ان کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ ایسی باتیں منسوب کرتا ہے جن سے شیعوں کا صحیح و متناسب سلوک قطعاً الگ ہے اور وہ اسے حرام بھجتے ہیں۔

ان کے نفرت و عناد کا تذکرہ کرتا ہے جس کا نہ تقدیم و جدید کتاب میں ثبوت ہے نہ کبھی کانوں سے سنا اور آنکھوں نے دیکھا۔ ان گرانقدر کتابوں سے دنیا کے کتب خانے ہم्रے پرے ہیں جن لوگوں کے پاس ایمان باللہ نہیں یادہ نقل ساعت کے مریض ہیں ان کی بات دوسری ہے خدا اس کا ناس مارے جو اس قسم کی باتیں لکھے اور عذاب آخرت سے قبل ہی اسے ناعاقبت اندیشی کا مزہ چکھائے۔

ہماری سب سے بڑی مصیبۃ یہ ہے کہ یہ جھوٹا۔ عصر حاضر کی اولاد۔ شیعہ کتابوں سے جو بات بھی نقل کرتا ہے جھوٹ کے پلندے لگادیتا ہے چنانچہ کلمتی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ان کی قبر کھوئی گئی ان کو وہی کپڑے پہنے ہوئے اور اصلی حالت میں دیکھا گیا ذرا بھی تغیرت نہ ہوا تھا ان سے پہلو میں ایک بچہ تھا جسے فن کے وقت لٹا دیا گیا تھا اسی لئے ان کے مزار پر مسجد بنادی گئی ہے۔ پھر حاشیہ پر لکھتا ہے فہرست طوی میں ایسا ہی ہے لیکن جب آپ فہرست طوی دیکھیں گے تو کہیں اس کا پیشہ نشان نہیں۔

کبھی وہ عبارت میں تحریف کر بیٹھتا ہے بات بالکل الٹ دیتا ہے چنانچہ کلمتی کی الکافی (۱) سے مولا امیر المؤمنین کی زیارت نقل کر کے ایسی باتیں بڑھادیتا ہے کہ نہ کافی میں وہ چیز ملے گی نہ دوسری شیعہ کتابوں میں۔

اس سے زیادہ اس کی جھالت اور نادانی رجال شیعہ اور تاریخ شیعہ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ سلمان فارسی کے حال میں لکھتا ہے: بہت سے شیعہ زیارت کر بلے سے واپس ہو کر ان کی قبر پر جاتے ہیں۔ جو مدائن کے دیہات سہند و رم میں واقع ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ اصفہان میں دفن تھے۔ دوسری جگہ (ص ۲۶۸ پر) مقداد کے حال میں لکھتا ہے کہ مصر میں مرے اور مدینے میں دفن ہوئے۔ حدیفہ یمان کے متعلق لکھا ہے کہ اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ جنگ احمد میں شہید ہوئے اور مدینے میں دفن ہوئے۔ کلینی کیلئے لکھا کہ بنداد میں مرے اور کوفے میں دفن ہوئے۔ ساتویں صدی کے بزرگ سید مرتضی رازی کے متعلق لکھا کہ علم الہدی نے ان کی تاریخ وفات ۳۳۷ھ کھلی ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار بناؤٹی باتیں بھری پڑی ہیں۔ اس کی اس ذیلی حرکت سے ارباب علم کو ق آنے لگے گی۔ کتاب کا مترجم غارت ہو جائے مغربی گناہوں کا اپنے کاند ہے پر انہا کرجامعات سے منتشر کیا اور ناموس اسلام کا سودا کیا۔ نہ حیثیت عرب ہوش میں آئی نہ دن کی حیادا من گیر ہوئی۔

”قیامت کے دن اپنے گناہوں کا جواب دیں گے۔“ (۱) -

الوشيوع في نقد عقائد الشيعة

موئی جار اللہ

ذرا بھی میلان نہ تھا کہ یہ کتاب درمیان میں آئے یا اس کی آواز کان میں پڑے کیونکہ اس کو تالیف کے
بجائے رسولی کا نام دینا چاہیے مگر چونکہ چھپ کر بازاروں میں بک رہی ہے اس لئے معاشرے کو اس کی قدر و
قیمت بتانا ضروری ہو گیا۔ اس کا ہر سیاہ صفحی امت اسلامی کیلئے شرمناک اور قوم کیلئے تہمت و رسولی ہے۔
ایسے شخص کی کتاب کے متعلق کیا لکھا جائے جو قرآن و سنت کو پس پشت ڈال دے۔ خود سری میں
فیصلہ کرے اور نقد و اعتراض کرے، نامناسب باتیں کہے۔ تہمت باندھے، غلط باقوں کے ساتھ
نامناسب القاب تراشے۔ قرآن کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہوئے اپنی رائے سے تفسیر کرے۔ جو کچھ اس
کی کمزور عقل میں سما جائے توجیہ کر ڈالے۔ جیسے قرآن آج کل ہی میں نازل ہوا ہے کسی نے اس سے
پہلے اسے پہچانا ہی نہ تھا۔ آیات قرآنی کے متعلق اس سے پہلے کسی نے کوئی بات ہی نہیں کہی ہے نہ تفسیر
ہوئی ہے نہ اس بارے میں حدیث ہے، گویا یہ شخص قانون تازہ، جدید نظریہ اور خود ساختہ نیادین و مذہب
ایجاد کر رہا ہے جس کا مبادی اسلام اور طالب کتاب و سنت سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کی احتمان تحریر کے
مطابق امت اپنے تمام امتیازات و فضائل و کمالات و تبلیغ میں رسول اعظم کے برابر ہے۔ مخصوص ترین
خصوصیات نبوت میں بھی اس کی شریک ہے۔ جس سورہ میں پیغمبر اسلام کی رسالت مراد ہے اس سے بلا
فاصلہ امت کی رسالت بھی مراد ہے۔ یہ شخص ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ﴾ (۱) اور

﴿مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشْدَاءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ (۱) جسمی آیات سے امت کی رسالت پر استدلال کرتا ہے۔ اس کی اس یادو گوئی پر بحث کرنے کیلئے فرصت چاہیے۔ آج کل علامہ شیخ مہدی جہانگیر، اس کے ابطال میں کتاب لکھ رہے ہیں۔ اس شخص کی صرف رسالت امت کی غلطی ہی اس کی فضیلت کیلئے کافی تھی مگر اس نے تو غلطیوں کے بھرمار کر دی ہے۔ چند نمونے پیش ہیں:

۱۔ اعتراض:

امت بالکل رسول اعظم کی طرح معصوم ہے۔ ان معنوں میں معصوم ہے کہ وہ تبلیغ و ادائے رسالت کا تحفظ کرتی ہے پیغمبر ہی کی طرح ہر عهد اور ہر عصر میں ابلاغ کے فرائض انجام دیتی رہی۔ ممکن ہی نہیں کہ دین کی کوئی بات امت سے چھوٹ گئی ہو یا اسے فراموش کر دیا ہو۔ اس لئے امت تمام آئندہ سے قرآن و سنت کی پہ نسبت زیادہ واقف کار اور ائمہ امت کی ہدایت سے قریب تر ہے۔ قرآن و سنت کے متعلق امت کا علم آج کل علی اور اولاً علی سے زیادہ اور کامل تر ہے کہ عمومی حیثیت سے اکثر فرزندان امت کو ائمہ اور اصحاب رسول سے زیادہ واقف کار بنایا ہے۔ جو بھی حادثہ پیش آتا ہے امت اس پر حق و جوابی فیصلہ صادر کرتی ہے۔ ہر مسئلے کا امت کے پاس جواب ہے۔ امت وارث پیغمبر ہے اور خاتم النبین کی برکت سے رشد فکری سے بھی بہرہ یا ب ہے خداوند عالم اس حکم کو بتا دیتا ہے، امت کی یہ ہدایت و حق طلبی ہر امام کی ہدایت و حق طلبی سے افضل ہے اور امت رسول اعظم کی طرح اور عقل کی برکت سے معصوم ہے، بالآخر درشید ہے۔ اب اسے کسی امام کی ضرورت نہیں اس کی اصابت فکر و عقل ہر امام سے اس کو بے نیاز کر دیتی ہے۔

شیعہ جو ائمہ کی عصمت کے معتقد ہیں مجھے اس کا انکار نہیں لیکن مجھے اس عقیدے کے بارے میں اختلاف ہے کہ ابھی امت محمد قاصر ہے اور آئندہ بھی قاصر رہے گی اور قیامت تک امام معصوم کی وصایت کی محتاج ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امت ہر امام معصوم سے ہدایت کے معاملے میں نزدیک تر ہے، اور حق و جواب کے معاملے میں ہر امام معصوم سے زیادہ واقف کار ہے۔ کیونکہ امام کی عصمت صرف دعویٰ ہے

لیکن امت کی عصمت پر قرآن گواہ ہے اور بدیہی و ضروری بھی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جس کا امت نے پہلے سے جواب نہ مہیا کیا ہو۔ ہماری عقل امت کی مقامی کو امام مصوم کے ساتھ سمجھنے نہیں سکتی، وہ رشد فکری سے بہرہ یاب، مصوم عقل اور مصوم کتاب کی حالت ہے، عصمت کی اسی توانائی کے ذریعے وہ رسول خدا کی تمام میراث کی وارث ہوئی۔ اور نبی اعظم کے ہر مقام و مرتبہ پر فائز ہو گئی امت با وجود کمال عقل ختم نبوت کے بعد اس بات سے گرانی تراور معزز اور بلند مرتبہ ہے کہ کسی جانشین کے ماتحت رہ کے قیامت تک قادر ہے۔

جواب:

یہ ہیں وہ خرافاتی خیالات جو ایک حق کے متلاشی دانشور سے قطعی دور ہیں، اس کی تو بات ہی چھوڑ دیجو خود کو فقیر کہتا ہے۔ گویا اس شخص نے نیند میں پریشان خیالی کا خواب دیکھ کر بڑیا شروع کر دیا ہے۔

کوئی اس شخص سے پوچھے کہ جب امت مصوم ہے، دین کے جزئیات و کلیات کی حافظ ہے، اصول و فروعات کو تمام جھتوں سے ہر عصر و عہد میں تعلق کی ذمہ دار ہے اور اس سے کوئی چیز فراموش بھی نہیں ہوتی یا غفلت نہیں برتنی تو پھر امت کا تمام ائمہ سے اعلم ہونا اور انہی کی ہدایت سے قریب تر ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ کیا ائمہ امت کے جرگے سے باہر ہیں؟ پھر یہ کہ کیا وہ دینی ہدایت کے حفاظ اور ہدایت یافتہ نہیں؟ کیا جس دین کے مبلغ یہ امت ہے اس سے وہ لوگ الگ۔ ہیں؟ کیا امت کی عصمت و تحفظ دین اور دین کی بُرَبِّیت ان کی تعلق اسکے کوششیں نہیں ہے؟

اس شخص کے دعویٰ کے مطابق ہونا تو یہ چاہیے کہ کوئی بھی جاہل پیدا نہ ہو۔ دین کے معاملے میں امت میں اختلاف بھی واقع نہ ہو حالانکہ تمام دنیا میں جاہل بھرے پڑے ہیں ان کے احوال و اعمال ان کی جہالت کے گواہ ہیں۔ سرپرست خود وہی جاہل ہے۔ پھر یہ کہ رسول کے بعد سے آج تک امت میں جو اختلاف رونما ہوئے ہیں انہیں ہر صاحب عقل جانتا ہے کیا اس سے حقائق کے تعلق نادانی کے سوا کچھ اور سمجھ میں آتا ہے؟ کیا واضح حقیقت کے علاوہ کسی اور چیز کا تصور کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے کہ اختلافی

موقع ایک امر بسیط ہے جس کا تجربہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ شخص جس دین کے متعلق کہتا ہے کہ امت نے یاد کر لیا ہے اور اس کی تبلیغ کر رہی ہے۔ کیا اس سے یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ علیٰ اور اولاد علیٰ ان باتوں سے جاہل تھے یا اس کا اعتقاد ہے کہ وہ امت کی فردیتیں ہیں۔

پھر وہ کہتا ہے کہ قرآن و سنت کے متعلق، حاضر میں امت کا علم بھی علیٰ اولاد علیٰ سے زیادہ اور کامل تر ہے۔ آخر کس نے اسے تمام امت کے علم اور اولاد علیٰ کے علم کے متعلق واقف کرایا کہ اس نے بلا دلیل اس پر حکم قطعی صادر کر دیا۔ حیرت اس پر ہوتی ہے کہ اس کے گمان میں جب بھی امت میں کوئی واقعہ یا حادث و قوع پذیر ہو اخذ اوند عالم نے امت کو اس کے حکم یا جواب سے مطلع کر دیا۔ اس طرح امت وارث پیغمبر ہو گئی اور برکت رسالت سے ہدایت یافتہ اور ہم دو ش کتاب و سنت ہو گئی اور معصوم اماموں کی طرح اپنی عقل میں معصوم ہو گئی۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر علیٰ اور اولاد علیٰ کیوں ان لوگوں میں نہیں جن میں خدا نے حق و صواب سے مطلع کر دیا اور کیوں وہی وارث پیغمبر نہیں؟ وہ علم امت میں شریک کیوں نہیں؟ انہیں برکت رسالت میں کیوں شامل نہیں کیا جا رہا ہے؟ رسول اعظم کی طرح وہ عصمت سے سرفراز کیوں نہیں؟ انہیں عقل معصوم کیوں نہیں دیا گیا؟ اس سے زیادہ حیرت ناک امت کی عصمت کے متعلق خداوند عالم کی لکار ہے: ﴿الا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير﴾ "بھلا جس نے پیدا کیا ہے وہ بے خبر ہے وہ تو بڑا باریک ہیں اور واقف کار ہے۔" (۱) ﴿أَمْ عَلَىٰ قُلُوبُ أَفْفَالِهَا﴾ "کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟" (۲)

مجھے کہنے دیجئے کہ رسول خدا زیادہ بصیرت کے حامل تھے اس کنوارے مفتی سے جو بے دل فتوے جھاڑتا ہے۔ وہ میزان علوم امت کو زیادہ جانتے تھے جنہوں نے امت کی ہدایت کے لئے دو گرانقدر پیغمبرین چھوڑیں کتاب خدا اور اپنی عترت (یہاں عترت سے مراد آئندہ مخصوصیں ہیں) اور پھر فرمایا کہ جب تک تم ان دونوں سے متسلک رہو گے، ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس وارو ہوں۔

رسولؐ نے ہدایت کو ان دونوں سے متسک ہونے میں مدد و کر دیا ان کی پیروی کو قیامت تک کے لئے لازم فرار دے دیا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ ان دونوں کے پاس علوم و معارف کے ایسے خزانے ہیں جن سے امت محروم ہے اور امت اس وقت تک ان علوم کی حامل نہیں ہو سکتی جب تک کہ مخصوص نہ ہواں پر غیب کے پردے نہیں کھل سکتے۔ رہبر سے بے نیازی کی صورت میں اس کے پاؤں اوہر اور لازی طور سے پڑیں گے۔ رسول کی اس واضح نص کے مطابق عترت رسول اور امام، ہدایت کے معاملے میں قرآن کے ہم پلہ ہیں، یہ قرآن کے مفسر اور اس کے رموز و اسرار سے واقف ہیں، امت یا اس کے بعض افراد تو اس کی پوری بصیرت سے بھی محروم ہیں۔ ان کا ہم مرتبہ کہنا تو دور کی بات ہے۔

واقعی اس بات کی حیثیت یعنی بگھارنے سے زیادہ کی نہیں ہو سکتی۔ خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ اس حدیث کو متعدد موقوعوں پر یا عظیم اجتماعات میں فرمایا گیا ہو۔ من جملہ ان کے بروز عید غدیر ایک لاکھ سے زیادہ افراد کے درمیان رسول نے فرمایا۔ رسول کے زمانے میں یہ اجتماع سب سے بڑا تھا پھر یہ کہ اپنی وفات کی خبر بھی دی چونکہ جانتے تھے کہ امت رموز کے اور اک سے قاصر ہے اور واقعی ہے بھی قاصر اور آئندہ بھی قاصر ہے کی لہذا آپ نے مجبوراً اپنے بعد خلیفہ محبین کرنا ضروری سمجھا یہ حدیث ثابت و متواثر ہے اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں اس کے بارے میں علامہ سہودی کی بات گذشتہ صفات میں لکھ چکا ہوں۔ (۱) رسول اسلام امت کی هفتادی کو اول روزی سے جانتے تھے۔ جس دن آپ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایا اس واضح حدیث کی شبیہ سفینہ نوح ہے جس میں آپ نے ائمہ اہل بیت کو سفینہ نوح سے تشبیہ دی ہے کہ جو بھی اس میں سوار ہو انجات پا گیا اور جس نے روگردانی کی غرق ہو گیا۔ (۲) لہذا نجات کوئی پرسوار ہونے کے استعارے کے ذریعے اماموں کی پیروی میں مختصر کر دیا ہے، اگر ان کے پاس ہدایت امت کے سلسلے میں علوم کافی نہیں تھے اور وہ علوم صرف ان کی رہبری کے دلیلے ہی سے حاصل نہیں کیے جاسکتے تو یہ تشبیہ صادق نہ آتی اور کسی طرح بات نہ بتی۔ اسی طرح ایک

۱۔ سہودی کی بات کو زرقانی نے شرح المواہب، ج ۱، ص ۸ پر نقل کیا ہے۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۹۱ (نمبر ۷۵۰) المحدث علی الحسین، ج ۳ ص ۱۵ (ج ۳، ص ۱۶۳، حدیث ۲۷۰) وغیرہ

حدیث نجوم بھی ہے جس میں رسول نے اپنے اہل بیت کو نجوم سے تشبیہ دی ہے۔ (۱) کیونکہ رسول کا خاندان و رخشاں ستاروں کی طرح ہے جو گمراہی کے تاریک اندر ہیروں میں پرچم ہدایت ہیں، ضلالت و اختلاف میں امت کی ہدایت کرتے ہیں۔ اگر یہ دانش و ہدایت کے ارکان نہ ہوتے تو تشبیہ کامل نہ ہوتی۔ اگر آج امت کا علم قرآن و سنت، علم علی سے زیادہ کامل ہوتا (جیسا کہ یہ عقل کا دشمن سوچتا) تو رسول کیوں فرماتے: گویا وہ جانتے ہی نہ تھے کہ میری امت میں سب سے زیادہ عالم میرے بعد علی بن ابی طالب ہیں۔ (۲)

آپ انہیں علم کا محافظ کیوں قرار دیتے۔ (۳) یا اسی باب جس سے لوگوں کو آنا چاہیے۔ انہیں باب علم اور اپنی رسالت کا بیان کرنے والا کہہ کے کیوں متعارف کرتے۔ (۴) امت کو کیوں خبردار کرتے کہ میرے علم کے محافظ اور خزینہ دار بھی علی ہیں۔ آپ انہیں وصایت اور علم کی وراثت سے کیوں مخصوص فرماتے۔ (۵)

پھر حضرت علی صلی اللہ علیہ وس علیہ السلام کا یہ ارشاد کیسے صحیح ہو سکتا تھا؟ خدا کی قسم! میں رسول کا بھائی، ان کا ولی، ان کا چچیرا بھائی، ان کے علم کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ خدا کوں ہو گا؟ پھر حافظ نیشاپوری یہ قطعی فیصلہ کیوں کرتے کہ امت کا اجماع ہے کہ حضرت علی و مرسووں کے برخلاف علم نبی کے وارث ہوئے۔ (۶)

ان تمام اعتراضات کے علاوہ بچھتے دلائل سے معلوم ہوا کہ امت کا علی سے علم ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ امت کا علم رسول خدا سے بھی زیادہ ہو کیونکہ علی رسول خدا کے تمام علوم کے وارث ہیں اس طرح پھر اس حدیث رسول کی توجیہ کیا ہوگی جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ حکمت کو ان کے خاندان میں خدا نے

۱۔ المسند رک علی الحسن، ج ۳، ص ۱۳۹ (ج ۳، ص ۱۱۲)، حدیث ۳۲۱۵

۲۔ مناقب خوارزمی، ص ۳۷۹ (ص ۸۲، حدیث ۷۷) کنز العمال، ج ۲، ص ۱۵۳ (ج ۱۱، ص ۲۱۳)، حدیث ۳۲۹۷۷

۳۔ شرح نجف البلاغی، ج ۲، ص ۳۳۸ (ج ۹، ص ۱۷۵، خطبہ ۱۵۲)۔

۴۔ ثہیں الاخبار، ص ۳۹ (ج ۱، ص ۱۰۶، باب ۷) کتفیۃ الطالب، ص ۷۰، باب ۲۷

۵۔ انفرد و بیان اخلاق اخلاق (ج ۳، ص ۶۵، حدیث ۳۱۸۱) کنز العمال، ج ۲، ص ۱۵۶ (ج ۱۱، ص ۲۱۳)، حدیث ۳۲۹۸۱

۶۔ المسند رک علی الحسن، ج ۳، ص ۱۲۶ (ج ۳، ص ۱۳۶)، حدیث ۳۲۹۳۲

قرار دیا ہے (۱) جبکہ امت میں ایسے لوگ موجود ہوں جو ان سے زیادہ واقف کارہوں۔ رسول کی صحیح حدیث ہے کہ: انا دار الحکمة و علی بابها "میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں"۔ رسول اپنی امت کو کیسے اہل بیت کی پیروی کا حکم دیتے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اہل بیت میری طینت کا جز ہیں، انہیں میرے فہم و علم کی روزی عطا کی گئی ہے۔

اہل بیت کو امت کا رہبر قرار دیتے ہوئے رسول کیسے فرمائے ہیں کہ میری امت میں سے ہرگروہ میں میرے اور کچھ ارباب عدل ہوں گے جو میرے اہل بیت سے ہوں گے جو دین کو انتہا پندوں کے گروہ سے چھوٹے ہوئے نہ اٹیں نہ اٹانے والوں کے انتسابات سے اور جاہلوں کی تفسیر و تاویل قرآن سے باز رکھیں گے۔ خبردار! وہ خدا کی طرف سے تمہارے رہبر ہیں، ہو چوتھ کس سے رابطہ رکھتے ہو۔ (۲) اس شخص کے گمان کے مطابق اگر امت کو قیامت تک امام کی کوئی احتیاج و ضرورت نہیں تو پھر تین روز تک رسول کا جنائزہ امت نے کیوں دفن سے چھوڑے رکھا۔ تمام کتابوں میں اس کی وجہ امر خلافت اور تعین خلیفہ ہی بیان کی گئی ہے۔ این جگہ نے صواتن میں لکھا ہے: جان لو کہ اصحاب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ نصب امام زمان نبوت ختم ہونے کے بعد واجب ہے بلکہ یہ اہم واجبات سے ہے۔ دلیل یہ ہے کہ دفن رسول سے غافل ہو کر اس کا اہتمام کیا گیا۔ تعین امام کے ہونے نہ ہونے کے سلسلے میں اجماع کی خلافت بہت سے شکوک پیدا کر دے گی۔ (۳)

ہر محقق کو ان باتوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ امت کو غیر معصوم امام کی رسول کے بعد کس قدر ضرورت ہے۔ اس کے باوجود یہ شخص کہتا ہے کہ قیامت تک امت کو امام معصوم کی ضرورت نہ ہوگی؟

اعتراض:

مخد کے پارے میں اس کی بھی چوڑی بکواس کا خلاصہ یہ ہے: یہ ازدواج عہد جاہلیت ہے۔

۱۔ مناقب احمد (ص ۷۶، حدیث ۲۲۵) ریاض المعرفة، ج ۲، ص ۱۹۸ (ج ۲، ص ۱۳۹)

۲۔ ذخیر العقلي، ص ۷۶، الصواتن انحرفت، ص ۱۳۱ (ص ۲۲۶)

۳۔ الصواتن انحرفت، ص ۵ (ص ۷)

شریعت اسلام میں اس قسم کے ازدواج کا کوئی حکم موجود نہیں۔ اس کے مفروضے ہونے کو حکم شرعی کے لئے
کے معنوں میں نہ سمجھنا چاہیے بلکہ ایک جاہل رسم کو منسوخ کرنے کے معنی میں لینا چاہیے۔

اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے۔ اس کے بارے میں قرآن کے اندر ہمیں کوئی اشارہ نہ ملا۔
شیعوں کے علاوہ کسی نے بھی نہیں کہا ہے کہ ﴿فَمَا أَسْتَعْتَمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَأَتُوْهُنَّ أَجْوَرَهُنَّ﴾ "تو ان
میں سے جس کے ساتھ تم متعدد کرو تو ان کی اجر تیس جو مقرر ہوں ادا کرو"۔ اسی بارے میں نازل ہوئی ہے
۔ نہ کوئی جاہلیت کا پروردہ اس کا دعویٰ کر سکتا ہے، نہ قبول کر سکتا ہے۔ شیعوں کی کتابوں میں اس کی سند
امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف دی گئی ہے لیکن صحیح تراخیال یہ ہے کہ اس کے اسناد بناولی
ہیں ورنہ امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام جاہل ہو جائیں گے۔ (۱)

جواب:

یہ ہے اسلام اور قرآن کے اوپر پاپ کا سلسلہ رسول اعظم کی تکذیب اور صحابہ و تابعین اور ذہیر
سارے علماء اسلام جو تمام اسلامی فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں انہیں جھلانے کی گستاخانہ کوشش۔
میں اپنی بات کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے بیان کر رہا ہوں:

۱۔ حدیث قرآن میں:

﴿فَمَا أَسْتَمْتَغْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَأَتُوْهُنَّ أَجْوَرَهُنَّ فَرِيْضَةٌ وَلَا جَنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا
تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيمًا﴾

"پس جو بھی ان عورتوں سے متعدد کرے، ان کی اجرت انہیں بطور فریضہ دے دے اور فریضہ کے
بعد آپس میں رضا مندی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، بے شک اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے"۔ (۲)
اس کی شان نزول میں صرف متعدد کو بیان کیا گیا ہے جس کے ذیل تفسیری مأخذ ہیں جن سے پورا
اطمینان ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، تفسیر طبری، احکام القرآن جاص، سنن بیہقی، تفسیر
بغوی، تفسیر زمشیری، احکام القرآن قاضی، تفسیر قرطبی، تفسیر رازی شرح صحیح مسلم، تفسیر خازن، تفسیر

بیضاوی، تفسیر ابو حیان، تفسیر ابن کثیر، تفسیر سیوطی، تفسیر ابو سعید۔ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں کہ ارباب نظر اکیا یہ کتاب میں ال من کے نزدیک مأخذ اور علم قرآن کا مرچ نہیں، کیا یہ علم تفسیر نہیں ہیں؟ پھر یہ شخص کہتا ہے کہ کوئی آیت متعہ کے بارے میں نازل نہیں ہوئی ہے شیعوں کے علاوہ کسی کتاب میں دیکھا نہیں گیا، اس کی کیا توجیہ و تاویل کی جائے گی؟

۲۔ اسلام میں متعہ کے حدود:

گذشتہ صفات میں بیان کیا ہے کہ متعہ کے حدود بیان کئے گئے ہیں۔ جامی عہد میں یہ حدود موجود نہ تھے۔ گذشتہ علماء اور آج کے کسی عالم نے بھی یہ بات نہیں کہا ہے کہ متعہ جامی عہد کی پیداوار ہے اس کے حدود مقرر ہونے کے بعد تو اسے جامی چیز نہیں کہا جا سکتا۔ اس طرح اس شخص کی ہرزہ سرائی کی کوئی اصل نہیں رہ جاتی۔ بے شمار کتابوں میں اس کے حدود بیان کئے گئے ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں:

سنن درایی؛ صحیح مسلم، جلد اول، باب متعہ؛

تفسیر طبری۔ انہوں نے حدود متعہ میں، عقد، مدت، علیحدگی بعد از مدت، استبرا اور عدم میراث لکھا

ہے۔

احکام القرآن خاص؛ عقد، اجرت، مدت، عده اور عدم میراث ذکر کیا ہے۔

سنن بیہقی؛ حدود متعہ سے حدیثین نقل کی ہیں۔

تفسیر بغوی؛ تفسیر قرطبی؛ تفسیر رازی؛ شرح صحیح مسلم نووی؛ تفسیر خازن؛ تفسیر ابن کثیر؛ تفسیر سیوطی؛

- ۱۔ صحیح بخاری (حج، ص ۲۳۲، حدیث ۱۶۳۲) صحیح مسلم (حج، ص ۱۷، حدیث ۱)، کتاب الحج (مسند احمد، حج، ص ۲۳۶، حج، ص ۲۰۳، حدیث ۱۹۰۶) تفسیر طبری، حج، ص ۹ (محلہ ۲، ص ۱۲) بحاص کی احکام القرآن، حج، ص ۲۸ (حج، ص ۵، ص ۲۰۳، حدیث ۱۹۰۶) سنن بیہقی، حج، ص ۵۰ (حج، ص ۲۰۴) تفسیر بغوی، حج، ص ۲۲۲ (حج، ص ۲۱۳) تفسیر کشاف، حج، ص ۳۶۰ (حج، ص ۳۹۸) قاضی کی احکام القرآن، حج، ص ۱۲۲، تفسیر قرطبی، حج، ص ۵، ص ۳۰ (حج، ص ۸۶) تفسیر رازی، حج، ص ۳، ص ۲۰۰ (حج، ص ۱۰، ص ۳۹، ص ۵۰)، نووی کی شرح صحیح مسلم، حج، ص ۹۱ (حج، ص ۲۹) تفسیر خازن، حج، ص ۳۷ (حج، ص ۳۵۲) تفسیر بیضاوی، حج، ص ۲۰۹ (حج، ص ۲۱۹) تفسیر ابی حیان، حج، ص ۲۸، تفسیر ابن کثیر، حج، ص ۲۷، تفسیر درستور، حج، ص ۲۰ (حج، ص ۲۸۲) تفسیر ابی سعید، حج، ص ۲۳ (حج، ص ۲۵) (حج، ص ۱۶۵)

جامع الکثیر سیوطی؛ ان کے علاوہ بے شمار کتابوں میں حدود متعہ کا ذکر ہے۔ (۱)

۳۔ سب سے پہلے جس نے مخدوٰ حرام قرار دیا:

میرے پاس تھیں حدیثیں صحابہ و مسانید کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ متعدد مانہ پیغمبر اسلام میں مباحث تھا خلافت ابو بکر کے زمانے میں اور خلافت عمر کے کچھ زمانے تک رائج رہا۔ حضرت عمر نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں اس کو حرام قرار دے دیا۔ انہوں نے خود اس حقیقت سے اپنے کو متعارف کرایا ہے کہ وہ سب سے پہلے اس کو حرام قرار دینے والے ہیں۔

مندرجہ ذیل کتابوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

صحیح بخاری، صحیح مسلم، مسند احمد، موطا امام مالک، سنن بیہقی، تفسیر طبری، احکام القرآن جصاص، نہایہ ابن اشیر، الغرسیین ہروی، الفتاویٰ زخیری، تفسیر قرطبی، تاریخ ابن خلکان، المحاضرات راغب، تفسیر رازی، فتح الباری ابن حجر، تفسیر سیوطی، الجامع الکبیر سیوطی، تاریخ الخلفاء، سیوطی، شرح تحریر موثقی۔ (۲)

۱۔ سنن داری، ج ۲، ص ۱۳۰، صحیح مسلم (ج ۳، ص ۱۹۲، حدیث ۱۹، کتاب النکاح) تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹، جصاص کی احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸ (ج ۲، ص ۱۳۶) سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۰، تفسیر بغوی، ج ۱، ص ۲۲۳، تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۲ (ج ۵، ص ۷۷) تفسیر رازی، ج ۳، ص ۲۰۰، ہنودی کی شرح صحیح مسلم، ج ۹، ص ۱۸۱، تفسیر خازن، ج ۱، ص ۲۵۷، تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۱۳۰، سیوطی کی الجامع الکبیر، ج ۸، ص ۲۹۵ (ج ۲، ص ۳۲۲، حدیث ۱۹۶۸۵)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۲، ص ۵۲۹، حدیث ۱۳۹۶) صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۹۵، ۳۹۶ (ج ۳، ص ۱۹۲-۱۹۳، حدیث ۱۷-۱۵) کتاب النکاح (مسند احمد، ج ۳، ص ۳۳۶، ج ۳، ص ۳۴۶) سنن بیہقی، ج ۷، ص ۳۵۶ (ج ۵، ص ۲۰۳، حدیث ۲۰۲-۱۹۳۰) الموطا، ج ۲، ص ۳۰ (ج ۲، ص ۵۲۲، حدیث ۲۲) سنن بیہقی، ج ۷، ص ۲۰۶، تفسیر طبری، ج ۵، ص ۹ (مجلد ۳، ج ۵، ص ۱۳) جصاص کی احکام القرآن، ج ۲، ص ۱۷۸ (ج ۲، ص ۱۵۲) التحلیی، ج ۲، ص ۲۲۹ (ج ۲، ص ۳۸۸) الفتاویٰ، ج ۱، ص ۳۲۱ (ج ۲، ص ۹۲) تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۰، دفاتر الاعیان، ج ۱، ص ۳۵۹ (ج ۶، ص ۲۵۹، نمبر ۹۳) محاضرات راغب، ج ۲، ص ۹۲ (مجلد ۲، ج ۱، ص ۲۱۲) تفسیر رازی، ج ۳، ص ۲۰۲، فتح الباری، ج ۲، ص ۲۰۰ (ج ۹، ص ۱۳۱) تفسیر در منثور، ج ۲، ص ۱۳۰ (ج ۲، ص ۳۸۶، ۳۸۷) سیوطی کی الجامع الکبیر، ج ۸، ص ۲۹۳، تاریخ الخلفاء، ص ۹۳ (ص ۱۲۸) توہجی کی شرح تحریر بحث امامت (ص ۳۸۳)

۳۔ صحابہ و تابعین:

اکثر صحابہ و تابعین، عمر کے روکنے کے باوجود متعہ کی مشروعت کے قائل تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ متعہ منسوخ نہیں ہوا ہے۔ ان میں اکثر کا اسلام میں بڑا مرتبہ ہے اور اکثر کی پیروی و اطاعت امت پر فرض جمی گئی ہے۔ ان میں:

حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام حضرت عبد اللہ ابن عباس

عمران بن حسین خزانی جابر بن عبد اللہ انصاری

عبد اللہ بن عمر عدوی عبد اللہ بن مسعود ہرزلی

معاویہ ابن ابی سفیان ابوسعید خدری انصاری

معبد بن امیہ جمی سلمہ بن امیہ جمی

زبیر بن عمار جمزروی حکم

خالد بن عوام قرشی عمر بن حرب قرشی

ابی بن کعب انصاری ربیعہ ابن امیہ شققی

عطاء ابو محمد یمانی سدی

ابن حزم نے ان لوگوں کا نام لگانے کے بعد کہا ہے کہ تابعین میں طاؤوس یمانی، سعید بن جبیر اور عطاء کے علاوہ تمام فقہاء مکہ متعہ کو جائز سمجھتے ہیں۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ مکہ و مکن کے تمام اصحاب ابی عباس کے اس نظریہ کے قائل ہیں کہ متعہ حلال ہے (۱)۔ قرطبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ زیادہ تر اہل مکہ متعہ کرتے رہتے تھے (۲) امام رازی تفسیر میں لکھتے ہیں لوگوں میں اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہوئی ہے یا نہیں۔ امت کی بہت بڑی جماعت اس بات کا اعتقاد رکھتی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی ایک گروہ کہتا ہے کہ ابھی مباح ہے۔ (۳)

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۱۳۲ (ج ۵، ص ۸۸)

۲۔ الحجی (ج ۹، ص ۵۲۰، ح ۱۸۵۲)

۳۔ تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۲۰۰ (ج ۱۰، ص ۳۹)

ابو حیان نے متعدد کے جائز ہونے کی حدیثیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس عقیدے پر اہل بیت اور تابعین کے لوگ باتی ہیں۔ (۱)

علام امین فرماتے ہیں کہ ان تمام باتوں کے بعد اس بات کی کہاں نجاش رہ جاتی ہے کہ متعدد کی حرمت پر اجماع ہے۔ واقعی یہ آیت منسوخ ہے۔ اس قول کو صرف امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے منسوب کرنا کہاں تک صحیح ہے۔ اس کا پانچواں حصہ بھی ہے جس میں متعدد اور اس کے شیخ کے بارے میں اہل سنت کے مختلف اقوال ہیں۔ جو بجائے خود عظیم الشان افادی حیثیت کے حامل ہیں۔ (جلد ششم میں اسے ملاحظہ کیا جائے)

میرے لئے ممکن نہیں کہ اس سے زیادہ اس افتر اپرداز کی یادہ گوئیوں پر بحث کریں جس کا ہر صفحہ لچر، ہر ہمہل بکواس پوچھ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا مؤلف آداب اسلامی اور معارف قرآن و حدیث سے قطعی دور ہے۔ محاسن سے خالی اس شخص میں صرف دریہ دینی اور فناشی ہے۔ اس کو باوجود اس کے فقیہ کہا جاتا ہے۔ اگر فقیہ کا معیار یہی ہے تو فقہہ علم کا خداہی حافظ ہے۔

اور اب حقیقت آشکار ہو گئی اور حق واضح ہو گیا

اب وقت آگیا ہے کہ اپنے اصل مقصد کو واضح کرتے ہوئے کتابوں پر کی گئی تمام بخوشی کا واضح طور سے ہدف بیان کریں۔ ہمارا مقصد اصل میں اہم موضوعات سے متعلق مسلمانوں کی عام بیداری ہے جس میں عمومی مصلحت اور باہمی تعاون کا جذبہ، وحدت اجتماعی اور طوفان فساد سے اسلامی سرحدوں کی حفاظت پوشیدہ ہے۔

﴿يَا أَقْوَمَ إِنْ كَانَ كُبْرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذَكِّرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكِّلْتُ﴾
 ”اے قوم! اگر تمہیں میرا مرتبہ اور میری نصیحت گراں گذر رہی ہے جو میں نے آیات خدا کے متعلق اپنائی ہے تو مجھے صرف خدا پر بھروسہ ہے۔“ (۲)

تہمیں خدا کی قسم اذرا بتاؤ تو کیا ان کتابوں سے زیادہ تہمیں کوئی چیز ایسی دکھائی دیتی ہے جس سے مسلمانوں کی صفائی میں انتشار، معاشرے میں فساد، وحدت عربیت کی برہمی، اسلامی براوری کی چھڑاڑ، دبے کیوں کا اجھار اور اسلامی قوتوں کے درمیان بیجان اور بدینی نیز باہم عداوت کی آگ بھڑ کے۔

اے قوم! امیری پیروی کروتا کہ تہمیں راہ راست کی ہدایت کرو۔ یہ کتابیں قرآن کے خلاف اپنا گھار مچائے ہوئے ہیں۔ جھونٹے اور بہتان سے بھر پور ہنگائے، دینی معاشرے میں مکرات کیا شاعت کرتے ہیں۔ یہ نامناسب باتیں رسول اکرم ﷺ کے مکارم اخلاق پر بُخ زنی کرتی ہیں۔

یہ بھل زبانیں، تو ہیں آمیز اور ذکر مارنے والی زبانیں، امت اسلام کو بدگوئی، بد اخلاقی، باہمی پیکار، خشونت، مردم آزاری کی طرف لے جاتی ہیں۔ ان فاسد تعلیمات سے معاشرہ درہم برہم ہوتا ہے۔ اسلامی فرقوں میں اختلاف اور ایک دوسرے کی اہانت کا جذبہ پر ورش پاتا ہے جس کی وجہ سے شریعت مقدس کی اہانت ہوتی ہے۔ اسلامی قومیت میں سیاسی بازیگری کا رواج ہوتا ہے۔ لوگوں میں توحید اور ہم آنگلی کے خلاف جذبہ پر ورش پاتا ہے یہ زہر نیلے قلم امت کی ترقی و سعادت کیلئے رکاوٹ ہیں۔ ان سے اصلاح طلبی کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ ان سے دینداری کے حرکات کو بند کرنے والی کدوں تیں پیدا ہوتی ہیں۔

اے لوگو! تمہارے لیے خدا کی طرف سے موعظہ اور دلوں کے لیے شفاناً زل ہوا ہے۔ بلاشبہ دینی عقائد اور اسلامی معاشرہ ہر مسلمان کیلئے جو خدا کی وحدت کا قائل ہے یکسان اور مشترک ظاہر ہوتا ہے کیونکہ یہ عقائد معاشرے میں صرف اسلامی معاشرے کا دین ہی ظاہر کرتے ہیں۔ ہر وہ مسلمان جو دینی جذبہ رکھتا ہے اس پر لازم ہے کہ اپنے دینی شرف اور اسلامی قومیت کو چاہے اس کے مانے والے طرز تفکر کے نقطہ نظر سے لغزش سے دوچار بچھتے ہوں، وہ اپنے عقائد کے دفاع میں بہر حال کھڑا ہو گا، وہ نہیں چاہے گا کہ اسے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے فرقے سے منسوب کیا جائے۔

﴿وَإِن هُوَ إِلَّا سَمَاءٌ سَمِيعُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاءُكُمْ﴾ "یہ صرف اسماء ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نام رکھ لیئے ہیں"۔

بلکہ تمام زمین پچے مسلمان کی ہے اور تمام دنیا اسلامی حکومت۔ مسلمان پر چشم حق کے سامنے تلے زندگی بسر کرتا ہے۔ وحدت کلمہ اس کی پونچی ہے۔ چاہے جہاں بھی ہو صحیح اسلامی برادری اس کا شعار ہے۔

یہ ہے مسلمانوں کی انفرادی حالت۔ اسلامی مملکتوں کی توبات ہی بلند ہے، وہ تو آفاقی حکومت اسلامی کا ایک حصہ ہیں۔ ان کے افراد مکمل مجموعہ اور وحدت کلمہ کے بکھرے حروف ہیں۔ صداقت و عدالت کا کلمہ، اخلاص تو حید کا کلمہ، عزت و شرف کا کلمہ، پیش رفت و ترقی کا کلمہ۔ ان اوصاف کے باوجود محترم حکومت مصر کیے اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ اس قسم کی کتابوں کی اشاعت میں لوگ آزاد ہوں۔ اس طرح وہ دوسرے اسلامی ملکوں میں اپنی پوزیشن داغدار کرتے ہیں۔ حالانکہ مصر اولین روز سے گھوارہ اسلام اور پر چشم حق کے سامنے تلے ارباب علم دین کے ہاتھوں دبتان مشرق رہا ہے۔ کیا حکومت مصر جو رسول اپنی نیک ناتی میں مشہور رہا ہے اس کے لیے باعث نہ کیجئے ہے کہ دنیا میں ان کے یہاں کے لوگ دجال صفت بھاڑے کے متصف اور زہریلے قلم کا مشہور ہوں اور یہ کہا جائے کہ وہاں کا فقیر موسیٰ جبار اللہ ہے اور عالم میں ہے۔ مصلح احمد امین، رئیس ادارہ محمد رشید رضا، محقق ط، مورخ حضری اور استاد علوم اجتماعی محمد ثابت اور شاعر عبد الناظر ہر ابوالحسن جیسے لوگ ہیں۔

کیا اس کے لیے باعث نہ کیجئے ہے کہ وہاں کے لوگ اپنی شرافت کو نجد و شام سے وابستہ کریں اور شیعوں کی تزویہ میں کتاب لکھ کر اس کا نام ”اسلام و شرک کی معركہ آرائی“ رکھیں۔ اس کی تقریباً میں عقل سے عاری شاعر ایسے شعر کہے جس میں شیعوں کی طرف، خیانت، جبریل کی بات منسوب کی جائے انہیں کافر کہا جائے۔

کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ارباب ایمان کے دل ذکر خدا سے نرم ہوں؟ کیا کوئی مصری یہ سمجھتا ہے کہ ان کتابوں کی اشاعت، میں گھرٹ باتوں کی نسبت اور ایسی مہمل تایفات کی نشر و اشاعت سے مصری قوم زندہ ہو جائے گی۔ یا ان کا احساس ادب و دستی بیدار ہوگا۔ یا اس سے حکومت مصر کی بقا یا ترقی یا علمی، ادبی، اخلاقی، دینی اور معاشرتی پیش رفت ہوگی؟

افسوس ہے مصر کے قلم کاروں پر جو کبھی بے لوث تھے، ان علماء پر جو پہلے زبردست تھے، ان مؤلفوں پر جو کبھی اصلاح پسند تھے، ان مصنفوں پر جو کبھی سچے تھے، ان شخصیتوں پر جو چونکا تھے، اساتذہ پر جو نقصیں تھے، امین لوگوں پر جو علم دین کے سلسلہ تھے۔

مصر پر افسوس، اس کے علمی فیاض پر افسوس، اس کی نفسیاتی صحت، رائے صائب اور عقل سليم پر افسوس، اس کی ولائے خالص پر افسوس، اس کے قیمتی تعلیمات پر افسوس، اس کے درس عالی، اخلاق کریمانہ اور ملکات فاضلہ پر افسوس۔

مصر کے ان تمام فضائل پر افسوس۔ اب تو غرض مہدی میں کتابیں لکھی جا رہی ہیں، قلم بک چکے ہیں جو فاسد خیالات پھیلائے ہیں، سیاہ صفحات میں احتمانہ عشوے جا بجا بکھرے پڑے ہیں۔ مصر پر افسوس ہے جو اس قدر فضائل کا حامل تھا اب خرافاتی کتابیں چھاپ کر ان فضائل کو قربان کر چکا ہے، قلم بک چکے ہیں، فاسد خیالات ابھارے جا رہے ہیں، ان کے ساتھ ان سیاہ صفحات کی قربانی پر افسوس۔ احتمانہ عشوؤں کی قربانی، افسوس ناک مکتبوں کی قربانی، اکثر نئے قلم کاروں کی قربانی، جو بڑی تمیزی سے مملکت پر چھا گئے ہیں، اپنے فنادیں آگے ہی بڑھ رہے ہیں۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَخْرُنَ مُضْلِلَحُونَ﴾ "جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاتے پھر و تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح پسند ہیں"۔ (۱) آگاہ ہو جاؤ یہی فسادی ہیں لیکن یہ سمجھتے نہیں ہیں۔

کیا یہ کتابیں مصر کے بزرگ علماء کے ہاتھوں میں نہیں پہنچتی ہیں، کیا ان لوگوں کے پاس دینی جذبہ، زندہ شعور اور صالح فکر نہیں ہے کہ اپنے محبوب مصر کا دفاع کریں۔ قبیل اس کے کہ تمام مشرق اپنے ناموں کا دفاع کرے۔

سب سے زیادہ تجھب تو اس پر ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے کو مصر کا علامہ کہتا ہے، معاشرے میں ناقد بصیر مشہور ہے، وہ عصر حاضر کے بزرگ شخصیت کی خالص عربی کی کتاب پر تقریباً لکھتے ہوئے اس کے

مندرجات پر تنقید کرتے ہوئے طباعت کی ایسی غلطیوں کو نشانہ تنقید بناتے ہیں جن سے ذرا بھی مطالب اثر انداز نہیں ہوتے، مثلاً وہ یہ غلطیاں نکالتے ہیں:

| | |
|-------|-------|
| کل ما | کلام |
| شرح | |
| سینخا | شیخنا |

اس وقت نظر پر آفرین ہے۔ جس میں صرف طباعی غلطیوں کو نشانہ تنقید بنایا جائے۔ آفرین ہے ناموس لفظ عرب کی بے دریغ فروگذشت پر۔ آفرین ہے اس اصلاح پسند جذبے پر جو مشائخ شیعہ کی تالیفات میں بر تاجائے، گایوں کے انبار لگادیئے جائیں۔ شباباش، شباباش، شباباش۔ اس قسم کے ہوشیار اور موشگاف افراد اعتدال پسندی پر مائل کیوں نہیں ہوتے۔ قانون عدل اور رسم انصاف، طریقہ حق اور خدمت خلق کی ذمہ داریوں کی کیوں نہیں پیرودی کرتے۔ انہیں اس قسم کے سہل اور خبیث لٹریچر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ مصر عزیز سے اس قسم کی تالیفات کو لکام لگائے کیونکہ یہ آفتوں کا سلسلہ ہے جو قومی ہلاکت پر منصب ہوگا۔ اس سے تمام خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اس سے کہیں زیادہ اس بات پر تجھ ہوتا ہے کہ عراق میں یہ کتابیں باقاعدہ بک رہی ہیں کیونکہ اس سے اس ملک کی آبرو اور اسلام کی آبرو معرض خطر میں ہے۔ حالانکہ ابھی عراقی لوگ زندہ ہیں۔ وہاں کی قوم نے اپنی بالغ نظری کو ابھی تک زندہ رکھا ہے۔ ان کا احساس دینی استوار ہے۔ اگرچہ ان کی غیرت عرب، شہامت و نشاط اور جوانی ذرا سختی سے دوچار ہے۔ اب بھی وہاں بزرگوں کا وجود باقی ہے کیوں کہ وہاں اب بھی اقتدار، نبی ہاشم کے ہاتھ میں ہے۔

مادر عراق پر کس قدر گراں گزرتا ہے جب وہ اپنے ہوش گوش سے سنتے ہیں کہ نجف کے مسافر خانے میں دلال ہوتے ہیں جو لاکیوں کی ٹولیاں مسافر کو پیش کرتے ہیں، وہ ان میں سے ایک کو جن لیتے ہیں یا یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کی لاکیاں ایک رات میں کئی مرتبہ ازدواج کرتی ہیں۔ (۱)

۱۔ الجولفی ریویع الشرق الادنی

عراق کے کان کیسے سنتے ہیں کہ نجف والے دجالیوں کی طرح ہیں، خود گمراہ ہیں دوسرا کو گمراہ کرتے ہیں، وہ اسلامی لباس پہن کر مسلمانوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

اس سے قبل کہا گیا تھا کہ بنی ہاشم نے عراق کو بغاڑ کر کر کھو دیا ہے، کیا کوئی حساس عراقی یہ بھی سوچتا ہے کہ اس قسم کے لٹرپرے عراقی معاشرہ اصلاح پذیر ہو گا۔ یا یہ فرزندان عراق میں روح تازہ پھونکے گا یا ملت اسلام درس اخلاق حاصل کرے گی یا اس کی ترقی ہو گی یا اس سے طالب علموں کے تدن کو یا طالب علموں کو علمی عظمت حاصل ہو گی؟ مصنفوں کو ادب عالیہ ملے گا یا مسلمانوں کو دینی فائدہ ہو گا۔ دولت مندوں کو مادی فوائد حاصل ہوں گے یا سیاست حکومت اسلامی میں کوئی خاص اثر پڑے گا...؟؟

ہر سچا مسلمان جو قوم کی عزت و شرافت کا طلبگار ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ اس قسم کی باطل کتابوں کو دور پھینک دے اور حق طلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اظہار نفرت کرے، اسے پڑھنے سے پرہیز کرے اس کے مندرجات پر یقین نہ کرے، نہ عمل کرے نہ اس سے وابستگی ظاہر کرے۔ ان کا وقت نظر سے مطالعہ کرے، ارباب تنقید کے حوالے کر دے یا خود تنقید کرے اگر صلاحیت ہو تو اعتراض کرے۔

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوْغْطُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدُّ تَشْبِيهً﴾ "اگر وہ لوگ جو کچھ صحیح کی گئی، عمل کریں تو یہ ان کے حق میں زیادہ بہتر اور باعث محکم تر ثبات ہو۔" (۱)

اسلامی حکومتوں کے حکم پبلیشوروں اور ناشروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی ہی کتابیں شائع کریں جن میں اسلامی فرقوں کے حالات صحیح ماذد سے پیش کئے گے ہوں، جو کچھ اس کے خلاف لکھا گیا ہو اس کو مسترد کر دیں۔ کیونکہ یہ گروہ امت کا تمہیان اور علم و دین کا حافظ نیز ناموس اسلام کا گمراہ ہے۔ عربی روابط کا پاسدار ہے۔ انہیں خود اصلاح کیلیے آگے بڑھنا چاہیے۔ فاد کی جزوں کو ختم کرنا، ان کی ذمہ داری ہے قبل اس کے کہ قترة انگیزوں کی آگ اسلامی معاشرے میں پھیلے۔ پھر وہ مطلع نہ ہوں اور ماذد کی مفلحی کا اذر کرنے لگیں۔

جب کہ احمد امین نے فجر الاسلام کی اشاعت کے بعد اعتراضات کے جوابات میں عذر پیش کیا تھا

”بلکہ انسان اپنے معاملے میں ہوشیار ہے اگر وہ زبان عذرخواہی چھوڑ دے۔“ (۱) جو شخص اپنی دینی و معاشرتی ذمہ داری نہ بھائے اس کا عذر قابل قبول نہیں ہوتا۔

﴿وَلَكُنْ مِنْكُمْ أَمَّةٌ يَذْهَعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَغْرُوفِ وَيَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ
وَأَوْلَئِنَّكُمْ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ تمہارے درمیان ایسے لوگوں کو ہونا چاہیے جو سیکی کی دعوت دیں۔
اچھائیوں کا حکم دیں، براشیوں سے روکیں، یہی لوگ رستگار ہیں۔ (۲)
ہم ان تمام مصنفین کا بالا تغیریں مذہب استقبال کرتے ہیں جو صدق و امانت اور وثوق و متانت کے
ساتھ علیٰ و دینی تحریر س معرض وجود میں لا تے ہیں۔

﴿لِيَهُكَمْ مِنْ هَلْكَ عَنْ بِينَةٍ وَيَعْلَمَ مِنْ حَيٍّ عَنْ بِينَةٍ ذَلِكَ يَوْمَ عَظِيمٌ كَانَ يَوْمَ بَاللَّهِ وَالْيَوْمُ الْآخِرُ ذَلِكُمْ أَذْكُرُ لَكُمْ وَأَطْهَرُهُ﴾ ”تَبَارَكَ جَوَّهْجِيْهَاكْ هُوازْرُوْسَيْهِ دِيلِيْلِ، اُورْ جَوَّهْجِيْهَايَاتِ پَائِيْهِ وَهَازْرُوْسَيْهِ دِيلِيْلِ۔ اسْ مَوْعِظَهِ سَيِّدِيْهِ خَصْصَنْصِيْحَتِ حَاصِلَ كَرَے گَا جَوَّا يَمَانِ بَاللَّهِ اُورْ يَوْمَ آخِرَتِ سَرْفَرَازِ ہُوَيْ تَهَارَے صَفَاتِ نَفْسِ كَرَے لَيْيَے۔ زَيَادَهِ بَهْتَرَاوَرْ پَا کَيْزَرِيْ گِيْ سَيِّدِيْهِ زَيَادَهِ قَرِيبَهُ سَيِّدِيْهِ۔﴾ (۳)

۱۵- اقتیاد از آئینه مسار کرک قامت

جامعة الوراء

二三

عند لیبان غدیر

(چھی صد ہجری)

- | | |
|---------------------------------|-------------------------------------|
| ۱- ابو الحسن ابن طباطبا اصفهانی | ۲- ابو جعفر احمد بن علویہ الاصفہانی |
| ۳- ابو عبد اللہ محمد الحجج بصری | ۴- ابو القاسم احمد بن محمد صنوبری |
| ۵- ابو القاسم علی بن محمد تنوخی | ۶- ابو القاسم علی بن الحنفی زاهی |
| ۷- ابو فراس حمدانی | |

ابن طباطبی اصفہانی

(۳۲۲م)

یامن یسرلی العداوۃ ابدھا
 لله عندی عادۃ مشکورۃ
 انا واثق بدعاء جدی المصطفی
 والله اسعدنا بارث دعاء ه

واعمد لمکروھی بجهدک او فر
 فيمن يعادینی فلا تتجبر
 لابی غدایة "غدیر خم" فاحذر
 فيمن يعادی او يوالی فاصبر

”اے وہ کہ مجھ سے پوشیدہ دشمنی رکھتا ہے یا اظہار کر دے اور جب تک ممکن ہو مجھے اذیت دے یا پھر مجھے چھوڑ دے۔ بخدا! میں دشمنوں سے پسندیدہ اخلاق و عادات کا مظاہرہ کرتا ہوں۔ پس تجھے اس پر حیرت نہ ہونا چاہیے میں اپنے جد محمد مصطفیٰ ﷺ کی دعا پر بھروسہ رکھتا ہوں جو انہوں نے میرے والد کے لئے خدیر خم میں فرمائی تھی۔ پس تجھے ہوشیار رہنا چاہیے۔

خداوند عالم میراث دعا سے دشمنوں اور دوستوں کے معاملے میں بہرہ مند کرے تمہیں صبر سے کام لیتا چاہیے۔“ (۱)

شاعر کا نام

ابو الحسن محمد بن احمد بن ابراہیم طباطبائی بن اسما علیل بن ابراہیم بن حسن بن امام حسن علیہ السلام۔ معروف بـ

۱۔ شعالیٰ کی ثمار القلوب، ص ۵۱ (ص ۶۳۷، نومبر ۱۹۶۸)

ابن طباطبا۔ وہ زبردست عالم، قادر الکلام شاعر اور بزرگ ترین ادبیت تھے۔
مرزاںی بحث میں لکھتے ہیں کہ ان کی کتابیں ادب و شعروندزکرہ میں مذکور ہیں۔ (۱) اصحاب معاجم
(۲) کی نظر میں جن کتابوں کے مؤلف ہیں ان کا نام یہ ہیں:

۱۔ کتاب سام المعلی:

۲۔ عیار الشعر:

۳۔ اشر و الشراء:

۴۔ نقد الشعر:

۵۔ تہذیب الطبع:

۶۔ کتاب العروض: حموی کے زدیک یہ کتاب بہل ہے۔

۷۔ فرائد الدرر: مندرجہ ذیل شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب اپنے دوست کو عاریثہ
دی تھی اور واپس لینے کے لئے یہ شعر لکھ کر سمجھا:

یَا در ارد فسوائد الدرر وارفق بعده فی الھوی حر

۸۔ المدخل فی معرفة الْمُحِمَّی مِنِ الشِّعْر

۹۔ فی تقریب الدفاتر

۱۰۔ شعری دیوان

۱۱۔ انتخاب دیوان

حموی کہتے ہیں کہ وہ ذکاوت و فظانست، صفات باطن، سلامتی ذہن اور مقصد کے حسن بیان میں
مشہور تھے۔ (۳) اصفہانی کہتے ہیں: میں نے سنا ہے کہ عبد اللہ بن معتز جب بھی ابن طباطبا کا تذکرہ

۱۔ تتم الشعرا، ج ۲، ص ۳۶۳ (ص ۳۶۷)

۲۔ شمار القلوب، ج ۲، ص ۵۰ (ص ۶۳۱، نمبر ۱۰۵) فہرست ابن مدیم، ج ۱ (ص ۱۵۱) تتم الادباج ۷، ج ۱، ص ۱۳۳، عدۃ الطالب،
ص ۱۶۲ (ص ۱۷۳)

۳۔ تتم الادباء، ج ۷، ج ۱، ص ۱۳۳۔

کرتے اسے تمام الادب پر مقدم کرتے۔ کہتے تھے کہ اس کے پاسنگ صرف محمد بن یزید ہیں۔ لیکن ابن طباطبا کے اشعار زیادہ درستا ہیں۔

اولاد حسن میں کوئی بھی ان کا مثل نہ تھا لیکن ”علی بن محمد افوہ“ ان کے مثل تھے۔ حمزہ اصفہانی کہتے ہیں کہ محمد سے ابو حامر نے بیان کیا کہ ابن طباطبا تمام عمر اس بات کے مشتاق تھے کہ عبد اللہ بن معتز سے ملاقات کریں یا اس کے شر دیکھیں۔ لیکن ملاقات کا تو اتفاق نہیں ہوا کیونکہ انہوں نے اصفہان بھی نہیں چھوڑا لیکن آخری زمانے میں ابن معتز کے اشعار ہاتھ لگ گئے۔ اس سلسلے میں ان کا عجیب قصہ بھی مشہور ہے: وہ ایک بار عمر کے گھر گئے وہاں معتز کا دیوان بغداد سے لا یا گیا تھا۔ ابن طباطبا نے نجی عاریشہ مانگا۔ عمر نے ٹال مٹول کی لیکن ابن طباطبا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لوگوں کی نظر وہ بچا کر بزم سے نکل گئے وہ میری طرف پلٹنے ان کی زبان لڑکھڑا رہی تھی جیسے وہ کوئی بڑا بوجھا ٹھانے ہوئے ہیں۔ مجھ سے قلم دوات مانگا اور معتز کے اشعار لکھنا شروع کر دیا۔ بکھرے اوراق میں پائچ ورق لکھے۔ میں نے پوچھا: یہ اشعار کس کے ہیں؟ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ تمام لکھا ڈالا۔ میں نے اشعار گئے تو ایک سوتا سی اشعار تھے۔ جو اس بزم سے یاد کئے گئے تھے۔ وہ سب ہی اس کے منتخب اشعار تھے۔ حموی کے تجم (۱) میں ابن طباطبا کے مبتدیہ اشعار درج ہیں۔ انہیں ابوالبغل کے مطابق قصیدے کے ۱۳۹ اشعار بھی ہیں۔ اس میں حرف م اور کاف کا حرف نہیں لا یا گیا ہے ابتداء اس شعر سے ہے:

یا سید ادانت السادات تتابعٍ فی فعله الحسنات

شبلی نے شمار القلوب (۲) میں ان کے تین تین شعر لکھے ہیں پھر صفحہ ۲۲۹ پر لکھتے ہیں کہ ایک دن ابو الحسن (ابن طباطبا) ابو علی بن رستم کے گھر گئے، دروازے پر دو سیاہ قام عنینوں کو دیکھا جو سرخ عمامة باندھے کھڑے ہوئے تھے۔ ان سے بات کی تو معلوم ہوا ہے کہ دونوں ہی ادب و تہذیب سے بے بہرہ ہیں اسی رستم کی بزم میں پہنچ تو قلم دوات مانگ کر آٹھ شعر کہہ ڈالے:

۱- تجم الادباء، رج ۲۰۱۴ء

۲- شمار القلوب، ص ۵۱۸، ۵۲۵، ۳۶۵ (ص ۳۶۵، نومبر ۱۰۸۳، ص ۵۳۸، نومبر ۱۷۸۹، ص ۲۸۶، نومبر ۱۷۸۹)

اری بباب الدار اسودین ذوی عمامتین حمرا وین

”میں نے دروازے پر دوسیاہ فام سرخ عماء والوں کو دیکھا جیسے دو چنگاریاں لومڑیوں کے سر پر۔ دونوں ہی شیعہ نہ ہونے پر خوش تھے۔ تمہارے دادا تو عثمان ذوالنورین ہی ہیں۔ پھر ان کی نسل میں دو تیرہ رنگ کیوں ہیں وہ کس قدر بربی ہے جو برائی خوبی سے بیدار ہو جیسے لوہا۔“

ابن رستم نے ان اشعاوں کو بے حد پسند کیا اور لوگوں نے اسے نقل کر لیا۔ علی بن رستم لوگوں کو تبلیغ کرتے تھے لیکن خود مرض برض میں بنتا تھا، ان کی بجھ میں دو شعر کہے:

”تمہیں پیغمبر ان خدا کی آیات میں سے ایک آیت عطا کی گئی ہے جو تمہارے سر پر بلند ہے تمہا تم ہی بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہو اور تمہارے سر پر سفیدی ہے۔ اس طرح تم موی بھی اور عیسیٰ بھی۔“

اسی طرح ابن رستم نے جب اصفہان کو بر باد کیا تو دو شعر کہے۔ پھر جب اس کی تعمیر کی تو چھ شعر کہے۔ اس کے علاوہ بھی اشعار میں ابوعلی رستم کی بھوکی ہے۔

مرزا بانی نے بحث (۱) میں قلم کی مدح میں کچھ اشعار نقل کیے ہیں۔

نویری نے بھی نہایہ الادب میں چار شعر نقل کیے ہیں، ان میں دو شعر یہ ہیں:

لقد قال ابو بکر صواباً بعد ما انصت

فر حنال م نضد هينا وما كان لمن اافت

”ابو بکر نے سکوت کے بعد جو بات کہی درست تھی۔ ہم خوش حال ہوئے شکار بھی نہ کیا۔ اور ہمارا شکار بھی چھوٹ گیا۔“

ابن غلکان نے بھی ان کے دیوان سے سات اشعار نقل کیے ہیں۔ (۲)

مجدی (۳) کے مطابق ابن طباطبا اصفہان میں پیدا ہوئے۔ اور ۳۲۲ میں وفات پائی۔ معابر

۱۔ مجموع الشرا، ص ۳۶۳ (ص ۳۷۷)

۲۔ دیفات الاعیان (ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۵۲۶)

۳۔ الحمدی فی انساب الطالبین (ص ۷۸)

التصصیں میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے نسمه اخر میں معاہد کے حوالے سے ہے کہ ۳۲۲ میں وفات پائی۔ اس بنیاد پر بعض معاصرین کے گمان کے مطابق معاملہ درست نہیں پڑھتا۔ کیوں کہ رستی جن کے متعلق ابن طباطبا نے بہت سے اشعار کہے ہیں۔ مقدار باللہ کے عہد میں تھا جو ۳۲۰ میں قتل ہوا۔ مقداری کے عہد میں رستی نے اصفہان کو بر باد کیا تھا۔ جس کے متعلق طباطبا نے ہجومی۔ انہیں ابن معز سے ملنے کا بھی اشتیاق تھا۔ جو ۳۹۲ میں مرے۔ ابن طباطبا کے حالات نسمه اخر (۱) اور معاہدۃ التصصیں (۲) میں غیر مرتب طریقے پر ہیں۔ تاریخ ابن خلکان (۳) میں ابوالقاسم ابن طباطبا متوفی ۳۴۵ھ کے حالات کے ذیل میں ان کے اشعار نقل کر کے لکھتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ یہ ابوحسن کون ہیں۔ اور ابوالقاسم اور ان کے درمیان کیا نسبت تھی۔ اور خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ابن خلکان کی اسی بات سے علامہ حسن عامل کو اشتبہ ہوا۔ انہوں نے ابوحسن حسن مصری کے حالات میں مصری لکھ دیا ہے۔ پھر ابن طباطبا کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کے تشیع پر بھی میرے پاس کوئی دلیل نہیں مگر یہ کہ اصل حیثیت سے ہر علوی شیعہ ہوتا ہے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ جلد نہیں (۴) میں ابوحسن کا نام و نسب لکھ کر کہتے ہیں: ”یہ ابن خلکان کی تحقیق ہے کہ میں نہیں جانتا یہ ابوحسن کون ہے۔ غلطی سے محفوظ ہونا صرف خدا کی ذات سے مخصوص ہے۔“

ابن طباطبا کی نسل میں اصفہان میں بہت زیادہ اولاد تھی۔ جن میں علماء، اشراف اور نقباء تھے۔

محمدی (۵) کہتا ہے کہ:

۱۔ نسمه اخر (مجلد ۹، ج ۲، ص ۳۸۵)

۲۔ معاہدۃ التصصیں، ج ۱، ص ۱۷۹ (ج ۲، ص ۱۲۹، نمبر ۲۲)

۳۔ وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۵۲

۴۔ اعيان الشیعہ، ج ۹، ص ۳۰۵ (ج ۹، ص ۲۷)

۵۔ الحجۃ فی انساب الطالبین (ص ۲۷)

ان کی نسل میں بہت سے لوگ تھے جن میں شاعر ابو الحسن احمدان کے بھائی ابو عبد اللہ الحسین، اصفہان کے نقیب۔ یہ دونوں علی بن محمد کے بیٹے تھے جو مشہور شاعر تھے۔ ان کے علاوہ ابو الحسن محمد بغدادو میں تھے جنہیں ”ابن بنت خصہ“ کہتے تھے۔

ابن علويہ اصفہانی

صلی اللہ علی ابن عم محمد منہ صلاۃ تعمد بجنان

”خدا کی صلوٹ محمد مصطفیٰ کے پچھیرے بھائی پرائی صلوٹ کہ جسے خورشید ڈھانپ لے۔

ان کے لیے غدیر کی یادوں کے ساتھ ایسی فضیلت ہے جسے گزرتے شب دروز فراموش نہیں کر سکتے۔ رسول اکرم ﷺ شرح ولایت کیلئے کھڑے ہوئے جس کے لیے خدا نے آسمانی کتاب میں حکم فرمایا تھا جبکہ خدا نے فرمایا: جس کا میں نے حکم دیا تھا اسے پہنچا دیجئے اور ان لوگوں کی شرارتؤں سے خدا نے رحمان کے تحفظ پر بھروسہ تھیجئے۔

پھر آپ نے صلوٹ جامعہ کی منادی کرائی اور علی کو اپنے درخشاں گفتار سے کھڑے ہو کر بطور علامت چیش کیا۔

آواز دی کہ کیا میں تمہارا ولی نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں بیٹک، تب آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارا دوسرا ولی ہے۔

پھر آپ نے علی کے لیے اور جو بھی آپ کی مدد کرے دعا فرمائی اور جو آپ کی نصرت سے روگردانی اختیار کرے اس پر لعنت فرمائی۔ ایک شخص نے آواز دی اور وہ جھوٹ بول رہا تھا: مبارک ہواے ابو الحسن! آپ تمام بوجھوں اور جوانوں کے سردار ہو گئے آپ تمام مومنین کی جماعت کے مولیٰ ہو گئے، چاہے وہ عورت ہوں یا مرد۔ پھر خلافت وزارت کس کا حق ہوئی کیا ان دونوں نے مخالفت میں اتفاق نہیں کیا؟

کیا قرآن کے حکم آیات میں ہمارے خدا نے ان کی خلافت وزارت کو فرض قرار نہیں دیا ہے۔

تم اپنی دلیل ٹھیش کرو، اپنی بات کہوا اور فلاں و فلاں کی باتوں کو مسترد کر دو۔

جبکہ تم ہدایت پا جاؤ اور سمجھ جاؤ اس کے بعد کی بدترین گمراہی پر افسوس ہے مگر ہاں بربان قاطع کو سمجھو۔

شعری تشیع

یہ اشعار ابن علویہ کے قصیدہ سے لئے گئے ہیں۔ حموی نے مجسم میں لکھا ہے کہ احمد بن علویہ کا ہزار قافیوں پر مشتمل قصیدہ تشیع کے مقصدیت سے بھر پور ہے (۱) جب (عظمیم فقیہ اوزلام افت انفشن کا شاگرد) ابو حاتم بجتنا فی کوستایا گیا تو اس نے کہا: بصرہ والو! اصفہان والے تم سے آگے بڑھ گے۔ (۲) ابن شہر آشوب کی محالم (۲) اور علامہ کی ایضاح (۳) میں اسی قصیدہ "محترہ" کا تذکرہ ہے۔ علامہ سماوی نے اس کے ۲۱۳ راشعار جمع کئے ہیں۔ علامہ عاطلی نے اعیان الشیعہ میں ۲۲۱ اشعار مناقب کے حوالے سے نقل کیے ہیں۔ (۴)

یہ قصیدہ فضائل امیر المومنین پر مشتمل بر جستہ ترین انداز میں ہے جسے زبان رسالت سے ادا کیا گیا ہے اور درحقیقت یہ قرآن و سنت کا ترجمان ہے نہ کہ خیالی پیکر۔ اس قصیدے سے علی کی امامت کا استدلال مفہوم مولیٰ سے کیا جاسکتا ہے کیوں کہ اس کو عربی ادب کے دانشور، عقق بھیر اور امام افت نے ادا کیا ہے۔ اس لفظ ولی سے علی علی اللہ علیہ السلام کی ولایت مطلقہ کا اثبات ہوتا ہے۔

شاعر کا تعارف

ابو جعفر احمد ابن علویہ اصفہانی کرمائی۔ ابوالاسود کے نام سے شہرت تھی، وہ شیعہ مصنف ہیں جن کا

۱۔ بجم الادباء، ج ۳، ص ۶۷۔

۲۔ محالم العلاماء (ص ۲۳، نمبر ۱۱۰)

۳۔ ایضاخ الاصنفہ (۱۰۳، نمبر ۲۹)

۴۔ اعیان الشیعہ (ج ۲، ص ۲۲-۲۲) مناقب آل ابی طالب (معروف پر مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۱۳۸)

نام کتب رجال میں مشہور ہے۔ فہرست نجاشی (۱) اور محالم (۲) ابن شہر آشوب میں ان کا نام موجود ہے۔ ان کی کتاب کا نام نجاشی نے الاعتقاد فی الادعیہ اور ابن شہر آشوب نے ”دعاء الاعقاد“ لکھا ہے۔ ابن شہر آشوب کے نزدیک ان کی بہت سی کتابوں میں سے ایک دعاء الاعقاد بھی ہے۔ مجسم جموی میں ہے کہ ان کے بہت سے رسائل ابو الحسن احمد بن سعد نے مرتب کیے ہیں۔ جن میں آٹھ کتابیں دعاوں پر مشتمل ہیں۔ علاوہ اس کے ایک کتاب ”الشیب والخواب“ نامی ہے۔ (۳) فہرست ابن ندیم کے مطابق ایک دیوان بھی ہے۔ (۴)

ابن علویہ بزرگ حدیثین میں سے تھے۔ اکثر ارباب حدیث نے ان سے حدیث لی ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے۔ (۵) ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ ابو جعفر محمد بن حسن بن ولیدؑ جو غیر مؤوث راویوں سے ہرگز روایت نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی سند سے ابن علویہ اور زید اہن ارقم سے حدیث رسول نقل کی ہے: «الا ادلکم على ما ان استدللتكم کیا میں تمہاری رہبری نہ کروں ایسی چیز کی طرف کہ اگر تم رہبری حاصل کر لو تو کبھی گمراہ نہ ہو؟ لوگوں نے کہا: ہاں! اے خدا کے رسول۔ فرمایا: تمہارے امام اور ولی علی ابن ابی طالب ہیں۔ ان کی مدد کرو، خیر خواہی کرو اور ان کی تصدیق کرو کیونکہ جریئل نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔» (۶)

۲۔ حسین بن محمد اشعریؑ تھی ہیں جنہیں مکنی، ابن قولیہ اور طبری نے معتبر کیا ہے۔

۳۔ عبد اللہ بن حسین مودب جو مشائخ شیعہ صدوق میں تھے۔ (۷) کئی حدیثیں نقل کی ہیں۔ این

۱۔ رجال نجاشی (ص ۸۸، نمبر ۲۱۳)

۲۔ محالم العلاماء (ص ۲۳، نمبر ۱۱۰)

۳۔ تہذیم الادباء (ج ۲، ص ۲۷)

۴۔ فہرست ابن ندیم، ج ۲، ص ۲۲ (ص ۱۹۲)

۵۔ شیخ الفقیر (ص ۱۳۱) فہرست شیخ طوی (ص ۶)

۶۔ احادیث صدوق میں (ص ۲۸۶) بشارۃ المصطفی (ص ۲۷)

۷۔ مشیخ الفقیر (ص ۱۳۱)

علویہ کی جلالت قدر کے لیے سہی کافی ہے کہ الفقیر، تہذیب، کامل، امامی صدق و حق اور مجلس مفید وغیرہ میں ان کی حدیثیں بھرپڑی ہیں۔

ابن علویہ عظیم محدث کے ساتھ ساتھ و قیع ادیب بھی تھے۔ اس نے سیوطی (۱) و شعالی (۲) نے ان کے حالات لکھے ہیں۔ حموی نے لکھا ہے کہ ماہر لغت تھے، ادب کی پروش کرتے اور بڑے اچھے اشعار کہتے تھے۔ (۳)

خاص طور سے شاعری میں ان کی قدرت کلام انتہائی مرحاج پر تھی۔ صنائع شعری کا انتظام کرتے۔ ان کی نظمیں فصاحت معنوی اور عظمت لفظی، حسن سیاق اور قوت ترکیب میں خاص امتیاز رکھتی تھیں۔ ان کی قاطعیت استدلال، دانش سے بھرپور تھی۔ القاء مطلب کا حسین انداز، پر انداز کر دینے والے دلائل کا حصول اور روح مقصد تک خپٹے والے تعبیرات کی بہتانات ہوتی تھی۔ اس نے ائمہ مصویں کے بارے میں ان کے اشعار شمشیر برہمنہ کی طرح ہوتے تھے۔ جن سے ناصبوں کے شہبات کا قلع قلع ہو جاتا تھا۔ یا پھر بیلپٹ کی طرح ہوتے جن سے مخالفین الہ بیت کے تاریخکبوت جیسے اوہام کی ایسی تیسی ہو جاتی۔ میں نے جس قصیدہ محترمہ کو شروع میں پیش کیا ہے، وہ اس کا واضح ثبوت ہے۔ نیزان کے قدرت کلام اور شاعرانہ درس پر بھی شاہد ہے۔ چنانچہ بحثتی نے اس کی گواہی بھی دی ہے۔ ابن علویہ ۲۱۶ھ میں متولد ہوئے اور ۳۲۵ھ میں انتقال کیا۔ وہ ۳۱۷ھ میں ۹۸ سال کے تھے تو یہ اشعار کہے:

”دولت مندوں کے لیے یہ دنیا سر انجام فنا ہونے والی ہے اور اس کی لذتیں بہت جلد پیشیمانی پیدا کرنے والی ہیں۔ عقل مندوں کے لیے موت مایہ عبرت ہے۔ ان کے لئے تقویٰ کا تو شہادت غیریت ہے۔ انسان کوشش کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ روزی حاصل ہو لیکن اس کے لیے اتنا ہی مقدر ہے جتنا قلم تقدیر نے لکھ دیا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو لوگوں کی نظر وہ میں خاشع ہیں اور لوگ جو کچھ جانتے ہیں

۱۔ بغیرۃ الوعاظ (ج ۱، ص ۳۳۶، نمبر ۶۲۰)

۲۔ تبیہۃ الدہر، ج ۳، ص ۲۷ (ج ۲۶۹، ص ۳)

۳۔ سمجھ ادباء، ج ۲، ص ۲۷ (ج ۲۶۹، ص ۲۷)

خداوس کے برخلاف ان کی حقیقت جانتا ہے۔

جب سوال عمر ہو گئی تو یہ اشعار کہے:

”زمانے نے میری کرخیڈہ کروی اور مجھے آخر عمر تک پہنچا دیا۔ میرے تمام اعضاۓ بدن میں
کمزوری آگئی۔ اور زمانے میں کون صحت مند طریقے سے باقی رہنے والا ہے“۔

ان کا شعری نمونہ نویری نے ”نہایۃ الادب“ میں قیش کیا ہے جس میں پھرznے کے متعلق دس شعر

درج ہیں۔ (۱)

ابن علويہ کے حالات زندگی فہرست نجاشی، رجال طوی، معالم العلماء، مجمم الادباء، ایضاح الاشتباہ
علامہ علی، بغیۃ الوعایۃ، ایضاح الاشتباہ ساروی، جامع الرواۃ، جامع القال طریحی، ہدایۃ الحمد شین، پشتی
القال، رجال شیخ ابن ابی، جامع الشیعہ، تفہیع القال، اعيان الشیعہ اور التعالیق علی نہایۃ الادب میں
دیکھے جاسکتے ہیں۔ (۲)

۱- نہایۃ الادب، ج ۱۰، ص ۱۲۲۔

۲- فہرست نجاشی، ص ۲۲ (ص ۸۸، نمبر ۲۱۳) رجال طوی (ص ۳۳۷، نمبر ۵۶) معالم العلماء، ص ۱۹ (ص ۱۳۸) مجمم الادباء، ج ۲،
ص ۲ (ج ۳، ص ۲۷) ایضاح الاشتباہ علامہ (ص ۱۰۳، نمبر ۲۹) بغیۃ الوعایۃ، ص ۱۳۶ (ج ۱، ص ۲۳۶، نمبر ۶۰) توضیح الاشتباہ و
ساروی (ص ۳۶، نمبر ۱۲۷) جامع الرواۃ (ج ۱، ص ۵۳) جامع القال طریحی (ص ۵۳-۵۶) ہدایۃ الحمد شین (ص ۱۵) پشتی
القال (ص ۹۹) الشیعہ و فنون الاسلام، ص ۹۱ (ص ۱۰۹) تفہیع القال، ج ۱، ص ۶۸)، اعيان الشیعہ (ج ۳، ص ۲۲) نہایۃ
الادب، ج ۱۰، ص ۱۲۲۔

المفجع

وفات رَبِّي ١٣٢٧ھ

ایہا اللائسی لحیٰ علیاً قم ذمیما الی الجحیم خزیا
 ”اے حب ملی میں بھی ملامت کرنے والے! اکھڑا ہو جا، ذلیل و بے آبرو ہو کر جہنم کی راہ لے۔
 کیا تو اس پر اعتراض کر رہا ہے جو تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔ تو ہمیشہ راہ ہدایت سے
 دھنکارا ہوا الگ رہے گا۔ وہ جو تمام لوگوں کے مقابلے میں انبیاء کا شعبیہ تھا۔ بڑھاپا، بچپن، ایام رضاعت
 اور غذا خوری کے وقت (ان تمام وقتوں میں اس کو انبیاء سے شاہست حاصل رہی) اس کا علم آدم کی طرح
 تھا۔ جو تمام اسماء کی شرح و صفات جانتا تھا۔

وہ نوح کی طرح تھا، جس کی کشتمی کوہ جودی پر بچپن توہلات سے نجات پائی اور جس وقت علی کو اپنا
 بھائی کہا گیا تو تمام شہر یوں اور دیہات کے رہنے والوں سے افضل و بہتر تھے۔ ان کے پدر اسماعیل سے
 شاہست حاصل ہے اور یہ بات مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ اور وصی نے حبیب خدا کی نمک کی جبکہ دونوں کعبہ کو
 بتوں سے پاک کر رہے تھے اور دھور ہے تھے۔ اسی نے چاہا کہ رسول خدا کو اپنے دوش پر اٹھائے تاکہ
 آوزیاں بتوں کو منہدم کیا جائے۔ بار بنت کی گئی سے وہ اس قدر خشم ہوا کہ قریب تھا کہ بارگراں سے دو
 آدھا ہو جائے۔

پھر تو دو شیں نبی پرعلیٰ جوان کے صنو (شخیصت کا حصہ) تھے بلند ہوئے، کیا بلند رتبہ پایا۔
 انہوں نے تنان کعبہ کو کعبہ کی دیواروں سے نکال پھینکا اور ساری گندگی دور کر دی۔ اس وقت اگر

وصی چاہتا تو ستاروں کا توڑنا اس کی دسترس سے دور نہ تھا۔

کیا تم علی اور ان کے فرزندوں کے علاوہ بھی کسی کو جانتے ہو جو پشت رسول پر سوار ہوا ہے۔

علی کا معاملہ جو خدیر خم میں گھنے درختوں کے سامنے تلے ہوا کچھ مشکل اور راستے سے مخفف کرنے

والا نہ تھا۔

پیغمبر کی سفارش ٹھکلین کے بارے میں جوت ہے جو تمہیں دوسرا تمام چیزوں سے بے نیاز کر دے گی۔ مرتفعی کو بغیر کسی پوشیدگی اور سستی کے متعارف کرایا۔

رہبہر اور حکم پیشوں۔ جسے چودھویں کا چاند بادلوں اور انہی سیاروں کا طلوع کرتا ہے۔ یہ ہے اس کا مولا جس کا میں مولا ہوں۔ یہ بات رسول نے واضح اور بلند آواز سے کہی۔

خدا یا! تو اسے دوست رکھو اور مدد کر اس کی جواس کو دوست رکھو اور جو حصی کو دشمن رکھو اسے دشمن

رکھ۔

یہ دعا تمام لوگوں پر جاری ہے چاہے وہ رعیت ہوں یا حاکم۔ جواس کو دشمن رکھے گا اس کی کوئی اہمیت نہیں، خواہ وہ یہودی مرے یا عیسائی۔ جو شخص علی کا چہرہ دیکھے گا وہ ایک مرد عابد کا چہرہ دیکھے گا جو ہمیشہ مصروف دعا اور دنیا سے کنارہ کش ہے۔

وہی مطلوب اور تمනا ہے رسول خدا تھا۔ جب رسول کو بھنا ہوا طاڑ پیش کیا گیا تو رسول نے خدا سے دعا کی کہ محبوب ترین مخلوق کو بہت جلد اس کے پاس بیٹھ دے اچانک وصی نے دروازہ کھلکھلایا تاکہ خدا کے سلام میں شامل ہوں۔

اس نے کہنی بار علی کو داخل ہونے سے روکا کیونکہ علی ان کے قبیلے اور خاندان سے نہ تھے (ان کا میلان تھا کہ قبیلے کا کوئی شخص یا افتخار حاصل کرے)

یہی فضیلت وہ اپنی قوم کے لیے ذخیرہ کرنا چاہتے تھے اور خدا نے اسے علی ابن ابی طالب سے مخصوص فرمایا تھا۔ راستہ روکنے والے کو خدا نے سفیدی برص کے مرض میں مبتلا کر دیا۔ اور فضیلت کو تمام محاسن و صفات کے جامع شخص علی کے نصیب میں قرار دیا۔

پورا قصیدہ ۲۰ اشعر و پر مشتمل ہے۔

شعری تسع

یہ قصیدہ بر جستہ اور دو قیع ترین ہے، کتابوں میں اس کو تقطیع کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ شاعر کا یہ قصیدہ فضائل امیر المؤمنین پر مشتمل ایک یاد و شیری اس سے کچھ زیادہ ملتا تھا۔ میں نے جب تفصیل کیا تو ایک سو سانچھ شعر دستیاب ہو گئے۔ لوگوں نے اس میں کچھ ایسے اشعار بھی داخل کر دیئے میں جو عقیدہ شاعر سے الگ ہیں۔ ہارون نے ان شعروں کی شرح کی شرح بھی لکھ ماری ہے مثلاً سید بطيح حضرت ابو طالب یا حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے متعلق ایسے خیالات نظم ہیں جن کا ایک بھی شیعہ قائل نہیں، نہ کنجی جو عظیم علماء و شعراً میں سرفہرست ہیں۔

یہ قصیدہ اشباہ کے نام سے معروف ہے جویں نے مجھ کے حال میں لکھا ہے کہ ان کا قصیدہ اشباہ ہے جو مدح علی میں کہا گیا ہے۔ (۱) پھر ص ۲۰ پر لکھا ہے کہ ان کا قصیدہ ہے جس میں نظائر و شباہیں نظم ہوئی ہیں۔ اس لیے اس کا نام قصیدہ اشباہ رکھ دیا گیا ہے۔ اس میں ایسی باتیں نظم ہوئی ہیں جو حدیثوں میں موجود ہیں۔ چنانچہ عبد الرزاق نے معمزہ ہری سے انہوں نے سعید بن میتب سے اور وہ ابو ہریرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا نے اصحاب کے مجمع میں فرمایا:

”اگر تم آدم کو ان کے علم میں، نوح کو ان کے ارادے میں، موسیٰ کو ان کی مناجات میں، عیسیٰ کو ان کی سنت میں اور محمد کو ان کے تمام تر کمالات میں دیکھنا چاہتے ہو تو اس آنے والے مرد کو دیکھو لوگوں نے گردن اٹھائی تو دیکھا کر علی اہم ابی طالب تشریف لارہے ہیں۔“

حدیث اشباہ

اس حدیث کو جویں نے مجمم الادباء میں تاریخ ابن بشران سے نقل کیا ہے کہ دونوں فرقے اس پر

اتفاق رکھتے ہیں۔ صرف لفظی اختلاف ہے، لیکن اس کے متون کا تجویز و تحلیل پیش ہے:

۱۔ امام حنبلہ احمد ابن حنبل نے عبدالرازاق سے ان لفظوں میں حدیث کی ہے:

”من اراد ان ینظر الی آدم فی عملہ و الی نوح فی فہمہ و الی ابراهیم فی خلقہ و
الی موسی فی مناجاتہ و الی عیسی فی سنته و الی محمد فی تسامہ و کمالہ فلینظر الی
هذا الرجل الم قبل و فطاؤل الناس فاذهم بعلی ابن ابی طالب کانما ینقلع من صہب و
یخطط من جبل“

۲۔ یہی نے فضائل الصحابة میں اسی حدیث کو نقل کیا ہے۔

۳۔ عاصی نے زین اللہی میں اپنی سند سے ابوالجراء سے روایت کی ہے۔ پھر اسے حافظ عسکر کے طریق سے نقل کر کے ”والی یحیی بن زکریا فی زهدہ“ کا اضافہ کیا۔ اس کے بعد افادہ فرماتے ہیں:

آدم سے مرتفعی کی دس چیزوں میں شبہت ہے: ۱۔ غلق و طینت۔ ۲۔ تاخیر اور درد۔ ۳۔
صاحب اور زوجہ۔ ۴۔ ازدواج و خلعت۔ ۵۔ علم و حکمت۔ ۶۔ ذہن و فطانت۔ ۷۔ امر و خلافت۔ ۸۔
اعداء و مخالفت۔ ۹۔ وفا و صیبت۔ ۱۰۔ اولاً دعترت۔

نوح سے مرتفعی کی شبہت آٹھ چیزوں میں ہے: ۱۔ فہم۔ ۲۔ دعوت۔ ۳۔ اجابت۔ ۴۔ کشتی۔ ۵۔
برکت۔ ۶۔ سلام۔ ۷۔ شکر۔ ۸۔ ہلاک کرنا۔

پھر شبہت کی تمام و جھوں کو لکھ کر آگے ابراہیم سے مرتفعی کی شبہت آٹھ چیزوں میں بیان کی ہے:
۱۔ وفا۔ ۲۔ وقامت۔ ۳۔ پیچا اور قوم سے مناظرہ۔ ۴۔ اپنے ہاتھ سے کسر ۵۔ بشارت خداوندی دو
فرزندان مخصوصین کی۔ ۶۔ ذریت میں نیک و بد کا ہونا۔ ۷۔ جان و مال سے آزمائش۔ ۸۔ خلیل اقرب
عطاؤ ہونا اس حیثیت سے آپ پر کسی چیز کا اثر نہ ہوتا تھا۔ پھر ہر ایک شبہت یوں کو بیان کیا ہے۔

اس کے بعد مرتفعی اور یوسف سے آٹھ چیزوں میں شبہت بیان کی ہے:

۱۔ علم و حکمت بچپن میں۔ ۲۔ بھائیوں کا حسد۔ ۳۔ ان سے عہد ٹکنی۔ ۴۔ بڑھاپے میں علم و اقتدار

کاجمع ہونا۔۵۔ تاویل الاحادیث سے آشنای۔۶۔ کرم اور بھائیوں کو معاف کرنا۔۷۔ اقتدار کی حالت میں معاف کرنا۔۸۔ تبدیلِ دن۔ پھر ہر ایک کی وجہ شہید بیان کی۔

موئیٰ علی کا تقابل آٹھ باتوں میں:

۱۔ صلابت و شدت۔۲۔ احتجاج و تبلیغ۔۳۔ عما و قوت۔۴۔ شرح صدر و دسعت نظر۔۵۔ برادری و تربیت۔۶۔ دوستی و محبت۔۷۔ محنت و مشقت اخھانا۔۸۔ میراث ملک و امارات اور وجہ شہر۔

آگے علیٰ و داؤد کا تقابل کیا ہے آٹھ باتوں میں:

۱۔ علم و حکمت۔۲۔ بچپن میں ہم سنون سے مظاہرہ طاقت۔۳۔ قتل جالوت کے لیے جنگ۔۴۔ طالوت پر غالب آنا یہاں تک خدا نے ملک و قدرت عطا کیا۔۵۔ لوہا زم ہونا۔۶۔ تبیع جمادات۔۷۔ فرزند صاحب۔۸۔ خطاب قاطع اور وجہ شہر۔

علیٰ و سلیمان کا تقابل آٹھ چیزوں سے:

۱۔ خود کا امتحان و ابتلاء۔۲۔ تخت پر جسد کا اقتاہہ ہونا۔۳۔ خلافت کے سزاوار بچپن میں نکلو۔۴۔ بعد غروب سورج کا پڑتا۔۵۔ ہوا کا مختر ہونا۔۶۔ جن کا مختر ہونا۔۷۔ پرندوں اور جمادات کی بولی سمجھنا۔۸۔ مغفرت اور رفع حساب، پھر وجہ شہر۔

علیٰ و ایوب کا تقابل آٹھ باتوں میں:

۱۔ جسم کی بلااء۔۲۔ فرزند کی بلا۔۳۔ مال کی بلااء۔۴۔ مصیبتوں پر صبر۔۵۔ لوگوں کی آپ کے خلاف بغاوت۔۶۔ دشمنوں کی دشام طرازی۔۷۔ عقیم بلاوں میں خدا کے حضور دعا۔۸۔ نذر میں سستی نہ کرنا۔ پھر سب کی وجہ شہید بیان کی۔

علیٰ و میخ کا تقابل آٹھ چیزوں میں:

۱۔ گناہ سے حفاظت و عصمت۔۲۔ کتاب و حکمت۔۳۔ تسلیم و تھیت۔۴۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک۔۵۔ منادی عورت کی وجہ سے شہادت۔۶۔ شہادت کے بعد قاتلوں سے شدید انقام خدا۔۷۔ خوف و راقبت۔۸۔ ان کا ہم نام نہ ہونا۔

پھر وجہ شبہ بیان کی۔

علیٰ عیسیٰ کا مقابل آئندہ باتوں میں:

۱۔ اعتراف خداوند تعالیٰ۔ ۲۔ طفیل میں علم کتاب۔ ۳۔ علم کتابت و خطابت۔ ۴۔ ان کے متعلق دو گمراہ فرقوں کی ہلاکت۔ ۵۔ زہد فی الدنیا۔ ۶۔ کرم و افضل۔ ۷۔ غیب اور آئندہ کی خبر دینا۔ ۸۔ صلاحیت ولیاًت۔ پھر ہر ایک وجہ شبہ بیان کی۔

یہ کتاب اہل سنت کی نفیس ترین کتاب ہے جس میں علم و ارش کے دریا بہرہ ہے ہیں۔ حیرت ہے ایسی کتاب کے ہوتے لوگ مہمل کتابیں پڑھتے ہیں۔

۹۔ اخطباء الخطباء خوارزمی ماکلی نے کتاب المناقب میں اسی حدیث کو تبہی کے طریق سے ص

۵۶۸ پر پھر ابن مردویہ کے طریق سے ص ۳۹ اور ص ۲۳۵ پر اپنی سند سے لکھا ہے۔ (۱)

۵۔ ابن طلحہ شافعی نے مطالب السوول میں فضائل الصحابة تبہی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ رسول خدا نے علیٰ میں اس حدیث کے ذریعے آدم کا علم، نوح کا تقویٰ، حلم ابراہیم، بیت مویٰ اور عبادت عیسیٰ کا تذکرہ ہے۔ اس طرح علیٰ کے یہ صفات جوانبیاء کے مشابہ ہیں اعلیٰ ترین مرتبہ پر ہیں۔ ان سےمناقب علیٰ کے بہت سے رخ سامنے آتے ہیں۔ (۲) ان کے علاوہ جن لوگوں نے حدیث تشییہ کو نقل کیا ہے مندرجہ میں ہے:

عز الدین ابن الجید محرزی (۳)، حافظ عجمی شافعی (۴) (انہوں نے بھی وجہ شبہ میں اپنے نفیس خیالات کا اظہار کیا ہے)، محبت الدین طبری (۵)، شیخ الاسلام حموی (۶)، قاضی عقد الدین ابیجی (۷)

۱۔مناقب خوارزمی (ص ۸۳، حدیث ۷۷، ص ۸۸، حدیث ۷۹، ص ۳۱۰، حدیث ۳۰۹)

۲۔ مطالب السوول (ص ۲۲)

۳۔ شرح نفع البلاغ، ح ۲، ص ۲۳۶ (ح ۷، ص ۲۲۰، خطبہ ۱۰۸) ح ۲، ص ۲۳۹ (ح ۹، ص ۱۲۸، خطبہ ۱۵۳)

۴۔ کفایۃ الطالب، ص ۲۵ (ص ۲۲، باب ۲۳)

۵۔ ریاض البصرۃ، ح ۲، ص ۲۸ (ح ۳، ص ۱۷۲)

۶۔ فرائد لاسلطین (ح ۱، ص ۷۰، حدیث ۱۳۱، باب ۲۵) (ص ۳۱۰)

۷۔ المواقف، ح ۲، ص ۲۶ (ص ۲۷۶)

تفہاری (۱)، شافعی، ابن الصاغ ماکلی (۲)، سید محمود آلوی (۳)، صفوری (۴)، سید احمد قادرین خانی۔ (۵)

شاعر کا تعارف

ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبد اللہ۔ مصری ادیب و نحوي۔ ان کا لقب مفعج تھا۔ علم و دانش و حدیث میں یگانہ روزگار تھے اور ائمہ الفت و ادب اور قصیدہ نگاری کے خانوادوں کے درمیان واسطے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ ان گئے پنے شعرائے امامیہ میں ہیں جو حسن عقیدہ، سلامتی مذہب اور اصابت رائے میں تمام حیثیتوں سے ائمہ کی بارگاہ میں خود پر درگی کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اکثر لوگوں نے ان کی تعریف کی ہے۔ انہوں نے اس قدر مصالب و آلام جھیلیے کہ مخالفوں نے آپ کا لقب ہی ”مفعج“ رکھ دیا۔ دوستوں میں بھی یہی لقب مشہور ہو گیا۔ انہوں نے خود بھی اس مفہوم کی طرف اپنے شعر میں اشارہ دیا ہے:

ان یکن قبل لی : المفعج نبزا فلعمرى يوم المفعع هما
”اگر بدگوئی کے طور پر مجھے مفعج لقب دیا گیا ہے تو خدا کی قسم! میں نے بڑے شدائوں مصالب جھیلیے
ہیں“۔ نجاشی و علامہ نے بھی ایسا ہی تحریر فرمایا ہے۔

حموی (۶)، مرزا بانی (۷) اور وانی (۸) نے لکھا ہے کہ بہت زیادہ شعر کہتے تھے۔ ابن ندیم کہتے ہیں کہ سوارات پر مشتمل ان کا دیوان تھا (۹) اسی تائید میں علامہ (۱۰) و نجاشی (۱۱) نے کہا ہے کہ وہ اہل بیت ک شان میں بہت زیادہ اشعار کہتے تھے، وہ بہترین ادیب و شاعر اور ماهر لغات غریب تھے۔ چنانچہ مروج الذهب میں ہے کہ ان کی کثرت شاعری سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ادب عربی کے عظیم شاعر تھے۔ (۱۲)

۱۔ شرح القاصد، ج ۲، ص ۲۹۹ (ج ۵، ص ۲۹۶) ۲۔ الفصول الحسنة، ج ۲، ص ۲۱ (ص ۱۲۰)

۳۔ شرح عینیہ، ج ۲۷۔

۴۔ مسم الادباء (ج ۷، ج ۱، ص ۲۰۲)

۵۔ حدیث المرتبا، ج ۱۳۶۔

۶۔ الاولی بالوفیات (ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۲۳)

۷۔ مجموع الشراء، (ص ۳۲۰)

۸۔ رجال علماء (ص ۱۲۰، نمبر ۱۳۶)

۹۔ فهرست ابن ندیم (ص ۱۹۳)

۱۰۔ رجال علماء (ص ۱۲۰، نمبر ۱۳۶)

۱۱۔ مروج الذهب (ج ۳، ص ۳۲۲)

۱۲۔ رجال نجاشی (ص ۳۷۳، نمبر ۱۰۲۱)

ابو محمد بن بشران کہتے ہیں کہ وہ بصرہ کے ادیب و شاعر تھے۔ جامع مسجد میں تقریر فرماتے اور لوگ آپ کے بیانات نقل کرتے تھے۔ لغت و شعر کے متعلق آپ کے سامنے دوسروں کے شعر بطور حاکمہ پیش کیتے جاتے اور آپ رائے دیتے۔ ان کے اشعار مشہور ہیں۔ ان کے اشعار کے روایی ابو عبد اللہ اکفانی ہے۔ میرے لیئے انہوں نے بہترین اشعار نقل کئے ہیں۔ ان کا ایک مرثیہ ابو عبد اللہ درستویہ کے متعلق ہے جس میں انہوں نے ”دہن الاجر“ کے لقب کے ذریعہ اس کا تذکرہ کیا ہے:
 ”دہن الاجر کی موت قریب آگئی، زمین میں ہر یالی آگئی۔ قریب ہے کہ پہاڑ نہ ٹلیں“۔

ان کا ایک اور قصیدہ ہے، جس کا اول مصروع ہے: یامن اطال یدی اذہانی ذمنی
 مفعح نے شلب سے ملاقات کی اور اس سے بہت سی باتیں حاصل کیں ان کے اور ابن درید کے درمیان اکثر بجو یہ شاعری کا مقابلہ ہوا چنانچہ گمان ہے کہ وہ ابن درید کے خخت خالف تھے۔ (۱) بالی مصری سے ان کا یارانہ تھا۔ لیکن شعالیٰ نے لکھا ہے کہ خود اس سے اور ابن درید سے صحبت رہتی تھی۔ وہ تالیف اور حدیث لغت لکھنے میں ابن درید کا جانشین تھا۔ ممکن ہے دونوں الگ الگ اوقات میں یہ کام انجام دیتے ہوں۔ (۲)

مفعح کے راویوں میں ابن خالویہ، ابن سیحی اور ابو بکر دروری ہیں اور وہ نصر بن احمد بصری کا مصاحب تھا جو عظیم شاعر تھا۔ نیز محمد بن محمد معروف بـ ابن لئنگ بصری خوی اور ابو عبد اللہ اکفانی بصرہ کے شاعر کا بھی مصاحب تھا۔

گرانقد تالیفات

- ۱۔ کتاب المقد من الایمان؛
- ۲۔ قصائد اہل بیت؛

۱۔ فهرست ابن عدیم (ص ۹۱) الاولی بالوفیات (ج ۱، ص ۱۲۹)

۲۔ قیمتۃ الدہر (ج ۲، ص ۲۲۳)

۳۔ ترجمان معانی شعر:

۴۔ کتاب اعراب:

۵۔ اشعار جواری (تکملہ):

۶۔ عرائس الجالس:

۷۔ اشعار زید خلیل کے غرائب:

۸۔ اشعار ابو بکر خوارزی:

۹۔ سعادۃ العرب:

مرزا بنی نے محمد بن عبد الوہاب زینی ہاشمی کی شان میں قصیدہ ملیح کے سات شعر لکھے ہیں۔ مجسم (۱) میں ہے کہ ایک بار ملیح، قاضی ابو القاسم تنوی کے پیہاں گئے۔ دیکھا کہ عیسیٰ کے سامنے وہ معانی الشراء پڑھ رہا ہے، ملیح نے یہ اشعار کہے:

قد قدم العجب على الزويس و شارف الوجه ابا قيس
”ایک بد اخلاق معمولی شخص میں اس قدر خود پسندی آگئی ہے کہ گویا پست زمین چاہتی ہے کہ کوہ ابو قیس کے برابر ہو جائے۔“

اشعار کہہ کے تنوی کے سامنے ڈال دیا اور واپس چلے گئے۔
ایک بار کا واقعہ ہے کہ تنوی کی مدح کی لیکن اس کے برخلاف ان کی جناد کیکہ کرتیہ شعروں پر مشتمل یہ خط لکھا:

لو اعرض الناس كلهم و ابواء
”اگر دنیا کے تمام لوگ مل کر میری روزی کا کچھ حصہ بھی روکنا چاہیں تو روک نہیں سکتے۔ شروع میں دوستی تھی پھر ختم ہو گئی، عہد و پیمان تھا جو برہاد ہو گیا۔ ہم دونوں بڑے میل محبت سے رہتے تھے اور ہمیں کمزوری کا احساس نہ تھا۔ ہمارے بیرون سے زمین نہیں سر کتی تھی، نہ آسمان سے خون برستا تھا۔ راؤ خدا

میں جو چیز جاتی ہے اس کا بدل ملتا۔ جو خدا سے مستسک ہوتا ہے زمانے سے نہیں ڈرتا۔ میرے خیال میں وہ آزاد مرد تھا۔ لیکن نہ میرے گمان کی تحقیق ہوئی نہ اس نے عہد کا پاس ولماٹا کیا.....”۔

اس کے علاوہ بھی شرح ابن ابی المدید (۱)، بیہم (۲)، غرالخسانص (۳) اور نہایۃ الادب (۴) میں ان کے اشعار ملے ہیں۔ مخفی بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہ ۱۷۲۰ھ میں وفات پائی۔ بیہم ابن بشران کا قول نقل ہے کہ وہ میرے والد سے پہلے مر گئے، میرے والد پنځر کے دن وہ شعبان ۱۷۲۰ھ میں مرے۔ مرزاں کہتے ہیں: ۱۷۲۰ھ سے قبل مرے۔ صندی نے ۱۷۲۰ھ کھا ہے۔ انہیں کی پیروی شہید ٹالٹ شوستری اور سیوطی نے کی ہے۔ میرے زدیک ابن بشران کا قول صحت سے قریب ہے۔

مخفی کے حالات مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں:

فہرست ابن ندیم، فہرست طوی، بیہم الشتراء، تیجۃ الدہر، فہرست نجاشی، مروج الذهب، بیہم الادباء، الواقی بالوفیات، خلاصۃ الاقوال، بغیۃ الوعاة، مجالس المؤمنین، جامع الرواۃ، مخفی القال، روضات الجنات، لکنی والا لاقاب، اعلام مرزاں کلی، آثار بیہم۔ (۵)

۱۔ شرح نجیب البلاغہ (ج ۲۰، ص ۲۰۸، حصہ ۲۵)

۲۔ بیہم الادباء (ج ۱، ص ۱۹۷)

۳۔ غرالخسانص (ص ۲۷۲)

۴۔ نہایۃ الارب (ج ۲، ص ۹۲)

۵۔ فہرست ابن ندیم، ص ۱۲۲۔ (ص ۱۹) فہرست مخفی طوی، ص ۱۵۰، بیہم الشتراء، ص ۳۶۳ (ص ۳۲۹) تیجۃ الدہر، ج ۲، ص ۳۳۲، (ج ۲، ص ۳۲۳) فہرست نجاشی، ص ۲۶۳ (ص ۳۲۳، نمبر ۱۰۲۱) مروج الذهب، ج ۲، ص ۵۱۹ (ص ۳۲۲) بیہم الادباء، ج ۱، ص ۲۰۵۔ (ص ۱۹۰، نمبر ۱۳۶) بغیۃ الوعاة، ص ۱۳ (ج ۱، ص ۲۱، نمبر ۵) مجالس المؤمنین، ص ۲۲۲ (ج ۱، ص ۵۲۲) جامع الرواۃ (ج ۲، ص ۶۱) روضات الجنات، ص ۵۵۲ (ج ۲، ص ۱۲۳، نمبر ۵۷۵) لکنی والا لاقاب، ج ۲، ص ۱۶۳ (ج ۲، ص ۱۹۷) اعلام، ج ۳، ص ۸۳۵ (ج ۵، ص ۳۰۸) آثار بیہم، ص ۲۷۷۔

ابوالقاسم صنوبری

وفات ۱۳۳۲ھ

ما فی المنازل حاجة نقضیها الا الاسلام و ادمع نذریها

”ان منازل میں مجھے سوائے سلام اور اٹک ریزی دوسری کسی چیز کی ضرورت نہیں۔“

آگے کہتے ہیں:

قتل بن من اوصى اليه خير من اوصى الوصايا فقط او يوصيها

”ایسے وصی کے فرزند کو قتل کیا گیا جسے گذشتہ و آئندہ وصیت کرنے والوں میں سب سے بہتر نے

اپنا وصی قرار دیا تھا۔

رسول نے اس وصی کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر اتنا بلند کیا کہ دیکھنے والوں نے انہیں اخہاتے ہوئے اچھی طرح دیکھ لیا۔

وہ جگہ اسی تھی کہ چاشت کا وقت آگیا تھا (سورج بلند ہو گیا تھا) اس کے بارے میں انتباہ دیا جو خود بر توجہ اور ہشیاری کا مرکز ہے، لوگوں کو متوجہ کیا۔

غدریخم کے مقام پر اسے اپنا بھائی قرار دیا۔ اس کے نام کی تصریح کی اور کوئی بھی نیکی اس سے روگروں نہیں تھی۔

اس نے فرمایا: تم میں سب سے افضل علی ہے۔ یہم لوگوں کے درمیان وہی کام کرے گا جو مناسب حال ہو گا۔

اس کی نسبت مجھ سے وہی ہے جو ہارون کو موئی سے تھی جناب ہارون کی مشاہدت کس قدر نفس ہے۔ کیا کہنا۔

اس کے لیے دو دن خاص تھے۔ ایک وہ دن جب دشمنوں پر قبر بر ساتے ہوئے زمین کو خون سے سیراب کیا۔ اور ایک وہ دن جب دشمنوں کو شفتوں سے نہال کیا۔ تمام انسان اپنے کیفر کروار تک پہنچیں گے۔ جو شخص بھی کوئی راہ چلے گا اس کے حصے میں ان دونوں راستوں میں سے ایک راستہ ناگزیر ہے۔

ان کا ایک اور قصیدہ ہے جسے صاحب درالظیم نے نقل کیا ہے۔

”کیا کوہ اضارخ وہی ہے جسے میں جانتا ہوں وہ استراحت اور اوتھوں کے بھانے کی بڑی اچھی منزل ہے۔“

آگے کہتے ہیں:

”کربلا میں ایام حسین کی یادیں میرے کافنوں میں پڑیں۔ اہل حرم کی صدائے گریہ مسلسل سننے میں آرہی ہے۔ ان کے رونے کی آواز پے در پے آرہی ہے، انہیں آب فرات سے روک دیا گیا۔ حالانکہ وہ لوگ خود ٹھنڈا پانی ہاتھوں ہاتھ ٹھنڈا ہار ہے تھے۔ میرے ماں باپ عترت رسول پر قربان ہو جائیں اور ان کے دشمنوں کا ہاس ہو جائے۔ جن کے بچے، جوان، ادھیز اور بوڑھے بہترین مخلوقات خدا ہیں۔

انہوں نے اپنے زمانے میں عزت و افتخار کے مقامات حاصل کیے۔ وہ دنیا والوں کے لیے مفر و ب کے مانند ہیں۔ ایسی حالت میں کہ کسی کے صفات نفس پر اطمینان نہیں کیا جاسکتا۔

عمر کے جن ایام میں دوسرا لوگ غذا کی عادت ڈالتے ہیں یہ آل محمد گرنگی کی عادت ڈالتے ہیں۔

یہ سخاوت کا پیکر ہیں، مظاہرہ سخاوت کرنے والے ہیں، کوئی بھی تھی ان کے مانند مظاہرہ سخاوت سے قاصر ہے۔ یہ ارباب فضیلت ہیں۔ ان کے بوڑھوں اور جوانوں کی فضیلت اس مرتبہ پر ہے کہ فضیلت کو انہوں نے منسوخ کر دیا ہے (ان کے سوا کہیں بھی فضیلت نہیں)، جو بھی معاشرے میں چکے گایا

بزرگی پائے گا انہیں کے عشق میں پچکے گا اور ان کی بزرگی کے طفیل میں بلند مقام حاصل کرے گا۔

شاعر کا تعارف

ابوالقاسم، ابو بکر اور ابو الفضل کنیت تھی، احمد بن محمد بن حسن بن مرار جوزی رقی، نصی، حلی۔ صنوبری کے نام سے مشہور تھے۔

عظمی شیعہ شاعر تھے جنہوں نے اپنی شاعری میں لطافت، رفت اور طبعی قوت کو فنی چاہک دستی کے ساتھ جمع کر لیا تھا۔ متأثر، حسن اسلوب نیز شاہنشہی و ظرافت بدرجہ اتم تھی۔
تذکرہ نگاروں نے ان کے حasan، فعالیت اور اعلیٰ درجے کی شاعری کا لواہاما نا ہے۔ انہیں شعری حasan کی وجہ سے ”حبيب الصغر“ کہا جاتا تھا۔ (۱)

شعاعی کہتے ہیں کہ ان کے اندر معتز کی تشبیہات، معاجم کی توصیفات اور صنوبری کا باغ و بہار پوری طرح جمع تھا۔ پھر یہ کہ ظرافت اور نئے نئے مضامین کی ایسی بندش ہوتی تھی کہ سننے والا بہوت ہو جاتا تھا۔ صنوبری کے باغ و بہار کی مظکر کشی اپنے کمال پر تھی۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ان کے اشعار تمام کے تمام باغ و بہار تھے۔ فہرست ابن ندیم (۲) میں ہے کہ صولی نے صنوبری کے اشعار کو دوسرا دراق میں جمع کیا تھا۔ اس طرح اگر ہر ورق پر میں اشعار بھی فرض کیتے جائیں تو ان کے اشعار کی تعداد آٹھ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔ (ہر ورق میں دو صفحے ہوتے ہیں) حسن بن محمد غسانی نے سنا ہے کہ ان کے اشعار کی ایک پوری جلد تھی۔ (۳)

صنوبری نے شہر حب کی تفریق کا ہوں پر ایک سو چار شعروں کا قصیدہ کہا۔ (۴)

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۱، ص ۲۵۶ (ج ۲، ص ۱۱۳، مختصر تاریخ دمشق، ج ۲، ص ۲۲۷) الانساب (ج ۲، ص ۵۶۰) شذر ذات الذهاب، ج ۲، ص ۲۲۵ (ج ۲، ص ۲۲۵، حادثہ، ج ۳۳۲، عمرۃ ابن رشیت، ج ۱، ص ۸۲)۔

۲۔ فہرست ابن ندیم (ص ۱۹۲)۔

۳۔ سمعانی کی الانساب (ج ۲، ص ۵۶۰)۔

۴۔ سمعانی کی الانساب (ج ۲، ص ۳۲۹-۳۷۲) (ج ۲، ص ۲۸۶-۲۸۹)

بستانی (۱) کے نزدیک یہ قصیدہ شہر صوبہ کی بہترین توصیف ہے، پہلا شعر ہے:

احبسا العبس احبساها و سلام الدار سلاما

ان کے صوبہ ہونے کی نسبت ابن عساکر (۲) نے عبد اللہ جنی صفری سے نقل کیا ہے کہ اس نے صوبہ سے پوچھا: تم لوگ صوبہ کی نسبت سے کیوں معروف ہو گئے؟ انہوں نے مجھے جواب دیا: میرے دادا مامون کے عہد میں ایک بیت الحکمة کے عہدیدار تھے۔ ایک بار مامون سے مناظرہ مخزن گیا۔ ان کے انداز گفتگو اور مجھ کی قاطعیت نے مامون کو بہت متاثر کیا، کہنے لگا: تم تو صوب کی شکل کے ہو۔ اس سے مراد ان کی ہوشیاری، قاطعیت اور تند مزاجی تھی۔

نویری (۳) نے اس سے متعلق کچھ صوبہ کے اشعار بھی لکھے ہیں:

”جب لوگ مجھے صوبہ کی نسبت دیتے ہیں تو اس سے مراد خشک اور گناہ کمزوری نہیں ہوتی۔ ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد گھنیری، نمود پذیر درخت کی مناسب شاخ ہوتی ہے جو اور پر کی طرف بلند ہو رہی ہو جو ریشمی خیسے کی طرح سبز ستوں کو اٹھائے ہو.....“۔

آخر میں کہتے ہیں:

”کتنا اچھا یہ درخت ہے، یہ درخت جو مجھے ماں باپ کے عشق پر فدا ہوئے کا جذبہ کرامت فرماتا ہے۔ پس خدا کا شکر کر کے حسین لقب ہر قسم کے نسب سے برتر ہے۔“

ان کے تشیع کی بوس ان کے اشعار میں بھڑی پری ہے۔ کچھ تو ہم نے بیان کیا اور کچھ آگے بیان ہو گا۔ ان کے علاوہ ساوی نے نسہ اخر میں ان کے شیعہ ہونے کی تصریح کی۔ (۴) ابن شہر آشوب نے انہیں مداحان آل محمد میں شمار کیا ہے۔ (۵) جو بجائے خود ان کے شیعہ ہونے کا ثبوت ہے۔ اب رہ گئی

۱۔ دائرة المعارف، ج ۷، ص ۱۳۷۔

۲۔ سارین دمشق (ج ۲، ص ۱۲)، مختصر تاریخ دمشق، ج ۳، ص ۲۲۷۔

۳۔ خلیفۃ الارب، ج ۱، ص ۹۸۔

۴۔ نسہ اخر (مجلد ۲، ج ۱، ص ۲۱)۔

۵۔ شفاقت آل ابی طالب (ج ۲، ص ۲۵۰، ج ۳، ص ۲۸۷، ج ۳، ص ۲۷۷)۔

بات کہ صاحب نسہ الحسن نے کہا ہے: وہ زیدی شیعہ تھے۔ میرے خیال میں یہ بلا دلیل گمان ہے۔ کیونکہ نہ تو انہوں نے اس کا کوئی ثبوت دیا ہے۔ جن شعروں کو انہوں نے یا دوسروں نے زیدی ہونے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ ان کے دعویٰ کا ناکافی ثبوت ہے۔

میں یہاں ان کے شیعہ ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہوں۔ مدح امیر المؤمنین میں ان کا قصیدہ ہے:

وَ اخْرِيْ حَبِيْبِيْ حَبِيْبِ اللَّهِ لَا كَذْبٌ وَ ابْنَاهُ لِلْمُصْطَفَى الْمُسْتَخْلَصُ ابْنَانُ
اور اس میں ذرا بھی جھوٹ کا شایبہ نہیں کہ وہ میرا محبوب خدا کا حبیب تھا اور اس کے دونوں فرزند
محمد مصطفیٰ کے لیے خالص فرزند تھے۔ اس نے دونوں قبلوں میں نماز پڑھی جب تمام لوگ انہے بہرے
تھے اس نے دونوں قبلوں کی افتادائی۔ اس کی زوجہ سے کس کی زوجہ کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ اور اس کے
دونوں فرزندوں سے کس کے فرزندوں کا تقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کی دوستی کا خاصہ نور اور اس کی دشنی کا
خاصہ آتش ہے، یہ ہے داروغہ جہنم جو کل تصرف مالکانہ کرے گا اور یہ ہے رضوان بہشت جس کی ملاقات
کے لیے رضوان بہشت آئے گا۔

ان کے لئے آسمان پر ڈوبتا سورج واپس آیا تاکہ بغیر نگرانی نماز ادا کر لیں، کیا ان کے علاوہ بھی
کوئی ہے جسے رسولؐ کا جانشین کہا جاسکے، جو رسولؐ کا اس طرح بھائی تھا جس طرح موسیٰ کے بھائی ہارون
تھے۔

کیا وہی نہ تھے جن کے پاس شفاعة کی غرض سے اٹھ دھے کی شکل میں فرشتہ آیا۔ رسول نے ان
کے لیے فرمایا: یا علیٰ جن لوگوں سے مخصوص ہے وہ دو ہیں: ایک وہ جس نے حضرت صالحؐ کی نافرمانی میں
ناقص صالحؐ کو پیئے کیا اور دوسرے وہ جو مجھ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ تمہاری نافرمانی کی
ہوگی۔

اے ابو الحسن! تمہاری داڑھی تمہارے خون سر سے خضاب ہوگی، پوری طرح سرخ ہو جائے گی۔

حضرت امیر المؤمنین اور ان کے فرزند امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ کہا ہے:

نَعَمْ الشَّهِيدَانَ رَبُّ الْعَرْشِ يَشَهَدُ لَنِي وَالْخَلْقَ أَنْهُمَا نَعَمْ الشَّهِيدَانَ

”یہ دونوں شہید کتنے اچھے ہیں اور یہری اس بات کی گواہی آسان والا خدا اور اس کی علاوه تمام کائنات دے گی کہ یہ دونوں بڑے اچھے شہید ہیں۔

کون ہے جن کے لئے رسول مصطفیٰ کو تعریت دی گئی، نزد یہک اور دور کون ہے جس کے لیے انہیں تعریت دی گئی۔

کون ہے جو مصیبت زدہ فاطمہؓ کو ان کے شوہر اور فرزند کی خبر دے اور ان دونوں کی مصیبت ان سے بیان کرے۔

کیا یہ لوگ جانتے ہیں کہ انہوں نے کس کو محرابِ عبادت میں شہید کیا اور کسے میدانِ قبال میں اب تشریف شہید کیا۔

زمین پر دو ستارے تھے، بلکہ دو چاند تھے بلکہ دو سورج تھے۔ ہاں! یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ دو سورج غروب کر دیئے گئے۔

اگر وہ جگ پر آمادہ ہوں تو دو گواروں کے دھنی تھے۔ بلکہ غلاف سے باہر دو گوار تھے۔

امام حسینؑ کا ایک مرثیہ ہے جس میں ستر اشعار ہیں۔ (۱)

اس کے علاوہ ان کی شیعیت کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ ان کا کشاجم سے گھرا یا ران تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت مکن تھا جب وہ پکے شیعہ ہوں۔ ان کے درمیان اخوت و برادری اس بات کی واضح علامت ہے، ہم اسے کشاجم کے حال میں بیان کریں گے۔ کشاجم نے صنوبری کی تعریف میں اپنے تعلقات کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

لَسِيْ مَنِ ابْرَىْ بَكْرَ اَخْيَ ثَقَةٌ لَمْ اسْتَرِبْ بَاخَائِهِ قَطُّ

ایک دوسرے قصیدے میں کہا ہے:

الا ابْلَغَ ابَا بَكْرَ مَقْدَسَ الْأَمْنِ اَخْبَرَ

صنوبری دمشق کے حلب میں سکونت پذیر تھے۔ وہ اشعار کہتے، ابو الحسن محمد بن احمد بن جعیج

غسانی ان کے اشعار کی روایت کرتے تھے۔ (۱)

صوبری کا انتقال ۳۲۷ھ میں ہوا۔ (۲) ابن کثیر اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ان کا انتقال ۳۲۷ھ کے لگ بھگ ہوا۔ (۳) یہ چند وجوہ سے غلط ہے۔ ایک تو یہ کہ شیخی سے ان کی ملاقات ہوئی۔ (۴) اور شیخی کی ولادت ۳۰۳ھ میں ہوئی۔ دوسرے یہ کہ صوبری نے سعیف الدولہ کی مدح کی ہے اور سعیف الدولہ ۳۰۳ھ میں پیدا ہوا۔ (۵)

صوبری کے ایک فرزند بام ابو علی الحسین تھے۔ ابن حیین کے مطابق ان کاشی سے مصنوعی نیزے بازی کا واقعہ ہے۔

ایک دختر بھی تھیں جو صوبری کی حیات میں عی انتقال کر گئیں تھیں۔ ان کے دوست کشاجم نے ان کا مرثیہ بھی کہا تھا:

اتاسی یا ابا بکر لموت الحرة البکر

علامہ امینی نے صوبری کا بیان کردہ ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے جس میں سعدنا می ایک کتاب فروش، تاجر کے بیٹے عیسیٰ پر عاشق ہو گیا تھا۔

۱۔ الانساب (ج ۲، ج ۵۶۰)

۲۔ شذرات الذهب (ج ۲، ج ۱، ج ۱۸۵، حدیث ۳۲۳)

۳۔ البریۃ التحلیۃ (ج ۱، ج ۱، ج ۱۳۵، حدیث ۳۲۲)

۴۔ عمدة ابن رشیق، ج ۱، ج ۱، ج ۸۳ (ج ۱، ج ۱۰۱)

۵۔ قیمت الدہب، ج ۱، ج ۱، ج ۹۶ (ج ۱، ج ۱۳۷)

قاضی تنوی

ولادت ۱۷۴۲ھ

وفات ۱۸۳۲ھ

من ابن رسول الله و ابن وصیه الی مدغل فی عقبة الدین ناصب
 نابین طببور و زق و مزہر و فی حجر شاد او علی صدر ضارب
 ”خدا کے رسول“ اور ان کے وصی کے فرزند کا پیغام ایک مرد و غاباً اور ناصی کی طرف جس کی
 پروش طببور و ترمی اور گل و مل کے درمیان ہوئی اور گانے والی اور ڈھول بجانے کی آغوش میں پلا ہڑھا۔
 ایک بدست کے صلب اور ایک گانے والی کے ٹھکم سے بلا ٹھک و تردید منتقل ہوا۔ ایسے شخص کو پیغام
 جعلی کی عیب جوئی کرتا ہے، وہ علی جو ریگ زاروں پر چلنے والے تمام لوگوں سے افضل ہیں۔
 ایسے شخص کو پیغام جود دنوں فرزندان رسول کی عیب جوئی کرتا ہے۔ اس سے کہہ دو کہ تمیرے جیسا
 پست ترین شخص چاہتا ہے کہ ستاروں کو حاصل کر لے۔ کذب بیانی میں قرامط کے ان غال کو خاندان رسول
 سے منسوب کرتا ہے، جو معزز اور پاک ہیں۔ ایسے گروہ کی ندمت کرتا ہے جہاں برائیوں کی کوئی گنجائش
 نہیں اور جن کی عیب جوئی دامن کو درد دیدہ نہیں کر سکتی، وہ جس مجلس میں رونق افروز ہو جائیں ان گھر کا
 سورج بن جائے اور اگر سوار ہوں تو مرکب کا آفتاب بن جائیں۔
 اگر وہ جنگ کے موقع پر چنویں سکیڑ لیں تو موت ہنسنے لگے اور ہنس دیں تو حادثات کی آنکھیں گریاں
 ہو جائیں۔
 یہ خاندان، جبریل، محمد اور علی کے درمیان پروش پاتار ہا جو تمام پیادہ و سوار چلنے والوں سے بہتر

ہیں۔

علیٰ جو رسول مصطفیٰ کے وزیر اور ان کے جانشین ہیں اور اخلاق و مکارم میں ان کی شبیہ ہیں۔
جن کے لیے غدری کے دن محمد ﷺ نے فرمایا حالانکہ قیامت میں ان کا دشمن ڈرتا ہے: کیا میں
تھاہرے نشوں پر تم سے زیادہ با اختیار نہیں ہوں؟ سب نے کہا: باہ! بلا شک دتر دید۔ پھر ان سے فرمایا:
تم میں جس کا بھی میں مولا ہوں اس کا یہ میرا بھائی میرے بعد مولا اور صاحب ہے۔
تم سب اس کی اطاعت کرو کیونکہ میرے نزدیک اس کی منزلت وہی ہے جو ہارون کی موی حکیم
سے تھی جو خدا کے مخاطب تھے۔“

شعریٰ تسع

عبداللہ بن معتز عباس (متوفی ۲۹۶ھ) آل ابو طالب کا خاتم ترین دشمن تھا، اپنی بد بالی و خباثت
کی وجہ سے ان کی بدگوئی کرتا رہتا تھا۔ اپنے کینہ تو زینے کے انگاروں کو شعری قالب میں ڈھالتا رہتا تھا۔
اس نے ایک شرمناک قصیدہ کہا جس کا جواب امیر ابو فراس نے قصیدہ مکیہ میں دیا۔ قیم بن معد قاطمی نے
قصیدہ رائلہ میں دیا۔ ابن مجم نے دیا۔ صafi الدین حلی دیا۔ انہیں جوابات میں ایک تنوی کا مندرجہ بالا
قصیدہ بھی ہے۔ حدائق الورديہ میں ۸۳ راشعار ہیں۔ (۱) اکثر خطی نشوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مطلع
البدور میں ۸۲ راشعار ہیں۔ (۲) یہاں میں نسہ اسر میں ۳۸ راشعار نقش کیے ہیں۔ (۳) جموی نے بجم
میں صرف ۱۲ راشعار ہی نقش کیے ہیں۔ (۴) وہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن معتز نے آل ابو طالب کی ندمت
میں قصیدہ کہا:

الى الله الا ما بُرُون فما لکم غضابا على الاقدارها آل ابی طالب

۱۔ الحدائق الورديہ (ج ۲، ص ۲۲۱)

۲۔ مطلع البدور (ص ۱۳۶)

۳۔ مجمع الادباء، ج ۲، ص ۱۸۱۔

۴۔ نسہ اخر (جلد ۸، ج ۲، ص ۲۷۲)

ابوالقاسم تونقی نے اس کے جواب میں مندرجہ بالا تصدیہ کہا جوان کے دیوان میں موجود ہے۔ ان شعروں کو عباد الدین طبری نے بشارہ المصطفیٰ میں نقل کیا ہے۔ (۱) صاحب تاریخ طبرستان بہاء الدین محمد بن حسن نے بھی یہ تصدیہ نقل کیا ہے لیکن صرف پندرہ اشعار نقل کیتے ہیں۔ (۲)

شاعر کا تعارف

ابوالقاسم تونقی کا سلسلہ نسب یوں ہے:

علی بن محمد بن ابوالفهم، داؤد بن سرخ بن نزار بن عمرو بن الحمرث بن عمرو بن الحمرث بن المارت بن عمرو (بادشاہ تونق) بن فہم بن تمیم بن اللہ (یہی تونق ہیں) ابن اسد بن وبرہ بن غلب بن طوان بن عمران بن الحاف بن قضا عملک بن خیر بن سبأ بن حکیم بن یہرب بن مقطان بن عا بن بن شائخ بن اسجد بن سام بن نوح بلطفہ۔ (۳)

علم و دو انش پر بڑا سونگ رکھنے والے، جامع فضائل، فنون متعدد کے حامل نیز کثیر علوم پر یکساں درست رکھتے تھے۔ مناظرہ و کلام میں سب سے آگے۔ فقہ و فرائض پر بھرپور عبور، حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و ادب کے سرناج تھے۔ نجوم و بیت پر بھی ناظر تھے۔ شرود و معاملات کے آشنا، محض فویسی اور قبار فویسی کے واقف کا رکھتے۔ منطق کے استاد، خوب کے مختصر اور علم لغت پر نگاہ رکھتے تھے۔ قافی کے معلم تھے، اسی کے ساتھ علم عرض میں ان کی حیثیت عقری کی تھی، جس طرح وہ علم و دانش میں سرآمد روزگار تھے اسی طرح کرم، حسن اخلاق، ظرافت و مزاج میں ممتاز تھے۔ زم طبع اور متواضع تھے۔

ولادت و تربیت

انطاکیہ میں بروز یکشنبہ ۲۶ ذی الحجه ۷۴۳ھ کو اس دنیا میں قدم رکھا۔ ویس پلے بڑھے، جوانی

۱۔ بشارہ المصطفیٰ (ص ۲۶۸)

۲۔ تاریخ طبرستان، ج ۱، ص ۱۰۰۔

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ج ۷، نمبر ۷۷، ۶۳۸۷ھ) الانساب (ج ۱، ج ۳۸۵)

کے زمانے میں ۲۰۶ھ میں بغداد آئے، وہاں فرقہ کو ابوحنیفہ سے حاصل کیا۔ جن لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا ان کے نام ہیں: حسن بن احمد کرمانی، احمد بن خلیل حلی، احمد بن محمد بن ابو موسیٰ انصاری، انس بن سالم خولانی، حسن بن احمد بن فیل، فضل بن محمد عطار، محمد بن حسن آلوی طرطوی، حسن بن طیب شجاعی، عمر بن ابو عصیان شقی، ابو بکر بن محمد باغندي، حامد بن محمد ابن صعیب، ابو القاسم الجنوبي، ابو بکر بن ابی داؤد، یہ سب عی تنوخی کے مشائخ حدیث تھے۔

علم نجوم کو المینا نجم صاحب زنج سے حاصل کیا۔

جن لوگوں نے تنوخی سے حدیث کی روایت کی ہے ان کے نام ہیں:

ابو حفص بن اجری بغدادی، ابو القاسم بن ملاج بغدادی، عمر بن احمد، مقری اور ان کے صاحب زادے ”ابوالعلیٰ محسن تنوخی“۔

یہ پہلے شخص ہیں کہ زمانہ مقتدر بالله میں (۲۹۰-۳۲۰ھ) قاضی بہلول تنوخی کے قبل قاضی مقرر ہوئے۔ ان کا پرواتہ قضاوت ابن مقلہ نے لکھا تھا۔ یہ واقعہ ۳۱۷ھ میں ہوا۔ جب یہ ۳۷ سال کے تھے۔ پہلے عسکر، بکر، نسرت اور جندی سابور کے قاضی ہوئے پھر ان کے قضاوت کا علاقہ اهواز، واسط کے علاقے، کوفہ، فرات کے پنجھاری علاقے، کچھ شام کے سرحدی علاقے۔ اڑجان، سابور کے علاقے نیز مجتمع اور متفرق سبک پھیل گیا۔ ابن مقلہ نے اهواز کی دادخواہی بھی ان کے حوالے کر دی تھی۔ ان کے بعد کچھ علاقوں کی قضاوت ابو عبد اللہ بریدی کو دے دی گئی۔

معاہدی کہتا ہے کہ وہ کئی سال تک بصرہ و اهواز کے قاضی رہے جب وہاں سے استعفیٰ دیا تو سیف الدولہ ان کی زیارت کو آیا، ان کی بڑی تعریف کی اور احترام و اکرام کیا۔ بغداد کے دربار خلیفہ میں ان کی حاضری کی سفارش کر دی، ان کی تختوارہ اور مرتبہ بڑھا دیا۔ مہلی اور دوسرے وزراء ان کی طرف بہت میلان رکھتے تھے۔ شدید وابستگی کا مظاہرہ کرتے اور انہیں گل سر سبدند کالی اور یادگار ظریفان سمجھتے تھے۔ ان سے پاکیزہ معاشرت اور مکارم اخلاق سے پیش آتے، ان کی اچھی طرح خبر رکھتے۔ (۱)

بے پناہ ذکاوت و حافظہ

تونقی بے پناہ حفظ ذکاوت کے حامل تھے۔ ان کے صاحبزادے قاضی ابوعلی ”نشوار الحاضرہ“ (۱) میں کہتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ میری عمر ابھی پندرہ سال تھی کہ میں نے والد ماجد سے قصیدہ دعمل سن۔ اس طویل قصیدے میں مین کے مفاخر اور کیت کی تردید تھی۔ اس کا پہلا شعر ہے:

افیقی من ملاملک باظعننا گفانی اللوم مر الدرب عينا
 اس قصیدے میں لگ بجک چھو شعر ہیں۔ چونکہ اس میں یکن اور میرے خانوادے کی ستائش ہے اس لئے میں نے چاہا کہ اسے یاد کروں۔ میں نے عرض کیا: بابا! مجھے کچھ آپ بھی بتائیے کہ اسے یاد کروں۔ انہوں نے میری تردید کی اور میں نے اصرار کیا۔ فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم پچاس سال تھے شعر یاد کرو گے پھر اور اق الٹ پٹ کے اسے خراب کر دو گے۔ میں نے کہا: اسے آپ مجھے دے دیجئے۔ میرے بابا نے کاغذ میرے حوالے کر دیا۔ ان کی بات میرے دل میں تیر کی طرح لگ گئی تھی۔ اپنے مخصوص کرے میں جا کر دروازہ بند کر لیا اور پوری توجہ سے قصیدہ یاد کرنے لگا۔ مجھے پورا قصیدہ یاد ہو چکا تھا۔ روزانہ کی طرح جب میں باپ کی صحبت میں جا کر بیٹھتا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: کتنا قصیدہ یاد کیا۔ میں نے جواب دیا پورا قصیدہ یاد کر لیا۔ میرے والد غصے میں بھوت ہو گئے۔ شاید میں غلط کہہ رہا ہوں، فرمایا: سناو! میں نے آستین سے کاغذ نکالا۔ انہوں نے وہ کاغذ لے کر کھولا اور اسے دیکھنے لگے اور میں نے سنا اثر دع کر دیا جب سو شعر ناچا تو رق الٹ کے فرمایا: یہاں سے سناو۔ میں نے وہاں سے آٹھ سوکھ سنا دیا۔ ان کو میرے قوت حافظہ پر بڑی حیرت ہوئی۔ مجھے سینے سے چمٹا لیا، آنکھوں اور سر کا بوسر دیا، فرمایا: بیٹا! اس واقعہ کو کسی سے بیان نہ کرنا مجھے لوگوں کی بد نظری سے ڈر لگتا ہے۔ اس واقعہ کو این کثیر نے بھی بطور خلاصہ لکھا ہے۔ (۲)

۱۔ نشور الحاضرہ (ج ۲، ص ۱۳۰)

۲۔ البدایہ والنھایہ، ج ۱۱، ص ۲۵۷، (ج ۱۱، ص ۲۲۷، جوادث ۳۲۲)

قاضی ابوعلی (۱) کا یہ بھی بیان ہے کہ میرے والد نے مجھے یاد کرنے سے روکا تھا اور میں نے ان کے بعد ابو تمام اور بحسرتی اور قدیم و جدید شعراء کے دوسرو قصیدے یاد کئے تھے۔ میرے والد اور شام کے بزرگان قوم کہتے تھے کہ جسے بنی طے کے چالیس قصیدے یاد ہوں اور خود شعر نہ کہہ سکے تو سمجھ لو کہ وہ انسان کے بھیں میں خپر ہے۔ اسی لئے میں نے میں سال سے کم عمر میں شعر کہنا سیکھ لیا تھا۔

ابوعلی کہتے ہیں کہ میرے والد کو بنی طے کے سات سو قصیدے یاد تھے۔ جو قدیم و جدید شعراء اور جامیل و طائیین کے اشعار ان کے علاوہ یاد تھے، ان کا شمار میں نے خود ان کے ہاتھ کے لکھے کاغذ سے کیا ہے جو اوراق چکنے منصوری کا غذ ہیں۔ جو قصائد انہیں یاد تھے وہ سب اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ انہیں زیادہ تر خویونگت کے اشعار یاد تھے۔ میرے والد سے زیادہ کسی کا حافظہ نہیں تھا۔ اگر ان کا حافظہ ان متفرق علوم کو تمام حیثیت سے حفظ نہ کر لیتا تو یہ عجیب ترین بات ہوتی۔

تالیفات

چونکہ تنوفی بہت سے علوم پر حادی تھے، اکثر فنون عقل و نقل و ریاض پر دسترس رکھتے تھے، دنیا میں ان کی شہرت تھی اس لئے انہیں زیادہ قیمتی تالیفات کا حامل ہونا چاہیے تھا۔ جیسا کہ ان کے صاحب زادے ابوعلی کہتے ہیں: انہوں نے علم عروض اور فدق وغیرہ میں کتابیں لکھی تھیں۔ جو ہی کہتے ہیں کہ ان کی عروض پر ایک کتاب ہے۔ (۲) خالع کہتے ہیں کہ ان سے زیادہ عروض پر کوئی دسترس نہ رکھتا تھا۔ ان کی ایک کتاب علم قوانی پر بھی تھی۔ سمعانی، یافعی اور ابن حجر وغیرہ نے ان کے صاحب دیوان ہونے کی نشاندہی کی ہے۔ شعابی نے ایک کتاب ان کے اشعار پر مشتمل ہونے کی خبر دی ہے۔ اور یہ کہ غدری سے متعلق اس میں اشعار تھے۔ میں نے جو اور پر نقل کئے ہیں، یہ ان کے علاوہ ہیں۔

ابوعلی نے نثار الحاضرہ (۳) میں لکھا ہے کہ جو کچھ ان کے اشعار ضبط ہو گئے ان سے کہیں زیادہ

۲۔ تجمیل الادباء (ج: ۱۲، ص: ۱۶۳)

۱۔ نثار الحاضرہ (ج: ۷، ص: ۲۰۲)

۳۔ نثار الحاضرہ (ج: ۲، ص: ۶۲)

ضائع ہو گئے، یہ کتابیں حوادث کی نذر ہو گئیں۔ منصب قضا پر فائز ہونے کی وجہ سے تصنیف و تالیف کا موقع نہیں ملتا تھا۔

تنوخي کا مذہب

تیسرا اور چوتھی صدی کے افراد کا مذہب متعین کرنا برا مشکل کام ہے کیونکہ ان کے افکار و نظریات اور عقائد مختلف تھے۔ اس دور میں فرقوں کے مختلف میلانات و حرکات تھے۔ وہ عقیدہ قلبی کے برخلاف مظاہرہ کرتے، خاص طور سے آج کل ان کی بنیادی نوعیت کو معلوم کرنا برا مشکل کام ہے۔ ان کے جتنے جتنے بیانات جن سے ان کے مانی اضمیر کو کر دیا جائے بس یہی حقائق معلوم کرنے کا طریقہ باقی رہ جاتا ہے۔ تذکرہ نگاروں کے مطابق تنوخی اور ان کے فرزند ابو علی شروع ہی سے اپنانہ مذہب چھپاتے رہے۔ وہ جس بزم میں ہوتے تھے ویسی ہی باتیں کرتے تھے۔ خطیب بغدادی، سمعانی، اہن کشیر، سید عبادی، ابو الحسن شریف وغیرہ کہتے ہیں کہ قاضی تنوخی نے فقہ حنفی مکتبہ فکر کے مطابق حاصل کیا۔

یعنی، ذہبی، سیوطی اور ابوالحنفۃ بھی کہتے ہیں کہ وہ حنفی مسلک رکھتے تھے، خطیب بغدادی اور سمعانی کہتے ہیں کہ علم کلام مذہب معززی کے مطابق جانتے تھے۔ لسان المیز ان میں بھی ہے کہ لوگ انہیں معززی کہتے تھے۔ قاضی نوراللہ شوستری نے انہیں شیعہ قاضیوں میں شمار کیا ہے اور یہی بات مطلع البدور میں ہے۔ صاحب نسہۃ الاجر، مسوروینی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ وہ اصول و عقائد میں معززی، مظاہرات میں شدت کے ساتھ شیعی لیکن حنفی المسلک تھے۔

اگر ان تمام باتوں کو جمع کیا جائے تو معلوم ہو گا وہ اصول میں معززی، فروع میں حنفی اور مذہب کے اعتبار سے زیدی تھے چنانچہ مسعودی لکھتے ہیں کہ آج ۲۳۲ھ آگیا وہ بصرہ میں زیدی مذہب کے مانے والے ہیں۔ (۱)

ان کا تصدیقہ باہمہ جسے میں نے نقل کیا ہے، ان کے تشیعی کی طرف مائل ہونے کا مظہر ہے۔ چنانچہ

ان کے صاحب زادے ابو علی کی کتابوں سے بھی ان کے شیعہ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

وفات

توخی کی وفات ۱۰ روزہ شنبہ، بوقت عصر، ساتویں ماہ ربیع الاول ۳۲۲ھ کو بصرہ میں ہوئی۔ دوسرے دن خیابان مرید میں پرداخک کر دیئے گئے جو اسی لئے خریدا گیا تھا۔

ان کے فرزند ابو علی نثار الحاضرہ (۱) میں کہتے ہیں: احکام نجوم کی صحت جو کچھ میں نے مشاہدہ کی توہ کافی ہے۔ میرے والد نے وفات کے سال تحویل ولادت کا زانج کھینچا اور فرمایا: اس سال منجھوں نے میرے لئے قطع کیا ہے (اس سال میری موت ہو گی)۔

اس بات کو اپنے قریبی عزیز قاضی بغداد ابو الحسن بہلوں کو لکھا اور اپنے وفات کی خبر دے کر وصیت کی۔ معمولی بیماری جب تک سخت ہوئی تو اپنا تحویل نکالا اور پھر زیادہ غور سے دیکھنے لگے۔ میں وہاں تھا وہ بہت زیادہ روور ہے تھے۔ اس کے بعد کاغذ لپیٹ کر منشی کو بولا یا۔ پہلے سے لکھی وصیت کو لکھوا یا اور اسی دن سب کی گواہی بلواری۔ اتنے میں ابو القاسم غلام زجل آگئے۔ یہ بھی نجومی تھے ان کی ولداری و دلجرمی کرنے لگے۔ ان کے حساب نجوم پر شک و شبہ کا اظہار کرنے لگے۔ والد ماجد نے فرمایا: اے ابو القاسم! میں ان لوگوں میں نہیں ہوں کہ میرا حساب مجھ پر پوشیدہ ہو جائے اور شک و شبہ کا شکار ہو جاؤں پھر کسی میرے لئے اشتیاق و غفلت کی بات نہ کرنا۔

وہ والد کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ بھی والد کے خوف موت سے موافق تھے کرنے لگے۔ میں بھی وہاں موجود تھا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس سے مطلب نہیں۔ تردید کرتے ہوئے بولے کہ روزہ شنبہ عصر کا وقت اور ساتویں ربیع الاول نجومیوں نے میری ساعت قطع کر دی ہے۔ اس کے بعد ابو القاسم کو آخری دعا کر کے اسی دن عصر کے وقت انتقال فرمائے۔

توخی کے حالات مندرجہ ذیل کتابوں میں ہیں:

تئیۃ الدہر، نثار المعاشرہ، تاریخ خلیب بغدادی، تاریخ ابن خلکان، مجم الادباء، انساب معانی، فوات الوفیات، کامل بن اشیر، تاریخ بن کثیر، مرآۃ الجنان، لسان المیزان، معابر التصصیح، شذرات الذهب، مجالس المؤمنین، فوائد الحمیۃ، مطلع البدور، حدائق الورديۃ، نسمۃ الحمر۔ (۱)

اکثر تذکروں میں تونخی اور ان کے نواسے ابو القاسم علی بن حسن کے حالات زندگی کا استبہا پایا جاتا ہے کیونکہ دونوں کا نام اور کنیت ایک ہی ہے۔ حالات مخلوط ہو گئے ہیں۔ ارباب تحقیق کو میرے مندرجات کی روشنی میں رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔

تونخی کے فرزند ابو علی بڑے زبردست عالم تھے۔ عالمی کہتے ہیں: وہ اس قدر کے ہلال تھے، اسی درخت کے شاخ تھے اور اپنے والد کے فضل و کمال کے گواہ ایسی فرع تھے جس کی اصل استوار ہے جب تک تونخی زندہ رہے ان کی نیابت کی، ان کے مرنے کے بعد ان کی جگہ لے لی۔ اہن الجماج نے اس سلسلے میں دو شعر بھی کہے ہیں:

اذ ذکر القضاۃ وهم شیوخ تحریر الشباب علی الشیوخ

ومن لم يرض لهم وصفه الا بحصرة سیدی القاضی التونخی (۲)

ان کی تقسیفات میں "الفرج بعد الشدة، نثار المعاشرہ، استخار، شعری دیوان (جو ان کے والد کے دیوان سے زیادہ ہے) لاائق ذکر ہیں۔ بصرہ میں مشائخ نے ساعت حدیث کی اور بغداد میں نقش حدیث کی۔ پہلی بار حدیث ۳۲۳ھ میں ہی اور ۳۲۹ھ میں پہلی بار کری قضاوت پر بیٹھے۔ قصر، بابل اور ارباض میں

۱-تئیۃ الدہر، ج ۲، ص ۹۰۹ (ج ۲، ص ۳۹۳) تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۷۷، وفات الاعیان، ج ۱، ص ۳۸۸ (ج ۳، ص ۳۶۶، نمبر ۳۶۵) مجم الادباء، ج ۱۲، ص ۱۶۲، الانساب (ج ۱، ص ۵۸۵) فوات الوفیات، ج ۱۱، ص ۲۷۷، (ج ۱، ص ۳۵۷، ج ۱۲، ص ۲۷۷) تاریخ کامل، ج ۸، ص ۱۲۸ (ج ۵، ص ۲۰۵، ج ۱۰، ص ۲۷۷) البدریۃ الحمیۃ، ج ۱۱، ص ۲۷۷ (ج ۱، ص ۳۵۷، ج ۱۲، ص ۲۷۷) لسان المیزان، ج ۳، ص ۲۵۳ (ج ۳، ص ۲۲۲، نمبر ۵۹۰) معابر التصصیح، ج ۱، ص ۱۳۶ (ج ۱، ص ۱۱، نمبر ۴۵) شذرات الذهب، ج ۲، ص ۲۷۷ (ج ۱، ص ۳۲۲، ج ۱۲، ص ۲۷۷) مجالس المؤمنین، ج ۱، ص ۲۵۵ (ج ۱، ص ۵۷۳) الفوائد الحمیۃ فی تراجم الحفیۃ، ص ۱۲۷، مطلع البدور (ص ۱۳۶) الحدائق الورديۃ (ج ۲، ص ۲۱۱) نسمۃ الحمر (مجلد ۸، ج ۲، ص ۳۶۹) روضات الجفات، ص ۲۷۷، ۲۷۸ (ج ۵، ص ۲۱۶، نمبر ۳۷۹) تفتح القال، ج ۲، ص ۳۰۲ (ج ۲، ص ۲۰۵) تئیۃ الدہر (ج ۲، ص ۳۰۵)

رہے پھر مطیع اللہ نے عکر، بکرم، اندر تج، رامبر مر کے علاوہ بہت سے علقوں کا حکمران بنادیا۔ شب یکشنبہ ماہ ربیع الاول کی چوتھی ۱۴۳۸ھ میں بصرہ میں ولادت ہوئی اور شب دوشنبہ پانچویں محرم ۱۴۳۸ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ ان کا نامہ بہبی ان کے والد کی طرح ہے لیکن ان کے یہاں شواہد تشیع باپ سے زیادہ ہیں۔ ان کے بعد ابو علی محسن ابوالقاسم کے بیٹے اپنے والد و وادا کے علم و مکان کے وارث ہوئے۔ علم الہدی کی مصاحدت میں رہتے تھے، ان کے خواص میں شمار ہوتا تھا۔ ابوالحلاط مصری کی صحبت میں بھی رہے۔ اس کے شاگرد بھی تھے۔ ان کے اور ابو زکریا رازی سے یارانہ تھا۔ مائن، زنجان، برداں، قرمیسین اور دوسرے علقوں کے قاضی تھے۔ خطیب بغدادی (۱) نے حالات لکھے ہیں اور ابوالغفار نام ان سے روایت کرتے ہیں اور خود ابو علی محسن روایت کرتے ہیں میں زمانی سے۔ کیونکہ علامہ حلی نے نبی زہر کیلئے اجازہ روایت عطا فرمایا تھا۔ (۲) ان کا نامہ بہبی ان کے باپ وادا سے زیادہ روشن تر ہے۔ تمام تذکرہ نگاروں نے ان کی شیعیت پر اتفاق کیا ہے۔ ۱۵ ار شعبان ۱۴۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور شب دوشنبہ دوسری محرم ۱۴۳۳ھ کو انتقال کیا۔ اپنے گھر برب القل میں مدفون ہیں۔

حموی نے قاضی دامغانی سے نقل کیا ہے کہ ان کی وفات سے قبل میں ملنے گیا۔ اتنے میں ان کی کنیر سے پیدا ہونے والا اڑکا باہر آیا۔ جب انہوں نے اسے دیکھا رونے لگے۔ میں نے کہا: انشاء اللہ آپ زندہ رہیں گے اور اس کی تربیت کریں فرمایا: افسوس بخدا! یہ حالت پتی میں پرورش پائے گا۔ پھر کچھ اشعار پڑھی۔ تھوڑی دیر بعد کہا: میں نے اس کی ماں کو آزاد کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ دل دینا رامبر پر اس کی ماں سے عقد کر لجھے۔

میں نے حکم کی تفصیل کی۔ ان کے کہنے کے مطابق ان کا فرزند ابو الحسن محمد بن علی بن محسن نے حالت پتی میں پرورش پائی۔ قاضی ابو عبد اللہ نے ان کی گواہی قبول کی اور پھر ۱۴۳۹ھ میں انتقال فرمایا۔ ان کے مرتے ہی ان کا خاندان ختم ہو گیا۔ حموی نے مجسم میں تفصیل سے حالات لکھے ہیں۔ (۳)

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۱۱۵، نمبر ۶۵۵۸)

۲۔ سیم الادباء، ج ۱۳، ص ۱۲۰۔

۳۔ سیم الادباء، ج ۱۰، ص ۱۱۱

ابوالقاسم زاہی

ولادت ۱۳۸۷ھ

وفات ۱۴۵۶ھ

لَا يهتدى إلی الرشاد من فحص الا اذا والی علیا و خلص
 ولا یذوق شربة من حوضه من غمیس الولا علیه و غمض
 "تحقیق کرنے والا نبھی راہ راست کی ہدایت نہیں پاسکتا جب تک وہ علی کو مخلصانہ طور پر مولان
 سمجھے۔

جو انہیں مولانہ سمجھے وہ بھی حوض کوثر سے سیراب نہیں ہو سکتا بلکہ ذلیل ہوگا۔ نہ وہ اپنے باطن میں
 راحت کا احساس کر سکے گا۔ جو وہ ان سے دشمنی کا مظاہرہ کرے گا اور ان کی تشقیص کرے گا۔
 وہ نص کے ذریعے نفسِ مصطفیٰ، ان کا حصہ ہدایت ہیں، ان کے جانشین ہیں اور ان کے ان علم کے
 وارث ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے دعوت نبی پرلبیک کبھی ابھی نوجوان تھے جب دین خدا کیلئے قیام
 کیا۔

انہوں نے کبھی لات و عزی کو پہچانا تھی نہیں، نہ ان کے سامنے جھکے، نہ احترام کیا، نہ ان سے والا نبھی
 رکھی۔

جنہوں نے دو شنبی پر قدم رکھا اور اولین فرصت میں بتون کو توڑا اور کعبہ کو گندگیوں سے پاک کیا
 پھر زمین پر اترے اور کعبہ کو نوازیدہ بنادیا۔ انہوں نے اپنی جان محمد مصطفیٰ پر فدا کر دی (ان کی نصرت
 کے سلسلے میں) اپنی زندگی کے حریص نہیں تھے۔ اور ان کے بستر پر سنئے جو کچھ ان کے پاس ستاہنگا تھا

ان پر غفار کر دیا۔ جنہوں نے بدر اور احمد کے دن جس طرح چاہا لوگوں کی گرد نیں اڑا کیں۔ اس وقت جبریل نے پاکار کر ”کوئی جوان علی کی سوانحیں“ بطور عموم و خصوص مدادی۔ جس کی تکوار نے عمر ابن عبدود کے دلکشی کر دیئے اور وہ زمین پر یوں ڈھیر ہو گیا جیسے ہاتھ زمین پر گرتا ہے۔

اس نے مبارز طلب کرنے کی فریاد بلند کی اور پھر گردن نوٹنے کا ٹھکوہ ہونے لگا۔ جس کے ہاتھ میں خیر کے دن پر چم صرفت دیا گیا اور جھونٹے دعویداروں کی ناک رگڑ دی گئی۔ انہیں درجہ ششم کی شدت کے بعد بصیرت و ہوشیاری عطا کی گئی۔ اس وقت آپ نے خیر کا دراکھاڑا اور کوہ پیکر مرحب کو قتل کر کے زمین پر ڈھیر کر دیا۔

کس نے بصرہ کو بیعت توڑنے والوں سے پاک کیا اور ناچنے والی سپاہ کفر کا ناس مار دیا۔ اور اموال کو تقسیم کرتے ہوئے فرمایا: ہر شخص کیلئے پانچ دینار تمام لشکر میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور فرمایا: آج مدد ہو چکی۔ جب مدد ہو چکی اور لوگوں نے شمار کیا تو بیان کی گئی تعداد کے مطابق نہ کم تھی نہ زیادہ۔

اور جس نے صفين کے دن تکوار نیام سے نکالی اور کھوپڑیاں اڑا کیں اور ہڈیاں چکنار چور کر دیں۔ اور مقابله کے وقت عمر و عاص و بربن ارطاۃ بڑے شریفانہ طریقہ سے بھاگے اور اپنی شرمنگاہیں عریاں کر بیٹھے۔

اور جس نے نہروان میں خون کی ندیاں بھائیں اور تمام تحریکات اور توہاتی کی جزوں کو اکھاڑ پھینکا۔

جب کہنے والے نے کہا: خوارج نے نہر عبور کر لیا ہے۔ تو آپ نے تکذیب کی اور مقتول لاشوں کو شمار کیا۔

انہیں کی ذات ہے جنہوں نے قرآن کو اس کے احکام اور واجبات و مباح کے ساتھ جمع کیا۔ انہیں کی ذات ہے جس نے طعام کا ایثار کیا حالت روزہ میں۔ اور روئیوں کی سخاوت کی۔ اس وقت خدا نے سورہ بل الٰتی نازل کرتے ہوئے واقعہ بیان کر کے اس کی جزا کا اعلان کیا۔ انہیں کی ذات ہے جس سے

”انس“ کو حق کی گواہی دینے میں وحشت ہوئی اور وہ مرض برس میں بنتا ہوئے۔
جب آپ نے فرمایا: کون ہے جو غدری کی گواہی دے لوگ سن کر اٹھے لیکن انس نے انکار کر دیا۔
آپ نے پوچھا: کیا تم بجول کئے ہو؟ پھر فرمایا: تم جھوٹے ہو۔ عقریب تم ایسی پیاری دیکھو گے کہ
تمہارے کپڑے بھی اسے چھانہ سکیں گے۔

اے فرزند ابوطالب! اے وہ کہ جس کی ذات حکمت کے بارے میں انبیاء کی انگوٹھی کا تجھیں ہے۔
تمہاری فضیلت قابل انکار نہیں ہے لیکن تیری ولات بعض کو گوارا اور بعض کو حلق میں پھنسی ہے۔
تمہارا ذکر ولایت تمہارے دوستوں کیلئے شفا اور دشمنوں کیلئے باعثِ اندوہ ہے۔
جیسے باغ کے پرندے ہوں۔ بعض تو شکوفوں سے لدی پھندی ڈالیوں پر چھپاتے ہیں اور بعض
قفس میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

نص غدری سے متعلق خلافت امیر المؤمنین کے سلسلے میں ان کے کچھ اشعار یہ ہیں:
میں نے مولا حیدر کو دوسروں پر مقدم قرار دیا ہے۔ اس لئے کہ بڑے غور و خوش کے بعد یہ تحقیق کی
ہے۔

رسولؐ کے بعد ان کی خلافت خداۓ رحمان کے حکم سے مقرر ہو چکی ہے جس کے متعلق رسولؐ
خداۓ بروز غدرِ خم جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے، فرمایا:
یا علی! انہو اور میرے بعد ان کے امیر بن جاؤ کہ حشر کے دن مجھ سے ہنستے چہرے کے ساتھ
ملاقات کر دے گے۔

تو یعنی ان کا مولا ہے اور تو یعنی ان کے حکم کی وقاداری کرتا ہے اور یہ تصریح بعنوان وحی دلوں میں
پیشی چاہیے اس لئے کہ خداۓ عرش نے احمد سے کہا: اپنا پیغام پہنچا دو اور میرے امر کی اطاعت کو دو۔
اگر تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کی اور میرا پیغام نہ پہنچایا تو گویا کا رسالت ہی انجام نہ دیا۔
ان اشعار میں مدح امیر المؤمنین کی ہے اور ان کی دوستی و ولایت کو حدیث غدری کے ذریعے
واجب قرار دیا ہے:

دع الشناعات ايها الخدعة واركن الى الحق واغذر متبعة

”اے مکارو! برائیوں سے اپنا ہاتھ روکو، حق پر بھروسہ کرو اور علی کے پیرو ہو جاؤ۔ یعنی اس کی پیروی کرو جس نے ابتداء سے خدا کی پرستش کی اور رسول کے علاوہ کسی دوسرے کی پیروی سے کنارہ کشی اختیار کی جس کے لئے رسول کا واضح اشارہ ہے کہ علیٰ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیٰ کے ساتھ۔ اس کی پیروی کرو جس نے ان لوگوں کے درمیان تکوار چلائی جس طرح درخشاں جوان مرد تکوار چلاتے ہیں۔ اس کی پیروی کرو جس نے خیر کے دن کفر کی سپاہ کو مغلوب کیا اور درخیر کو جنہیں دے کر اکھاڑ دیا۔ اس کی پیروی جس کی ولایت رسول خدا نے بروز غدرِ خم اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے تمام لوگوں پر واجب قرار دی۔

امیر المؤمنین کی مدح میں یہ اشعار بھی ہیں:

اقیم بخم للخلالۃ حیدر ومن قبل قال الطہر مالیس بنکر
 ”جتاب حیدر کرار کی غلافت بروز عید غدرِ خم برپا کی گئی۔ اس سے قبل رسول خدا نے ناقابل تردید اعلان فرمایا۔

جس دن رسول نے انہیں پکارا حالانکہ جنگ توب کے لئے یہجان تھا اور آپ رواںگی کا ارادا وہ رکھتے تھے، ان سے فرمایا: تم میری جگہ مدینے میں رہو اور اسے سمجھ لو کہ ہلاک ہونے والے قم سے گتائی کریں گے۔ جب مقدس رسول چلے گئے تو لوگوں نے ان کی مخالفت کرنا شروع کر دی۔ بلند آواز سے کہنے لگے کہ رسول علیٰ سے نفرت رکھتے ہیں۔ یہ دشمنوں کی طرف سے اتهام طرازی تھی۔ اسی لئے علیٰ رسول کے تعاقب میں چلے، ابھی آپ لشکر گاہ نہ پہنچے تھے۔ رسول نے رخ کر کے فرمایا: علیٰ آرہے ہیں رک جاؤ۔ جب علیٰ نے لوگوں کی باتیں دھرا میں اور ان کے ظاہر و باطن کا اظہار فرمایا تو رسول نے ان سے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے اسی طرح جانشین ہو جس طرح ہارون موسیٰ کے جانشین تھے اور تم ان سے افضل ہو۔ انہیں لوگوں کی نظر میں برتری عطا کی خدا کے حکم سے اور رسول خدا نے فرمایا: یہ ہے تمہارا امام۔

اے گمراہو! یہ ہے تمہارا امام جس کے بارے میں خدا نے مجھ سے سفارش فرمائی ہے۔

شاعر کا تعارف

ابوالقاسم علی بن اسحاق بن خلف قطان بغدادی، محلہ کرنخ کے کوچہ رنچ میں رہتے تھے۔ زاهی کے نام سے شہرت تھی، قادر الکلام شاعر تھے، اہل بیت کی محبت میں معتدیں اور صادق تھے۔ اسی لئے ان کی شاعری کے چار حصوں میں زیادہ تر قصیدہ و مرثیہ پایا جاتا ہے۔

صاحب معالم العلماء^(۱) نے انہیں مجادلین شعراء میں شمار کیا ہے، وہ مدح اہل بیت کرتے اور مسلسل اس راہ میں جہاد کرتے رہتے ان سے اور دشمنان اہل بیت سے ہمیشہ دودو ہاتھ چلتے رہے۔ اسی لئے وہ دشمنان اہل بیت سے میں جول نہیں رکھتے تھے۔ اس کی وجہ سے تاریخ بغداد^(۲) وغیرہ میں کم گو شاعر کہا گیا ہے۔ لیکن کچھ بات تو یہ ہے کہ ان کی روائی شعر، حسن تشییہ اور تصوراتی زیبائی، تذکرہ نگاروں سے اپنی تعریف کرائے بغیر نہیں رہتی۔

زاهی لفظ مولا سے امیر المؤمنین کی خلافت و امامت ہی سمجھتے تھے۔ ان کے اس نظریہ کی وضاحت تمام لغات و فرهنگ نے کی ہے۔ ان کے اشعار سے جا بجا اس کا ثبوت ملتا ہے اس طرح شیعوں کو حدیث غدیر پر ایک توی ترین استدلال ہاتھ آتا ہے۔

زاهی بروز دوشنبہ ۲۰ ماہ صفر ۳۱۸ھ میں پیدا ہوئے (اہن خلکان، بحوالہ طبقات الشعرا) اور بغداد میں بروز چهارشنبہ ۲۰ جمادی الاول ۳۵۲ھ وفات پائی اور مقابر قریش میں دفن ہوئے۔ خطیب نے تنوفی سے نقل کیا ہے کہ ۳۱۸ھ کے بعد وفات پائی، سمعانی بھی یہی کہتے ہیں۔

چونکہ تذکرہ نگاروں نے انہیں نظر انداز کیا ہے اس لئے مدح اہل بیت کے کچھ نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ معالم العلماء (ص ۱۳۸)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۱، ص ۳۵۰، نمبر ۷۱۹۳)

مرح علی میں کہا ہے:

بَا سَادَاتِي بِإِلَيْكُمُ الْوَحْىٌ مِّنْ رَبِّهِ هُنَّ
**”اے ہمارے بزرگو! اے آل یسین، صرف تمہیں پروجی پروردگار نازل ہوئی اگر تم نہ ہوتے تو
 ہماری عبادت قبول نہ ہوتی اور ہم بہترین دریائے غفو سے وابستہ ہوتے۔**

تم سربراہان عہد ہو جو عالم زر میں لیا گیا اور جن کی محبت خدا نے ہم پر شرط قرار دی ہے۔
 جو شخص تم سے غیروں کا مقابلہ کرتا ہے وہ سلبیں کے ساتھ کھارے پانی کو مخلوط کرتا ہے یا ایسے شخص
 کے اندر ہے جو عظیم پہاڑ کو سنکریزوں سے یاد ریا کانا دافی میں تلاab سے مقابلہ کرتا ہے۔
 داماد وغیرہ مصطفیٰ کی مصیبتوں کے رفع کرنے والے اور اپنی ہوئی تکوار تھے، سب سے پہلے روزہ
 رکھا، سب سے پہلے نماز پڑھی اور مکارم اخلاق میں سب سے برتر تھے۔ دوسروں کو ان پر رثیک ہوتا تھا۔
 جس نے سورج سے کلام کیا اور جس کے لیے بابل میں مغرب سے ڈوبنے کے بعد سورج پلتا۔

مَكَلِمُ الشَّمْسِ وَمِنْ رَدْتِهِ بِبَابِ الْغَرْبِ مِنْهَا قَدْ قَبَطَ

سورج سے کلام کرنے کا اشارہ اس حدیث رسول کی طرف ہے کہ رسول نے علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! تم
 سورج سے کلام کرو، وہ تم سے کلام کرے گا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: السلام عليك ايها العبد المطيع
 لله و رسوله۔ سورج نے جواب دیا: وعليك السلام يا امير المؤمنين، امام الحتقین و قائد
 الغر المحجلين يا على انت و شيعتك في الجنة، يا على اول عن تشق عنہ الارض

محمد ثم انت و اول من يحيى محمد و انت و الى من عيسى محمد ثم انت۔

یعنی کہ علیؑ نے سجدہ خدا کیا حالانکہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہرہ ہے تھے۔ رسول نے یہ دیکھ کر
 شانوں پر ہاتھ رکھ کے فرمایا: اے بھائی اور اے حبیب! اپنا سر اٹھاؤ کیونکہ تمہارے ذریعہ خداوند عالم
 آسمان والوں پر فخر کر رہا ہے۔ (۱)

۱- فتاویٰ لسطین، باب ۳۸ (ج ۱، ص ۱۸۵، حدیث ۱۳۷) مذاق خوارزی، میں ۶۸ (ص ۱۳، حدیث ۱۲۳) یا علیؑ المودة میں ۱۳۰

(ج ۱، ص ۱۳۰، باب ۳۹)

بابل میں واقعہ داشتہ کو کتاب صہیں میں نصر بن مزاحم نے بھی لکھا ہے۔ (۱)

آگے کے چھ اشعار ہیں:

و را کض السررض و من انبع لک عسکر ماء العین فی الوادی القحط

”تیزی سے زمین کا راستہ طے کرنے والے جن فوج کیلئے قحط کے موقع پر چشمہ آب زمین سے

برآمد ہوا۔

ایسا دریا جس کے برابر کوئی دریا جوش زن نہیں اور اس کے جاری ہونے سے اکتاب فیض کرنے

تیں۔

وہی زمین پر علم خدا کے پھیلانے والے ہیں۔ جن کی دوستی کی وجہ سے خداوند عالم روزی کشادہ کرتا ہے۔ ایسی تکوار کہ اگر کوئی بیچ ہاتھ میں لے لے تو جنگ کے موقع پر تمام لشکر کوتیر کر کر دے۔ اسی تکوار کے ساتھ زرہ چین کر آگے بڑھے اور کتنی ہی گندگیوں کا صفائی کرو یا۔“

”ومن انبع للعسکر ماء العین“ سے اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جسے کتاب نصر بن مزاحم (۲) میں ابوسعید تیسی تابی (معروف بے عقیص) نے بیان کیا: ہم لوگ علی کے ساتھ شام کی طرف جا رہے تھے۔ جب پشت کوفہ پر پہنچ تو لوگوں کو پیاس لگی۔ پانی طلب کرنے لگے، ہم لوگ خدمت علی میں آئے۔ آپ ایک پتھر کے پاس ہم لوگوں کو لائے، فرمایا: اسے اکھاڑو۔ اس میں چشمہ صافی نکلا اور ہم سب نے اس کو پیا جب ہم لوگ تھوڑی دور چلتے تو علی نے پوچھا: کیا جس چشمے سے تم نے پانی پیا ہے اس کو تلاش کر سکتے ہو؟ سب نے کہا: ہاں اسے امیر المؤمنین۔ ہم سب لوگ ہاں گئے لیکن کسی چشمے کا پتہ نہ ملا۔ ہم نے پتھر کی ہر چند جتو کی لیکن نہ ملا۔ جب ہم تھک گئے تو پاس کے دہر میں گئے۔ پوچھا: تمہارے پاس میں جو چشمہ ہے وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: نہ دیکھ میں تو کوئی چشمہ نہیں ہے۔ ہم نے کہا: چشمہ ہے، ہم نے خود اس سے پیا ہے۔ حیرت سے پوچھا: تم نے اس سے پیا ہے۔ راہب نے کہا: یہ دہرا کی چشمے کیلئے

۱۔ وقہ صہیں، جل ۱۵۲ (ص ۱۳۶)

۲۔ وقہ صہیں، جل ۱۶۲ (ص ۱۳۵)

بناتھا۔ اس چشمے کو صرف نبی یا اس کا وصی ہی ڈھونڈ سکتا تھا۔ (۱)

علامہ امینی نے قصیدہ طائیہ کے دس شعر، مدح علیٰ سے متعلق ۷ ارشعراً اور ایک شعر کی شرح، پھر مدح علیٰ میں تین تین شعر، اس کے بعد مدح اہل بیت میں ۱۲ ارشعراً اور پانچ مرثیہ نقل کیئے ہیں۔ ایک اہل بیت کا ہے: اس میں ۱۲ ارشعار ہیں۔ دوسرا امام حسین کا مرثیہ ہے جس میں ۱۳ ارشعار ہیں۔ چوتھا مرثیہ امام حسین علیہ السلام کا ہے جس میں ۱۰ ارشعار ہیں۔ پانچواں اہل بیت کا مرثیہ ہے جس میں چھ شعر ہیں۔

تذکرہ زادی کے مأخذ:

تاریخ بغداد، تجیہۃ الدہر، انساب سمعانی، مناقب بن شہر آشوب، معالم العلماء، تاریخ ابن خلکان، مرآۃ الجنان، مجالس المؤمنین، بحار الانوار، الکنی و القاب، دائرۃ المعارف بستانی، الاعلام زرگی۔ (۲)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۰۵

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۳۵۰، تجیہۃ الدہر، ج ۱، ص ۱۹۸ (ج ۱، ص ۲۸۹) (الانساب (ج ۱، ص ۲۸۹) (الانساب (ج ۱، ص ۲۸۹) (مناقب ابن شہر آشوب (ج ۲، ص ۳۲۹) (معالم العلماء (۱۳۸) (وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۹۰ (ج ۲، ص ۳۲۱) مرآۃ الجنان، ج ۲، ص ۳۲۹، مجالس المؤمنین، ص ۳۵۹ (ج ۲، ص ۵۳۳) بحار الانوار، ج ۱۰، ص ۲۵۵ (ج ۲، ص ۲۳۷) (الکنی و القاب، ج ۲، ص ۲۵۷ (ج ۲، ص ۲۸۷) الاعلام، ج ۲، ص ۶۵۹ (ج ۳، ص ۲۶۳)

امیر ابو فراس ہمدانی

ولادت ۱۳۲۰ھ بیان ۱۳۷۷ھ

وفات ۱۳۵۷ھ

اس معرکتہ الآراء قصیدے میں ۵۸ راشعہار ہیں۔ این عباس سے محمد کا تقابی جائزہ اس عہد کی
اخلاقی و معاشرتی عکاسی بھی کرتا ہے:

الحق مهضم والدين مخترم وفى آل رسول الله مقتسم
والناس عندك لاناس فيحفظهم سوم الرعالة ولا شاء ولا نعم
”حق رخصت ہو چکا ہے اور دین کا ستیا ناس مارا جا چکا ہے۔ اور آل محمد کی جانداروں کو دشمنوں
نے باہم بندر بانٹ کر لیا ہے۔ عوام تو جانوروں سے بدتر ہیں ان سے حقوق آل محمد کے تحفظ کی کیا توقع
ہے۔ یہی سب سوچ کر میری نیند حرام ہو گئی، دل غم سے بھر گیا ہے۔ میرا عزم کہتا ہے کہ اس وقت تک
جاگوں جب تک کامیابی نہ مل جائے اسی لئے اپنی سواری اور تھیمار محفوظ کرنے ہیں کہ اس قوت بازو
سے براہ ”رمث الجریرة“، ”خدراف“ اور ”عثم“ کے حملہ کروں ایسے جوانوں کے ساتھ جو مفبوط دل
اور پختہ ارادے والے ہیں۔

ارے کہاں ہیں جوانمرد، کوئی بھی ان سرکشوں سے آل محمد کی مدد کرنے والا نہیں۔ یہ علویوں کی
حالت ہے کہ اپنے گھر میں سک رہے ہیں اور معاملاتِ حکومت عورتوں اور غلاموں کے اختیار میں
ہیں۔

آگے غدیر اور اس کے روایت سے متعلق فرماتے ہیں (سات اشعار کا ترجمہ) :

قام النبی بھا یوم الغدیر لهم واللہ والا ملاک والا مام

”غدیر کے دن رسول خدا نے ان لوگوں کے لئے کھڑے ہو کر اعلان و لایت فرمایا، جس پر خدا، ملائکہ اور تمام قومیں گواہ ہیں یہاں تک کہ یہ خلافت و مسروروں نے اچک لی اور اختلاف و نزاع بھیڑوں اور گدھوں کے درمیان ہونے لگی۔ ان لوگوں نے شوریٰ کا تماثلہ کیا گویا کہ صاحبان حق کو پہچانتے ہی نہ تھے کہ یہ کن لوگوں کا حق ہے؟

قسم خدا کی، یہ لوگ ضرور پہچانتے تھے کہ حق کس کا ہے لیکن انہوں نے اپنے علم کو چھپایا۔ پھر اس خلافت کے دعویدار بنی عباس بن گنے حالانکہ اس سلسلے میں نہ تو ان کی کوئی خدمات تھیں اور نہ سبقت اسلامی تھی۔ خلافت کے معاملے میں جو لوگ لائق تذکرہ تھے ان میں ابن عباس کا کہیں نام نہیں، نہ انہوں نے اس بارے میں کوئی مفید خدمت کی۔ نہ ابو بکر اور ان کے ساتھی (عمر) اس کے مستحق تھے جبکہ وہ اس خلافت کے طلبگار تھے اور اپنے اہل ہونے کا گمان رکھتے تھے۔

شعری تسبیح

امیر ابو فراس کا یہ قصیدہ ان کے خطوط دیوان میں ۵۸ رشوروں پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی ان کے معاصر ابن خالود کی شرح ہے جو طب میں ”بنی حمدان“ کا ملازم تھا، اس کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی۔ علامہ شیخ ابو ایم سعی عامل نے ملن الرحمن (۱) میں قصیدہ کے ۵۲ رشوروں کی تحریک کی ہے۔

قصیدے کی شرح ابوالکارم محمد بن عبد الملک بن احمد حلی (متوفی ۵۶۵ھ) نے بھی کی ہے۔ اور ابن امیر الحاج کی بھی شرح مشہور ہے۔ (۲) چنانچہ اس کا تذکرہ مجلس المؤمنین (۳) اور ریاض الجنتہ میں موجود ہے۔ علامہ محسن امین عاملی نے قصیدے کے ساتھ اشعار نقل کیئے ہیں۔ لیکن ناشر دیوان نے

۱- ملن الرحمن، ج ۱، ص ۱۳۲۔

۲- مجلس المؤمنین، ج ۱، ص ۲۱۳

۳- الحراجۃ الوردية (ج ۲، ص ۲۲۱)

اپنی مصلحتوں سے انہیں حذف کر دیا ہے۔

متذکرہ قصیدہ ”شافیہ“ کے نام سے معروف ہے۔ (۱) امیر ابو فراس نے اسے ننانے سے پہلے حکم دیا کہ پانچوں جوان شمشیر برہمنہ موجود رہیں۔ اصل میں یہ قصیدہ سکرہ العباسی کے جواب میں کہا گیا ہے۔ جس کے قصیدے کا مطلع ہے۔

بَنِي عَلَى دُعَوَاتِكُمْ لَا يَنْقُصُ الدُّرُوضُ مِنْ وَضْعِهِ
امیر ابو فراس کے غدری سے متعلق دوسرے قصائد بھی ہیں۔

شاعر کا تعارف

ابوفراس، حارث بن ابی العلاء، سعید بن حمدان بن حمدون بن حارث بن القمان بن راشد بن شٹی بن رافع بن حارث بن عطیف، بن محربہ بن حارثہ بن مالک بن عبید بن عدی، بن اسامہ بن مالک بن بکر بن حبیب بن عمر بن غنم بن تغلب حمدانی تغلسی۔

ابوفراس کے متعلق تذکرہ نگاروں کا تحریر بڑا لچک پڑھے۔ انہیں بھجہی میں نہیں آتا کہ امیر کی کس رخ سے متاثر کریں۔ اس کی خطابت، شہسواری، سپہ سالاری، صفاتی، تنظیم قافیہ، انتظام لشکر، غرض ہرمیدان میں بے مثل و نظیر ہے۔ ابوفراس نے ادب و سیاست دونوں پر باوقار طریقے سے حکمرانی کی۔ اس کی خطابت بڑی استوار تھی، بہبیت ناک موقع اسے ہر انسان نہیں کرتے تھے، نظم میں قافیہ لشکر ہوتا تھا۔ ہر حال میں لطافت یہاں اس کے منھ چومتی تھی۔

شعائی بیتیۃ الدہر میں کہتا ہے کہ وہ یگانہ روزگار اور مثل خور شید درخشاں تھا۔ ادب، فضیلت، جواں مردی، شرافت و عظمت، بر جستہ گوئی، ولیری و شجاعت میں اپنا مش نہیں رکھتا تھا۔ اس کے اشعار جاندار ہوتے تھے جس میں خوبی و ظرافت، روائی و فصاحت، محسوس، معانی آفرینی اور متنانت کی فروانی تھی، طبائی اور علوم معانی کے ساتھ۔

بادشاہی کی عزت صرف ابو فراس اور عبد اللہ بن محزر میں جمع ہوئی، ارباب ادب نے این مختصر پر ابو فراس کو برتری عطا کی ہے۔

صاحب بن عباد کہتا ہے: بدء الشعر بملک و ختم بملک ”شعر گوئی ایک بادشاہ سے شروع ہوئی اور دوسرا بادشاہ پر ختم ہو گئی“۔ یعنی امراء القیس اور سمجھی کہتا تھا کہ امیر ابو فراس سے بازی لے جانا ممکن نہیں۔ سیف الدولہ اس کے اچھے اشعار پر جھوم جھوم اٹھتا تھا، بڑا احترام کرتا تھا، جنگوں میں اپنے ساتھ رکھتا اور اپنا جانشین قرار دیتا۔ ابو فراس نے سیف الدولہ کو خطوط کیا لکھے ہیں ایسا لگتا ہے کہ مولیٰ پروردی یعنی ہیں۔ (۱)

ابو فراس اپنے پچھیرے بھائی سیف الدولہ کی طرف سے شام کا حکمران ہوا اور رومیوں سے جنگ میں اس نے بڑا نام لکایا۔ اس جنگ میں وہ دوبار قید ہوا۔ ایک بار ۳۷۸ھ میں سعادۃ الحکماء اور دوسری بار تینج میں ۳۷۹ھ کے سال۔ آخر الذکر میں اس کے پاؤں میں تیر کا خت زخم لگا اور قسطنطینیہ میں چار سال تک قید رہا۔ آخر ۳۸۵ھ میں سیف الدولہ نے اسے آزاد کر دیا۔ اس نے قید کے زمانے میں سیف الدولہ سے اپنے خانوادے کی بے حصی اور بے تو جبی کی خت عکاپیں کیں۔ ابن خالویہ کا بیان ہے کہ ابو فراس نے بتایا کہ قسطنطینیہ میں قید ہوا تو شام اور روم نے میری عزت افرائی کی۔ رسم تھی کہ قیدی کو مظلوم حالت میں برهنہ سر بادشاہ کے سامنے سجدہ ریز ہونا پڑتا تھا۔ بادشاہ ”تو ری“ نامی اجتماع میں قیدی کی گردن پر حالت سجدہ میں پاؤں رکھتا تھا۔ بادشاہ نے مجھے اس رسم سے معاف کر دیا۔ فوراً مجھے ایک گھر میں لے جایا گیا اور خادم مقرر کر دیا گیا۔ جس مسلمان قیدی سے چاہتا تھا ملاقات کا انتظام کر دیا جاتا تھا۔ اس کو معلوم ہوا کہ رومنی کہتے ہیں کہ ہم نے جس کو بھی قید کیا اس کے جسم سے لباس اتنا لیا۔ لیکن ہم نے امیر ابو فراس کے ساتھ ایسا نہیں کیا تو ابو فراس نے مفتخرانہ اشعار کہے۔

جب قید میں اسے ماں کے انتقال کی خبر دی گئی تو ایک رقت انگیز مرثیہ کہا۔

ابو فراس کی پیدائش ۳۶۰ھ میں ہوئی ایک قول ۳۷۱ھ بھی ہے لیکن ابن خالویہ کا بیان ہے کہ ابو

فراس نے ۳۲۹ھ میں کہا کہ میں اپنی سال کا ہو گیا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ پیدائش ۲۲۰ھ ہی ہے اور بروز چهار شنبہ ۸ ربیع الثانی ۳۵۷ھ میں قتل کر دیا گیا۔ (۱) صابی کا بیان ہے کہ بروز شنبہ دو جمادی الثانی ۳۵۷ھ کو قتل کیا گیا۔ (۲) قتل کی وجہ یہ تھی کہ سیف الدولہ کے مرنے کے بعد ابوفراس نے حصہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ وہاں اس نے اقامت اختیار کر لی۔ جب اس کی خبر اس کے بھانجے اور فرزند سیف الدولہ ابوالمعال اور سیف الدولہ کے غلام قرغویہ کو ہوئی توبہ ہم سخت اختلاف وزراء کی نوبت آگئی۔ ابوالمعال نے قرغویہ کو مامور کیا، قرغویہ نے نبی کلب کی مدد سے صد دینیں اس کو ساتھیوں کے ساتھ گرفتار کر لیا۔ ابوفراس اور اس کے ساتھیوں میں شاخت نہ ہونے کی وجہ سے قرغویہ کے غلاموں نے اسے بھی قتل کر دیا۔ ابن خالویہ کا بیان ہے کہ جس دن ابوفراس کو قتل کیا گیا اس کے ایک رات پہلے وہ بہت غلکن تھا۔

بیٹی نے حالت دیکھ کر وہ نا شروع تو ابوفراس نے یہ اشعار کہے:

”میری پیاری بیٹی گریہ مت کر، تمام لوگوں کو ایک دن مرتا ہے۔ میری پیاری بیٹی عظیم مصیبتوں پر
صریحیں کامظا ہرہ کرنا چاہیے“۔ (۳)

تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ جب خبر وفات اس کی بہن (مادر ابوالمعال) کو دی گئی تو بھتی آنکھوں سے دیکھنے لگی، ایک روایت ہے کہ منہ پر ایسے طمانے لگائے کہ آنکھیں نکل پڑیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سیف الدولہ کے غلام نے اسے قتل کیا یہ بات ابوالمعال کو معلوم نہ تھی۔ جب معلوم ہوا تو اس پر بہت شاق گزرا۔

امیر ابوفراس کے مذہبی اشعار یہ ہیں: (۴)

”محبے قیامت کے ہولناک موقع سے نجات کی امید سوانئے احمد و علی و فاطمہ و حسین (علیہم السلام) کسی سے نہیں اور تلقی و نقی باقر علم خدا کا نام محمد علی ہے۔ اور ابو جعفر اور موسیٰ اور میرے آقا علی جو

۱۔ تاریخ کامل (ج ۵، ص ۳۵۵، حادث ۳۵۷ھ) تاریخ ابوالفضل (ج ۲، ص ۱۰۸، حادث ۳۵۷ھ)

۲۔ دیفات الاعیان (ج ۲، ص ۶۱، نمبر ۱۵۳) شذرات الذهب (ج ۳، ص ۳۰۱، حادث ۳۵۷ھ)

۳۔ دیوان ابی فراس (ص ۵۵)

۳۔ دیوان ابی فراس (ص ۳۱۳)

بزرگ تر ہیں۔ اور علی اور ان کے صاحب زادے عسکری اور قائم مطہر سے۔ میں محمد علیؑ کے حق کی قسم کھاتا ہوں کہ اپنی امید پوری ہونے کی انہیں سے توقع ہے جب لوگ یا رکاہ خدا میں پیش ہوں گے۔“
چار دوسرے اشعار بھی ہیں:

| | |
|--|---|
| علی و البت و مولائی | شافعی احمد النبی و مولائی |
| دق ثم الامین بالتيان | وعلى وباقر العلم والصبا |
| وعلى والعسکری الدانی | وعلى و محمد بن على |
| والامام المهدي في يوم لا ينفع الا غفران ذى الغفران | الامام المهدي في يوم لا ينفع الا غفران ذى الغفران |

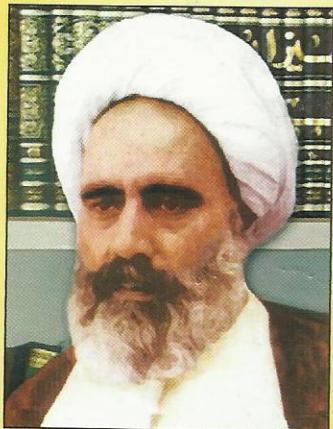
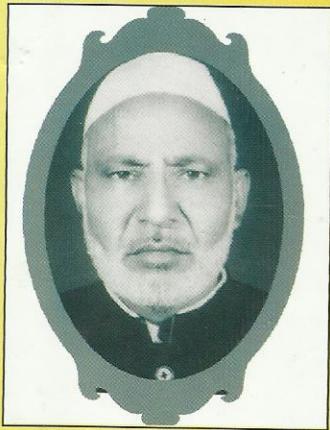
حکمت و موعظہ سے متعلق اس کے اشعار ہیں:

| | |
|------------------------------|---------------------------|
| خیر من غنى المال | غنى النفس لمن يعقل |
| ليس الفضل في الحال (۱) | وفضل الناس في الانفاس |
| المرء نصب مصائب لا ينتقضى | يہ بھی کہا ہے: |
| ومعجل يلقى الردى في نفسه (۲) | فموجل بمعنى الردى في اهله |
| انفق ما الصبر الجميل فانه | يا اشعار بھی ہیں۔ |
| كالصغر ليس بصائد في وكره (۳) | والمرء ليس بالغ في ارضه |

۱۔ دیوان ابو فراس (ص ۲۲۷)

۲۔ دیوان ابو فراس (ص ۱۷۵)

۳۔ دیوان ابو فراس (ص ۱۳۳)



ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۲۴ھ

وفات: ۱۴۲۲ھ / ۱۹۰۲ء براطیش، انگریزی

کتاب "الغدیر" زمانہ طالب علیٰ ہی سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدد و ہزار بیدار کرنے لگا تھا کہ اس علیٰ اور تحقیقی کتاب کو ارادہ جسمی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی گنجائی کے پیش نظر خاموشی پیدا ہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت و مشقت اور کوششوں کے دریم مرح عالی قادر آیہ اللہ العظیم ناصر مکار شیرازی دامت برکات کی وجوہت پارایاں آئے تو مظہر نے بر صیر کے حاس موضوع کو منظر کھٹھ کھٹھ ہوئے تھوڑی تخفیض کے ساتھ "الغدیر" کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حاس موضوع کے دیکھتے ہوئے "منیں" کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً ثابت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قل، دیہات کی زندگی میں مسالک و آسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جملوں کا ترجمہ کر کذا الاتھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں مختصر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نامساعد ہوتے چلتے گئے اور دوسرا جملوں کی طباعت کی نوبت نہ اسکی نیزرو جملوں (چھٹی اور گیارہوں) حالات کی ستم ظرفی کی نذر ہو گئیں، جس کی تحریک کا فریضان کے فرزند "مولانا سید شاہد بمال رضوی" نے نکسن و خوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

حضرت علامہ عبدالحسین الائمی النجفی (طاب ثراه)

ولادت: ۱۳۲۵ھ

وفات: ۱۴۲۹ھ / ۱۹۰۹ء

"الغدیر" گیارہ جملوں پر مشتمل یہ کتاب اگل بھگ ۱۳۲۵صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیقی تصنیف کی داد دیتی ہے، یقول شہید مرتضی مطہری: "یہ کتاب تمام زیر آگیں پر دیکھنے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن و سنت کی مطلق پر استوار ہے، تثیق پر لگائے گئے تمام اعتمادات پر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیٰ اور تمام آئین طاہر (علیهم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین میانیاں کیا ہے۔ یہ پڑھنے کے بعد ہر شخص اعزاز حق پر بمحروم جاتا ہے۔"

ای لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی اگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن کیلائی طلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلام مصري کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی تصنیف کیوں نہ ہو جب کی علامہ میں نے اس کی تالیف و تحقیق میں رسول رحمتیں بروادشت کی ہیں اور صرف تحقیق موافق اہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر غلوص کا وصول کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی تیثیت سے "کتاب الغدیر" افیق تصنیف پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

کلِستاراہ ۷۷ پبلی کیشنر لاہور